خطبات
ڈاکٹر ذاکر نائیک

القرآن الکریم

قرآن اور جدید سائنس

احکام رسول ﷺ اور عصری سائنسی تحقیق

چاند اور قرآن

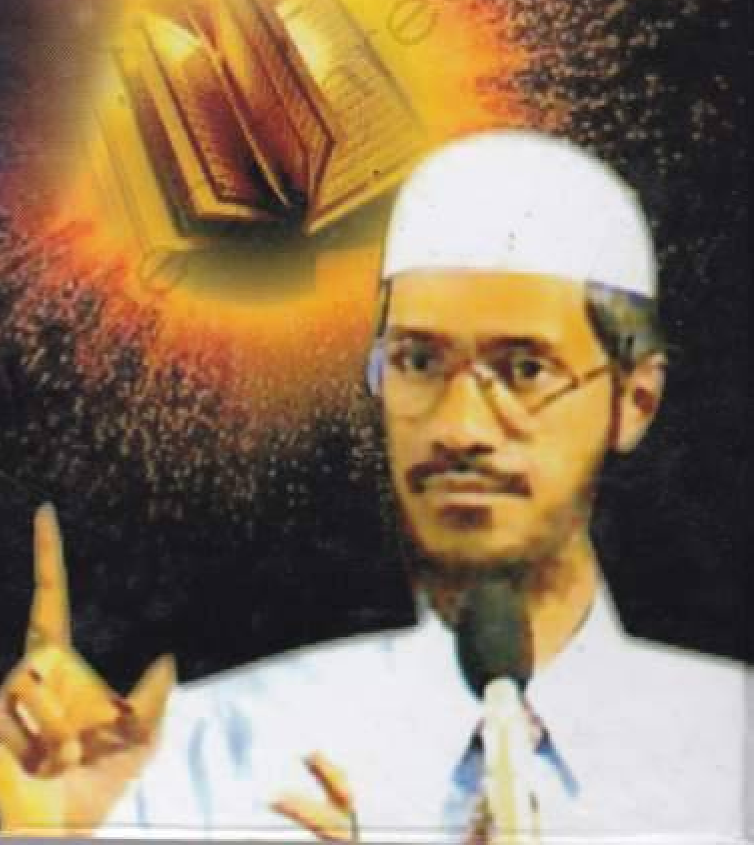
محمد رسول اللہ ﷺ کی صحت اور عقل و فہم

اسلام پر کیے جانیوالے سوالات اور ان کے تحقیقی جوابات

قرآن اور ۱۹ کا ھندسہ

حقیقت پر مبنی دل لگی کی باتیں

اسلام اور جدید سائنسی تحقیق



بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبات

ڈاکٹر ذاکر نائیک

مشہور و معروف محقق، عظیم اسلامی سکالر اور عالمِ تقابلِ ادایان ''محمد عبدالکریم''
المعروف ''ڈاکٹر ذاکر نائیک'' کے خطبات، ذاتی نوٹس اور تصانیف کا انتخاب

خُطباتِ
ڈاکٹر ذاکر نائیک

ترجمہ
فاضلہ مصباح اکرم

ترتیب و تحقیق
علامہ مفتی محمد وسیم اکرم

طاہر سنز پبلشرز
۴۰-بی، اُردو بازار-لاہور
فون: 7234137 فیکس: 7312159
Website: www.tahirsonspublishers.com
E-mail: info@tahirsonspublishers.com

نام کتاب	خطبات ڈاکٹر ذاکر نائیک
مصنف	علامہ مفتی محمد وسیم اکرم
ترجمہ	فاضلہ مصباح اکرم
ٹائٹل ڈیزائن	محمد عامر
کمپوزنگ	عاصم شہزاد
ناشر	سیّد فرحان زیدی
مطبع	محمد سیّد شاہ پرنٹنگ پریس
سن اشاعت	اکتوبر 2007ء
قیمت	-/300 روپے

انتساب

اپنی والدہ محترمہ

خدیجہ بی بی (مدظلہا)

کے نام

جن کی دعاؤں کے صدقے

اللہ تعالیٰ نے مجھے فنِ تصنیف وتالیف سے آشنا فرمایا

محمد وسیم اکرمؔ القادری

فہرست خطبات

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار

② قرآن اور جدید سائنس 95

3 احکامِ رسول ﷺ اور عصری سائنسی تحقیق 169

✿ ✿ ✿

۞ ۞ ۞

۞ ۞ ۞

یہ کون ہے؟

ایک ایسا شخص جس کی عمر ابھی صرف 38 سال ہے، جس کے علمی کریڈٹ میں نصف درجن سے زائد انتہائی وقیع کتابوں کی فہرست ہے، جس نے دنیا بھر کے اہل علم کو دنگ کر رکھا ہے، وہ لمبا تڑنگا ہے لیکن بانس کی طرح مضبوط اور قدر آور۔ اسے مشت استخوان تو نہیں کہا جاسکتا لیکن اس کے جسم پر مشکل ہی سے گوشت نظر آتا ہے۔ وہ مغربی لباس میں ملبوس نظر آتا ہے لیکن جسم کی نزاکت کی وجہ سے یہ لباس جسم کے ساتھ چپکا ہوا محسوس نہیں ہوتا بلکہ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے سارا لباس ہاتھی کے کانوں کی طرح جھل جھل کررہا ہو...... لیکن جب وہ گفتگو کرتا ہے تو لاتعداد سننے والوں پر جادو کا سا اثر کرتا ہے۔ صحیح معنوں میں سننے والے مبہوت ہو جاتے ہیں۔ وہ بلا کا مقرر ہے۔ اس کا خطبہ اور تقریر کسی کاغذ کے پرزے، کسی ہاتھ سے لکھے گئے نوٹس کی محتاج نہیں ہوتی۔ وہ بامقصد بولتا اور بلاتکان بولتا ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کمپیوٹر کو فیڈ کیا گیا ڈیٹا ''آن'' کرنے پر بیش بہا معلومات کا دریا بہاتا چلا جارہا ہے۔

کوٹ، پتلون اور نکٹائی میں ملبوس یہ حیرت انگیز شخص عالمِ اسلام ہی میں نہیں، عالمِ مغرب اور شمالی امریکہ کے ممالک میں بھی اسلام کی حقانیت، اور قرآن کی عظمت اور خاتم النبیین حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کے پرچم لہرا

رہا ہے۔ وہ نہ صرف اسلام کا مبلغ اور عالم ہے بلکہ اناجیل اور ہندوؤں کی ساری مذہبی کتابوں کا علم بھی اس کے دماغ اور سینے میں محفوظ ہے۔ اسی لئے اسے اکیسویں صدی کے ابتدائی حصے کا بے مثل عالم اور بے مثال مفکر قرار دیا جا رہا ہے۔ جسے ''تقابل ادیان'' پر اتھارٹی حاصل ہے لیکن وہ متعصب اور متشدد نہیں ہے۔ اپنی بات، اپنی فکر اور اپنا نظریہ سننے والوں پر تھوپنا اور بزور قوت نافذ نہیں کرنا چاہتا ہے اور نہ ہی اس پر اصرار کرتا ہے۔ وہ اللہ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اترنے والے اللہ تعالیٰ کے آخری دین کی دلکش اور غیر متبدل باتیں اور پیغام لوگوں کے سامنے رکھ دیتا ہے، خواہ وہ کسی بھی دین کے ماننے والے ہوں، اور پھر اصرار نہیں کرتا بلکہ ماننے اور نہ ماننے، تسلیم کرنے یا انکار کرنے کا فیصلہ انہی پر چھوڑ دیتا ہے۔ کم لوگ ہوں گے جو اس کی منطق اور دلیل کے سامنے سرکشی اور ''میں نہ مانوں'' کا اظہار کرتے ہوں گے۔ اس کے اسی حسنِ اظہار اور اسی دلکش اسلوب بیان کی وجہ سے دنیا کے بیشتر ترقی یافتہ ممالک کی طرف سے اسے لیکچرز کے لیے بلایا جاتا ہے۔ وہ جاتا ہے اور دھڑلے سے، پوری توانائیوں سے سامعین کے سامنے اللہ کے آخرین دین کی تبلیغ کر دیتا ہے۔

گزشتہ چھ برسوں کے دوران وہ اب تک امریکہ، کینیڈا، برطانیہ، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، کویت، قطر، بحرین، جنوبی افریقہ، ماریشس، آسٹریلیا، ملائیشیا، سنگاپور، ہانگ کانگ، تھائی لینڈ اور جنوبی امریکہ کے متعدد ممالک میں چھ سو (600) سے زائد لیکچرز دے چکا ہے اور اس دوران بھارت کے طول وعرض میں اس نے جو لیکچرز دیئے، ان کی تو کوئی قطار شمار ہی نہیں۔ اگر کسی شخص کو اس کے مجموعی لیکچرز کو گننا ہے تو اسے اپنے رب سے عمر نوح علیہ السلام کی درخواست کرنا پڑے گی۔

اس شاندار، پرشکوہ اور باوقار شخص کا نام ''ڈاکٹر ذاکر عبدالکریم نائیک'' ہے جو آج کل ٹی وی کے توسط سے ساری دُنیا میں اپنے سننے اور چاہنے والوں میں ''ڈاکٹر

ذاکر نائیک'' کے نام سے معروف اور مشہور ہے۔ گہرے سانولے رنگ کے ذاکر نائیک علمائے مسیح کی تحریروں، ان کے اسلام پر اعتراضات (بلکہ حملوں) چاروں انجیلوں کا گہرا مطالعہ کرنے اور ہندوؤں کی اہم مقدس کتابوں (رامائن اور گیتا) کا عرق ریزی سے مشاہدہ کرنے کے بعد میدان میں اترے ہیں۔ وہ کسی کو چیلنج نہیں کرتے لیکن جب انہیں کسی طرف سے چیلنج اور للکار کا سامنا کرنے پڑے تو وہ اسے دینی اور مذہبی فریضہ سمجھ کر اس کا جواب دینا ضروری خیال کرتے ہیں۔ اسی طرح کا ایک چیلنج انہیں 2000ء میں امریکہ سے ملا۔ چیلنج کرنے والے کا نام ''ڈاکٹر ولیم کیمپبل'' تھا جو امریکہ اور شمالی امریکہ میں علمائے مسیحیت کا شہ دماغ خیال کیا جاتا ہے۔ چیلنج میں کہا گیا تھا کہ اس امر کا جائزہ لیا جائے کہ ''قرآن مجید نے زیادہ واضح انداز اور زیادہ تعداد میں سائنسی علوم اور حقائق کو متعارف کروایا ہے یا بائبل نے۔'' ڈاکٹر ذاکر نائک نے یہ چیلنج قبول کیا اور امریکہ روانہ ہو گئے۔ قرآن وانجیل کا یہ مقابلہ امریکہ کے مشہور شہر شکاگو میں ہوا، اس کا عنوان تھا۔!

"The Quran and the Bible in the light of Science"

یکم اپریل 2000ء کو یہ مباحثہ ہوا۔ جس میں ڈاکٹر ذاکر نائیک نے اپنے حریف ڈاکٹر ولیم کیمپبل کو شکست دی۔ اس فتح کے بعد جب ''شکاگو کرانیکل'' کے ایک رپورٹر نے ان سے کہا!

''مسٹر نائیک! مباحثہ میں اپنے پلے کے بھاری ہونے کے بعد آپ کے احساسات کیا ہیں۔؟''

تو ڈاکٹر نائیک نے اپنی مخصوص مسکراہٹ سے کہا!

''یہ میری فتح نہیں، اللہ اور قرآن کی فتح ہے یہ محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح ہے۔ جن کے سینے پر یہ قرآنِ مبین اُترا۔ میں ہرگز فاتح نہیں اور نہ میں کسی

شخص اور کسی مذہب کو شکست دینے اور رسوا کرنے کے لئے یہاں آیا ہوں۔''

یہ انکسار ڈاکٹر ذاکر عبدالکریم نائیک کی شخصیت کا ایک جزو ناگزیر ہے......

لیکن شکاگو سٹی میں ہونے والے اس مباحثے میں ڈاکٹر ولیم کو اپنی کم علمی و مائیگی کا تلخ تجربہ کرنا پڑا۔ اس نے امریکہ کے اخبارات و جرائد میں ایک نئی بحث کو نم دیا۔ اس بات کو اس لیے بھی زیادہ شہرت ملی کیونکہ ڈاکٹر ولیم کیمپبل دراصل ''ڈاکٹر بل گراہم'' کا شاگرد خاص ہے۔ جو لوگ ڈاکٹر بلی گراہم کے نام اور کام سے آشنا ہیں، وہ جانتے ہیں کہ امریکہ میں ڈاکٹر گراہم کو سب سے بڑا مسیحی عالم تسلیم کیا جاتا ہے۔ گویا دوسرے معنوں میں یہ کہنا بجا ہو گا کہ امریکہ اخبارات میں ڈاکٹر ذاکر نائیک کے نام کی باز گشت کا مطلب یہ لیا گیا کہ ڈاکٹر بلی گراہم ایک مسلمان عالم کے سامنے سرنگوں ہو گیا ہے۔

12 مئی 2000ء کو ہفت روزہ ''انکوائرر'' (Enquirer) نے صفحہ اول پر لکھا۔!

''ڈاکٹر ذاکر نے ڈاکٹر ولیم کیمپبل کو شکست دے کر دراصل ڈاکٹر بل گراہم کا بت توڑا ہے۔''

لیکن ہمیں امریکی اخبارات و جرائد کو بھی شاباش دینی چاہیے جنہوں نے مذہب و مسلک کے تمام تر مروجہ تعصبات سے کہیں اوپر اٹھ کر ایک شخص کی علمیت کی ستائش اور تعریف کی۔

ڈاکٹر ذاکر جنہوں نے منطق کی زبان میں ذکر الٰہی اور ذکر محمد ﷺ سے عالمی شہرت حاصل کی ہے، کے بارے میں ایک خوبصورت واقعہ برادرم اختر عباس نے اپنی ایک تحریر (26 اکتوبر 2005ء روزنامہ پاکستان) میں یوں بیان کیا ہے:

''یہ 12 اکتوبر کی صبح تھی جب بھارت سے آنے والی ایک فلائیٹ سے کچھ

مسافروں کو لاس اینجلس کے ایئر پورٹ پر تفتیش کے لئے الگ کر لیا گیا۔ ایک لمبے، سانولے رنگ اور انگریزی سوٹ میں ملبوس آدمی کی باری آئی تو تفتیشی عملے نے ان کی داڑھی اور سر پر سفید ٹوپی کے باعث براہ راست سوالات کرنے شروع کر دیئے۔ نائن الیون کا واقعہ رونما ہوئے صرف ایک ماہ ہوا تھا اور امریکہ آنے والے ہر مسلمان پر یہ وقت بے حد بھاری تھا، انہیں نامہربان لوگوں سے بے مہر نگاہوں اور بے اصل سوالوں کا سامنا کرنا پڑتا اور اکثر سے جواب نہ بن پاتا۔ انٹرنیشنل اسلامک انٹرنیٹ یونیورسٹی امریکہ کے یہ مہمان کہ جنہیں ایک امریکی ادارے نے ہی انسانیت کے لئے اعلیٰ خدمات کے اعتراف کے طور پر ایوارڈ دینے کیلئے مہمان کیا تھا، اپنے میزبانوں کے بھائی بندوں کے سامنے، ان کے سوالوں کی زد میں تھے۔ سوال براہ راست تھا:

”11 ستمبر کے حملوں کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟“

مہمان نے بڑی دلیل کے ساتھ اس کی مذمت کی تو میزبان چونکے۔ انہیں یقین کرنے میں مشکل پیش آ رہی تھی۔ انہوں نے تفتیش کے لئے رائج طریقے کے مطابق غصہ دلانے کیلئے سوالوں کا اُلٹ پھیر کرنا شروع کر دیا:

”جہاد غیر ضروری ہے، اس کا تصور ہی غلط ہے، یہ تو انسانوں کو لڑاتا ہے۔“

آنکھوں پر بڑے سائز کی عینک لگائے، دور دیس سے آئے مہمان کو یہ سوال اور تبصرہ بہت مجروح کرتا، اگر اللہ تعالیٰ نے اس کو علم اور فہم کے سمندر کی شناوری نہ سکھائی ہوتی۔ سوال کے اگلے ہی لمحے اس نے تفتیش کاروں کو ان کے اپنے مذہب سے، یہودیت سے، بدھ مت سے غرض لمحہ موجود میں پائے جانے والے ہر مذہب کی کتاب سے صفحوں اور پیرایوں کی ترتیب سے ایسا کافی و شافی جواب دیا کہ سوال کرنے والے حیران و پریشان رہ گئے۔ انہیں اس طرح کے کسی آدمی سے پہلی بار واسطہ پڑا تھا، جو انہیں بتا رہا تھا کہ جہاد تو خود ان کی کتابوں میں موجود ہے، اب سوال

کرنیوالا کوئی ایک آدھ نہیں کئی تھے اور جواب دینیوالا وہی دبلا پتلا سا آدمی کہ دھیمی سی مسکراہٹ جس کے ہونٹوں پر مچلتی رہتی ہے۔ کمرہ تفتیش سوالوں جوابوں اور سننے والوں سے بھرا تھا اور باہر بھیڑ لگی تھی، ان لوگون کی جنہیں ابھی امیگریشن کے مشکل مرحلے سے گزرنا تھا۔ ہر لمحہ ان کے دل و دماغ پر تشویش کا بوجھ بڑھائے دیتا تھا۔ پورے ایک گھنٹے بعد انٹرویو ختم ہوا تو بات ایک دو افسروں تک محدود نہ تھی۔ ہال میں 70 سے زائد امریکی افسر اور اہلکار موجود تھے، جو اس آدمی کو پورے احترام اور عزت سے رخصت کر رہے تھے، جس کو ایک گھنٹہ قبل وہ سوالوں کی سولی پر لٹکانے کے لئے اندر لائے تھے۔''

اس واقعہ کے مندرجات دیکھیے۔ اس میں ایک پیغام بھی ہے اور اس امر کا اظہار بھی کہ ڈاکٹر ذاکر نائیک منطق، دلیل، مطالعہ اور بے تعصبی کی تلوار سے مسلح ہیں جس کے سامنے امریکی امیگریشن کے ذمہ داران بے بس بھی ہیں اور گھائل بھی۔

ڈاکٹر ذاکر ویسے تو قرآن حکیم، حدیثِ مبارکہ، سیرتِ رسول ﷺ اور تاریخ اسلام کے محقق اور عالم ہیں لیکن انہوں نے مسیحی علوم پر بھی دسترس حاصل کر کے دوسرے علمائے اسلام سے ممتاز اور ممیز مقام حاصل کیا ہے۔ گذشتہ کچھ عرصے کے دوران خصوصاً افغانستان میں طالبان کی حکومت کے خاتمے اور نیویارک میں ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی دہشت گردوں کے ہاتھوں تباہی کے بعد، مغربی محققین اور سکالرز نے بطور خاص سارے مسلمانوں اور عالم اسلام کو ایک ہی عینک سے دیکھنا شروع کر دیا ہے اور اس عینک کے ذریعے دین اسلام کو دشنام دے کر جملہ مسلمانوں کو ''دہشت گرد'' قرار دیا جا رہا ہے۔ پاکستان، سعودی عرب اور مصر، ان علمائے مغرب کی ''نوازشوں'' کا خاص طور پر نشانہ ہیں۔ امریکی صدر ''جارج ڈبلیو بش'' کا افغانستان، پاکستان اور عراق کے انتہا پسندوں کا ذکر کرتے ہوئے ان کی زبان پر ''کروسیڈ'' کے لفظ کا آ

جانا محض اتفاق نہیں تھا۔ (جس کی بعد ازاں وہائٹ ہاؤس کی طرف سے معذرت کی گئی) اس کے پیچھے پوری تاریخی حقیقتیں اور صلیبی جنگوں کی یادگار فرما تھی۔

صدر بش کا ''کروسیڈ'' کا ذکر کرنا مسلمانوں کو اس امر کی یاد دلانا تھا کہ ماضی بعید میں ''ہم اور تم'' برسر کار پیکار رہ چکے ہیں اور ہم نے تمہیں شکست دی تھی۔ یہ حقیقت ہے کہ صلیبی جنگوں کے سلسلے میں پہلے دور میں عیسائی تھے اور اس پوزیشن میں نہیں تھے کہ ان عیسائی حملہ آوروں کا مقابلہ کرسکیں۔ لہٰذا 1099ء میں بیت المقدس کا شہر عیسائی صلیبی جنگ جوؤں کے قبضہ میں آ گیا۔ شہر پر قبضہ کے بعد جو قتل و غارت گری ہوئی اس کے بارے میں معروف تاریخ دان ابن اثیر لکھتا ہے:

''مسجد اقصیٰ میں فرانک (فرانس) کے فوجیوں نے ستر ہزار لوگوں کو قتل کیا جن میں بڑی تعداد ان مسلمان اماموں اور علماء کی تھی جو اپنا گھر بار چھوڑ کر یہاں تنہائی میں زہد و تقویٰ کی زندگی گزارنے آئے تھے۔ فرانکوں (فرانسیسیوں) نے (مسجد اقصیٰ کے) گنبد پر چڑھی ہوئی چاندی کو بھی اتار لیا اور چاندی کے وہ شمع دان بھی جو مسجد (اقصیٰ) کی زینت تھے۔''

ایک عیسائی نے جو اس منظر کا گواہ تھا، اس نے بعد میں بیت المقدس کے قبضے کے بارے میں لکھا:

''جب (صلیبی جرنیل) رے مونڈ (Raymond) مسجد (اقصیٰ) میں جانے کے لئے روانہ ہوا تو راستہ میں اس قدر لاشیں تھیں کہ ان کا خون ان کے ٹخنوں تک پہنچ گیا تھا۔''

پہلی صلیبی جنگ کی کامیابی نے مقدس جنگجوؤں کی ہمت افزائی کی اور انہوں نے 1144ء میں دوسری صلیبی جنگ کا آغاز کیا۔ لیکن اس کے نتائج کوئی اہم نہ نکلے۔ جب تیسری صلیبی جنگ ہوئی تو اس وقت مسلمان ان حملوں کے لئے تیار ہو چکے

تھے۔اب سلطان صلاح الدین ایوبی کی افواج اس قابل تھیں کہ وہ حملوں کا جواب دے سکیں۔ چنانچہ 1187ء میں سلطان صلاح الدین ایوبی کی افواج نے صلیبی جنگجوؤں کو شکست دے کر بیت المقدس پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ پاکستان کے معروف مؤرخ ڈاکٹر مبارک علی اپنی تصنیف ''تاریخ کی آواز'' میں لکھتے ہیں:

''صلاح الدین نے برعکس صلیبیوں کے قتل عام کے لوگوں کو عام معافی دی اور یہ بھی اجازت دی کہ جو بھی شہر چھوڑ کر جانا چاہے، وہ اپنے مال و دولت اور اسباب لے جا سکتا ہے۔ چنانچہ جب فرانکوں کے ''گرینڈ پیٹریارک'' نے شہر چھوڑا ہے تو اس کے پاس گنبد اور مسجد اقصیٰ کا تمام خزانہ تھا۔ صلاح الدین سے اگرچہ کہا گیا کہ وہ ان نوادرات کو نہ جانے دے، مگر اس نے جو اعلان کیا تھا وہ اس پر قائم رہا اور پیٹریارک کو معہ دولت اور سامان کے جانے دیا۔''

تاریخ کے سینے میں خنجر کی طرح پیوست صلیبی جنگوں کو شاید اہل اسلام اور ان کے رہنمائے کرام فراموش کر چکے ہیں لیکن علمائے مغرب اور ان کے مقتدر حکمران انہیں بھلا نہیں پائے ہیں، حالانکہ انہیں گزرے نو (9) صدیاں گزر گئیں ہیں۔ اسی یاد کا کرشمہ ہے کہ گذشتہ ایک عشرے کے دوران ایک خاص ہدف کے حصول کیلئے مغربی مصنفین اور سکالرز جہادِ اسلام کی ہر شکل کو "Holy War" قرار دے کر اپنے عوام اور اہل نظر کو بھڑکانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ان مذموم مقاصد کے حصول کیلئے:

Jihand in classical and Modern Islam کی Rudolph Peters the holy war idea in western and tranditions. کی Jones Turner Johnson !slamic کی A practical guide to winning the war Nicolas on The reading کی Adan Gorfinkle terrorism

shadow of the اور cavosdec prophet نے اپنا اپنا حصہ ڈال کر اہل مغرب کے ذہنوں کو مسلمانوں، علمائے اسلام اور دین اسلام کے خلاف مسموم کرنے کی مقدر بھر کوشش کی ہے اور یہ باور کرنے کی بھی سعی کی ہے کہ مسلمان جہاد کے نام سے جو "Holy War" لڑ رہے ہیں، یہ دراصل اسی تضاد کی نئی اور جدید شکل ہے جو بارھویں عیسوی میں مسلمانوں اور اہل صلیب کے درمیان معرف وجود میں آچکا ہے...... لیکن ڈاکٹر ذاکر نائیک اپنے مطالعے، تاریخ پر بھر پور نظر اور مسیحی علماء کی تحریروں پر ناقدانہ نظر رکھنے کے ناطے یہ ثابت کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے جہاد کی کوئی بھی شکل "Holy War" کے مساوی نہیں۔ ذاکر نائیک بتاتے ہیں کہ اسلامی تاریخ میں کوئی ایک مثال ایسی نہیں ملتی جب کسی فقیہ یا مفسر و محدث نے جہاد کے لئے "Holy War" یعنی حرب المقدس کی اصطلاح استعمال کی ہو۔

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کے مقالہ نگار نے اس تصور کو خالصتاً عیسائیت سے منسوب کیا ہے اور بتایا ہے کہ پاپائے روم نے یہودیوں اور مسلمانوں کو قوت کے استعمال کے ذریعہ عیسائی بنانے کیلئے تمام عیسائیوں کو حروب الصلیبی کے عنوان سے جمع کیا اور یہی جنگیں بعد ازاں صلیبی جنگ (Holy War) کہلائیں۔ جناب ذاکر ہمیں بتاتے ہیں کہ اسلام کے قانون صلح و جنگ میں کسی مقدس جنگ کا تصور نہ پہلے تھا نہ آج پایا جاتا ہے۔ چونکہ اسلام زندگی کو لادینی اور دینی خانوں میں تقسیم نہیں کرتا اس لئے اس کی جنگ ہو یا رزق حلال کا حصول، شعر و شاعری ہو یا صنعت و حرفت ہر سر گرمی کا مقصد اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچنا ہے۔ اس لئے دین کا دائرہ کار اور لادینی اعمال کا دائرہ کار الگ الگ نہیں ہے۔

مغربی تعلیم یافتہ ذہن اور خود مغرب کا مادہ پرست تہذیب کا پیدا کردہ ذہن چونکہ اسلام کو یورپی مذہبی عینک سے دیکھتا ہے اور مسجد جانے کو مذہبی سرگرمی جبکہ کسی ملٹی

نیشنل کمپنی میں کام کرنے کو سیکولر اور پیشہ ورانہ سرگرمی قرار دیتا ہے۔ یہ تقسیم اسلام کے لئے اجنبی ہے۔ گو بہت سے مسلمان صدیوں سے اس پر عمل کرتے چلے آرہے ہیں اور اپنے خیال میں کمالِ مہارت سے ''دین ودنیا'' میں توازن پیدا کر کے بیک وقت مسجد جا کر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو اور کاروبار کے دائرے میں سرمایہ داری کے خدا کو بیک وقت خوش رکھنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ قرآن کریم نے جب یہ سوال اٹھایا تھا کہ کیا بہت سے اللہ بہتر یا ایک اللہ وحدہ لاشریک، کیا بہت سی حاکمتیں بہتر ہیں یا حکم صرف اللہ کیلئے ہونا بہتر ہے تو اس سوال کا اصل مقصد اس تقسیم کو بنیاد سے اکھاڑ پھینکنا تھا۔ گویا یہ بات پورے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ اسلام میں "Holy War" کا کوئی تصور نہیں پایا جاتا۔ یہ بنیادی طور پر ایک عیسائی تصور ہے جسے اسلام پر چسپاں کرنا قرآن وسنت کی تعلیمات کی روح کے منافی بھی ہے اور مسیحی علماء اور سکالرز کی آج کے دور میں اسلام کے خلاف سازش بھی ہے اور نہایت منفی پروپیگنڈہ بھی۔

تاریخ کے تناظر میں ڈاکٹر ذاکر نائیک کی کہی اور لکھی گئی انہی باتوں نے بہت سے لوگوں کے دل گرویدہ کر رکھے ہیں۔ اسی پس منظر میں چند برس قبل جناب احمد دیدات (جو خود بھی تقابل ادیان کے بہت بڑے مقرر اور محقق تھے اور بہت سے ممالک میں عیسائی علماء کا ناطقہ بند کر چکے تھے) نے ڈاکٹر ذاکر کے علمی تبحر اور دینی خدمات کو خراج تحسین وعقیدت پیش کرتے ہوئے کہا تھا:

''میرے بچے! جو شے تم نے چار برس میں حاصل کر لی ہے، اسے حاصل کرنے کیلئے مجھے چالیس برس صرف کرنے پڑے۔''

یہ کوئی معمولی خراجِ محبت نہیں ہے اور اس وقت سننے والوں کو مزید حیرت ہوئی تھی جب احمد دیدات (مرحوم) نے ڈاکٹر ذاکر عبدالکریم نائیک کو "Deedat Plus" کہہ کر پکارا تھا۔

یہی ڈاکٹر ذاکر عبدالکریم نائیک اپنے خطبات کی شکل میں ٹی وی کے توسط سے دُنیا کے سو(100) سے زائد ممالک میں سنے جارہے ہیں۔ اپنی تقریروں میں اسلام کی حقانیت اور رسول اللہ ﷺ کی عظمت ثابت کرنے کیلئے آبشار کی طرح ان کی زبان سے جو حوالہ جات نکلتے ہیں، بعض لوگوں کے نزدیک وہ پیغام کو بوجھل بنادیتے ہیں لیکن اس کے باوجود ان کے سننے والوں کی تعداد بے شمار ہے۔ پاکستان میں ہم پہلے ''اے آر وائی'' چینل اور بعد ازاں ''کیو ٹی وی'' چینل کی معرفت ان سے متعارف ہوئے۔ ان کے لیکچرز دلکشا بھی ہوتے ہیں اور دل افروز بھی۔ ویسے تو علماء نے مغرب سے آنے والی ہر ایجاد کی مخالفت کی ہے۔ ابتداء میں یہی لوگ تھے جنہوں نے لاؤڈ سپیکر کی مخالفت کی اور ٹیلی فون کے خلاف بھی فتوے دیئے۔ ٹی وی کے خلاف فتوے تو اب بھی موجود ہیں۔ مثلاً ''جماعت الدعوۃ'' (سابقہ لشکر طیبہ) کے ترجمان ماہنامہ ''الدعوۃ'' میں ہر ماہ یہ اعلان بطور خاص شائع ہوتے ہیں کہ ہمارے اتنے بھائیوں نے ٹی وی کے ٹکڑے کر کے کوڑے پر پھینک دیئے...... لیکن یہی ٹی وی تبلیغ اسلام اور قرآن فہمی کا بہترین میڈیا اور آلہ بھی ثابت ہو رہا ہے۔ ہاشمی میاں، مدنی میاں، طاہر القادری اور ڈاکٹر ذاکر نائیک کے نوع بنوع لیکچرز، مباحث اور خطبات اس کی بہترین مثال ہیں۔ اس سلسلے کا ایک اور واقعہ گزشتہ دنوں بھارت میں پیش آیا۔

11 اکتوبر 2005ء کو بھارت کے معروف اخبار ''ٹائمز آف انڈیا'' نے ایک خبر شائع کرتے ہوئے قارئین کو بتایا:

''پردہ، دہشت گردی، عمرانہ کیس اور اس طرح دیگر موضوعات کے حوالے سے ٹیلی ویژن پر اسلام کی معاندانہ اور تعصب پر مبنی تصویر کشی کا مقابلہ کرنے کیلئے بھارت کی مسلم کمیونٹی نے معاملے کو اپنے ہاتھ میں لینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اس مقصد کے لیئے دو نئے اسلامی چینل قائم کئے گئے ہیں، جو پوری مسلم دنیا کو درپیش مسائل

سے متعلق صحیح اسلامی نقطہ نظر پیش کریں گے۔ایک چینل ''کتاب'' کے نام سے ہے جب کہ دوسرا چینل ''پیس ٹی وی'' کے نام سے زیر غور ہے، اسے کیوئی وی کے معروف مبلغ ڈاکٹر نائیک شروع کریں گے۔

''کتاب'' چینل کے بانی اور چیف پروموٹر زاختر شیخ نے کہا ہے کہ یہ چینل نہ صرف میڈیا میں مسلم پراپیگنڈا کا مقابلہ کرے گا بلکہ مسلم سوسائٹی کی تربیت کی ذمہ داری بھی انجام دے گا۔

انہوں نے کہا کہ مسلمان بڑے عرصے سے ایک ایسے چینل کی ضرورت محسوس کر رہے ہیں جو ان کے خیالات واحساسات کی ترجمانی کرتا ہو۔چینل کی پروگرامنگ کی ذمہ داری دینی مدارس کے تعلیم یافتہ قدامت پسند علماء کے ایک گروپ کو سونپی گئی ہے۔بمبئی کے مرکز المعارف نے اس چینل کے اغراض ومقاصد متعین کیے ہیں، جن میں اسلام سے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ، مولانا آزاد، علی برادران اور ان جیسے جنگ آزادی میں خدمات انجام دینے والے مسلمانوں کی قربانیوں کونمایاں کرنا، نکاح، طلاق، نفقہ اور پردہ جیسے پرسنل لا کے مسائل پر بحث ومباحثہ شامل ہیں۔

بھارت میں ٹی وی کے جواز وعدم جواز کے حوالے سے علما دو گروہوں میں تقسیم ہیں۔گزشتہ سال مفتی محمود الحسن نے ٹی وی کے عدم جواز کا فتویٰ دیا تھا۔مفتی مذکور نے یہ کہہ کر اردو پریس میں ایک بحث کا آغاز کر دیا تھا کہ:

''ٹی وی ژن سطحی تفریح کا ذریعہ ہے۔''

تاہم مولانا برہان الدین قاسمی نے جو''کتاب'' کی پروگرامنگ میں شریک ہیں، کہا ہے کہ علماء بصری ذرائع ابلاغ کی اہمیت کا انکار نہیں کر سکتے۔

''عمرانہ کیس کو ہی لے لیجئے۔اس پر باقی تمام مسئلوں کونظر انداز کر کے ایک نہ ختم ہونے والی بحث چھیڑ دی گئی، گویا مسلمانوں کو اس کے علاوہ کوئی مسئلہ ہی درپیش

نہیں۔ پروگرامنگ پینل میں شریک دوسرے ارکان میں جمعیت علمائے ہند کے مولانا محمود احمد مدنی اور ندوۃ العلماء لکھنو کے سید سلمان بھی شامل ہیں۔ امید کی جارہی ہے کہ پیس ٹی وی کے ذریعے ڈاکٹر ذاکر نائیک مسلمانوں کے افکار اور سوچ کی نمائندگی کرسکیں گے۔"

اس خبر سے ڈاکٹر ذاکر نائیک کی علمی اور دینی اہمیت ایک اور خوبصورت انداز میں سامنے آئی ہے۔ ان کے بارے میں پڑھنے اور ان کے خطبات سننے والا حیرت سے سوچتا ہے کہ یہ شخص کون ہے؟ اگر اس رتبے کا کوئی سکالر مغرب میں پیدا ہوتا تو اب تک اس کے بارے میں کئی کتابیں شائع ہو چکی ہوتیں لیکن حیرانی کی بات ہے کہ ہمارے ہاں ابھی تک ان کے بارے میں کوئی کتاب دستیاب نہیں جو ہمیں ان کی شخصیت کو سمجھنے اور ان کے حالات زندگی کے بارے میں بنیادی معلومات فراہم کر سکے۔

جو انفارمیشن ملی ہیں، وہ ہمیں بتاتی ہیں کہ یہ ششدر کر دینے والا شخص، ذاکر عبدالکریم نائیک بھارت کا شہری ہے۔ 18 اکتوبر 1965ء کو آپ بالی ووٹ کے نام سے عالمی شہرت یافتہ بھارتی شہر ممبئی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد احمد عبدالکریم نائیک دوکاندار تھے لیکن انہوں نے اپنے اس بیٹے کو اعلیٰ تعلیم کے حصول تک پورا پورا تعاون فراہم کیا۔ ممبئی کے ٹوپی والا نیشنل میڈیکل کالج اور ممبئی یونیورسٹی سے میڈیسن اور سرجری کی ڈگریاں لیں۔ لیکن ڈاکٹر ذاکر نائیک تھوڑا عرصہ ہی مریضوں کی نبض دیکھ سکے۔ انہوں نے خود کو تبلیغ اسلام کے لئے وقف کر دیا۔ ان کی شہرت جلد ہی بھارت کے طول وعرض میں پھیل گئی۔ آج وہ بنی نوع انسان کی نبض دیکھ رہے ہیں اور قرآن وحدیث کی روشنی میں انسانوں کو لاحق امراض کا علاج بھی بتارہے ہیں۔ ڈاکٹر ذاکر نائیک کی آواز آج دنیا کے ہر اہم ملک میں سنی جارہی ہے۔ ان کی خدمات کے

پیش نظر انہیں ''اسلامک ریسرچ فاؤنڈیشن'' اور ''اسلامک ڈائمنشنز'' کا صدر اور ''آئی آر ایف فاؤنڈیشن ٹرسٹ'' کا چیئرمین بھی بنایا جاچکا ہے۔

مولانا احمد رضا خان بریلوی سید ابوالحسن علی ندوی المعروف علی میاں اور مولانا وحید الدین خان کے بعد ڈاکٹر ذاکر عبدالکریم نائیک تیسرے ایسے بھارتی مسلمان عالم اور مفکر ابھرے ہیں جن کی آواز مشرق و مغرب کے اہل علم کے کانوں سے ٹکرا رہی ہے۔

(تحریر: احمد تنویر......سیارہ ڈائجسٹ)

تعارف:

ڈاکٹر ذاکر عبدالکریم نائیک

ڈاکٹر ذاکر عبدالکریم نائیک، جو اسلام ریسرچ فاؤنڈیشن کے صدر ہیں، اسلام کے متحرک داعی اور تقابل ادیان کے جید عالم کے طور پر پوری دنیا میں جانے جاتے ہیں۔ آپ بفضل خدا اسلام کو مناسب طور پر پیش کرنے، سمجھنے، واضح کرنے اور اسلام کے بارے میں غلط فہمیوں کو دور کرنے کے حوالے سے اسلامک ریسرچ فاؤنڈیشن کی جدوجہد کے روح رواں ہیں۔ پیشہ کے لحاظ سے میڈیکل ڈاکٹر ہوتے ہوئے بھی آپ نے دنیا بھر میں لاکھوں افراد کو اسلام کو حقانیت سے روشناس کرایا اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

صرف اڑتیس سال کی عمر میں ڈاکٹر ذاکر نائیک اسلامی تعلیمات کی بہت عمدہ طریقے سے وضاحت کرتے ہیں اور اسلام کے بارے میں غلط فہمیوں کو اپنے مدلل انداز میں قرآن، مستند احادیث اور سائنس کے حوالے سے دور کرتے ہیں۔ آپ

قرآن وحدیث کے علاوہ بائبل، تالمود، تورات، مہابھارت، بھگوت، گیتا وغیرہ کے عالم ہیں اور دوران گفتگو سب سے بکثرت حوالے بھی دیتے ہیں۔

آپ غیر معمولی برداشت کے مالک ہیں۔ کسی بھی کتاب کا حوالہ دیتے وقت متعلقہ سورتوں، آیات وغیرہ کے نمبر اور الفاظ من وعن دہرانے پر قادر ہیں۔ آپ کو بہت سی کتب کے ہزاروں صفحات زبانی یاد ہیں اور آپ سائنسی اور ریاضیاتی حقائق ونظریات کا علم بھی رکھتے ہیں۔

ڈاکٹر ذاکر نائیک اپنے تنقیدی تجزیے اور سامعین (بالخصوص غیر مسلموں) کے مشکل سوالات کے ساختہ اور مدلل جوابات دینے کیلئے مشہور ہیں۔ یہ سوالات ان کی عوام میں کی جانے والی تقاریر کے بعد کئے جاتے ہیں۔

انہوں نے پچھلے دس برس میں ایک ہزار سے زائد عوامی مناظروں میں شرکت کی جو کہ امریکہ، کینیڈا، انگلستان، سعودی عرب، عرب امارت، کویت، قطر، بحرین، ساؤتھ افریقہ، آسٹریلیا اور دیگر ممالک میں ہوئے۔ بھارت میں کئے جانے والے بے شمار مناظرے اس کے علاوہ ہیں۔ ان میں سے سو سے زائد ویڈیو اور آڈیو کیسٹس کی صورت میں دستیاب ہیں۔ آپ سے گفتگو کرنے والوں میں مختلف ممالک کے سفیر، فوجی جرنیل، سیاسی لیڈر، کھلاڑی، مذہبی عالم، کاروباری اداروں کے سربراہان اور سب سے نمایاں طور پر عام لوگ شامل ہیں۔

آپ ہمیشہ دوسرے مذاہب کی نمایاں شخصیات سے گفتگو میں حاوی رہے ہیں۔ آپ کا سب سے مشہور مباحثہ شکاگو امریکہ میں یکم اپریل 2000ء کو ایک امریکی ڈاکٹر اور مبلغ ڈاکٹر ولیم کیمبل کے ساتھ ''قرآن اور بائبل، سائنس کی روشنی میں'' کے موضوع پر ہوا۔

شیخ احمد دیدات (مرحوم) جو تقابل ادیان کے مشہور عالم مقرر تھے، نے

ڈاکٹر ذاکر نائک کو 1994ء میں "Deedat Plus" کا خطاب دیا اور دعوت الی اللہ کے میدان میں ان کی کامیابیوں اور تقابل ادیان کے عالم ہونے پر شیلڈ سے نوازا جس پر تحریر تھا:

''بیٹا! تم نے چار سال میں وہ کچھ کرلیا ہے جو مجھے کرتے ہوئے
چالیس سال لگے۔ الحمدللہ!''

ڈاکٹر ذاکر نائیک دنیا کے سو سے زائد ممالک میں دیکھے جانے والے بہت سے بین الاقوامی ٹی وی چینلز پر گفتگو کرتے ہیں۔ آپ کو ٹی وی اور ریڈیو انٹرویوز کے لئے باقاعدہ مدعو کیا جاتا ہے۔ آپ نے اسلام اور دیگر مذاہب کے تقابل کے موضوع پر بہت سی کتابیں تحریر کی ہیں۔

ڈاکٹر ذاکر نائیک لوگوں کو اپنی غیر معمولی شخصیت سے حیرت زدہ کرنے کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔ آپ دنیا بھر کا سفر کرتے ہیں اور لیکچرز دیتے ہیں۔ آپ تربیتی پروگرامز کا انعقاد کرتے ہی جن میں مسلمانوں کی تربیت کے بین الاقوامی پروگرامز بھی شامل ہیں تاکہ وہ لوگوں تک اسلام کا پیغام موثر انداز میں پہنچا سکیں۔

سوانحی خاکہ

نام: ڈاکٹر ذاکر عبدالکریم نائیک

تاریخ پیدائش: 18 اکتوبر 1965ء

جائے پیدائش: ممبئی، بھارت

پتہ: اسلامک ریسرچ فاؤنڈیشن
56/58 ٹنڈل سٹریٹ (شمالی) ڈونگری،
ممبئی 009-400، بھارت

فون نمبرز: 0091-22-3736875 (چھ لائنیں)

فیکس: 0091-22-3730689

ای میل: zakir@irf.net

ویب سائٹ: www.irf.net

پتہ: اسلامی دعوۃ (اشاعت اسلام)

صدر: اسلامک ریسرچ فاؤنڈیشن، بھارت

چیئرمین: آئی آر ایف ایجوکیشن ٹرسٹ، ممبئی، بھارت

صدر: اسلامک ڈائمنشنز، بھارت

مقام تعلیم: سینٹ پیٹرز ہائی سکول، ممبئی
کرشن چند چلے رام کالج، ممبئی
ٹوپی والا نیشنل میڈیکل کالج نیر ہسپتال ممبئی

یونیورسٹی ڈگری: ایم بی بی ایس "ممبئی یونیورسٹی"

مطبوعات :

1: اسلام پر چالیس اعتراضات اور ان کے مدلل جوابات
2: قرآن اور جدید سائنس
3: تصورِ خدا، بڑے مذاہب کی روشنی میں
4: اسلام اور دہشت گردی
5: اسلام میں عورتوں کے حقوق جدید یا فرسودہ؟
6: القرآن ''کیا یہ سمجھ کے پڑھا جائے؟''
7: کیا قرآن اللہ کا کلام ہے؟

(بحوالہ www.irf.net)

القرآن الکریم

اس بیان میں قرآنی معلومات، سائنسی حقائق، آدابُ القرآن، اسماءُ القرآن، اصطلاحات، دیگر کتب پر امتیازِ قرآن، تعارفی خاکے اور غیر مسلموں کی قرآن مجید کے بارے میں شہادتوں پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔

آداب

ادب نمبر 1: باوضو ہونا۔

ادب نمبر 2: خوشبو لگانا اور مسواک کرنا۔

ادب نمبر 3: جس جگہ تلاوت ہورہی ہو اس جگہ تمبا کو نوشی نہ کرنا، ہوسکے تو اگربتی جلانا۔

ادب نمبر 4: قرآنِ پاک کی تلاوت شروع اور ختم کرتے وقت قرآن پاک چومنا۔

ادب نمبر 5: تلاوت شروع کرتے وقت تعوذ اور تسمیہ پڑھنا۔

ادب نمبر 6: قرآن پاک پڑھتے وقت قبلہ رُخ باادب بیٹھنا۔

ادب نمبر 7: قرآن پاک پڑھتے وقت پاؤں سمیٹ کر بیٹھنا۔

ادب نمبر 8: مجالسِ وعظ اور جمعہ کے خطبات میں حاضرین کی طرف منہ کر کے تلاوت کرنا۔

ادب نمبر 9: قرآن پاک پڑھتے وقت کپڑوں کا پاک ہونے کے علاوہ صاف ستھرا ہونا۔

ادب نمبر 10: قرآن پاک اونچی جگہ رِحل یا تکیہ وغیرہ پر رکھ کر تلاوت کرنا

ادب نمبر 11: تلاوت کرنے کے بعد قرآنِ پاک کو اونچی جگہ رکھنا۔

ادب نمبر 12: سمجھ کر تلاوت کرنا۔

ادب نمبر 13: ترتیب سے تلاوت کرنا۔آیات اور سورتوں کو ترتیب سے پڑھنا۔

ادب نمبر 14: خوش الحانی سے تلاوت کرنا۔

ادب نمبر 15: ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرنا۔

ادب نمبر 16: تجوید و قرأت کے ساتھ تلاوت کرنا۔

ادب نمبر 17: قرآنِ پاک کے ظاہری و باطنی معنوں اور اس کے عجائب و غرائب پر غور کرنا۔

ادب نمبر 18: خوشی اور سرور کے ساتھ تلاوت کرنا۔

ادب نمبر 19: روزانہ تلاوت کرنا۔

ادب نمبر 20: قرآنِ پاک کی آیات کو دیکھ کر تلاوت کرنا۔

ادب نمبر 21: عربی لب و لہجہ میں تلاوت کرنا۔

ادب نمبر 22: توجہ سے تلاوت کرنا۔

ادب نمبر 23: قرآن پاک پر ٹیک نہ لگانا اور نہ ہی اسے تکیہ بنانا۔

ادب نمبر 24: خشوع و خضوع سے تلاوت کرنا۔

ادب نمبر 25: اللہ کے خوف کی وجہ سے دورانِ تلاوت رونا۔

ادب نمبر 26: تلاوتِ قرآن کو کمائی کا ذریعہ نہ بنانا۔

ادب نمبر 27: قرآنِ پاک کو یاد کر کے نہ بھلانا۔

ادب نمبر 28: خطرے کی جگہ جہاں قرآن پاک کی بے حرمتی کا خدشہ ہو نہ لے جانا۔

ادب نمبر 29: شوروغل کی جگہ، بازاروں اور میلوں میں نہ پڑھنا۔

ادب نمبر 30: جہاں زیادہ آدمی اکٹھے ہوں وہاں پست آواز میں پڑھنا۔

ادب نمبر 31: دوسروں کی تلاوت میں خلل پیدا نہ کرنا۔

ادب نمبر 32: دورانِ تلاوت دنیاوی گفتگو سے پرہیز کرنا۔

ادب نمبر 33: اگر مختصر وقت کے لیے بھی اٹھنا پڑے تو قرآن مجید کو کھلا نہ چھوڑنا۔

ادب نمبر 34: دورانِ تلاوت جمائی کو حد درجہ تک روکنا یا پھر منہ پر ہاتھ رکھنا اور چھینک آئے تو "الحمد للہ" کہنا۔

ادب نمبر 35: قرآن پاک کی کسی بھی آیت سے فال نہ لینا۔

ادب نمبر 36: روزمرہ زندگی میں آیات کو غلط موقعہ ومحل پر استعمال نہ کرنا۔

ادب نمبر 37: قرآن پاک کو لیتے اور دیتے وقت دایاں ہاتھ استعمال کرنا۔

ادب نمبر 33: ہر روز قرآن پاک کی زیارت کرنا اور اسے دیکھنا۔

ادب نمبر 39: قرآن پاک کی جیسی بھی آیات تلاوت میں آئیں ان کے مطابق دعا کرنا۔یعنی جنت کی خوشخبری پر جنت میں جانے کی دُعا اور جہنم کی وعید کے وقت اس سے اللہ کی پناہ مانگنا۔

ادب نمبر 40: کسی تجوید وقرأت کے ماہر اُستاذ سے پڑھنا۔

ادب نمبر 41: تلاوت ختم کرتے وقت "صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ" "اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا۔" کہنا۔

ادب نمبر 42: جب قرآنِ پاک ختم ہو پھر اس کا آغاز کر دینا۔

ادب نمبر 43: قرآنِ پاک پر کوئی اور کتاب، قلم اور عینک وغیرہ نہ رکھنا۔

ادب نمبر 44: قرآنِ پاک کی آیات پڑھ کر دَم کئے ہوئے پانی کو ناپاک جگہ نہ گرانا۔

ادب نمبر 45: قرآنی تعویذ یا اسلامی کتابچہ کا بیت الخلاء میں نہ لے جانا۔

ادب نمبر 46: قلعی والی دیواروں پر قرآنِ مجید کی آیات کو نہ لکھنا۔

ادب نمبر 47: قرآنِ مجید کے بوسیدہ اَوراق کو دفن کرنا۔

ادب نمبر 48: جب کوئی آیت تختی یا سلیٹ پر لکھی جائے تو اسے تھوک سے نہ مٹانا۔

ادب نمبر 49: قرآنِ مجید کو خوشخط کر کے ''عربی رسم الخط'' میں لکھنا۔

ادب نمبر 50: جس سیاہی میں حرام کی ملاوٹ ہو ایسی سیاہی سے نہ لکھنا

ادب نمبر 51: بڑی تقطیع کے ہوتے ہوئے آیاتِ قرآنیہ کو چھوٹی تقطیع پر نہ لکھنا۔

ادب نمبر 52: طالبِ علموں کے قریب تلاوت بلند آواز سے نہ کرنا۔

ادب نمبر 53: جب قرآن پاک لایا جائے تو تعظیماً اٹھنا۔

ادب نمبر 54: اگر دورانِ تلاوت بیت الخلاء جانے کی حاجت ہو تو قرآن کو بند کرنا۔

ادب نمبر 55: اگر قرآنِ پاک کا کوئی لفظ پڑھنا نہ آئے تو دوسرے سے پوچھنا۔

ادب نمبر 56: سر ڈھانپ کر تلاوت کرنا۔

ادب نمبر 57: قرآنِ پاک میں فکر و تدبر کرنا اور اہلسنت کی مستند تفاسیر کا مطالعہ کرنا۔

ادب نمبر 58: قرأتِ سبع میں سے جس قرأت پر تلاوت شروع کرے اسی پر ختم کرنا۔

ادب نمبر 59: قرآنِ مجید کی تلاوت کثرت سے کرنا۔

ادب نمبر 60: قرآنِ پاک میں آیتِ سجدہ کے تلاوت کرنے یا سننے پر سجدہ کرنا۔

ادب نمبر 61: قرآن پاک کی تلاوت کو تمام اذکار سے افضل سمجھنا۔

ادب نمبر 62: افادیتِ قرآن کو واضح کرنا کہ قرآنی آیات سے شفاء ہو تو اس کو مشہور کرنا۔

ادب نمبر 63: کلامِ الٰہی کی قوت و تاثیر کا قائل ہونا کہ اس سے شفاء ہو سکتی ہے اور مصیبت ٹل سکتی ہے۔

اسماءُالقرآن

یہ بات بڑی واضح ہے کہ کسی ذات، شخصیت یا چیز کے زیادہ نام اور اچھے القابات اس کی زیادہ خصوصیات وفضائل پر دلالت کرتے ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ کے بہت سے اچھے نام ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عظمت وشان کی دلیل ہیں۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو قرآن مجید کے بھی بہت سے اسماء والقاب ہیں جو اس کے عالی مرتبت، عظیم الشان اور بلند مقام والا ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ ذیل میں قرآن مجید کے اسماء و القابات کا قرآن ہی کی روشنی میں ذکر کیا جاتا ہے۔

القرآن:

القرآن: قرآن مجید کا ذاتی نام ہے اس کے علاوہ بھی قرآن مجید کو القرآن کہنے کی کئی وجوہات ہیں جو درج ذیل ہیں۔

(1) یہ لفظ غیر مشتق ہے اور اللہ تعالیٰ کے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی کتاب پر مخصوص نام کے طور پر بولا جاتا ہے، جیسے تورات زبور اور انجیل کے الفاظ دیگر آسمانی کتب کے نام ہیں۔

(2) القرآن ''قرن'' سے لیا گیا ہے جس کے معنیٰ ''ملانا'' کے ہیں کیونکہ اس میں سورتیں آیات اور حروف ملائے گئے ہیں اس لیے اسے القرآن کہتے

ہیں۔

(3) القرآن ''قرء'' کا مصدر ہے جس کا معنیٰ ہے پڑھنا۔ القرآن مفعول کے معنیٰ میں ہے اس لحاظ سے اس کا معنیٰ ہوا پڑھی جانے والی کتاب۔ یہ بات بلاخوف و خطر کہی جا سکتی ہے کہ قرآن مجید دنیا کی تمام الہامی اور غیر الہامی کتابوں میں سب سے زیادہ پڑھا جاتا ہے۔

الکتاب:

لکھی ہوئی یا جمع کی ہوئی کتاب۔ درج ذیل وجوہ کی بنا پر قرآن مجید کو ''الکتاب'' کہا گیا ہے۔

(1) الکتاب: یہ مصدر ہے اور اس کے اصل معنیٰ ''جمع کرنا'' ہیں اور یہ مکتوب (لکھی ہوئی کتاب) کے معنیٰ میں ہے۔ کتاب کے لفظ سے ہی ذہن میں یہ تصور اُبھرتا ہے کہ یہ ایک منظم و مترتب چیز۔ بکھرے ہوئے اوراق کو کتاب نہیں کہا جاتا۔ اس لحاظ سے قرآن مجید کو کتاب اس لیے کہا گیا ہے کہ اس میں مختلف علوم و معارف واقعات و قصص اور خبریں منظم و مربوط صورت میں جمع کی گئی ہیں۔

(2) الکتاب کے معنیٰ اگر ''لکھا ہوا'' کیے جائیں تو اس لحاظ سے ہے کہ قرآن لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے نتیجے کے لحاظ سے اسے کتاب کہا گیا ہو کیونکہ نبی کریم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید لکھوانے کا اہتمام فرمایا۔ قرآن مجید کا کوئی حصہ نازل ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کاتب وحی صحابی رضی اللہ عنہ کو بلا کر اسے لکھنے کا حکم صادر فرماتے۔

(3) الکتاب مجموعہ قوانین کو بھی کہا جاتا ہے بلکہ اس کتاب کو الکتاب کہنا زیادہ

زیب دیتا ہے جس میں احکام کے ساتھ ساتھ قوانین بھی موجود ہوں۔ قرآن مجید میں اس کے قانونی کتاب ہونے کی وضاحت سورۃ النساء کی آیت نمبر 105 میں اس طرح موجود ہے۔

''ہم نے حق کے ساتھ آپ ﷺ کی طرف یہ کتاب نازل فرمائی تا کہ آپ اللہ تعالیٰ کی ہدایات کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں۔''

(4) الکتاب کا لفظ ''خط'' کے معنیٰ میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ سورۃ النحل میں ارشاد ربانی ہے۔

''میری طرف سے ایک عزت والا خط آیا ہے۔''

اس اعتبار سے قرآنِ مجید اللہ ربُ العالمین کی طرف سے تمام دُنیا کے لوگوں کے لیے ایک کھلا خط ہے۔

المبین:

المبین کا معنیٰ ہے واضح یا صاف صاف بیان کرنے والی کتاب۔ قرآن مجید ہر چیز کو واضح اور خوب واضح بیان کرنے والی کتاب ہے۔ غور و خوض اور خلوص نیت کے ساتھ پڑھنے والے کے لیے اس میں قطعاً کوئی اُلجھن نہیں۔ اس کے احکام اور اوامر و نواہی بالکل واضح ہیں۔ قرآنِ مجید کو المبین اس لیے یعنی کہا گیا ہے کیونکہ یہ حق کو باطل سے بالکل الگ تھلگ کر دیتی ہے۔

الکریم:

قرآن مجید کو الکریم بھی کہا جاتا ہے جس کے معنیٰ ہیں عزت و احترام والا۔ قرآن مجید کا ایک ادب و احترام تو یہ ہے کہ اس کو ترتیل و تجوید کے ساتھ پڑھا جائے

اور اسے سمجھ کر اس کے تقاضوں کے مطابق زندگی بسر کی جائے۔ جو آدمی قرآن کے خلاف زندگی بسر کر رہا ہے وہ قرآن کا ادب واحترام کرنے والا نہیں۔

دوسرا اس کا ظاہری ادب ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ لوگ جس قدر اس کی ظاہری عزت وتوقیر کرتے ہیں شاید وہ کسی کتاب کے حصے میں نہیں آئی۔

کلامُ اللہ:

قرآن مجید کو کلام اللہ بھی کہا جاتا ہے جس کا معنیٰ ہے اللہ کا کلام۔ کیا قرآن مجید کا یہ شرف کم ہے کہ یہ اللہ خالق ومالک کا کلام ہے۔؟

النور:

قرآن مجید کو النور بھی کہا گیا ہے جس کا معنیٰ ہے روشنی۔ قرآن مجید جہالت و تعصب اور ضلالت کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں واضح روشنی کا کام دیتا ہے۔

ہدیٰ:

قرآن مجید کو ہدیٰ بھی کہا جاتا ہے جس کے معنیٰ ہیں ہدایت ورہنمائی۔ ہدیٰ مصدر ہے اور اسم فاعل کے معنیٰ میں ہے یعنی اس کا معنیٰ ہے رہنمائی کرنے والا رہنما۔ قرآن مجید نے ہمیں زندگی کی تاریک راہوں میں رہنمائی اور روشنی فراہم فرمائی ہے۔ اسی رہنمائی کا نتیجہ ہے کہ قرآن کے بتائے ہوئے حقائق کے بارے میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ قرآن مجید کی رہنمائی تمام انسانوں کے لیے ہے لیکن اس رہنمائی سے ایمان والے اور متقی ہی فائدہ اٹھاتے ہیں۔

رحمۃ:

قرآن مجید فرقان حمید کا ایک اسم گرامی رحمۃ بھی ہے جس کے معنیٰ ہیں برکت، مہر و محبت۔ انسانیت جہالت و ضلالت اور کفر و شرک کے اندھیروں میں بھٹک رہی تھی ان حالات میں قرآن مجید فرقان حمید کتاب رحمت بن کر نازل ہوا۔ نقصانات اور نامرادی کے طوفانوں کے مقابل قرآن مجید فرقان حمید نے انسان کو اپنے دامن رحمت میں چھپالیا اور اس رحمت نے قیامت تک کے انسانوں کے لیے معاشی، معاشرتی اور اخلاقی ناہمواریوں کو دور کر کے ایک عظیم انقلاب پیدا کر دیا۔

الفرقان:

قرآنِ مجید فرقانِ حمید کو ''فرقان'' بھی کہا جاتا ہے جس کے معنیٰ ہیں حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والا کلام۔ قرآن مجید کو فرقان کہنے کی وجہ یہ بھی ہے کہ تبدیل شدہ پہلی کتب سماویہ کی تعلیمات کو قرآن نے الگ تھلگ کر دیا۔ حق و باطل اور توحید و شرک کے درمیان ٹھوس دلائل و شواہد کے ذریعے واضح خط کھینچ دیا۔

شفاء:

قرآن مجید فرقان حمید کا ایک اسم گرامی شفاء بھی ہے جس کے معنیٰ ہیں تندرستی۔ قرآن مجید فرقان حمید روح کے علاوہ جسم کی بیماریوں کے لیے بھی شفاء ہے۔ اس میں عجب تاثیر ہے۔ لاکھوں کروڑوں بیمار اس کی چند آیات یا چند سورتیں پڑھ کر شفایاب ہوتے رہتے ہیں جیسا کہ اخبارات و رسائل میں بھی اس کے شواہد ملتے ہیں۔ ابھی چند دن پہلے ایک مریض انگلینڈ میں علاج کروانے کے لیے گیا تو اسکی مرض کو لاعلاج قرار دے دیا گیا۔ اس نے سورت یٰسین پڑھ پانی پر دم کر کے پینا شروع کیا تو

چند دن میں اچھا ہو گیا۔ جب ڈاکٹروں نے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے صاف صاف بیان کر دیا کہ یہ قرآن مجید کی سورت یٰسین کی برکت ہے۔ اس بات کو سننے کی دیر تھی کہ سورت یٰسین پڑھ کر دم کیا ہوا پانی لیباٹری میں چیک کیا گیا تو واقعی اس میں شفاء کے جراثیم موجود تھے۔ اس معجزہ کو دیکھ کر انگلینڈ کے جید ڈاکٹر حضرات اور ماہرین امراض نے اسلام قبول کر لیا۔ قرآن مجید کی آیات یا دعائیں پڑھ کر دم کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

موعظۃ:

قرآن مجید کو موعظۃ کے نام سے بھی موسوم کیا گیا ہے جس کے معنیٰ ہیں نصیحت آموز کتاب۔ قرآن مجید سے ایک طرف تو عام انسانوں کو دین حق کے متعلق واضح حقائق معلوم ہوتے ہیں اور دوسری طرف مومنوں اور متقیوں کے لیے یہ کتاب ہدایت و موعظت ہے۔ ہدایت اور موعظت کا رشتہ حد درجہ منطقی ہے جو چیز رہنمائی کرے گی وہ راہ کے خطروں سے بھی ڈرائے گی۔

موعظۃ کے معنیٰ ہیں "اعمال کے اچھے اور بُرے نتائج سے اس طرح باخبر کرنا کہ دلوں کی کیفیت بدل جائے۔"

لغوی لحاظ سے "وعظ" کے معنیٰ حکم دینا اور (برے کام سے) روکنا بھی ہیں۔ گویا قرآن نیک اعمال کا حکم دیتا ہے اور بُرے اعمال اور غلط روش کے نتائج سے بھی آگاہ کرتا اور حکماً ان سے روکتا ہے۔

ذکر:

قرآن مجید کو ذکر بھی کہا جاتا ہے اس کے معنیٰ ہیں یاد۔ ذکر اس شے کو کہتے

ہیں جو ذہن میں ایسے محفوظ ہو کہ بھلائی نہ جاسکے اور نہ ہی اسے فراموش کیا جاسکے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی حفاظت اس طرح کی کہ لوگوں کے سینوں میں اسے محفوظ کر دیا۔

دُنیا میں یہ واحد کتاب ہے جسے لوگ زبانی یاد کرتے ہیں آج بھی بے شمار بڑوں اور بچوں کے سینوں میں یہ کتاب موجود ہے یہی وجہ ہے کہ چودہ صدیوں سے زائد عرصہ گزر جانے کے باوجود آج تک کوئی قرآن مجید میں ایک حرف بھی تبدیل نہیں کر سکا۔ صاحب تاج علامہ ابن مکرم نے لکھا ہے کہ جو کتاب تفاصیل دینی اور قوانین امم پر حاوی ہو وہ ذکر ہے۔ قرآن مجید میں دین کی تفصیلات بھی ہیں اور پہلی اُمتوں کے حالات بھی اس لیے بھی اسے ''ذکر'' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

مبارک:

قرآنِ مجید، فرقانِ حمید کو مبارک کتاب کے نام سے بھی موسوم کیا گیا ہے، جس کے معنیٰ ہیں برکت والی کتاب۔ برکت کے مفہوم میں خیر وفلاح کثرت ونمو اور ثبات ودوام شامل ہیں۔ جو کتاب رشد وہدایت کا مرقع، حکمت ودانائی کا منبع، دینی تفصیلات کا گنجینہ، روحانی اور جسمانی بیماریوں کی دوا، بیماریوں کی شفاء، پڑھنے، وعظ و نصیحت اور عبرت حاصل کرنے میں انتہائی سہل اور آسان ہو، جس کی تعلیمات تمام انسانیت کے لیے ہوں، جسکا ایک حرف پڑھنے سے دس دس نیکیاں ملیں، جس پر عمل کرنے سے دنیا اور آخرت کی کامیابی وکامرانی کا سٹرٹیفکیٹ ملے وہ یقیناً مبارک لقب والی کتاب قرآنِ مجید ہی ہے۔

علیّ:

عربی زبان کا مقولہ ہے ''کلام الملوک ملوک الکلام'' یعنی ''بادشاہ کا کلام کلاموں کا بادشاہ ہوتا ہے۔'' اللہ بادشاہوں کا بادشاہ ہے تو اس کا کلام بھی فصاحت و بلاغت وعظ و نصیحت، نظم و ترتیب، اثر انگیزی، سہل اندازِ بیان، اعجاز اور دیگر خوبیوں کی بناء پر تمام کلاموں سے ارفع و اعلیٰ ہے۔

حکمۃ:

قرآن مجید فرقان حمید کو ''حکمت'' کے نام سے بھی موسوم کیا گیا ہے۔ حکمت کا مفہوم عام طور پر دانائی ہی بیان کیا جاتا ہے جب کہ اس کے مفہوم میں قوت، فیصلہ، انصاف، حسن اور تناسب بھی شامل ہیں۔ قرآن حکیم کو حکمتِ بالغہ کہا گیا ہے کیونکہ یہ انسان کو ان فیصلوں، اس تناسب اور مقام عدل تک پہنچاتا ہے جو اس کی منزل ہے۔ حکمت میں قوت کا عنصر بھی شامل ہے اور یہی عنصر اسلامی نظامِ مملکت کو ایک نظامِ حکمت بنا دیتا ہے۔

حکیم:

کتاب حکیم یعنی دانائی والی کتاب۔ حکیم اگر حکمت والی کتاب کے مفہوم میں ہو تو حکمت کی وضاحت ہو چکی ہے اور حکیم اگر محکم (مضبوط، ٹھوس اور پختہ) کے معنیٰ میں ہو تو اس سے مراد وہ کتاب ہے جس کے حلال و حرام اور حدود و محکم و مضبوط ہیں۔ ان میں کبھی تبدیلی نہ آئے گی یا جو غلطیوں اور اختلاف سے پاک اور مبراء کتاب ہو اس کو کتاب حکیم کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید کیوں کہ ان تمام اوصاف سے متصف ہے اس لیے اسے کتاب حکیم کہا گیا ہے۔

مہیمن:

مہیمن کے معنی نگران، محافظ اور گواہی دینے کے ہیں۔ باقی کتب سماویہ سے قرآن مجید کی یہ منفرد خوبی ہے کہ یہ ان کے لیے محافظ اور گواہی دینے والا ہے۔ پہلی آسمانی کتب میں چونکہ تحریفات ہو چکی ہیں اس لیے قرآنِ مجید کی بات فیصلہ کُن ہے۔

حبلُ اللہ:

حبلُ اللہ کے معنی اللہ کی رسی کے ہیں۔ جو قرآن کو مضبوطی سے پکڑ لے اور اس پر عمل کرنا شروع کر دے وہ ہدایت و رہنمائی حاصل کریگا اور اسے اللہ تعالیٰ کی معرفت نصیب ہونے کے ساتھ ساتھ دُنیا و آخرت میں کامیابیاں نصیب ہوں گی۔ قرآن مجید کو حبلُ اللہ اسلیے کہا گیا ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی معرفت تک پہنچانے والی کتاب ہے۔

صراطِ مستقیم:

صراطِ مستقیم یعنی سیدھا راستہ۔ قرآن مجید ایک ایسا راستہ ہے جو سیدھا جنت کو جاتا ہے اس میں کوئی کجی اور ٹیڑھ نہیں ہے۔ بیشک جو قرآن کے احکامات پر عمل کرتا ہے وہ صراطِ مستقیم پر ہے۔

قیّم:

قرآنِ مجید کو "قیّم" کے نام سے بھی موسوم کیا گیا ہے جس کے معنی سیدھا اور صاف ہونے کے ہیں۔ قرآنِ مجید کیونکہ جھوٹ، زنا، غیبت، چغل خوری اور تمام گناہوں سے پاک صاف زندگی گزارنے کا حکم دیتا ہے اس لیے اسے "کتابِ قیّم" کہا جاتا ہے۔

اہم معلومات

قرآن مجید فرقان حمید اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتابوں میں سب سے آخری اور مکمل کتاب ہے اور صرف یہی ایک کتاب ہے جو بغیر کسی تغیر وتبدل کے بعینہٖ موجود و محفوظ ہے۔ اس میں آج تک کسی ایک لفظ کا کوئی تغیر وتبدل نہیں ہوا۔ یہ لفظ و معنیٰ دونوں اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ ہے۔ خود قرآن مجید فرقان حمید میں صراحتاً موجود ہے کہ اس کی حفاظت خود خالق کائنات نے اپنے ذمہ لی ہے۔ صرف الفاظ ہی نہیں بلکہ اس کے تلفظ اور اس کے بیانِ مقصود کی ذمہ داری بھی خود اللہ تعالیٰ نے لی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ اختیار حاصل نہ تھا کہ اپنی طرف سے ایک لفظ کی کمی یا بیشی قرآن مجید میں کر دیں۔

دُنیا کی کسی زبان میں کوئی ایسی مذہبی کتاب موجود نہیں جو ابتداء سے اب تک الفاظ و معانی دونوں اعتبار سے بغیر کسی تغیر وتبدل کے بالکلیہ محفوظ ہو۔ یہ معجزانہ فضیلت صرف قرآن مجید فرقان حمید کو حاصل ہے۔ اس کے سوا کسی دوسری کتاب کو یہ فضیلت حاصل نہیں۔

جمع وحفاظتِ قرآن:

قرآن مجید نجماً نجماً یعنی تھوڑا تھوڑا نازل ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس

کو لکھوا لیتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو اس کی تعلیم دیتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین قرآن مجید فرقان حمید نہ صرف یاد کر لیتے بلکہ جو ان میں لکھنا پڑھنا جانتے تھے وہ لکھ کر محفوظ کر لیتے۔ خود سرکار دو عالم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نازل شدہ آیات کو بایں تصریح لکھوا دیتے تھے کہ یہ فلاں سورت کی آیات ہیں اور ان کو فلاں آیات سے پہلے اور فلاں کے بعد لکھو۔ اس طرح جب کوئی آیت نازل ہوتی تو ایک ہی دن میں اس کے بہت سے حافظ ہو جاتے اور مکتوبہ نسخے بھی تیار ہو جاتے۔

اگر قرآن مجید فرقان حمید سارا ایک بار نازل ہوتا یا لکھا ہوا کتابی صورت یا الواح کی صورتوں میں آتا تو اس کی حفاظت ایسی نہ ہو سکتی تھی جیسی آج ہے۔ کون سارے قرآن مجید کو ایک دن میں یاد کر سکتا تھا اور کون ایک ہی دن میں متعدد نسخے تیار کر سکتا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کے بعد نہ کوئی اور کتاب نازل فرمانی تھی اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی اور نبی بھیجنا تھا اس لیے قرآنِ مجید، فرقانِ حمید کو نازل کرنے، حفظ کرنے اور تحریری صورت میں محفوظ رکھنے کا بے مثال طریقہ اختیار فرمایا۔ نمازوں میں قرآن مجید کا بلفظہٖ پڑھنا ضروری اور فرض قرار دیا اور اولین دور کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ہی کو یہ شوق عطا فرما دیا کہ جس قدر قرآن مجید نازل ہو چکا ہوتا اسے اپنی نمازوں میں دہراتے اور بار بار پڑھتے۔ مرد ہی نہیں بلکہ صحابیات رضی اللہ عنہن بھی قرآن مجید فرقان حمید کو حفظ کر لیا کرتی تھیں اور جو لکھنا پڑھنا جانتی تھیں وہ لکھ کر رکھ لیتی تھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال پُر ملال سے پہلے ہی سارا قرآن مجید لکھا جا چکا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اسے ایک کتاب کی شکل میں سورتوں کی ترتیب سے مرتب کیا گیا یہ کام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں سرانجام پایا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی قرآن مجید

کے متعدد نسخے لکھے گئے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کو از سرِ نو مرتب فرمایا۔ آپ نے قرآن مجید کے تیار شدہ نسخوں کو دور دراز کے ممالک تک پہنچایا۔ ایک نسخہ مدینہ منورہ میں رکھا اور بقیہ نسخوں میں سے ایک مکہ مکرمہ، بصرہ، کوفہ، شام، یمن اور بحرین میں بھجوائے۔

قرآنِ مجید عربوں میں نازل ہوا اور وہ عربی جانتے تھے اس لیے اعراب سے مستغنی تھے، لیکن جوں جوں اسلام پھیلتا گیا اور عجمی اسلام قبول کرتے گئے تو عجمی کیونکہ عربی کم جانتے تھے اور قرآن مجید پر اعراب بھی نہیں تھے اس لیے ان سے قرآنِ مجید میں اعرابی غلطیاں ہونے لگیں۔ اس ضرورت کا احساس کرتے ہوئے حجاج بن یوسف نے 86ء ہجری میں قرآن مجید پر اعراب تحریر کروائے تو وہ موجودہ صورت میں ہو گیا۔

ترتیبِ قرآن:

قرآنِ مجید کی ایک سو چودہ سورتوں اور چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیتوں کو تیس سپاروں، سات منزلوں، ساٹھ احزاب اور پانچ سو چالیس رکوع کی صورت میں مرتب کیا گیا۔

اب قرآن مجید فرقان حمید کی سورتوں کی فہرست بحسابِ نزول مع زمانہ اور مقام کے اس غرض سے دی جاتی ہے کہ قارئین کو یہ بات باآسانی معلوم ہو جائے کہ قرآنی سورتیں کس ترتیب سے نازل ہوئیں اور کون سے اوامر ونواہی پہلے نازل ہوئے اور کون سے بعد میں۔

نام سورت	شمار بحساب نزول	شمار موجودہ ترتیب	تعداد آیات	زمانہ نزول	مقام نزول
العلق	1	96	19	مکی قبل ہجرت	مکہ
المدثر	2	74	56	مکی قبل ہجرت	مکہ
المزمل	3	73	20	مکی قبل ہجرت	مکہ
الضحیٰ	4	93	11	مکی قبل ہجرت	مکہ
انشراح	5	94	8	مکی قبل ہجرت	مکہ
الفلق	6	113	5	مکی قبل ہجرت	مکہ
الناس	7	114	6	مکی قبل ہجرت	مکہ
الفاتحہ	8	1	7	مکی قبل ہجرت	مکہ
الکافرون	9	109	6	مکی قبل ہجرت	مکہ
الاخلاص	10	112	4	مکی قبل ہجرت	مکہ
اللهب	11	111	5	مکی قبل ہجرت	مکہ
الکوثر	12	108	3	مکی قبل ہجرت	مکہ
الهمزة	13	104	9	مکی قبل ہجرت	مکہ
الماعون	14	107	7	مکی قبل ہجرت	مکہ
التکاثر	15	102	8	مکی قبل ہجرت	مکہ
اللیل	16	92	21	مکی قبل ہجرت	مکہ
القلم	17	68	52	مکی قبل ہجرت	مکہ
البلد	18	90	20	مکی قبل ہجرت	مکہ

الفیل	19	105	5	مکی قبل ہجرت	مکہ
القریش	20	106	4	مکی قبل ہجرت	مکہ
القدر	21	97	5	مکی قبل ہجرت	مکہ
الطارق	22	86	17	مکی قبل ہجرت	مکہ
الشمس	23	91	15	مکی قبل ہجرت	مکہ
عبس	24	80	42	مکی قبل ہجرت	مکہ
الاعلیٰ	25	87	19	مکی قبل ہجرت	مکہ
التین	26	95	8	مکی قبل ہجرت	مکہ
العصر	27	103	3	مکی قبل ہجرت	مکہ
البروج	28	85	22	مکی قبل ہجرت	مکہ
القارعة	29	101	11	مکی قبل ہجرت	مکہ
الزلزال	30	99	8	مکی قبل ہجرت	مکہ
الانفطار	31	82	19	مکی قبل ہجرت	مکہ
التکویر	32	81	29	مکی قبل ہجرت	مکہ
الانشقاق	33	84	25	مکی قبل ہجرت	مکہ
العٰدیٰت	34	100	11	مکی قبل ہجرت	مکہ
النّٰزعٰت	35	79	46	مکی قبل ہجرت	مکہ
المرسلات	36	77	50	مکی قبل ہجرت	مکہ
النباء	37	78	40	مکی قبل ہجرت	مکہ

الغاشیة	38	88	26	مکی قبل ہجرت	مکہ
الفجر	39	89	30	مکی قبل ہجرت	مکہ
القیٰمة	40	75	40	مکی قبل ہجرت	مکہ
التطفیف	41	83	36	مکی قبل ہجرت	مکہ
الحاقّة	42	69	52	مکی قبل ہجرت	مکہ
الذاریٰت	43	51	60	مکی قبل ہجرت	مکہ
الطور	44	52	49	مکی قبل ہجرت	مکہ
الواقعة	45	56	96	مکی قبل ہجرت	مکہ
النجم	46	53	62	مکی قبل ہجرت	مکہ
المعارج	47	70	44	مکی قبل ہجرت	مکہ
الرحمن	48	55	78	مکی قبل ہجرت	مکہ
القمر	49	54	55	مکی قبل ہجرت	مکہ
الصّٰفّٰت	50	37	182	مکی قبل ہجرت	مکہ
نوح	51	71	28	مکی قبل ہجرت	مکہ
الدهر	52	76	31	مکی قبل ہجرت	مکہ
الدخان	53	44	59	مکی قبل ہجرت	مکہ
قٓ	54	50	45	مکی قبل ہجرت	مکہ
طٰهٰ	55	20	135	مکی قبل ہجرت	مکہ
الشّعرا	56	26	227	مکی قبل ہجرت	مکہ

الحجر	57	15	99	مکی قبل ہجرت	مکہ
مریم	58	19	98	مکی قبل ہجرت	مکہ
ص	59	38	88	مکی قبل ہجرت	مکہ
یٰسین	60	36	83	مکی قبل ہجرت	مکہ
الزخرف	61	43	89	مکی قبل ہجرت	مکہ
الجن	62	72	28	مکی قبل ہجرت	مکہ
الملك	63	67	30	مکی قبل ہجرت	مکہ
المومن	64	23	118	مکی قبل ہجرت	مکہ
الانبیاء	65	21	112	مکی قبل ہجرت	مکہ
الفرقان	66	25	77	مکی قبل ہجرت	مکہ
بنی اسرئیل (اسریٰ)	67	17	111	مکی قبل ہجرت	مکہ
النمل	68	27	93	مکی قبل ہجرت	مکہ
الکهف	69	18	110	مکی قبل ہجرت	مکہ
السجدة	70	32	30	مکی قبل ہجرت	مکہ
حم السجدة	71	41	54	مکی قبل ہجرت	مکہ
الجاثية	72	45	37	مکی قبل ہجرت	مکہ
النحل	73	16	128	مکی قبل ہجرت	مکہ
الروم	74	30	60	مکی قبل ہجرت	مکہ
هود	75	11	123	مکی قبل ہجرت	مکہ

ابراھیم	76	14	52	مکی قبل ہجرت	مکہ
یوسف	77	12	111	مکی قبل ہجرت	مکہ
المومن	78	40	85	مکی قبل ہجرت	مکہ
القصص	79	28	88	مکی قبل ہجرت	مکہ
الزمر	80	39	75	مکی قبل ہجرت	مکہ
العنکبوت	81	29	69	مکی قبل ہجرت	مکہ
لقمان	82	31	34	مکی قبل ہجرت	مکہ
الشوریٰ	83	42	53	مکی قبل ہجرت	مکہ
یونس	84	10	109	مکی قبل ہجرت	مکہ
السّباء	85	34	54	مکی قبل ہجرت	مکہ
الفاطر	86	35	45	مکی قبل ہجرت	مکہ
الاعراف	87	7	206	مکی قبل ہجرت	مکہ
الاحقاف	88	46	35	مکی قبل ہجرت	مکہ
الانعام	89	6	166	مکی قبل ہجرت	مکہ
الرعد	90	13	43	مکی قبل ہجرت	مکہ
البقرۃ	91	2	286	مدنی بعد ہجرت	مدینہ
البیّنۃ	92	98	8	مدنی بعد ہجرت	مدینہ
التغابن	93	64	18	مدنی بعد ہجرت	مدینہ
الجمعۃ	94	62	11	مدنی بعد ہجرت	مدینہ

الانفال	95	8	75	مدنی بعد ہجرت	مدینہ
محمد	96	47	38	مدنی بعد ہجرت	مدینہ
آل عمران	97	3	200	مدنی بعد ہجرت	مدینہ
الصف	98	61	14	مدنی بعد ہجرت	مدینہ
الحدید	99	57	29	مدنی بعد ہجرت	مدینہ
النساء	100	4	177	مدنی بعد ہجرت	مدینہ
الطلاق	101	65	12	مدنی بعد ہجرت	مدینہ
الحشر	102	59	24	مدنی بعد ہجرت	مدینہ
الاحزاب	103	33	73	مدنی بعد ہجرت	مدینہ
المنافقون	104	63	11	مدنی بعد ہجرت	مدینہ
النور	105	24	64	مدنی بعد ہجرت	مدینہ
المجادله	106	58	22	مدنی بعد ہجرت	مدینہ
الحج	107	22	78	مدنی بعد ہجرت	مدینہ
الفتح	108	48	29	مدنی بعد ہجرت	مدینہ
التحریم	109	66	12	مدنی بعد ہجرت	مدینہ
الممتحنة	110	60	13	مدنی بعد ہجرت	مدینہ
النصر	111	110	3	مدنی بعد ہجرت	مدینہ
الحجرات	112	49	18	مدنی بعد ہجرت	مدینہ
التوبة	113	9	129	مدنی بعد ہجرت	مدینہ
المائدة	114	5	120	مدنی بعد ہجرت	مدینہ

نوٹ:

ایسے نشان والی سورتوں کے مقام نزول کے متعلق اختلاف ہے بعض مفسرین کی یہ رائے ہے کہ یہ سورتیں مکہ میں نازل ہوئیں اور بعض کی یہ رائے ہے کہ یہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں۔ دراصل بات یہ ہے کہ ان سورتوں کا کچھ حصہ تو ہجرت سے پہلے مکہ معظمہ میں نازل ہوا اور کچھ حصہ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں نازل ہوا اور یہی اختلاف کی وجہ ہے۔

چند اصطلاحات:

"القرآن"

قرآن عربی زبان کا ایک مصدر ہے جس کے معنیٰ ''پڑھنا'' کے ہیں۔ یہ پڑھی جانے والی چیز کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے کلام کو قرآن کے نام نامی سے موسوم فرمایا ہے۔ قرآن مجید کی متعدد آیات میں یہ لفظ آیا ہے۔ اس کے علاوہ قرآن مجید کے مختلف پچاسی صفاتی نام ہیں۔ مثلاً البیان، البرہان، الذکر اور التبیان وغیرہ۔ یہ بھی قرآن مجید میں آئے ہیں۔

"السورة"

سورۃ کے لغوی معنیٰ احاطہ باغ اور شہر پناہ کے ہیں۔ قرآن مجید نے اپنے ایک سو چودہ الگ الگ حصوں کے لیے یہ نام تجویز کیا۔ یہ اصطلاح خود قرآن مجید نے مقرر کی ہے کسی انسان نے یہ نام قرآن مجید کی سورت کے لیے تجویز نہیں کیا۔ یہ نام سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر تئیس (23) میں ذکر کیا گیا ہے۔

"الآیۃ"

آیت کے لفظی معنیٰ نشان اور ممتاز علامت کے ہیں ۔ یہ قرآن مجید کے فقروں کے لیے استعمال ہوتا ہے اور یہ نام بھی خود قرآن مجید نے اپنے لیے استعمال کیا ہے۔ الایۃ کی جمع الآیات آتی ہے۔ قرآن نے خود اپنے لیے آیت کا لفظ سورت محمد ﷺ کی آیت نمبر بیس (20) اور سورت عنکبوت کی آیت نمبر انچاس (49) میں استعمال کیا ہے۔

یہ تینوں اصطلاحات اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے لیے استعمال فرمائی ہیں۔ فقروں کے لیے آیت کا لفظ، پورے حصہ خطاب کے لیے سورت کا لفظ اور ساری کتاب کے لیے قرآن مجید کا لفظ خود رب العزت نے مختلف مقامات پر ذکر فرمایا ہے، کسی انسانی ذہن و دماغ کی کوئی کاروائی اس میں شامل نہیں۔

وحی:

نزولِ وحی کی ابتداء رمضان المبارک کے مہینے میں ولادتِ رسول اللہ ﷺ سے اکتالیس سال بعد بمطابق 610 عیسوی بعد از مغرب ہوئی۔ اس وقت رسول اللہ مکہ مکرمہ میں خانہ کعبہ سے تین میل دور وادیِ محصب کی اس پہاڑی کے غار میں یادِ الٰہی میں مشغول تھے جسے اس زمانہ میں "جبلُ الحراء" کہتے تھے اور آج کل اسے "جبلُ النور" کہتے ہیں۔ آج کل "وادیِ محصب" میں بڑے بڑے محلات تعمیر ہو چکے ہیں اور اس کو محصب کی بجائے "المعابدۃ" کہا جاتا ہے۔

جو پہلی آیات نازل ہوئی تھیں وہ قرآن مجید کی سورۃ العلق کی ابتدائی پانچ آیات ہیں اس کے بعد سے وقتاً فوقتاً تھوڑا تھوڑا قرآن مجید نازل ہوتا رہا۔ کبھی کوئی سورۃ پوری بھی نازل ہو جاتی لیکن اکثر یہ ہوا کہ تھوڑا تھوڑا حصہ نازل ہوتا رہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسب ارشاد الٰہی اس نازل ہونے والی آیات کو قرآن مجید کی

سورتوں میں ترتیب سے لکھواتے رہے۔ یہاں تک کہ آخری وحی بمقام عرفہ شام کے وقت جمعہ کے دن نو ذوالحجہ دس ہجری بمطابق چھ سو بتیس عیسوی نازل ہوئی۔ یہ آخری وحی سورۃ المائدہ کی آیت نمبر تین (3) ہے۔ اس طرح پوری مدت نزول قرآن بائیس سال اور دو مہینے ہوتی ہے، چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چون سال کی عمر میں مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی اور وہیں تریسٹھ برس کی عمر مبارک میں انتقال فرمایا اس لیے نزولِ قرآن کی مدت بھی دو حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ پہلا مکی دور اور دوسرا مدنی دور۔

مکی دور:

رمضان المبارک اکتالیس میلادی (جس وقت حضور کی پیدائش کو اکتالیس سال ہوگئے) سے ربیع الاول چون میلادی تک یعنی بارہ سال اور پانچ مہینے کی مدت میں جو حصہ قرآن یعنی سورتیں نازل ہوئیں وہ مکی کہلاتی ہیں۔ مکہ مکرمہ میں سب سے پہلے سورۃ العلق نازل ہوئی اور سب سے آخر میں سورۃ المطففین نازل ہوئی۔

مدنی دور:

ربیع الاول چون میلادی (جس وقت حضور کی عمر مبارک چون برس تھی) سے لے کر نو ذوالحجہ تریسٹھ میلادی تک یعنی نو سال اور نو مہینے کی مدت میں جو آیات اور سورتیں نازل ہوئیں وہ مدنی کہلاتی ہیں۔

اس طرح قرآن مجید کی جملہ ایک سو چودہ سورتوں میں سے 93 سورتیں مکی ہیں اور اکیس مدنی ہیں۔ مدینہ منورہ میں پہلے سورۃ البقرۃ نازل ہوئی اور آخر میں سورۃ النصر نازل ہوئی۔

منازل:

قرآنِ مجید میں آپ سات منازل کے نشانات حاشیہ پر دیکھتے ہیں۔یہ تقسیم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہفتہ وار تلاوت کے نشان سے بنائی گئی ہے۔امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ایک ہفتہ میں ایک بار قرآن مجید کو ختم کرتے تھے۔یہ تقسیم اس طرح ہے:

ہفتہ	پہلی منزل	سورۂ فاتحہ	تا	سورۂ نساء
اتوار	دوسری منزل	سورۂ مائدہ	تا	سورۂ توبہ
پیر	تیسری منزل	سورۂ یونس	تا	سورۂ نحل
منگل	چوتھی منزل	سورۂ بنی اسرائیل	تا	سورۂ فرقان
بدھ	پانچویں منزل	سورۂ شعراء	تا	سورۂ یٰسین
جمعرات	چھٹی منزل	سورۂ والصّٰفّٰت	تا	سورۂ حجرات
جمعہ	ساتویں منزل	سورۂ قٓ	تا	سورۂ الناس

پارے:

عہد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ہی میں ایک ماہِ مکمل کے تیس دنوں میں تلاوت کے لیے پارے کی تقسیم کی گئی۔یعنی روزانہ ایک پارے کی تلاوت ہو تو تیس دنوں میں قرآن مجید کی تلاوت کو مکمل کر لیا جائے۔اس کو جزء یا پارہ کہتے ہیں۔یہ قریب قریب تعداد میں آیتوں کی گنتی کر کے بنائے گئے ہیں پھر ہر پارے کو تقریباً برابر دو حصوں میں تقسیم کیا گیا اور انہیں حزب کا نام ملا اس طرح قرآن مجید کے تیس پارے (یا جزء) اور ساٹھ احزاب ہوئے۔ہر پارے کی تقسیم بھی کی گئی ہے یعنی ربع، نصف

اور ثلثۃ کے الفاظ حاشیے میں ملتے ہیں جن کا معنیٰ ہے کہ اب پارے کی پوری تقسیم میں سے اتنا حصہ آپ نے پڑھ لیا ہے۔ یعنی اگر آپ نے ربع تک پڑھا تو مطلب یہ ہے کہ آپ نے پارے کے چار حصوں میں سے ایک حصہ تلاوت کرلیا ہے اور اگر آپ نصف پر پہنچ گئے تو مطلب یہ ہوگا کہ آپ نے چار حصوں میں سے دو کی تلاوت کرلی ہے اور اگر ثلثۃ پر پہنچتے ہیں تو اس کا مطلب ہوگا کہ آپ نے پارے کے چار حصوں میں سے تین کی تلاوت کرلی ہے اور اب باقی صرف ایک حصہ بچتا ہے۔

زمانہ تابعین میں پانچ پانچ آیات کے بعد نشان لگائے گئے اور انہیں ''خماسی'' کا نام دیا گیا۔ کسی نے دس دس آیات کے بعد نشان لگائے اور انہیں ''عشریات'' کا نام دیا۔ پھر پک وہند کے حافظوں نے اپنے نسخوں پر ''رکوع'' کے نشان لگائے۔ مقصد یہ تھا کہ رمضان میں تراویح پڑھاتے ہوئے ایک رکعت میں اتنی آیتیں پڑھیں گے۔ اس طرح رمضان کی ستائیس راتوں میں ہر ایک رات میں بیس تراویح ان کے جملہ نشان پانچ سو چالیس رکوع ہوئے۔

حروفِ مقطعات:

قرآن مجید کی 29 سورتوں کی ابتداء میں مفرد حروف تہجی ہیں جو مقطعات کہلاتے ہیں۔ مثلاً الم، حم، الر، کھیعص وغیرہ انہیں مفرد ہی تلاوت کیا جاتا ہے۔ یہ مفرد حروف اللہ اور اس کے رسول کے درمیان راز ہیں۔

رموزِ اوقاف:

ہر ایک زبان کے اہل زبان جب گفتگو کرتے ہیں تو کہیں نہیں ٹھہرتے کہیں کم ٹھہرتے ہیں، کہیں زیادہ اور اس ٹھہرنے اور نہ ٹھہرنے کو بات کے صحیح بیان

کرنے اوراس کا صحیح مطلب سمجھنے میں بہت دخل ہے۔قرآن مجید کی عبارت بھی گفتگو کے انداز میں واقع ہوئی ہے اسی لیے اہل علم حضرات نے اس کے ٹھہرنے نہ ٹھہرنے کی علامتیں مقرر کردی ہیں جن کو''رموزِ اوقافِ قرآنِ مجید'' کہا جاتا ہے۔ ضروری ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے ان رموز کو ملحوظ رکھیں اوروہ یہ ہیں۔

O: جہاں بات پوری ہو جاتی ہے وہاں چھوٹا سا دائرہ لکھ دیتے ہیں۔ یہ حقیقت میں گول ''ت'' ہے جو اس سورت ''ۃ'' لکھی جاتی ہے اور یہ وقف تام کی علامت ہے یعنی اس پر ٹھہرنا چاہیے۔اب ''ۃ'' تو نہیں لکھی جاتی بلکہ چھوٹا سا حلقہ ڈال دیا جاتا ہے اس علامت کو آیت کہتے ہیں۔

م: یہ وقف لازم کی علامت ہے۔اس پر ضرور ٹھہرنا چاہیے اگر نہ ٹھہرا جائے تو احتمال ہے کہ مطلب کچھ کا کچھ ہو جائے گا۔اس کی مثال اردو میں یوں سمجھی چاہیے کہ مثلاً کسی کو یہ کہنا ہو کہ ''اٹھو، مت بیٹھو'' جس میں اٹھنے کا حکم اور بیٹھنے کی نفی ہے تو اٹھو پر ٹھہرنا لازم ہے اگر نہ ٹھہرا جائے تو ''اٹھو مت بیٹھو'' جس میں اٹھنے کی نہیں اور بیٹھنے کے حکم کا احتمال ہے اور یہ قائل کے مطلب کے خلاف ہے۔

ط: وقف مطلق کی علامت ہے۔اس پر ٹھہرنا چاہیے مگر یہ علامت وہاں ہوتی ہے جہاں مطلب تمام نہیں ہوتا اور کہنے والا ابھی کچھ اور کہنا چاہتا ہے۔

ج: وقف جائز کی علامت۔یعنی اس علامت پر ٹھہرنا بہتر اور نہ ٹھہرنا جائز ہے۔

ز: وقف مجوز کی علامت ہے یہاں نہ ٹھہرنا بہتر ہے۔

ص: وقف مرخص کی علامت ہے یہاں ملا کر پڑھنا چاہیے لیکن اگر کوئی تھک کر ٹھہر جائے تو رخصت ہے معلوم ہے کہ ص پر ملا کر پڑھنا ''ز'' کی نسبت زیادہ ترجیح رکھتا ہے۔

صلے: الوصل اولیٰ کا اختصار ہے یہاں ملا کر پڑھنا بہتر ہے۔

ق: قیل علیہ الوقف (ضعیف قول ہے کہ یہاں ٹھہرا جا سکتا ہے) کا خلاصہ ہے یہاں ٹھہرنا نہیں چاہئے۔

صل: قد یوصل کی علامت ہے یعنی یہاں کبھی ٹھہرا بھی جاتا ہے کبھی نہیں بھی ٹھہرا جاتا لیکن ٹھہرنا بہتر ہے۔

قف: یہ لفظ ''قف'' ہے جس کے معنیٰ ہیں ٹھہر جاؤ۔ یہ علامت وہاں استعمال ہوتی ہے جہاں پڑھنے والے کے ملا کر پڑھنے کا احتمال ہو۔

س (سکت): سکتے کی علامت ہے یہاں کسی قدر ٹھہر جانا چاہئے مگر سانس نہ ٹوٹنے پائے۔

وقفہ: لمبے سکتے کی علامت ہے یہاں سکتے کی نسبت زیادہ ٹھہرنا چاہئے لیکن سانس نہیں ٹوٹنا چاہئے۔ سکتے اور وقفے میں یہ فرق ہے کہ سکتے میں کم ٹھہرنا ہوتا ہے اور وقفے میں زیادہ۔

لا: ''لا'' کے معنیٰ ہیں نہیں۔ یہ علامت کہیں آیت کے اوپر استعمال کی جاتی ہے اور کہیں عبارت کے اندر۔ عبارت کے اندر ہو تو ہرگز نہیں ٹھہرنا چاہئے اور اگر آیت کے اوپر ہو تو اختلاف ہے بعض کے نزدیک ٹھہرنا چاہئے اور بعض کے نزدیک نہیں ٹھہرنا چاہئے۔ لیکن ٹھہرا جائے یا نہ ٹھہرا جائے اس سے مطلب میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔

ك: ''کذلک'' کی علامت ہے یعنی جو رمز پہلے ہے وہ یہاں سمجھی جائے۔

قرآنی معلومات

(مختصر تعارفی خاکہ)

کل تعدادِ کلمات	86430 (چھیاسی ہزار چار سو تیس)
کل تعدادِ حروف	323760 (تین لاکھ تیئس ہزار سات سو ساٹھ)
کل پارے	30 (تیس)
کل منزلیں	7 (سات)
کل سورتیں	114 (ایک سو چودہ)
کل رکوع	540 (پانچ سو چالیس)
کل آیات	6666 (چھے ہزار چھے سو چھیاسٹھ)
کل فتحات (زبریں)	53223 (ترپن ہزار دو سو تیئس)
کل کسرات (زیریں)	39582 (اُنتالیس ہزار پانچ سو بیاسی)
کل ضمات (پیشیں)	8804 (آٹھ ہزار آٹھ سو چار)
کل مدّات (~)	1771 (ایک ہزار سات سو اکہتر)
کل تشدیدیں (شدیں)	1274 (ایک ہزار دو سو چوہتر)
کل نقاط (نقطے)	105684 (ایک لاکھ پانچ ہزار چھ سو چوراسی)

اقسامِ آیات:

آیاتِ وعدہ	1000 (ایک ہزار)
آیاتِ وعید	1000 (ایک ہزار)
آیاتِ نہی	1000 (ایک ہزار)
آیاتِ امر	1000 (ایک ہزار)
آیاتِ مثال	1000 (ایک ہزار)
آیاتِ قصص	1000 (ایک ہزار)
آیاتِ تحلیل	250 (دوسو پچاس)
آیاتِ تحریم	250 (دوسو پچاس)
آیاتِ تسبیح	100 (ایک سو)
آیاتِ متفرقہ	66 (چھیاسٹھ)
کل مدتِ نزول	22 (بائیس) سال، 5 (پانچ) ماہ
جملہ کاتبانِ وحی	40 (چالیس) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
وحیِ اول......	اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ ۝
	(القرآن المجید، پارہ نمبر 30، سورۃ نمبر 96 (العلق)، آیت نمبر 1 تا 5)
آخری وحی......	"وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ"
	(القرآن المجید، پارہ نمبر 3، سورۃ نمبر 2 (البقرۃ)، آیت نمبر 281)

یا پھر

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِىْ
وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا

(القرآن المجید، پارہ 6، سورۃ نمبر 5 (المائدہ)، آیت نمبر 3)

منازل کی تقسیم:

پہلی منزل......	سورۂ فاتحہ	تا	سورۂ نساء
دوسری منزل......	سورۂ مائدہ	تا	سورۂ توبہ
تیسری منزل......	سورۂ یونس	تا	سورۂ نحل
چوتھی منزل......	سورۂ بنی اسرائیل	تا	سورۂ فرقان
پانچویں منزل......	سورۂ شعراء	تا	سورۂ یٰسین
چھٹی منزل......	سورۂ والصّٰفّٰت	تا	سورۂ حجرات
ساتویں منزل......	سورۂ ق	تا	سورۂ الناس

تعدادِ حروف:

حرف	تلفظ	تعدادِ استعمال
ا	(الف)	48874 (اڑتالیس ہزار آٹھ سو چوہتر)
ب	(باء)	11428 (گیارہ ہزار چار سو اٹھائیس)
ت	(تاء)	1199 (ایک ہزار ایک سو ننانوے)
ث	(ثاء)	1276 (ایک ہزار دو سو چھہتر)
ج	(جیم)	3273 (تین ہزار دو سو تہتر)
ح	(حا)	973 (نو سو تہتر)
خ	(خا)	2416 (دو ہزار چار سو سولہ)
د	(دال)	5602 (پانچ ہزار چھ سو دو)
ذ	(ذال)	4677 (چار ہزار چھ سو ستتر)
ر	(را)	11793 (گیارہ ہزار سات سو ترانوے)

ز	(زا)	1590 (ایک ہزار پانچ سو نوے)
س	(سین)	5991 (پانچ ہزار نو سو اکانوے)
ش	(شین)	2115 (دو ہزار ایک سو پندرہ)
ص	(صاد)	2012 (دو ہزار بارہ)
ض	(ضاض)	1307 (ایک ہزار تین سو سات)
ط	(طاء)	1277 (ایک ہزار دو سو ستتر)
ظ	(ظاء)	842 (آٹھ سو بیتالیس)
ع	(عین)	9220 (نو ہزار دو سو بیس)
غ	(غین)	2208 (دو ہزار دو سو آٹھ)
ف	(فاء)	8499 (آٹھ ہزار چار سو ننانوے)
ق	(قاف)	6813 (چھ ہزار آٹھ سو تیرہ)
ک	(کاف)	9500 (نو ہزار پانچ سو)
ل	(لام)	3432 (تین ہزار چار سو بتیس)
م	(میم)	36535 (چھتیس ہزار پانچ سو پینتیس)
ن	(نون)	40190 (چالیس ہزار ایک سو نوے)
و	(واؤ)	25536 (پچیس ہزار پانچ سو چھتیس)
ہ	(ہاء)	19070 (انیس ہزار ستر)
لا	(لا)	3720 (تین ہزار سات سو بیس)
ی	(یاء)	45919 (پنتالیس ہزار نو سو انیس)

سجدۂ تلاوت:

متفق علیہ	......	14 (چودہ) مقامات۔
اختلافی	......	1 (ایک) مقام۔

قرآنِ مجید خود اپنی نظر میں

(مختصر تعارفی خاکہ)

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں قرآنِ مجید کے فضائل ومناقب بھی بیان فرمائے ہیں۔ان مناقب کا ایک تعارفی خاکہ پیش کیا جاتا ہے۔حوالہ کے ساتھ سورت اور آیت کا نمبر لکھ دیا گیا ہے۔

قرآن مجید اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا:

(سورت نمبر 20،آیت نمبر 4)(سورت نمبر 20،آیت نمبر 8)(سورت نمبر 26،آیت نمبر 192)(سورت نمبر 33،آیت نمبر 2)(سورت نمبر 41،آیت نمبر 2)(سورت نمبر 41،آیت نمبر 42)(سورت نمبر 56،آیت نمبر 80)(سورت نمبر 69،آیت نمبر 43)

قرآن مجید جبرائیل علیہ السلام لے کر آئے:

(سورت نمبر 26،آیت نمبر 193)

قرآن مجید رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا:

(سورت نمبر 15، آیت نمبر 6) (سورت نمبر 20، آیت نمبر 2) (سورت نمبر 47، آیت نمبر 2) (سورت نمبر 26، آیت نمبر 194) (سورت نمبر 69، آیت نمبر 40) (سورت نمبر 76، آیت نمبر 23)

نزول قرآن کا مہینہ:

(سورت نمبر 2، آیت نمبر 185)

نزول قرآن کی رات برکت والی ہے:

(سورت نمبر 97، آیت نمبر 1) (سورت نمبر 44، آیت نمبر 3)

قرآن مجید کی زبان عربی ہے:

(سورت نمبر 26، آیت نمبر 195) (سورت نمبر 39، آیت نمبر 28) (سورت نمبر 42، آیت نمبر 7) (سورت نمبر 43، آیت نمبر 3) (سورت نمبر 46، آیت نمبر 12)

قرآن مجید عربی میں ہی کیوں:

(سورت نمبر 41، آیت نمبر 44) (سورت نمبر 44، آیت نمبر 58) (سورت نمبر 42، آیت نمبر 77)

قرآن مجید میں کیا ہے:

(سورت نمبر 14، آیت نمبر 52)

قرآن مجید شک وشبہ سے بالاتر ہے:

(سورت نمبر 2، آیت نمبر 2)

قرآن مجید سنتے وقت خاموش رہو:

(سورت نمبر 7، آیت نمبر 204) (سورت نمبر 75، آیت نمبر 16) (سورت نمبر 46، آیت نمبر 29) (سورت نمبر 41، آیت نمبر 4)

قرآن مجید نہ سننا کفار کا طریقہ ہے:

(سورت نمبر 31، آیت نمبر 7) (سورت نمبر 41، آیت نمبر 26)

قرآن مجید کا نام:

(سورت نمبر 41، آیت نمبر 44) (سورت نمبر 56، آیت نمبر 77) (سورت نمبر 43، آیت نمبر 3) (سورت نمبر 17، آیت نمبر 60) (سورت نمبر 42، آیت نمبر 7) (سورت نمبر 59، آیت نمبر 21) (سورت نمبر 27، آیت نمبر 1) (سورت نمبر 15، آیت نمبر 1) (سورت نمبر 25، آیت نمبر 32)

صفات قرآن، صفات رسول:

(سورت نمبر 16، آیت نمبر 89)

قرآن کو پاک لوگ مس کریں:

(سورت نمبر 56، آیت نمبر 79)

قرآن مجید کا چیلنج:

(سورت نمبر 2، آیت نمبر 23) (سورت نمبر 10، آیت نمبر 38) (سورت نمبر

11، آیت نمبر 13) (سورت نمبر 17، آیت نمبر 88) (سورت نمبر 41، آیت نمبر 42) (سورت نمبر 52، آیت نمبر 34)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو حدیث بھی فرمایا:

(سورت نمبر 56، آیت نمبر 81)

قرآن مجید یاد کرنے کے لیے آسان ہے:

(سورت نمبر 54، آیت نمبر 17) (سورت نمبر 54، آیت نمبر 22) (سورت نمبر 54، آیت نمبر 32) (سورت نمبر 54، آیت نمبر 40) (سورت نمبر 44، آیت نمبر 58)

قرآن پاک ترتیل سے پڑھنے کا حکم:

(سورت نمبر 20، آیت نمبر 114) (سورت نمبر 73، آیت نمبر 4)

قرآن مجید کی طرف پیٹھ کرنا:

(سورت نمبر 75، آیت نمبر 32)

قرآن مجید کی بے حرمتی کرنے والوں کی سزا:

(سورت نمبر 15، آیت نمبر 91)

اللہ تعالیٰ قرآن مجید کا محافظ ہے:

(سورت نمبر 15، آیت نمبر 9) (سورت نمبر 75، آیت نمبر 16) (سورت نمبر 75، آیت نمبر 19)

قرآن مجید کا چرچا پہلی کتابوں میں:

(سورت نمبر 26، آیت نمبر 196)

قرآن مجید اور بزرگوں کی طرف پیٹھ نہیں کرنی چاہئے:

(سورت نمبر 80، آیت نمبر 14) (سورت نمبر 88، آیت نمبر 23)

نبی کریم ﷺ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی باتیں قرآن ہے:

(سورت نمبر 69، آیت نمبر 40)

قرآن مجید نصیحت ہے:

(سورت نمبر 73، آیت نمبر 19) (سورت نمبر 80، آیت نمبر 12) (سورت نمبر 80، آیت نمبر 16) (سورت نمبر 38، آیت نمبر 1) (سورت نمبر 38، آیت نمبر 87) (سورت نمبر 41، آیت نمبر 41) (سورت نمبر 45، آیت نمبر 20)

قرآن مجید اور اللہ تعالیٰ کی آیات کو نیچا دکھانیوالے کو عذاب دیا جائیگا:

(سورت نمبر 34، آیت نمبر 38)

قرآن مجید ہدایت اور خوشخبری ہے مومنوں کے لیے:

(سورت نمبر 16، آیت نمبر 64) (سورت نمبر 27، آیت نمبر 2) (سورت نمبر 31، آیت نمبر 1) (سورت نمبر 31، آیت نمبر 5) (سورت نمبر 17، آیت نمبر 82) (سورت نمبر 10، آیت نمبر 57) (سورت نمبر 27، آیت نمبر 77) (سورت نمبر 41، آیت نمبر 44) (سورت نمبر 6، آیت نمبر 157) (سورت نمبر 39، آیت نمبر 41)

علم القرآن:

(سورت نمبر 6،آیت نمبر 38)(سورت نمبر 6،آیت نمبر 59)(سورت نمبر 35، آیت نمبر 11)(سورت نمبر 16،آیت نمبر 89)(سورت نمبر 10،آیت نمبر 37)(سورت نمبر 10،آیت نمبر 61)(سورت نمبر 27،آیت نمبر 75)(سورت نمبر 54،آیت نمبر 53)(سورت نمبر 34،آیت نمبر 3)(سورت نمبر 12،آیت نمبر 111)(سورت نمبر 17،آیت نمبر 12)(سورت نمبر 22،آیت نمبر 70)

تلاوتِ قرآن اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے:

(سورت نمبر 35،آیت نمبر 29)

قرآن مجید کو شیطان لے کر نہیں اُترا:

(سورت نمبر 26،آیت نمبر 210)

قرآن مجید کو سمجھ کر پڑھنا:

(سورت نمبر 4،آیت نمبر 82)(سورت نمبر 3،آیت نمبر 118)(سورت نمبر 2، آیت نمبر 219)(سورت نمبر 2،آیت نمبر 242)(سورت نمبر 2،آیت نمبر 266)(سورت نمبر 7،آیت نمبر 176)(سورت نمبر 10،آیت نمبر 24)(سورت نمبر 16،آیت نمبر 44)(سورت نمبر 23،آیت نمبر 68)(سورت نمبر 24 ،آیت نمبر 1)(سورت نمبر 29،آیت نمبر 43)(سورت نمبر 30،آیت نمبر 28)(سورت نمبر 47،آیت نمبر 24)(سورت نمبر 38،آیت نمبر 29)(سورت نمبر 12،آیت نمبر 2)(سورت نمبر 39،آیت نمبر 28)(سورت نمبر 43،آیت نمبر 3)(سورت نمبر 41،آیت نمبر 3)(سورت نمبر 59،آیت نمبر 2)(سورت نمبر

59، آیت نمبر 21)

قرآن مجید کی بے حرمتی کرنے والوں کی سزا:

(سورت نمبر 15، آیت نمبر 91)

اللہ تعالیٰ نے قرآن کی قسم ارشاد فرمائی:

(سورت نمبر 38، آیت نمبر 1)

قرآن مجید پر کافر جھگڑتے ہیں:

(سورت نمبر 40، آیت نمبر 4) (سورت نمبر 41، آیت نمبر 40)

قرآن مجید بہتوں کے کفر کو ترقی دیتا ہے:

(سورت نمبر 5، آیت نمبر 64) (سورت نمبر 5، آیت نمبر 68)

قرآن میں ہر قسم کی مثل طرح طرح سے بیان کی گئی ہے:

(سورت نمبر 18، آیت نمبر 54) (سورت نمبر 17، آیت نمبر 89) (سورت نمبر 30، آیت نمبر 58) (سورت نمبر 17، آیت نمبر 41)

قرآن مجید سے منہ موڑنے والوں سے ہدایت سلب کر لی جاتی ہے:

(سورت نمبر 18، آیت نمبر 57) (سورت نمبر 45، آیت نمبر 23)

قرآن مجید متصل اور مسلسل ہے:

(سورت نمبر 28، آیت نمبر 51)

قرآن مجید سے عقل والے ہی نصیحت پکڑتے ہیں:

(سورت نمبر 38، آیت نمبر 29) (سورت نمبر 41، آیت نمبر 3) (سورت نمبر 50، آیت نمبر 45) (سورت نمبر 14، آیت نمبر 52)

یہ قرآن نصیحت ہے کیا تم اس کے منکر ہو:

(سورت نمبر 38، آیت نمبر 29) (سورت نمبر 21، آیت نمبر 50) (سورت نمبر 41، آیت نمبر 41) (سورت نمبر 6، آیت نمبر 92) (سورت نمبر 6، آیت نمبر 155)

قرآن مجید اگر غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو اسمیں بہت اختلاف ہوتا:

(سورت نمبر 4، آیت نمبر 82)

قرآن مجید اچھی کتاب ہے، اسکی تلاوت ذکر اللہ کیطرف راغب کرتی ہے:

(سورت نمبر 39، آیت نمبر 23)

جنات کا قرآن مجید سننا:

(سورت نمبر 46، آیت نمبر 29)

قرآن مجید کو کفار بھی سنتے تھے، ان کے سننے کی وجہ:

(سورت نمبر 17، آیت نمبر 47)

قرآن مجید کفار کی ہدایت کے لیے اترا:

(سورت نمبر 6، آیت نمبر 114)

جھوٹ کی تائید میں قرآن پیش کرنے والا دوزخی ہے:

(سورت نمبر 22، آیت نمبر 51)

جو قرآن مجید سے اندھا بن جائے اس پر شیطان مسلط کر دیا جاتا ہے:

(سورت نمبر 43، آیت نمبر 36)

قرآن مجید لوح محفوظ میں پہلے سے موجود ہے:

(سورت نمبر 43، آیت نمبر 4)

قرآن مجید سیدھی راہ ہے:

(سورت نمبر 6، آیت نمبر 126)

قرآن مجید سے منہ پھیرنے والے کی سزا:

(سورت نمبر 6، آیت نمبر 157)

قرآنی آیات میں حکمت بھی ہے اور تفصیل بھی:

(سورت نمبر 11، آیت نمبر 1) (سورت نمبر 54، آیت نمبر 5)

سورۂ فاتحہ اور قرآن مجید کی عظمت:

(سورت نمبر 15، آیت نمبر 87)

قرآن مجید حق کی وضاحت کرنے والی کتاب ہے:

(سورت نمبر 23، آیت نمبر 62)

قرآن مجید لوگوں کی تعلیم کے لیے ہے:

(سورت نمبر 17، آیت نمبر 106)

پہلی آسمانی کتابوں کے عالم حضور ﷺ کی آمد اور قرآن مجید کے نزول کے منتظر اور معترف تھے:

(سورت نمبر 17، آیت نمبر 107) (سورت نمبر 26، آیت نمبر 196)

ظالم قرآن مجید نہیں سمجھتے:

(سورت نمبر 18، آیت نمبر 57)

قرآن مجید میں حضور ﷺ کے صحابیوں رضی اللہ عنہم کا ذکر ہے:

(سورت نمبر 21، آیت نمبر 24)

قرآن مجید کے معنیٰ حضور ﷺ کے دل پر نازل ہوئے:

(سورت نمبر 26، آیت نمبر 194)

عابدوں کی ہدایت کے لیے قرآن مجید کافی ہے:

(سورت نمبر 21، آیت نمبر 106)

حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید سکھایا:

(سورت نمبر 27، آیت نمبر 6) (سورت نمبر 55، آیت نمبر 2)

۞ ۞ ۞

قرآنِ مجید کا امتیاز

یہودیت:

اس وقت ہمارے سامنے بائبل، انجیل اور وید کے کچھ نسخے ہیں جن کو آسمانی کتب کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید نے زبور، تورات اور انجیل کو آسمانی کتب مانا ہے اور بائبل عہد عتیق میں سنتالیس کتابیں ہیں جن کی بابت ان کے ماننے والوں کا اعتقاد ہے کہ یہ کتب حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کو ملی تھی۔ عہد جدید کی ستائیس کتب میں جو عہد عیسیٰ علیہ السلام میں الہام ہوئی ہیں۔ یہ وہ کتب ہیں جن کا اکثر حصہ پہلے بھی عیسائی علماء میں مشکوک رہا ہے لیکن چوتھی صدی عیسوی میں مقام نائس کا تیج اور فلارنس میں بیٹھ کر عیسائی علماء نے مشورہ کیا اور مشکوک کتب کو مقبول بنا دیا۔

(صحف سماوی، صفحہ نمبر 14)

یہ سب اس وجہ سے نامعتبر ہیں کہ ان کے لانے والوں اور ان کے ناقلوں کا ہم کو کہیں پتہ نہیں ملتا کہ آیا وہ سچے تھے یا جھوٹے، گمراہ تھے یا نیک راہ، قوی حافظہ والے تھے یا سہو ونسیان کے پتلے، پھر جو پہنچا یا وہ بعینہٖ پہنچایا یا ملا جا کر پہنچایا۔ جس واقعہ سے اس قدر ابہام ہو جب وہ واقعہ سچا نہیں مانا جا سکتا ہے تو کون اپنے عقائد، اپنے اعمال بلکہ خود اپنے آپ کو ان بے سند کتابوں کے حوالہ کر سکتا ہے۔

عیسائیت:

عیسائیت کا دارومدار انجیل مقدس پر ہے پھر انجیل کی تاریخی حیثیت کیا ہے آپ یقین جانیں کہ اب اناجیل بھی غیر مستند ہیں متیٰ کی اصلی انجیل دنیا سے ناپید ہے اس کا بس ترجمہ ہے اور وہ بھی بلا عبارت اور بس لوقا اور مرقس سے جو اناجیل منسوب ہیں ان کی حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں بزرگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں بھی نہ تھے۔ چنانچہ تیسری صدی میں ہی صداقت اناجیل کے بارے میں اختلاف شروع ہو گیا تھا اور عیسائی علماء کی ایک بڑی جماعت کو ماننا پڑا تھا کہ یہ انتساب غلطی سے ہے پھر موجودہ اناجیل کی تعلیم شرک اور کفر سے لبریز ہے جو آسمانی تعلیمات کے برعکس ہیں نیز بہت سی باتیں فحش ہیں اور بہت سی ناقابلِ عمل۔ اس لیے یہ اصلی انجیل نہیں ہو سکتی۔ ابھی ابھی امریکہ میں ایک کمیٹی بیٹھی جس نے فیصلہ کیا کہ ہر سال انجیلوں کے جو تازہ ایڈیشن نکلتے چلے آ رہے ہیں ان سے صداقت انجیل اور بھی مشتبہ ہوتی جا رہی ہے۔ لہٰذا اب مزید کسی ردوقدح کی ضرورت نہیں ہے اور اب نئے ایڈیشن نہ نکالے جائیں۔

ایک انجیل جو برناباس حواری کی طرف منسوب ہے بابائے روم کتب خانہ سے نکلی ہے وہ چونکہ عیسائی علماء کے متعدد آپریشنوں سے کسی قدر بچی رہی اس لیے اس کے مضامین زیادہ تر قرآن سے ملتے جلتے ہیں لیکن بہر حال اصلی وہ بھی نہیں ہے۔ انجیلوں کے موجودہ عقائد کو بیان کیا جائے تو انسانیت کو شرم آتی ہے۔

سناتن دھرم:

سناتن دھرم یعنی ہندوازم۔ ان کی کتب "وید" کے حصے بھی آسمانی کتب

نہیں ہیں کیونکہ ان کو خود آسمانی کتب ہونے کا دعویٰ نہیں ہے نیز ان کی تاریخیت کا کچھ پتہ نہیں ملتا۔ بعض ہندو علماء کہتے ہیں کہ ''یہ بیاس جی کی مرتب کردہ ہیں جو زرتشت کے زمانہ میں تھے اور بلخ جا کر ان کے شاگرد ہو گئے تھے۔'' بعضوں نے لکھا ہے کہ ''یہ کسی برہمن کی بنائی ہوئی ہیں۔'' پروفیسر پنڈت کرشن کمار بھٹاچاریہ کلکتہ کالج انڈیا میں سنسکرت کے پروفیسر تھے انہوں نے لکھا ہے کہ رگِ وید کے حصے اس ملک کے شاعروں اور رشیوں نے تصنیف کئے ہیں اور وہ مختلف زبانوں میں لکھے گئے ہیں پھر اونچ نیچ، ذات پات، خداؤں کی کثرت 'بہتات' یہ وہ باتیں ہیں جو عقل و انسانیت دونوں کے دامن پر بدنما داغ ہیں۔'' کبھی بھی یہ خدائے واحد رب العالمین کی تعلیم نہیں ہو سکتیں، نیز اس میں بعض ایسی بے حیائی کی باتیں بلکہ تعلیمات ملتی ہیں جن کو قلم ظاہر نہیں کر سکتا ان وجوہات سے ماننا پڑے گا کہ یہ بھی ہرگز آسمانی کتاب نہیں ہے۔

''مہابھارت میں ویدوں کے احکام ایک دوسرے سے متضاد ہیں اسی طرح سمرتی کے احکام بھی ہیں، کوئی رشی ایسا نہیں جس کی تعلیمات دوسرے رشی کے مخالف نہ ہوں۔''

(ہندوازم، صفحہ 62)

مختلف زمانوں میں مختلف شاعروں نے اپنے ماحول، معاشرہ، بود و باش، رسوم و روایات، قصص و حکایات کے متعلق جو کچھ نظم کیا وہ آریاؤں کی خانہ بدوشی کی زندگی اور بعد میں کاشتکاری کے زمانہ میں زبان زد خلائق تھا۔ بعد میں ویاس جی نے ان میں اپنے مسلک و خیالات کا اضافہ کیا اور تصنیف کی۔ ممکن ہے کہ ویدوں میں کہیں کہیں الہامی تعلیمات ہوں کیونکہ ان میں شرکیہ تعلیمات کے ساتھ ساتھ کہیں کہیں الہامی تعلیمات کی جھلک بھی دکھائی دے جاتی ہے۔ بیتا پر ان بحوالہ ہندوازم صفحہ 90 پر لکھا ہے۔

''ایک وید میں متعدد بار تحریف ہوئی ہے۔ رشیوں کی نسلوں نے اس میں نگاہ کی خرابی اور دل کی لغزش کی وجہ سے بہت سی اختلافی چیزیں داخل کردی ہیں۔ منتر وں برہمنوں اور کلپ سوتوں کے نسق میں بہت سی تبدیلیاں ہوگئیں اور رگ یجر اور سام وید بار بار مدون ہوئے، پہلے یجر وید ایک ہی تھا پھر اس کے دو حصے ہوگئے اسی طرح دواپر ازمانہ میں تینوں ویدوں میں خلفشار واقع ہوگیا۔''

فرانسیسی عالم ڈاکٹر لبیان لکھتا ہے:

''ان ہزار ہا جلدوں میں جو ہندوؤں نے اپنے تین ہزار سال کے تمدن میں تصنیف کی ہیں ایک تاریخی واقعہ بھی صحت کے ساتھ درج نہیں ہے۔ اس زمانہ کے کسی واقعہ کو معین کرنے کے لیے ہمیں بالکل بیرونی سہاروں سے کام لینا پڑتا ہے ان تاریخی کتابوں میں یہ عجیب وغریب خاصیت یعنی ہر چیز کو غلط اور غیر فطری صورت میں دیکھنے کی نہایت بین طور پر پائی جاتی ہے اور انسان کو اس خیال پر مجبور کرتی ہے کہ ان کا دماغ ہی ٹیڑھا ہے........ قدیم ہندوؤں کی کوئی تاریخ ہی نہیں ہے اور نہ عمارات اور یادگاروں سے اس کی تلافی ہوتی ہے .... ہندوستان کا تاریخی زمانہ فی الواقع مسلمانوں کی فوج کشی کے بعد شروع ہوا اور ہندوستان کے پہلے مؤرخ مسلمان ہیں۔

ہندوؤں کی متبرک کتابیں وید ہیں جن کی تعداد چار ہے:

رگوید، سام وید، یجر وید، اتھروید

وید کو سرتی بھی کہتے ہیں جس کا مطلب ہے سنی سنائی باتیں۔ اس میں دو ہزار برس پر محیط لٹریچر ہے۔ سب سے پرانا رگوید ہے، اس میں سے بقیہ وید بنائے گئے ہیں۔ ایک وقت ایسا بھی آیا جب رگوید ضائع ہوچکی تھی یہ وید برہمنوں کے سینہ بسینہ روایات کی شکل میں منتقل ہوتا رہتا تھا۔

(تمدن ہند، صفحہ 144 تا 147)

اگرچہ ہندوازم کے متعلق بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے مگر جب ہم اس مذہب کی تعلیمات اور ہندوؤں کی روزانہ کی عبادات پر نظر ڈالتے ہیں تو توحید کی جگہ ہمیں کفرو شرک، اصنام پرستی اور مظاہر پرستی کے سوا کچھ نظر نہیں آتا، بقول ہندوؤں کے ان کے دیوتاؤں کی کل تعداد تیس کروڑ ہے۔ ہندوؤں نے زمین کے ہر جاندار و بے جان کا ایک ایک دیوتا بنایا ہوا ہے اگر کائنات کے ہر سیارے اور ستارے کا بھی دیوتا مقرر کریں تو تیس کروڑ کیا بلکہ لاتعداد دیوتا بنانے پڑیں گے۔

ویدوں کی جملہ تعلیمات یہ ہیں۔

(1): ویدوں کی تعلیمات انسانوں پر ظلم وزیادتی کی حوصلہ افزائی کرتی ہیں۔ انسانیت کی تذلیل اور کمزوروں اور نیچی ذات والوں کے استحصال کا درس دیتی ہیں۔

(2): ویدیں نفرت کا پرچار کرتی ہیں لوٹ مار اور غارت گری کو اونچی ذات والوں کے لیے جائز قرار دیتی ہیں اور اونچ نیچ پیدا کر کے غیر مساوی سلوک کا حکم دیتی ہیں۔

(3): وید عبادات کے ضمن میں بت پرستی کفرو شرک کی تعلیم دیتی ہیں جو خطرناک ترین گناہ ہے۔

(4): ویدوں کی تعلیمات انسانی ذہن کی اختراع ہیں جن کا جزوی طور پر بھی ننانوے فیصد حصہ الہامی تعلیمات سے ذرا برابر بھی تعلق نہیں رکھتا۔

(5): ویدوں میں برہمن کو غیر منصفانہ حد تک حقوق دیئے گئے ہیں جو کام دوسروں کے لیے گناہ ہیں برہمن کے لیے جائز کئے گئے ہیں اور غیر برہمن کے حقوق کو بری طرح سے پامال کیا گیا ہے اور ان کی حق تلفیاں کی گئی ہیں۔

(6): وید خودساختہ دیوتاؤں اجرام فلکی، آگ، پانی، ہوا اور مٹی کی پرستش کی

اجازت دیتی ہیں۔

(7): ویدوں میں انسانوں کو خدائی درجہ دیا گیا ہے۔

(8): ویدوں میں اندرا وشنو اور برہما دیوتاؤں (خودساختہ خداؤں) کا تذکرہ کیا گیا ہے اور ان کی حرام کاریاں شہوت پرستیاں بھی مذکور ہیں جو ان کو عام نیک انسان سے بھی پست درجہ پر ظاہر کرتی ہیں ایسی صورت میں بری طرح سے ان کی بے حرمتی کی گئی ہے۔

(9): ویدوں میں عضو تناسل (شرمگاہ) کی عبادت کی تلقین کی گئی ہے جس کی مثال قدیم بت پرست قوموں میں بھی نہیں ملتی۔

(10): وہ خدا ہی کیا جو تخلیق ہو جائے اللہ تعالیٰ تو تمام عیوب سے پاک ہے مگر ویدوں میں نہ صرف تخلیق کائنات کے حوالے سے غیر منطقی تعلیمات دی گئی ہیں بلکہ دیوتاؤں کی تخلیق کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے۔

(11): اسی پر بس نہیں کہ دیوتاؤں کو مخلوق کی طرح تصور کر کے ان کی بیویاں بھی بتائی گئی ہیں جن کا نام سری دیوی، کالی کلکتہ والی اور لکشمی دیوی ہے۔

(12): ویدوں میں عورتوں کی بری طرح سے تذلیل کی گئی ہے ان کو جائز حقوق نہیں دیئے گئے۔

(13): ویدوں میں برہمنوں کے حلولی دیوتاؤں کا بھی ذکر ہے، جیسے برہمنوں کے کرشن جی کرشن لیلا ہنومان جی وغیرہ

(14): آخرت کا تصور بھی غیر حقیقی نا قابل یقین ہے۔

(15): ویدوں کو پڑھ کر پتہ چلتا ہے کہ ان کے ماننے والوں میں شادی کا رواج مفقود تھا، یہ لوگ مادر پدر آزاد تھے، یہ لوگ جنسی تسکین کے لیے فواحشات کا سہارا لیتے تھے۔ یہ لوگ جنسی تسکین کے لیے اپنی ماں، بہن، بیٹی سے بھی

منہ کالا کر لیتے تھے ویدوں کی تعلیمات نے ان میں آج تک وہ اثرات باقی رکھے ہیں۔ مشہور ہے کہ راجہ داہر نے اپنی سگی بہن سے شادی کر لی تھی۔ مذہب کے نام پر آج بھی یہ لوگ جنسی بے راہ روی کا شکار ہیں۔

(16): ویدوں کو ماننے والے لوگ مندروں میں ہم بستری کرنے کو بڑی عبادت سمجھتے ہیں۔ چنانچہ پانچ ہزار برس قبل بابل ونینوا کی تہذیب میں بھی مندروں کا یہی عالم تھا اور سرِ شام نوجوان مندروں کا رُخ کر لیتے تھے، اس دور میں دیوداسیوں (جوان عورتوں) کو یہ ذہن نشین کروا دیا جاتا تھا کہ مردوں کے ساتھ شب بسری اور ہم بستری بہت بڑی عبادت اور ثواب کا کام ہے یہ روایت مندروں میں آج بھی دیکھی جا سکتی ہے اس دور میں فحاشی کی تمام صورتیں موجود تھیں۔

پس ثابت ہوا کہ آج سوائے قرآن کے کوئی بھی مذہبی کتاب ایسی نہیں جو منزل من اللہ ہو اور اپنی اصلی حالت پر سلامت ہو۔ قرآن مجید کا ایک ایک حرف، ایک ایک نقطہ اور شوشہ محفوظ ہے اور جس کی تعلیمات نے ایک مردہ عالم کو زندگی کی جنت الفردوس بخشی تھی اور جو آج بھی زندہ ہے اور کروڑوں سینوں میں محفوظ ہے اور جس کی تعلیمات کی طرف چار و ناچار یورپ، امریکہ اور دُنیا کی تمام قومیں آہستہ آہستہ کھنچی چلی آ رہی ہیں۔

پس مضبوط اور نا قابل انکار شہادتوں سے ثابت ہے کہ آج سے ساڑھے چودہ سو سال سے پہلے سارا عالم واقعی جہالت شک تحریف لامذہبی بے دینی اور بے رہنمائی کی خطرناک دلدلوں میں پھنسا ہوا تھا دنیا ایک ایسے ہدایت نامے کی منتظر تھی جو لاریب فیہ ہو اور ایک ایسے رہنما کے لیے بے چین تھی جو لیکون للعالمین نذیرا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا پر رحم فرمایا اور ان میں اپنے نبی رحمت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر ان کو اپنا کلام قرآن مجید عطا فرمایا جس سے ساری دنیا کی جہالت دور ہو گئی۔

اعجازِ قرآن پر غیر مسلم فضلاء کی شہادتیں

(1) ''عیسائی اور یہودی فضلاء''

یہ چند اقوال ان لوگوں کے لیے جن کے نزدیک کوئی بات اس وقت تک معتبر نہیں ہوتی جب تک یورپ اور امریکہ کے فضلا اسے معتبر و مستند قرار نہ دے دیں۔ چنانچہ یہ سارے اقوال ''ذکری مصر'' جلد اول، صفحہ 327 تا 333 سے اخذ کیے گئے ہیں۔

چیمبرس انسائیکلوپیڈیا:

''قرآن نے ظلم، جھوٹ، غرور، انتقام، غیبت، طمع، فضولی خرچی، حرامکاری، خیانت اور بدگمانی کی بہت سخت برائی بیان کی ہے اور یہ اس کی بڑی خوبی ہے۔''

ڈاکٹر گستاولی بان فرانسیسی:

''قرآن دلوں میں ایسا زندہ اور پرزور ایمانی جوش پیدا کر دیتا ہے کہ پھر کسی شک کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔''

سر ولیم میور:

''قرآن نے فطرت اور کائنات کی دلیلوں سے خدا کو سب سے اعلیٰ ہستی ثابت

کیا ہے اور انسانوں کو خدا کی اطاعت اور شکر گزاری پر جھکا دیا۔"

پروفیسر اڈورڈ جی براؤن، ایم اے:

"جوں جوں قرآن پر غور کرتا ہوں اور اس کے مفہوم و معانی کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہوں میرے دل میں اس کی قدر و منزلت زیادہ ہو جاتی ہے لیکن ژند اوستا (جو کہ پروفیسر صاحب کی مذہبی کتاب ہے) کا مطالعہ بجز ایسی حالتوں کے کہ علم الازمان یا تحقیق لسانی یا اسی قسم دیگر اغراض کے لیے پڑھا جائے تو طبیعت میں تکان پیدا کرتا اور بار خاطر ہو جاتا ہے۔"

مسٹر عمانوئل ڈی انش:

"قرآن کی روشنی اس وقت یورپ میں نمودار ہوئی جب تاریکی محیط ہو رہی تھی اور اسی سے یونان کی مردہ عقل اور علم کو زندگی مل گئی۔"

ڈاکٹر جانسن:

"قرآن مجید کے مطالب ایسے مناسب اور عام فہم ہیں کہ دنیا ان کو آسانی سے قبول کر سکتی ہے، پر افسوس ہمارا تصور ہے کہ ہم کو دیکھ دیکھ کر دنیا اس سے نفرت کرتی ہے۔"

پروفیسر رنیلڈ اے نکلسن:

"قرآن کے اثر سے عربی زبان تمام اسلامی دنیا کی متبرک زبان بن گئی اور قرآن نے دختر کشی (بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے) کا خاتمہ کر دیا۔"

مسٹر ایچ ایس لیڈر:

’’تعلیم قرآن سے فلسفہ وحکمت کا ظہور ہوا اور ایسی ترقی کی کہ اپنے عہد کی بڑی سے بڑی یورپین سلطنت کی تعلیم حکمت سے بڑھ گیا۔‘‘

مسٹر ای ڈی ماریل:

’’اسلام کی قوت وطاقت قرآن میں ہے، قرآن قانون اساسی ہے اور حقوق کی دستاویز ہے۔‘‘

جان جاک ریسک، جرمنی فلاسفر:

’’جب پیغمبر ﷺ کی زبان سے منکر قرآن سنتے تو بیتاب ہوکر سجدے میں گر پڑتے تھے اور مسلمان ہو جاتے تھے۔‘‘

تھیوڈور نولد یکی:

’’قرآن لوگوں کی ترغیب وتربیت کے ذریعہ معبودان باطل سے پھیر کر ایک خدا کی عبادت کی دعوت دیتا ہے۔ قرآن میں موجودہ دور اور آئندہ کے نام، علوم وفنون کا ذکر موجود ہے۔‘‘

مسٹر سٹینلی لین پول:

’’قرآن میں سب کچھ موجود ہے جو ایک بڑے مذہب میں ہونا چاہئے اور جو ایک بزرگ انسان (محمد ﷺ) میں موجود تھا۔‘‘

مسٹر جے ٹی بٹانی:

’’قرآن نے بے حد و بیشمار انسانوں کے اعتقاد اور چال چلن پر نمایاں اثر ڈالا اور سائنس کی دنیا نے قرآن کی ضرورت کو اور واضح کر دیا۔‘‘

ایچ جی ویلز:

’’قرآن نے مسلمانوں کو ایسی مواخات کے بندھن میں باندھ رکھا ہے جو نسل اور زبانوں کے فرق کی پابند نہیں ہے۔‘‘

پادری والرشن ڈی ڈی:

’’قرآن کا مذہب امن اور سلامتی کا مذہب ہے۔‘‘

مسٹر بوسورتھ اسمتھ:

’’محمد (ﷺ) کا دعویٰ ہے کہ قرآن ان کا مستقل اور دائمی معجزہ ہے اور میں مانتا ہوں کہ واقعی یہ ایک معجزہ ہے۔‘‘

گاڈفری ہنگیس:

’’قرآن غریب آدمی کا دوست اور غمخوار ہے، بڑے آدمیوں کی ناانصافی کی ہر جگہ مذمت کرتا ہے۔‘‘

مسٹر رچرڈسن:

’’غلامی کی مکروہ رسم کے اٹھانے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ہندو شاستر (ہندوؤں کا لٹریچر) قرآن سے بدل دیا جائے۔ (یعنی ہندوؤں کی مذہبی کتابوں مثلاً ویدوں کی

جگہ قرآن مجید کی تعلیم دی جائے تو غلامی ختم کی جاسکتی ہے)''

ڈین سٹینلی:

''قرآن کا قانون بے شبہ بائیبل کے قانون سے زیادہ موثر ثابت ہوا ہے۔''

میجر لیونارڈ:

''قرآن کی تعلیم بہترین ہے اور انسانی دماغوں پر نقش ہو جاتی ہے۔''

اخبار نیر ایسٹ:

''اگر ہم قرآن کی عظمت وفضیلت اور حسن وخوبی سے انکار کریں تو ہم عقل و دانش سے بیگانہ ہوں جائیں گے۔''

سر اڈورڈ ڈینی سن راس سی آئی اے:

''قرآن شریف اس بات کا مستحق ہے کہ یورپ کے گوشہ گوشہ میں پڑھا جائے۔''

ڈاکٹر چارٹن:

''قرآن کا طرزِ تحریر دل آویز ہے، رواں ہے مختصر اور جامع ہے اور یہ خدا کا ذکر شاندار طریقہ سے کرتا ہے۔''

مسٹر ارنلڈ وہائٹ:

''قرآن نے مسلمانوں کو جنگ آرائی بھی سکھائی اور ہمدردی وخیرات وفیاضی بھی۔ قرآن نے وہ اصولِ فطرت پیش کیے کہ سائنس کی بڑھتی ہوئی ترقیاں اس کو شکست نہیں دے سکتیں۔''

ڈاکٹر موریس فرانسیسی:

’’قرآن کی سب سے بڑی تعریف اس کی فصاحت و بلاغت ہے۔ مقاصد کی خوبی اور مطالب کی خوش اسلوبی کے اعتبار سے قرآن کو تمام آسمانی کتابوں پر فوقیت ہے۔‘‘

مسٹر لڈلف کرمل:

’’قرآن میں عقائد و اخلاق کا مکمل ضابطہ و قانون موجود ہے۔ وسیع جمہوریت، رشد و ہدایت، انصاف و عدالت، فوجی تنظیم و تربیت اور مالیات اور غرباء کی حمایت و ترقی کے اعلیٰ آئین موجود ہیں اور ان سب باتوں کی بنیاد ذاتِ باری تعالیٰ کے اعتقاد پر رکھی گئی ہے۔‘‘

جارج سیل:

’’قرآن کریم بے شبہ عربی زبان کی سب سے بہتر اور سب سے مستند کتاب ہے، کسی انسان کا قلم ایسی معجزانہ کتاب نہیں لکھ سکتا اور یہ مردوں کو زندہ کرنے سے بڑا معجزہ ہے۔‘‘

ریورنڈ جی ایم راڈویل:

’’قرآن کی تعلیم نے بت پرستی مٹائی جنات اور مادیات کا شرک مٹایا، اللہ کی عبادت قائم کی، بچوں کے قتل کی رسم نیست و نابود کردی۔‘‘

آر ریورنڈ میکسوئل کنگ:

’’قرآن الہامات کا مجموعہ ہے اس میں اسلام کے اصول و قوانین اور اخلاق کی

تعلیم اور روزمرہ کے کاروبار کی نسبت ہدایات موجود ہیں اس لحاظ سے اسلام کو عیسائیت پر فوقیت ہے کہ اس کے مذہبی تعلیم وقانون علیحدہ چیزیں نہیں ہیں۔"

موسیو داجین کلافل فرانسیسی:

"قرآن مذہبی قواعد اور احکام ہی کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ اس میں اجتماعی (شوشیل) احکام بھی ہیں جو انسان کی زندگی کے لیے ہر حالت میں مفید ہیں۔"

ڈیون پورٹ:

"قرآن مسلمانوں کا مشترکہ قانون ہے۔ معاشرتی، ملکی، تجارتی، فوجی، عدالتی، تعزیری سب ہی معاملات اس میں ہیں، باوجود اس کے یہ ایک مذہبی کتاب ہے، اس نے ہر چیز کو باقاعدہ بنایا۔

پروفیسر کارلائل:

"میرے نزدیک قرآن میں خلوص اور سچائی کا وصف ہر پہلو سے موجود ہے اور سچ تو یہ ہے کہ اگر کوئی خوبی پیدا ہو سکتی ہے تو اسی سے پیدا ہو سکتی ہے۔"

کونٹ ہنری دی کاسٹری:

"قرآن کو دیکھ کر عقل حیرت میں ہے کہ اس قسم کا کلام اس شخص کی زبان سے کیونکر ادا ہوا جو بالکل امی تھا۔"

ڈاکٹر گبن:

"قرآن وحدانیت کا بڑا گواہ ہے، ایک موحد فلسفی اگر کوئی مذہب قبول کر سکتا

ہے تو وہ اسلام ہی ہے غرض سارے جہان میں قرآن کی نظیر نہیں مل سکتی۔''

الکس لوَ ازون فرانسیسی فلاسفر:

قرآن روشن اور پر حکمت کتاب ہے، اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ ایسے شخص پر نازل ہوا جو سچا نبی تھا اور خدا نے اس کو بھیجا تھا۔ جدید علمی انکشافات میں یا ان مسائل میں جن کو ہم نے علم کے زور سے حل کیا ہے یا ہنوز زیر تحقیق ونظر ہیں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو تحقیقات قرآنی کے مخالف ہو، ہم نصرانیوں نے نصرانیت کو علم وسائنس کے ہم آہنگ و ہمنشین بنانے میں اب تک جتنی کوششیں کی ہیں اسلام وقرآن میں یہ سب کچھ پہلے ہی سے موجود ہے اور پوری طرح سے موجود ہے۔''

موسیو سیڈ فرانسیسی:

''اسلام کو جو لوگ وحشیانہ مذہب کہتے ہیں انہوں نے قرآن کی تعلیم کو نہیں دیکھا جس کے اثر سے عربوں کی بری اور معیوب عادتوں کی کایا پلٹ گئی۔''

موسیو کاسٹن کار:

''روئے زمین سے اگر قرآن کی حکومت جاتی رہے تو دنیا کا امن وامان کبھی قائم نہیں رہ سکتا۔''

ایکم دی بولف جرمن:

''قرآن نے صفائی، طہات اور پاکبازی کی ایسی تعلیم دی کہ اگر ان پر عمل کیا جائے تو بیماریوں کے کیڑے سب کے سب ہلاک ہو جائیں۔''

مسٹر روڈول:

”جتنا بھی ہم اس کتاب (قرآن) کو الٹ پلٹ کر دیکھیں اسی قدر پہلے مطالعہ میں اس کی نامرغوبی نئے نئے پلوؤں سے اپنا رنگ جماتی ہے لیکن فوراً ہی ہمیں مسخر کر لیتی ہے، متحیر بنا دیتی ہے اور آخر میں ہم سے تعظیم کرا کے چھوڑتی ہے۔ اس کا طرز بیان باعتبار اس کے مضامین واغراض کے عفیف، عالی شان اور تہدید آمیز ہے اور جا بجا اس کے مضامین سخن کی غایت رفعت تک پہنچ جاتے ہیں الغرض یہ کتاب ہر زمانہ میں اپنا پُر زور اثر دکھاتی رہے گی۔“

گوئٹے:

”جس قدر ہم اس کتاب (قرآن مجید) کے قریب پہنچتے ہیں یعنی اس پر زیادہ غور کرتے ہیں وہ اسی قدر دور کھنچتی جاتی ہے یعنی زیادہ اعلیٰ معلوم ہوتی ہے، وہ بتدریج فریفتہ کرتی ہے پھر متعجب کرتی ہے، فرحت آمیز تحیر بھی دیتی ہے اور آخر کار اپنا احترام کرا کے چھوڑتی ہے اس طرح یہ کتاب تمام نظروں میں ہمیشہ زبردست اثر ڈالتی ہے۔“

پاپولر انسائیکلوپیڈیا:

”قرآن کی زبان بلحاظ لفظ عرب نہایت فصیح ہے، اس کی انشائی خوبیوں نے اسے اب تک بیمثل اور بے نظیر ثابت کیا ہے، علاوہ ازیں اس کے احکام اس قدر مطابق عقل وحکمت وفطرت ہیں کہ اگر انسان انہیں چشمِ بصیرت سے دیکھے تو وہ ایک پاکیزہ زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔“

۞ ۞ ۞

(2) ''ہندو فضلاء''

قرآن مجید کے بارے میں آج بعض ناعاقبت اندیش اور جاہل ہندو طرح طرح کی بدزبانیاں کررہے ہیں۔ یہاں بعض ہندو فضلا کے اقوال پیش کیے جاتے ہیں تاکہ معلوم ہوجائے کہ خود ان کی قوم کے اکابر قرآن مجید کی عظمت و رفعت کے اقراری تھے۔

اڈمنڈ برک:

''اسلامی قانون (قرآن مجید) ایک تاجدار سے لیکر ادنیٰ ترین افراد رعایا تک کو حاوی ہے۔ یہ ایک ایسا قانون ہے جو ایک معقول ترین علم فقہ پر مشتمل ہے جس کی نظیر اس سے پیشتر دنیا پیش نہیں کرسکتی۔''

بابا نانک:

''توراۃ زبور انجیل اور وید وغیرہ سب کو پڑھ کر دیکھ لیا قرآن ہی قابل قبول اور اطمینانِ قلب کی کتاب نظر آئی۔ اگر سچ پوچھو تو سچی اور ایمان کی کتاب جس کی تلاوت سے دل باغ باغ ہوجاتا ہے وہ قرآن شریف ہی ہے۔''

بابا بھوپندر ناتھ باسو:

''تیرہ سو برس کے بعد (یہ بات بابا بھوپندر نے آج سے ڈیڑھ سو سال پہلے لکھی

تھی) بھی قرآن کی تعلیم کا یہ اثر موجود ہے کہ ایک خاکروب بھی مسلمان ہونے کے بعد بڑے بڑے خاندانی مسلمانوں کی برابری کا دعویٰ کرسکتا ہے۔''

بابوپپن چندر پال:

''قرآن کی تعلیم میں ہندوؤں کی طرح ذات پات کا امتیاز موجود نہیں ہے، نہ کسی کو محض خاندانی اور مالی عظمت کی بنا پر بڑا سمجھا جاتا ہے۔''

مسز سروجنی نائیڈو:

''قرآن کریم غیر مسلموں سے بے تعصبی اور رواداری سکھاتا ہے، دُنیا اس کی پیروی سے خوش حال ہوسکتی ہے۔''

مہاتما گاندھی:

''مجھے قرآن کو الہامی کتاب تسلیم کر لینے میں ذرہ برابر بھی تامل نہیں۔''

قرآن اور جدید سائنس

تعارف

اس دُنیا میں انسانی زندگی کی ابتداء کے ساتھ ہی انسان نے ہمیشہ یہ کوشش کی ہے کہ وہ فطرت کو اپنی عقل وفہم سے سمجھ سکے۔ اس نظام عالم میں اپنی حیثیت اور زندگی کا مقصد سمجھ کر متعین کر سکے۔ بہت سی صدیوں، زمانوں اور کئی تہذیبوں پر محیط سچ کی اس تلاش کے دوران مذاہب نے انسانی طرزِ حیات کو تشکیل دیا اور ممکن حد تک تاریخ کی راہ کو متعین کیا۔ بعض مذاہب کی اساس تحریری لٹریچر ہے۔ ان لٹریچروں کے متعلق ان مذاہب کے پیروکاروں کا یہ دعویٰ ہے کہ ان کا یہ لٹریچر الہامی ہے۔ جب کہ باقی بہت کثیر تعداد کے مذاہب محض انسانی تجربات پر انحصار کے حامل ہیں۔

کتابُ اللہ (قرآن مجید) اسلامی عقائد کی اساسی اور بنیادی کتاب ہے۔ ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ یہ کتاب مکمل طور پر الوہی بنیاد کی حامل ہے۔ مسلمانوں کا اس بات پر بھی یقین ہے کہ یہ کتاب (قرآن مجید) تمام بنی نوع انسان کے لئے ہدایت ہے۔ ان مسلمانوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ قرآن کا پیغام اس کے نزول اور مابعد نزول کے تمام ادوار کے لئے ہے۔

قرآن کے بارے میں یہ عقیدہ اس وقت درست ہوگا جب معلوم ہو جائے

کہ کیا یہ ہر دور کے حسب حال ہے۔ تو دیکھتے ہیں کہ کیا قرآن اس آزمائش پر پورا اترتا ہے؟

میں اس بیان میں مسلمانوں کے اس عقیدہ (کہ "قرآن اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔") کا حقیقت پسندانہ تجزیہ پیش کروں گا۔ اس وضاحت کیلئے میں خاص طور پر موجودہ سائنسی دریافتوں کو مدنظر رکھوں گا۔

دُنیا کی تاریخ میں ایسا وقت بھی تھا کہ جب "معجزہ" یا معجزہ نما انسانی عقل و دلائل پر کلی فوقیت رکھتا تھا۔ بیشک معجزہ کی آسان تر تعریف یہی ہے کہ "کوئی بھی چیز جو عام انسانی زندگی کی کیفیات سے بالاتر ہو یا وہ کہ جس کے لئے نسلِ انسانی کے پاس کوئی وضاحت موجود نہ ہو، وہ معجزہ کہلاتی ہے۔"

لہٰذا ہمیں کسی چیز کو معجزہ کہنے اور سمجھنے میں محتاط رہنا چاہئے۔ 1993ء میں "The Time of India" بمبئی نے ایک "بابا پائلٹ" نام کے سادھو کی خبر اخبار کے مین صفحے پر شائع کی۔ بابا پائلٹ اس بات کا دعویٰ کرتا تھا کہ میں مسلسل تین دن اور تین رات زیرِ آب رہا ہوں۔ لہٰذا جب رپورٹرز نے اس پانی والے ٹینک (جس میں سادھو تین رات دن گزارنے کا دعویدار تھا) کی تہہ کا دقیق نظر سے معائنہ کرنے کی اجازت طلب کی تو اس سادھو بابے نے انہیں اس بات کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ اس نے کہا!

"کوئی (میری) ماں کے رحم (واٹر ٹینک) کا معائنہ نہیں کر سکتا۔"

کوئی شک نہیں کہ بابا پائلٹ کچھ چھپانا چاہتا تھا۔ اس کے دعویٰ کا مقصد محض شہرت کا حصول تھا اور یہ واٹر ٹینک میں رات دن گزارنا یقیناً اس کی شعبدہ بازی تھی۔ اس دور کا کوئی بھی آدمی جو عقل و فہم اور جدید سائنس کو جاننے والا ہو، یقیناً اس کے نزدیک یہ "شعبدہ" معجزہ نہیں اور نہ ہی وہ اسے معجزہ تسلیم کر سکتا ہے۔ اگر اسی طرح

کے شعبدے ہی معجزہ اور الہامی ہونے کا میعار ہیں تو پھر دنیا کے تمام معروف جادوگر اپنے شعبدوں اور نظر بندی کی وجہ سے اللہ کے سچے بندے کہلانے کے حقدار ہیں۔ حالانکہ کوئی بھی انہیں سچا تصور نہیں کرتا۔

ایک کتاب جو کہ الہامی ہونے کی دعویدار ہے اور درحقیقت سرعام معجزہ ہونے کا دعویٰ کر رہی ہے تو فقط اس طرح کا دعویٰ ہی ہر دور میں مسلمہ معیارات کے مطابق قابلِ عمل و تصدیق ہونا چاہیے۔ مسلمان اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ قرآن مجید اللہ جل جلالہ کی آخری کتاب ہے۔ معجزات کا معجزہ (Miracle of Miracles) ہے اور انسانی نسل کے لئے حاملِ رحمت ہے......!! تو آیئے ان اعتقادات کی سچائی کو پرکھتے ہیں۔

دعویٔ قرآنِ حکیم

ہر دور میں شعر گوئی اور ادب انسان کی صلاحیت اور اظہارِ خیال کے ذرائع مانے گئے ہیں۔ دنیا میں وہ دور بھی آیا جب ادب اور شعر گوئی کو تمام شعبوں پر فضیلت و برتری حاصل رہی۔ اسی طرح جیسا کہ آج عصری سائنس اور ٹیکنالوجی کو ہر چیز پر و سبقت حاصل ہے۔

علاوہ ازیں تمام غیر مسلم سکالرز بھی اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن مجید تمام عربی ادب پر سبقت و فوقیت رکھتا ہے اور قرآن مجید ہی روئے زمین پر عربی ادب کی مسلمہ بے نظیر کتاب ہے۔

لہٰذا قرآن ساری نسلِ انسانی کو اس بات کا چیلنج دیتا ہے کہ وہ تمام مل کر اس جیسی کوئی چیز بنا کر دکھائیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔!

"وَاِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِىْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ○"

(القرآن المجید، پارہ نمبر 1، سورۃ نمبر 2 (البقرہ)، آیت نمبر 23-24)

''اور اگر تمہیں اس (قرآن مجید) میں کوئی شک ہے، جو ہم نے
اپنے بندۂ خاص پر نازل فرمایا ہے تو اس جیسی ایک سورۃ لے آؤ
اور اللہ کے علاوہ اپنے سب مددگاروں کو بلالو اگر تم سچے ہو!o پھر
اگر تم نہ کر سکے اور ہر گز نہ کر سکو گے، تو اس آگ سے ڈرو جس کا
ایندھن آدمی اور پتھر ہیں، وہ کافروں کیلئے تیار کی گئی ہے۔o''

یہ قرآنِ مجید کا چیلنج ہے کہ پوری انسانیت میں سے کوئی اس قرآن جیسی ایک چھوٹی سے چھوٹی سورۃ ہی بنا کر دکھا دے۔ یہی چیلنج قرآن مجید میں کئی مقامات پر دُہرایا گیا ہے۔ ایک ایسی سورۃ بنانے کا چیلنج جو خوبصورتی، فصاحت، بلاغت، منطق، فلسفہ، گہرائی اور معنی آفرینی میں کسی قرآنی سورۃ کے کسی قدر مماثل ہو ابھی تک پورا نہیں کیا جا سکا۔

عصرِ حاضر کا عقلیت پسند آدمی کبھی بھی ایک مذہبی صحیفے کو تسلیم نہیں کرے گا جو کہ بہترین فصاحت و بلاغت والی زبان میں یہ کہتا ہے کہ زمین چپٹی ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ وہ اس دور میں رہتا ہے جہاں انسانی دلائل، منطق، فلسفہ اور سائنس کو ترجیح دی جاتی ہے۔ بہت سے لوگ اللہ تعالیٰ کی اس خوبصورت کتاب کو اس کے اعلیٰ ادب کی وجہ سے الہامی ہونے کے ثبوت کے طور پر قبول نہیں کریں گے۔ کوئی بھی مقدس کتاب جو کہ الوہی ہونے کا دعویٰ کر رہی ہو، لازم ہے کہ وہ اپنے دلائل اور منطق کی بنیاد پر بھی قابلِ قبول ہو۔

چنانچہ مشہور نوبل انعام یافتہ ماہرِ طبعیات ''البرٹ آئن سٹائن'' کہتا ہے:

''مذہب کے بغیر سائنس لنگڑی ہے اور سائنس کے بغیر مذہب اندھا ہے۔''

آیئے ہم قرآن مجید کا مطالعہ اس نظر سے کرتے ہیں کہ ''کیا قرآن مجید اور

عصری سائنس میں ہم آہنگی اور یگانت پائی جاتی ہے کہ نہیں؟''

قرآن مجید سائنس کی کتاب نہیں ہے، بلکہ یہ نشانیوں، براہین، دلائل اور آیات کی کتاب ہے۔ قرآن میں چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ نشانیاں (آیات) ہیں جن میں سے ایک ہزار سے زائد صرف سائنس سے متعلق ہیں۔

جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ سائنس بہت دفعہ ''یوٹرن'' لیتی ہے۔ اس بیان میں میں (ڈاکٹر ذاکر نائیک) نے صرف تسلیم شدہ سائنسی حقائق کو ملحوظ خاطر رکھا ہے اور ان تصورات (Hypotheses) اور نظریات (Theories) کا تذکرہ نہیں کیا جو کہ ابھی تک محض مفروضے ہیں اور جن کا تا حال کوئی ثبوت نہیں ہے۔

۞ ۞ ۞

فلکیات
(ASTRONOMY)

تخلیق کائنات:
(The Big Bang)

ماہرینِ فلکیات تخلیق کائنات کی وضاحت ایک مقبول نظریے ''بگ بینگ'' سے کرتے ہیں۔ ماہرینِ فلکیات (Astrophysicists) اور فلکی سائنس دانوں (Astronomers) کا سالہا سال کے مشاہدات اور تجربات سے جمع کردہ ڈیٹا بھی اس نظریہ (بگ بینگ) کی تائید کرتا ہے۔ بگ بینگ کے مطابق تمام کائنات شروع میں ایک بڑی کمیت (Primary Nebula) تھی پھر (دوسری بگ بینگ علیحدہ) ہوئی، جس کی وجہ سے کہکشاؤں (Galaxies) نے جنم لیا، پھر یہ کہکشائیں ستاروں، سیاروں، سورج اور چاند کی صورت میں تقسیم ہوگئیں۔ کائنات کی ابتداء بالکل اچھوتی تھی اور اس کا اتفاقیہ یا خود بخود بن جانا کوئی ممکن بات نہیں۔ کائنات کی ابتداء سے متعلق مندرجہ ذیل آیت ہمیں بتاتی ہے۔!

''اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا''

(القرآن المجید، پارہ نمبر17، سورۃ نمبر21 (الانبیاء)، آیت نمبر30)

''کیا کافروں نے نہیں دیکھا کہ بیشک آسمان اور زمین دونوں آپس میں یک جان تھے تو ہم نے انہیں جدا جدا کر دیا؟''

کسی بھی اہل علم کا اس قرآنی آیت اور بگ بینگ کے نظریے کے درمیان ہم آہنگی سے انکار کرنا ناممکن ہے۔ ایک کتاب جو کہ چودہ سو ستائیس سال سے بھی زیادہ عرصہ پہلے عرب میں نمودار ہوئی اس عمیق سائنسی حقیقت کی حامل کیسے ہو سکتی ہے۔؟

فلکیاتی مادہ بصورتِ دھواں:

سائنسدانوں کے نزدیک یہ بات مسلم ہے کہ کہکشاؤں (Galaxies) کے وجود میں آنے سے پہلے فلکیاتی مادہ ''گیس'' کی صورت میں تھا۔ مختصر یہ کہ گیس کے مرغولے یا بادل کہکشاؤں (Galaxies) کی تخلیق سے پہلے موجود تھے۔ اس فلکیاتی مادہ کے لئے دھوئیں کا لفظ گیس کی بہ نسبت زیادہ موزوں ہے۔ قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت کائنات کی اس حالت کی طرف ''دخان'' کے لفظ کے ذریعے اشارہ کرتی ہے، جس کے معنی دھواں کے ہیں۔

قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے:

''ثُمَّ اسْتَوٰٓی اِلَی السَّمَآءِ وَهِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتَآ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ o''

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 24، سورۃ نمبر 41 (حم السجدۃ)، آیت نمبر 11)

''پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ ایک دھواں تھا پس اس نے آسمان اور زمین سے کہا کہ تم دونوں اطاعت کرو خوشی سے یا ناخوش ہو کر ان دونوں نے کہا ہم رغبت کے ساتھ حاضر ہیں۔''

دوبارہ یہ حقائق ''بگ بینگ'' کے منطقی نتیجے پر مشتمل ہیں اور آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم (مسلمان تمام سابقہ انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام پر ان کا نام لیتے ہوئے صلوٰۃ والسلام بھیجتے ہیں) کی نبوت سے پہلے کسی کو معلوم نہ تھے۔ پھر اس علم کا ماخذ کیا ہوسکتا ہے۔؟

زمین انڈے کی شکل میں:

(Shape of the Earth is Spherical)

پرانے وقتوں میں لوگ اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ زمین چپٹی (Flat) ہے۔ صدیوں تک انسان دور کسی مہم پر جانے سے ڈرتا رہا کہ کہیں وہ کنارے سے گر نہ جائے۔ سر فرانس ڈریک وہ پہلا شخص تھا جس نے 1597ء میں بحری سفر کرنے کے بعد یہ ثابت کیا کہ زمین بیضوی (انڈے جیسی) ہے۔ قرآن کی آیت ملاحظہ ہو جو کہ دن اور رات کی تبدیلی یاد دلاتی ہے۔ ارشا باری تعالیٰ ہے۔!

''اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّھَارِ وَیُوْلِجُ النَّھَارَ فِی الَّیْلِ''

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 21، سورۃ نمبر 31 (لقمان)، آیت نمبر 29)

''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ بیشک اللہ رات کو دن میں داخل فرماتا ہے اور دن کو رات میں۔''

اس آیت کریمہ میں داخل کرنے سے مراد ہے کہ رات آہستہ آہستہ اور بتدریج دن میں بدلتی ہے اور دن بتدریج اور آہستہ آہستہ رات میں۔ یہ عمل صرف اور صرف اس صورت میں ممکن ہے اگر زمین بیضوی ہو۔ اگر زمین چپٹی ہوتی تو رات اور دن کی تبدیلی فوراً واقع ہو جاتی۔

مندرجہ ذیل آیت بھی زمین کے بیضوی ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ مالک کون ومکاں کا ارشاد ہے۔!

''خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ''

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 23، سورۃ نمبر 39 (الزمر)، آیت نمبر 5)

''اسی اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا، وہی رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر۔''

یہاں صیغہ ''یکور'' بابِ تفعیل سے استعمال کیا گیا ہے، جس کے معنی لپیٹ لینے کے ہیں، جیسا کہ پگڑی کو سر کے گرد لپیٹا جاتا ہے۔ دن اور رات کے لپیٹنے کا عمل صرف اور صرف اس صورت میں ممکن ہے جب زمین بیضوی ہو۔

زمین بالکل گیند کی طرح گول نہیں بلکہ ارضی بیضوی ہے یعنی کہ یہ قطبین پر چپٹی ہے۔ مندرجہ ذیل آیت زمین کی شکل کی وضاحت کرتی ہے۔ ارشاد ہے۔!

''وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا''

(القرآن المجید، پارہ نمبر 30، سورۃ نمبر 79 (النزعت)، آیت نمبر 30)

''اور اس کے بعد زمین پھیلائی۔''

یہاں انڈے کے لئے استعمال کیا جانے والا عربی لفظ ''دحھا'' ہے جس کا مطلب ہے شتر مرغ کا انڈہ۔ شتر مرغ کا انڈہ زمین کی شکل سے مماثلت رکھتا ہے۔ لہٰذا قرآن کریم مکمل درستگی سے زمین کی شکل کی وضاحت کرتا ہے، حالانکہ اس وقت جب قرآن اتارا گیا یہ خیال کیا جاتا تھا کہ زمین چپٹی (Flat) ہے۔

چاند کی روشنی منعکس شدہ ہے:

(Moonlight is Reflected Light)

پہلے یہ خیال کیا جاتا تھا کہ چاند کی روشنی اپنی ہے۔ سائنس ہمیں یہ بتاتی ہے کہ چاند کی روشنی منعکس شدہ ہے۔ بہر حال یہ حقیقت آج سے چودہ سو سال پہلے قرآن میں بیان کی گئی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔!

''تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا ؁''

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 19، سورۃ نمبر 25 (الفرقان)، آیت نمبر 61)

''بابرکت ہے وہ ذات جس نے آسمانوں میں برج بنائے اور
ان میں سورج اور چمکتا ہوا چاند بھی بنایا۔''

جس طرح سورج کو عربی میں ''شمس'' کہتے ہیں اسی طرح اسے ''سراج'' بھی کہا جاتا ہے، جس کے معنی مشعل (Torch) کے ہیں۔ بعض مواقع پر آفتاب کو ''وھاج'' یعنی جلتا ہوا چراغ بھی کہا گیا ہے۔ یہ تمام سورج کے لئے مناسب ہیں کیونکہ سورج احتراق کے عمل کی بدولت روشنی اور حرارت مہیا کرتا ہے۔ جبکہ عربی میں چاند کو ''قمر'' کہتے ہیں اور اسے قرآن کریم میں ''منیر'' کے لفظ سے بیان کیا گیا ہے یعنی کہ وہ جسم جو کہ منعکس شدہ روشنی دیتا ہو۔ یہاں پھر قرآنی وضاحت چاند کی اصل ماہیت سے میل کھاتی ہے، جو کہ خود روشنی نہیں دیتا بلکہ محض سورج کی روشنی کو منعکس کرتا ہے۔ قرآن کریم میں کسی بھی جگہ چاند کو سراج، مشعل، دیا یا وہاج نہیں کہا گیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن سورج اور چاند کی روشنیوں کی نوعیت میں فرق روا رکھتا ہے۔ مندرجہ ذیل آیت سورج اور چاند کی روشنی کے مابین تعلق کو واضح کرتی ہے۔ ارشاد

ربانی ہے۔!

"ھُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَاءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا"

(القرآن المجید، پارہ نمبر 11، سورۃ نمبر 10 (یونس)، آیت نمبر 5)

"اللہ وہ ہے جس نے آفتاب کو گرم روشنی بنایا اور چاند کو ٹھنڈی روشنی۔"

"اَلَمْ تَرَوْا کَیْفَ خَلَقَ اللّٰہُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًاo وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِیْھِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًاo"

(القرآن المجید، پارہ نمبر 29، سورۃ نمبر 71 (نوح)، آیت نمبر 15-16)

"کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے سات آسمان اوپر تلے پیدا فرمائے o اور اس ان میں چاند کو نور بنایا اور اس نے سورج کو چراغ بنایا۔"

لہٰذا قرآن کریم اور عصری سائنس سورج اور چاند کی رشنی کے فرق پر مکمل طور پر متفق ہیں۔

گردشِ سورج:

(The Sun Rotates)

عرصہ دراز تک یورپی فلاسفر اور سائنسدان یہ بات تسلیم کرتے رہے کہ زمین کائنات کے مرکز میں واقع ہے اور ساکت ہے اور باقی تمام اجسام بشمول سورج اس کے گرد گھومتے ہیں۔ مغرب میں زمین کے مرکز ہونے کا نظریہ (geocentric theory) دوسری صدی قبل از مسیح "بطلیموس" (Ptolemy) کے زمانے سے رائج تھا۔ 1512ء میں "نکولس کوپرنیکس" آگے بڑھا اور اس نے یہ نظریہ پیش کیا کہ زمین

کے بجائے سورج نظامِ شمسی کا مرکز ہے اور باقی تمام سیارے بشمول زمین اس کے گرد گھوم رہے ہیں۔

1609ء میں جرمن نژاد سائنسدان "جوہانس کپلر" کی (Astronomia Nova) نامی کتاب شائع ہوئی۔ جس میں یہ بات بتائی گئی کہ نہ صرف تمام سیارے بیضوی مدار میں سورج کے گرد گھومتے ہیں بلکہ وہ اپنے محور کے گرد بھی غیر متوازن رفتار کے ساتھ گھومتے ہیں۔ اس علم کی بدولت یورپی سائنسدانوں کے لئے یہ ممکن ہوا کہ وہ نظام شمسی کی اصل ماہیت کو جان سکیں اور دن رات کی ترتیب سے آگہی حاصل کر سکیں۔ ان دریافتوں کے بعد یہ خیال کیا جانے لگا کہ سورج ساکن ہے اور زمین کی طرح اپنے محور پر حرکت نہیں کرتا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں یہ غلط مفروضہ اپنے اسکول کے ایام میں پڑھتا آیا ہوں۔ اس بارے میں قرآن کہتا ہے:

"وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ○
كُلٌّ فِىْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ○"

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 17، سورۃ نمبر 21 (الانبیاء)، آیت نمبر 33)

"اور اللہ وہی ہے جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو پیدا کیا۔ ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے مدار میں تیر رہا ہے۔"

مابعد والی آیت میں مذکور صیغہ فعل مضارع "یسبحون" سبح سے بنا ہے۔ یہ اپنے معنی میں کسی متحرک جسم سے اخذ کردہ حرکت کا تصور رکھتا ہے۔ اگر اس کو زمین پر کھڑے کسی آدمی کیلئے استعمال کیا جائے تو اس کا معنی یہ نہیں ہوگا کہ وہ تیر رہا ہے یا لڑھک رہا ہے، بلکہ یہ بتائے گا کہ وہ چل یا دوڑ رہا ہے۔ اگر اس کا استعمال پانی میں کسی شخصیت کیلئے کیا جائے تو اس کا معنی یہ نہیں ہوگا کہ وہ بہہ رہا ہے بلکہ یہ توضیح ہے کہ اس معنی کی کہ وہ آدمی تیر رہا ہے۔

بہر حال اگر ''یسبح'' کسی فلکی جسم کیلئے استعمال کیا جائے یعنی سورج اور چاند وغیرہ کے لیے تو اس کا معنی محض یہ نہیں ہوگا کہ ''وہ خلا میں حرکت کر رہا ہے۔'' بلکہ اس کا یہ مطلب بھی ہوگا کہ وہ خلا میں حرکت کے ساتھ ساتھ اپنے محور پر بھی گردش کر رہا ہے۔ عصر حاضر میں زیادہ تر سائنس کی درسی کتب میں اب اس حقیقت کو نصاب میں شامل کر لیا گیا ہے کہ سورج اپنے محور کے گرد گھومتا ہے۔ سورج کی اپنی محور کے گرد گردش کو ایسے سازوسامان کی مدد سے ثابت کیا جا سکتا ہے جو سورج کے عکس و میز کو سطح پر ڈال سکتا ہو۔ اس طرح ہر آدمی وہ جو آنکھوں سے محروم نہیں ہے سورج کے عکس کو بآسانی دیکھ سکتا ہے۔ علماء سائنس یہ جانتے ہیں کہ سورج میں دھبے ہیں جو کہ پچیس (25) دنوں میں اپنا چکر مکمل کرتے ہیں یعنی کہ سورج تقریباً پچیس (25) دنوں میں اپنے محور کے گرد چکر کی تکمیل کر لیتا ہے۔ سورج خلا میں ایک اندازے کے مطابق دو سو چالیس (240) کلو میٹر فی سیکنڈ کی تیز ترین رفتار سے سفر کرتا رہتا ہے اور تقریباً دو سو (200) ملین سالوں میں ہماری کہکشاں کے گرد چکر مکمل کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔!

''لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ۝

(القرآن المجید، پارہ نمبر 23، سورۃ نمبر 36 (یٰسین)، آیت نمبر 40)

''سورج کی یہ مجال نہیں کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات ہی دن سے پہلے آسکتی ہے اور سب اپنے اپنے دائرے میں تیر رہے ہیں۔''

مذکورہ آیت ایک حقیقتِ ثابتہ کو سامنے لاتی ہے جو کہ صرف کچھ عرصہ پہلے جدید فلکیات کے مطالعے سے سامنے آئی۔ وہ حقیقت یہ ہے کہ ''سورج اور چاند کے الگ الگ خاص مدار ہیں اور خلا میں ان کا سفر بھی مخصوص راستوں پر ہے۔

جس طرف سورج اپنے نظامِ شمسی سمیت سفر کر رہا ہے جدید فلکیات نے وہ مخصوص راہ ڈھونڈ نکالی ہے۔ اس کو Solar Apex کے نام سے جانا جاتا ہے۔ حقیقت مسلمہ ہے کہ پورا نظام شمسی خلا میں اس سمت رواں دواں ہے جو کہ Constellaction of Hercules میں واقع ہے۔ جس کا اصل اور مخصوص مقام عصر حاضر میں معلوم کر لیا گیا ہے۔

چاند اپنے محور کے گرد چکر مکمل کرنے میں اتنا وقت صرف کرتا ہے جتنا وقت وہ زمین کے گرد چکر لگانے میں صرف کرتا ہے۔ چاند تقریباً ساڑھے انتیس دن میں اپنے مدار کے گرد ایک چکر تکمیل کرتا ہے۔ کوئی بھی انسان آیات قرآنیہ کی اس درست سائنسی توجیہات پر حیران ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کیا ہمیں اس سوال میں غور نہیں کرنا چاہیے کہ قرآن میں بیان کئے گئے علم کا ماخذ کیا ہے۔؟

سورج کی تباہی:

(TheSun Will Extinguish)

جدید سائنس کے مطابق آفتاب کی روشنی کا وجود اس کیمیاوی عمل کی وجہ سے ہے جو کہ گزشتہ پانچ ارب سالوں سے سورج میں مسلسل ہو رہا ہے۔ یہ کیماوی عمل کسی بھی وقت دم توڑ سکتا ہے۔ جس کے ختم ہوتے ہی سورج کی روشنی بھی ختم ہو جائے گی اور جب سورج بجھ جائے گا تو زمین پر زندگی کو مٹا ڈالے گا۔ قرآن سورج کے فانی ہونے کی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے کہتا ہے۔!

"وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ○"

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 23، سورۃ نمبر 36 (یٰسین)، آیت نمبر 38)

''اور سورج اپنے مقررہ راہ پر چل رہا ہے یہ مقرر کردہ ہے غالب
ودانائی والے کا۔''

مذکورہ حقیقت کو قرآن مجید کی سورۃ رعد آیت نمبر 2، سورۃ فاطر آیت نمبر 13، سورۃ الزمر آیت نمبر 5 اور سورۃ الزمر آیت نمبر 21 میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ یہاں استعمال کیا گیا عربی لفظ ''مستقر'' ہے جس کا معنی ہے ''ایک مقررہ جگہ یا وقت۔'' بہر حال قرآن مجید فرماتا ہے کہ سورج ایک مقررہ سمت میں رواں دواں ہے اور سورج ایسا پہلے سے مقرر کردہ وقت تک کرتا رہے گا یہاں تک کہ ختم نہیں ہو جاتا یا بجھ نہیں جاتا۔

بین النجوم مادہ:

(Insterstellar Matter)

عصر گزشتہ میں یہ خیال عام تھا کہ منظم فلکیاتی نظام کے باہر صرف خلا (Vaccum) ہے۔ پھر فلکی طبیعات کے ماہرین اپنی انتھک کوششوں سے بعد ازاں اس درمیانی خلا میں ''مادے کے پل'' دریافت میں کامیاب ہو گئے۔ مادے کے یہ پل ''پلازما'' کہلاتے ہیں اور یہ مکمل (Ionized) گیس پر مشتمل ہیں جن میں کہ Electrons اور Protons کی تعداد یکساں ہے۔ پلازما کو بعض اوقات مادے کی (تین دوسری حالتوں یعنی Solid, Liqued, Gas کے علاوہ) چوتھی حالت تصور کیا جاتا ہے۔

کتاب اللہ (قرآن مجید) اس آیت میں ستاروں کے درمیان موجود مادے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتی ہے۔!

''اَلَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَھُمَا''

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 19، سورۃ نمبر 25 (الفرقان)، آیت نمبر 59)

''اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور اس کو بھی پیدا کیا جو ان دونوں کے درمیان ہے۔''

کسی بھی ذی عقل آدمی کے لیے یہ بات ضرور قابل تعجب ہوگی کہ آج سے سوا چودہ سو سال قبل کسی کو اس بین النجوم فلکیاتی مادے سے آگاہی حاصل رہی ہوگی۔

پھیلتی ہوئی کائنات:

(The Expanding Universe)

1925ء میں امریکی ماہر فلکیات Edwin Hubble نے اس بات کا مشاہداتی ثبوت مہیا کیا کہ کہکشاؤں کے درمیان فاصلہ بڑھتا جا رہا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ کائنات پھیل رہی ہے۔ کائنات کا پھیلنا عصر حاضر میں ایک واضح ترین سائنسی حقیقت ہے اور یہی وہ بات ہے جو کائنات کی کیفیت کے بارے میں قرآن مجید بیان کرتا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔!

''وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ''

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 27، سورۃ نمبر 51 (الذریت)، آیت نمبر 47)

''اور ہم نے آسمان کو قوت کے ساتھ بنایا اور بیشک ہم وسیع القدرت ہیں۔''

''موسعون'' کا درست ترجمہ ''پھیلا رہے ہیں'' ہی بنتا ہے اور یقیناً یہ پھیلتی ہوئی کائنات کی طرف اشارہ ہے۔

ماہر فلکیات اور عظیم سائنسدان ''سٹیفن ہاکنگ'' اپنی کتاب "A Brief History of Time" میں کہتا ہے۔!

''یہ دریافت کہ کائنات پھیل رہی ہے، یہ بیسوی صدی میں ایک عظیم ذہنی انقلاب تھا۔''

کتاب اللہ (قرآن مجید) کائنات کے پھیلاؤ کے عمل کو اس وقت بیان کر رہا ہے جب انسان نے دوربین بھی ایجاد نہ کی تھی۔

کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ قرآن میں موجود فلکیاتی حقائق Astromical Facts) حیران کن نہیں کیونکہ عرب فلکیات میں کافی ماہر تھے۔ وہ عربوں کے فلکیات میں ماہر ہونے کی حد تک صحیح ہیں لیکن وہ اس بات کو محسوس کرنے میں ناکام رہے ہیں کہ عربوں کے فلکیات میں ترقی کرنے سے صدیوں پہلے قرآن نازل ہو چکا تھا۔ اس کے علاوہ اوپر بیان کئے گئے سائنسی حقائق مثلاً: ''بگ بینگ کا نظر'' یہ عربوں کو معلوم نہ تھا حالانکہ وہ اس وقت سائنسی ترقی کے عروج پر تھے۔ لہٰذا یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن میں بیان کئے گئے حقائق قطعاً عربوں کے فلکیات میں ترقی یافتہ ہونے کی وجہ سے نہیں ہیں۔ حقیقت میں اس کا الٹ درست ہے، یعنی کہ انہوں نے فلکیات میں ترقی کی کیونکہ نجوم وفلکیات کو قرآن میں اہم مقام حاصل ہے۔

طبیعات
(PHYSICS)

ایٹموں کی تقسیم:
(Atoms can be Divided):

عصر سابقہ میں ''ایٹم کی تھیوری'' نے بڑی شہرت حاصل کی اور ہر جگہ و ہر ملک میں مقبول عام ہوئی ۔ یہ نظریہ اصل میں یونانیوں نے پیش کیا تھا۔ Democrites اس تھیوری کو پیش کرنے والا تھا جو تیئیس (23) صدیاں پہلے گزرا ہے۔ Democrities اور وہ لوگ جو اس کے بعد آئے انہوں نے یہ مفروضہ قائم کرلیا تھا کہ مادے کی سب سے چھوٹی اکائی (یونٹ) ایٹم ہے۔ عرب بھی اس خیال سے متفق رہے۔

عربی لفظ ''ذرہ'' کا مشہور اور عام فہم مطلب ''ایٹم'' ہی ہے۔ حال ہی میں عصری سائنسی تحقیق سے یہ بات دریافت کی گئی ہے کہ ایٹم کو بھی توڑا جاسکتا ہے، یعنی کہ بیسویں صدی عیسوی میں آکر یہ ثابت ہوا کہ ایٹم کو بھی تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ چودہ سو پچیس سال (1425) سال قبل عربوں کے لئے یہ نظریہ کافی عجیب وغریب تھا۔ ان کے لئے ذرہ وہ حد بندی تھی جس سے آگے کی رسائی ممکن نہ تھی۔

کتاب اللہ کی ایک آیت سابقہ عربوں اور یونانیوں کے اس مفروضے کی نفی

کرتی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔!

"وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ عٰلِمِ الْغَيْبِ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَا اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَا اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ o"

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 22، سورۃ نمبر 34 (سبا)، آیت نمبر 3)

"اور کافر کہتے ہیں کہ ہم پر قیامت نہیں آئے گی، اے محبوب ﷺ آپ فرما دیں ہاں! میرے رب کی قسم! وہ قیامت تم پر ضرور آئے گی اور وہ غیب کا جاننے والا ہے، اس سے ایک ذرہ کے برابر چیز بھی پوشیدہ نہیں، آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہ چھوٹا اس سے اور نہ بڑا مگر (سب کچھ) روشن کتاب میں ہے۔"

یہی بات قرآن مجید کی سورۃ یونس آیت نمبر 61 میں بھی موجود ہے۔ مذکورہ بالا آیت اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ اللہ جل جلالہ سائنس پر بھی قادر ہے۔ اس کا علم چھپی ہوئی، ظاہری بلکہ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے چاہے وہ چیز ایٹم سے بڑی ہو یا چھوٹی۔ لہٰذا یہ آیت واضح طور پر یہ بتاتی ہے کہ یہ ممکن ہے کہ ایٹم سے چھوٹی بھی کوئی چیز ہو، حالانکہ یہ حقیقت سائنس کو عصر حاضر میں معلوم ہوئی لیکن قرآن یہ حقیقت چودہ سو پچیس سال پہلے بیان کر رہا ہے۔

۞ ۞ ۞

علمُ الماء
(HYDROLOGY)

آبی چکر:
(Water Cycle)

1580ء میں Bernard Palissy وہ پہلا شخص تھا جس نے موجودہ آبی چکر (Water Cycle) کا تصور پیش کیا۔ اس نے یہ نظریہ پیش کیا کہ کیسے سمندر وغیرہ کا پانی بخارات میں تبدیل ہوتا ہے اور ٹھنڈا ہو کر بادلوں کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ بادل جہاں سے بنتے ہیں وہاں سے خشکی کی طرف رواں ہوتے ہیں۔ یہ پانی ندیوں اور جھیلوں کی صورت میں اکٹھا ہوتا ہے اور پھر واپس سمندروں میں جا گرتا ہے۔ اس طرح یہ آبی چکر (Water Cycle) مسلسل جاری رہتا ہے۔ ساتویں صدی قبل از مسیح یونانی فلسفی "Thales" کا یہ کہنا تھا کہ سمندروں کی سطح پر موجود پھوار کو آندھیاں زمین پر لا پھینکتی ہیں اور اس طرح بارش ہوتی ہے۔

عہد سابقہ میں لوگ زمین کے اندر پانی کے منبع سے ناواقف تھے۔ ان کا یہی خیال تھا کہ سمندروں کا پانی براعظم کے اندرونی حصوں پر آندھی کے تھپیڑوں کے ذریعے پہنچتا ہے۔ ان کا یہ بھی نظریہ تھا کہ پانی ایک خفیہ راستے سے یا کہ تحت الثریٰ سے آتا ہے۔ سمندر سے منسلک یہ تصوراتی راستہ افلاطون کے زمانے سے

(Tartorus) کے نام سے جانا جاتا تھا۔حتیٰ کہ اٹھارویں صدی عیسوی کا ایک عظیم فلاسفر Descartes بھی انہی خیالات کا حامل تھا۔ارسطو کا نظریہ تو انیسویں صدی عیسوی تک مسلمہ رہا۔وہ نظریہ یہ تھا کہ پانی پہاڑوں کے ٹھنڈے غاروں میں تکثیف (Condensation) کے عمل سے گزرتا ہے اور زمین کے نیچے جھیلیں بناتا ہے جو کہ بعد میں چشموں کی صورت میں ابھرتی ہیں۔''

اب ہم جان چکے ہیں کہ بارش کا وہ پانی جو دراڑوں اور مساموں سے رینگ کر زمین کے نیچے پہنچتا ہے وہ اس کا باعث بنتا ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔!

''اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِى الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ''

(القرآن المجید، پارہ نمبر 23، سورۃ نمبر 39 (الزمر)، آیت نمبر 21)

''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے پانی نازل کیا آسمانوں سے پھر اسے چشمے (بنا کر) زمین میں چلایا پھر وہی اللہ اس سے مختلف رنگوں کی کھیتی نکالتا ہے۔''

اور فرمایا:

''وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَيُحْيِ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ٥''

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 21، سورۃ نمبر 30 (روم)، آیت نمبر 24)

''اور وہی نازل کرتا ہے آسمان سے پانی پھر پانی سے زمین کو زندہ کرتا ہے اس کے مرنے کے بعد، بیشک اس میں نشانیاں ہیں عقل والی قوم کے لیے۔''

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے۔!

"وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِى الْاَرْضِ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ٥"

(القرآن المجید، پارہ نمبر 18، سورۃ نمبر 23 (المومنون)، آیت نمبر 18)

"اور ہم ہی نے آسمان سے پانی نازل کیا ایک مقررہ اندازہ کے ساتھ، پھر ہم نے اس کو زمین میں ٹھہرا دیا اور بیشک ہم اس کو لے جانے (ختم کردینے) پر (بھی) قادر ہیں۔"

یقیناً قرآن مجید کے علاوہ کوئی اور کتاب آپ کو نہیں ملے گی جو آج سے چودہ سو تیس سال قبل "واٹر سائیکل" کی مکمل وضاحت کرتی ہو۔

عملِ تبخیر:

(Evaporation):

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔!

"وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ٥"

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 30، سورۃ نمبر 86 (الطارق)، آیت نمبر 11)

"آسمان کی قسم! جو مینہ (پانی) برساتا ہے۔"

ہوائیں بادلوں کو بار آور کرتی ہیں:

(Winds Impregnate Clouds):

ارشاد ربانی ہے۔!

"وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً

فَاَسۡقَیۡنٰکُمُوۡہُ"

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 14، سورۃ نمبر 15 (الحجر)، آیت نمبر 22)

"اور ہم ہی نے تو ہوائیں بھیجیں (پانی سے) بھری ہوائیں، پھر ہم ہی نے تو آسمان سے پانی نازل کیا پھر وہ ہم نے تمہیں پلایا۔"

یہاں "لواقح"، "لقح" کی جمع ہے اور لاقحہ سے مشتق (بنا ہوا) ہے جس کے معنی بار آور کرنے کے ہے۔ آیت میں بیان کی مناسبت کے لحاظ سے اس بار آور کرنے سے مراد یہ ہے کہ ہوائیں بادلوں کو دھکیلتی ہوئی تکثیف (Condensation) کے عمل کو بڑھاتی ہیں اور تکثیف کا عمل گرج، چمک اور آخرکار بارش کا موجب بنتا ہے۔ یہی بیان ہمیں قرآن پاک کی اس آیت سے بھی ملتا ہے۔ فرمان الٰہی ہے۔!

"اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یُزۡجِیۡ سَحَابًا ثُمَّ یُؤَلِّفُ بَیۡنَہٗ ثُمَّ یَجۡعَلُہٗ رُکَامًا فَتَرَی الۡوَدۡقَ یَخۡرُجُ مِنۡ خِلٰلِہٖ وَ یُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ جِبَالٍ فِیۡہَا مِنۡۢ بَرَدٍ فَیُصِیۡبُ بِہٖ مَنۡ یَّشَآءُ وَ یَصۡرِفُہٗ عَنۡ مَّنۡ یَّشَآءُ ؕ یَکَادُ سَنَا بَرۡقِہٖ یَذۡہَبُ بِالۡاَبۡصَارِ ؕ"

(القرآن المجید، پارہ نمبر 18، سورۃ نمبر 24 (النور)، آیت نمبر 43)

"کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ بادلوں کو چلاتا ہے پھر انہیں آپس میں ملاتا ہے پھر وہ انہیں تہہ بہ تہہ کر دیتا ہے، پھر آپ دیکھتے ہیں کہ ان کے درمیان سے بارش نکلتی ہے اور وہ آسمانوں (میں جو اولوں کے) پہاڑ ہیں ان سے اتارتا ہے اولے۔ پھر وہ

جس پر چاہے اسے ڈال دیتا ہے، اور جس سے چاہے وہ اسے پھیر دیتا ہے، قریب ہے کہ اس کی بجلی کی چمک آنکھوں (کی دیکھنے کی قوت کو) لے جائے۔"

مزید برآں ایک اور ارشاد ربانی سنیئے۔!

"اَللّٰهُ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَیَبْسُطُهٗ فِی السَّمَآءِ كَیْفَ یَشَآءُ وَیَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ اِذَا هُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ ○"

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 21، سورۃ نمبر 30 (روم)، آیت نمبر 48)

"اللہ وہ ہے جو ہوائیں بھیجتا ہے تو وہ بادلوں کو ابھارتی ہیں پھر وہ بادلوں کو پھیلاتا ہے آسمان میں جیسے وہ چاہتا ہے اور وہ بنا دیتا ہے بادل کو ٹکڑے ٹکڑے پھر تو دیکھے کہ اس سے مینہ نکلتا ہے پھر وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے وہ پہنچا دیتا ہے، تو وہ اچانک خوشیاں منانے لگتے ہیں۔"

"وَهُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًاۢ بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ○"

"اللہ وہی ہے جو ہوائیں بھیجتا ہے اپنی رحمت (بارش) سے پہلے حتیٰ کہ جب وہ بھاری بادل اٹھا لائیں تو ہم نے انہیں کسی مردہ شہر کی طرف ہانک دیا پھر اس سے پانی نازل کیا پھر ہم نے

نکالے اس سے ہر قسم کے پھل، اسی طرح ہم مردوں کو نکالیں گے تاکہ تم غور کرو۔o''

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 8، سورۃ نمبر 7 (الاعراف)، آیت 57)

''اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌ ۢبِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا''

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 13، سورۃ نمبر 13 (الرعد)، آیت نمبر 17)

''اسی اللہ نے آسمانوں سے پانی اتارا، پس بہہ پڑے ندی نالے اپنے اپنے انداز سے پھر اٹھایا (اوپر لے آیا) نالہ پھولا ہوا جھاگ۔''

''وَهُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا o لِّنُحْيِۦَ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا وَّنُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِيَّ كَثِيْرًا o

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 18، سورۃ نمبر 25 (الفرقان)، آیت 48-49)

''اور اللہ وہی ہے جس نے اپنی رحمت (بارش) کے آگے ہوائیں خوشخبری (کے لیے) بھیجیں اور ہم نے آسمان سے پاک پانی نازل کیا تاکہ ہم اس سے مردہ شہر کو زندہ کر دیں اور ہم اس سے پلائیں ان کو جو ہم نے پیدا کیے ہیں کثیر چوپائے اور آدمی۔o''

''وَاللّٰهُ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَحْيَيْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ o''

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 22، سورۃ نمبر 35 (فاطر)، آیت نمبر 9)

''اور اللہ وہی ہے جس نے بھیجا ہواؤں کو پھر وہ بادلوں کو اٹھاتی ہیں پھر ہم اس کو مردہ شہر کی طرف لے گئے پھر ہم نے اس سے زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کیا اسی طرح (مردوں کو روز حشر) جی اٹھنا ہے۔''

''وَجَعَلْنَا فِيهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيلٍ وَّأَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيهَا مِنَ الْعُيُونِ''

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 22، سورۃ نمبر 36 (یٰسین)، آیت نمبر 34)

''اور ہم نے زمین میں باغات بنائے کھجور اور انگور کے اور ہم نے ہی تو زمین میں چشمے جاری کیے۔''

''وَمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُونَ۝''

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 25، سورۃ نمبر 45 (الجاثیہ)، آیت نمبر 5)

''اور جو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے نازل کیا پھر اس سے زندہ کیا زمین کو اس کے مرنے (خشک ہونے) کے بعد اور ہواؤں کی گردش میں عقل والی قوم کے لیے نشانیاں ہیں۔۝''

''وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَأَنْبَتْنَا بِهِ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيدِ۝ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيدٌ۝ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ وَأَحْيَيْنَا بِهِ بَلْدَةً مَّيْتًا كَذٰلِكَ الْخُرُوجُ۝''

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 26، سورۃ نمبر 50 (قٓ)، آیت نمبر 9-10-11)

''اور ہم ہی نے آسمان سے برکت والا پانی نازل کیا پھر ہم نے اس سے باغات اور کھیتی کا غلہ اور بلند و بالا کھجور کے درخت

اُگائے، جن کے خوشے تہ بہ ہیں، بندوں کے لیے بطور رزق اور ہم نے اس سے مردہ زمین کو زندہ کیا اسی طرح (قبر سے) نکلنا ہوگا۔"

"اَفَرَئَیْتُمُ الْمَآءَ الَّذِیْ تَشْرَبُوْنَ ٥ ءَ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ٥ لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ٥"

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 27، سورۃ نمبر 56 (الواقعہ)، آیت 68-69-70)

"کیا تم دیکھتے ہو وہ پانی جو تم پیتے ہو۔ کیا تم نے اسے بادل سے نازل کیا یا ہم نازل کرنے والے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو ہم اسے بدذائقہ کر دیں پس تم کیوں شکر نہیں کرتے۔؟"

۞ ۞ ۞

ارضیات
(GEOLOGY)

پہاڑ زمین کی میخیں ہیں:
:(Mountains are like Tent Pags)

ارضیات میں بل پڑنے (Folding) کا عمل حال ہی میں دریافت ہوا ہے۔ بل پڑنے کی ہی وجہ سے پہاڑی سلسلے وجود میں آتے ہیں۔ زمین کی جس سطح پر ہم رہتے ہیں اسے زمین کی بالائی سطح کہتے ہیں۔ یہ ایک ٹھوس خول کی مانند ہے جبکہ اندرونی تہیں گرم مائع کی حالت میں ہیں۔ لہٰذا وہاں زندگی کا تصور کسی صورت ممکن نہیں۔ ماہرین ارضیات یہ بھی جانتے ہیں کہ پہاڑوں کا استحکام بل پڑنے کے عمل کی وجہ ہی سے ہے کیونکہ یہ بل ہی ہیں جو کہ پہاڑوں کو بنیاد فراہم کرتے ہیں۔

ماہرین ارضیات کا کہنا ہے کہ زمین کا نصف قطر (Radius) تقریباً 6035 KM ہے اور قشر ارض (Crust) یعنی وہ سطح جس پر ہم رہتے ہیں بہت باریک ہے تقریباً 2 km to 35 km کے درمیان اب چونکہ (Crust) بہت پتلی ہے۔ لہٰذا اس کے ڈگمگانے کے بہت زیادہ امکانات ہیں۔ پہاڑ ان مشکلات پر قابو پانے کیلئے خیموں کے کیل کی مثل ہیں یعنی یہ قشر ارض (Crust) کو سنبھالے ہوئے ہیں اور اسے استحکام دیتے ہیں۔

چنانچہ قرآن اس حقیقت کو واضح کرتے ہوئے کہتا ہے۔!

''اَلَمۡ نَجۡعَلِ الۡاَرۡضَ مِهٰدًاo وَّالۡجِبَالَ اَوۡتَادًاo''

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 30، سورۃ نمبر 78 (النباء)، آیت نمبر 6-7)

''کیا ہم نے زمین کو بچھونا اور پہاڑوں کو میخیں نہیں بنایا۔؟o''

آیت سابق میں ''اوتاد'' کا لفظ ہے جس کے معنی ایسی کیل یا میخ کے ہیں۔ جیسے میخیں خیمہ کو نصب کرنے کیلئے استعمال کی جاتی ہیں یعنی یہ ارضیاتی تہوں کے لئے بنیاد کا کام کرتے ہیں۔

"Earth" کے عنوان سے بنیادی معلومات پر ارضیات کی کتاب دنیا کی بہت سی یونیورسٹیز میں پڑھائی جاتی ہے۔ اس کتاب کے مصنفین میں سے ایک ''ڈاکٹر فرینک پریس'' ہیں جو کہ امریکہ میں اکیڈمی آف سائنس کے 12 سال صدر رہے اور امریکہ کے سابق صدر جمی کارٹر کے سائنسی مشیر بھی تھے۔ اس کتاب میں وہ لکھتے ہیں۔!

''پہاڑ جو کلہاڑی کے پھل (Wedge Shape) کی طرح ہیں، ان کی جڑیں زمین میں دور دور تک پھیلی ہوئی ہیں اور جو حصہ ہمیں نظر آتا ہے وہ اس کا بہت چھوٹا جز ہوتا ہے۔''

ڈاکٹر پریس کے بقول پہاڑ قشر ارض (Earth Crust) کی پائیداری اور اس کے استحکام میں نہایت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

قرآن پاک واضح الفاظ میں پہاڑوں کے مقصد کو بیان کرتا ہے کہ وہ زمین کو لڑکھڑانے سے بچاتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔!

''وَجَعَلۡنَا فِی الۡاَرۡضِ رَوَاسِیَ اَنۡ تَمِیۡدَ بِهِمۡ''

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 17، سورۃ نمبر 21 (الانبیاء)، آیت نمبر 31)

''اور ہم نے زمین میں پہاڑ بنائے تا کہ زمین جھکے نہ۔''

یہی حقیقت قرآن کریم کی سورۃ لقمان آیت نمبر 10 اور سورۃ النحل کی آیت نمبر 16 میں واضح کی گئی ہے۔

معلوم ہوا کہ قرآنی حقیقتیں جدید ارضیاتی مطالعوں سے مکمل میل کھاتی ہیں۔

پہاڑ مضبوطی کیساتھ جمے ہوئے ہیں:

:(Mountain Firmly Fixed)

زمین کی سطح بہت سے ٹھوس ٹکڑوں کی صورت میں بکھری ہوئی ہے جو کہ کم و بیش 100 km کا حجم رکھتے ہیں۔ یہ تہیں (Aesthenesphere) نامی نیم پگھلے مادے پر تیرتی ہیں۔ پہاڑ ان ٹکڑوں کی حدود پر وجود میں آتے ہیں۔

قشر ارض سمندروں کے نیچے تقریباً 5 km موٹی ہے اور براعظمی علاقوں میں تقریباً 35km موٹی ہے اور 80km موٹی تہہ پہاڑی سلسلوں میں ہے۔ یہ وہ مضبوط بنیادیں ہیں جن پر پہاڑ مضبوطی سے جمے ہوئے ہیں۔ قرآن مجید پہاڑوں کی مضبوط بنیادوں سے متعلق فرماتا ہے۔!

''وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَاo''

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 30، سورۃ نمبر 79 (النزعت)، آیت نمبر 32)

''اور پہاڑوں کا بوجھ اس پر رکھ دیا گیا۔''

اسی حقیقت کو قرآن مجید کی دوسری سورۃ الغاشیہ آیت نمبر 19 میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

بہرحال یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن اور جدید ارضیاتی دریافتوں کی آپس میں ناقابل یقین حد تک مماثلت ہے۔

علم البحر
(OCEANOLOGY)

میٹھے اور نمکین پانی کے درمیان حد بندی:
(Barrier between Seet and Salt Waters):

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔!

"مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ٥ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ٥"

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 27، سورۃ نمبر 55 (الرحمٰن)، آیت نمبر 19-20)

"اسی اللہ نے دو دریا جاری کیے جو آپس میں ملتے ہیں۔ دونوں میں ایک آڑ ہے کہ (اس سے) تجاوز نہیں کر سکتے۔ ٥"

عربی میں "برزخ" کے معنی "آڑ، حد بندی یا علیحدگی" کے ہیں۔ یہ حد بندی بہر حال جسمانی اور ظاہری طور پر نہیں ہے۔ عربی لفظ "مرض" کا مطلب ہے کہ وہ دونوں آپس میں ملے ہوئے اور ہم آمیز ہیں۔ قدیم مفسرینِ قرآن پانی کے متعلق دو متضاد معنوں کی وضاحت سے قاصر تھے یہ کہ وہ چلتے ہیں اور مدغم بھی ہوتے ہیں اور ان کے درمیان ایک آڑ بھی قائم ہے۔ لیکن آج عصری سائنس تحقیق سے یہ بات سامنے آ گئی کہ دو سمندر جہاں پر ملتے ہیں وہاں ان کے درمیان ایک حد بندی قائم رہتی ہے۔ یہ حد بندی دونوں سمندروں کو اپنا انفرادی درجۂ حرارت، کھاری پن اور

کثافت (Density) قائم رکھنے میں معاونت فراہم کرتی ہے۔ ماہرینِ بحریات اب بہرطور اس آیت کی تشریح کر سکتے ہیں۔ جہاں بھی دو سمندر ایک دوسرے سے ملتے ہیں وہاں ہمیشہ ایک غیر مرئی ترچھی آڑ درمیان میں موجود رہتی ہے لیکن جب ایک سمندر کا پانی دوسرے سمندر میں داخل ہوتا ہے تو اپنی انفرادی خصوصیات کھو بیٹھتا ہے اور دوسرے پانی میں حل پذیر ہو جاتا ہے اور دوسری طرف کے پانی سے ہم رنگ ہو جاتا ہے۔ ایک طرح سے یہ آڑ دونوں پانیوں کیلئے بطور ہم آہنگ کرنے والے عبوری خطے کا کام کرتی ہے۔

یہ قدرتی عمل درج ذیل قرآنی آیات سے بھی واضح ہے جس میں ارشاد ربانی ہے۔!

"وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا"

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 20، سورۃ نمبر 27 (النمل)، آیت نمبر 61)

"اور اس نے دو دریاؤں کے درمیان آڑ (حد فاصل) بنائی۔"

یہی ترچھے اور میٹھے پانی والا منظر مختلف جگہوں پر دیکھنے پر ملتا ہے جس میں جبرالٹر (جو جبل الطارق کے نام سے مشہور ہے) کے مقام پر بحیرۂ روم (Mediteranean Sea) اور بحر اوقیانوس (Atlantic Ocean) کے ملاپ کا مقام نمایاں ہے۔ ایک سفید پٹی جنوبی افریقہ کیپ ٹاؤن کے مقام پر بھی دیکھی جا سکتی ہے جہاں بحر اوقیانوس اور بحر ہند آپس میں ملتے ہیں لیکن جب قرآن پاک سادہ اور نمکین پانی کے تقسیم کے متعلق بولتا ہے تو وہ آڑ کے ساتھ ایک مانع رکاوٹ کی موجودگی کا بھی بیان کرتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔!

"وَهُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هَٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَهَٰذَا
مِلْحٌ أُجَاجٌ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَحِجْرًا

مَّحْجُوْرًا ٥“

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 19، سورۃ نمبر 25 (الفرقان)، آیت نمبر 53)

”اور معبود وہی تو ہے جس نے دو دریاؤں کو ملا دیا، ایک کا پانی شیریں ہے اور دوسرے کا کھاری اور دونوں کے درمیان پردہ اور مضبوط آڑ بنادی۔“

عصری سائنس نے اس بات کا اظہار کیا ہے کہ یہ وہ مقام ہے جہاں دریا سمندر میں گرتا ہے یعنی نمکین اور میٹھا پانی ملتا ہے وہ جگہ اس مقام سے یکسر مختلف ہے جہاں دو نمکین سمندروں کی لہریں آپس میں ملتی ہیں۔ سائنس یہ بھی دریافت کرچکی ہے کہ وہ مقامات جہاں پر دریا سمندروں میں گرتے ہیں وہاں ایک خاص ”پکنو کلائن زون“ (Pycnocline Zone) پایا جاتا ہے۔ اس مقام پر پانی کی شوریت، تازہ اور نمکین پانی دونوں سے مختلف ہوتی ہے۔ اس بیرئیر کا اپنا درجہ حرارت، نمکین پن اور انفرادی (Density) ہے۔

یہ مظہر کئی مقامات پر دیکھا گیا ہے جن میں سے اہم ترین مصر میں وہ مقام ہے جہاں دریائے نیل بحیرۂ روم میں گرتا ہے۔

قرآن مجید میں مذکور ان سائنسی مظاہر کی توثیق ”ڈاکٹر ولیم ہیے“ نے بھی کی ہے۔ وہ ایک مشہور بحری سائنسدان اور کولوریڈو یونیورسٹی میں ارضیاتی سائنس کے پروفیسر ہیں۔

سمندر کی گہرائی میں ظلمت:

(Darkness in Depths of Ocean):

پروفیسر ڈرگاراؤ (Durga Rao) علم ارض کے مشہورِ زمانہ ماہر ہیں اور

شاہ عبدالعزیز یونیورسٹی جدہ میں بھی پروفیسر تھے۔ان سے قرآن مجید کی ایک آیت کریمہ پر تبصرہ کرنے کیلئے کہا گیا۔وہ آیت کریمہ یہ ہے۔!

"اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِىْ بَحْرٍ لُّجِّىٍّ يَّغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ؕ اِذَاۤ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰٮهَا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ"

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 18، سورۃ نمبر 24 (النور)، آیت نمبر 40)

"(یا ان کے اعمال ایسے ہیں) جیسے گہرے دریا میں اندھیرے، جنہیں موج ڈھانپ لیتی ہے، اس موج کے اوپر دوسری موج، اس کے اوپر بادل، اندھیرے میں ایک پر دوسرا، جب وہ اپنا ہاتھ نکالے تو توقع نہیں کہ اسے دیکھ سکے اور جس کیلئے اللہ نور نہ بنائے اس کیلئے کوئی نور نہیں۔"

اس آیت کا تبصرہ کرتے ہوئے پروفیسر راؤ نے کہا!

"سائنسدان اب جدید آلات کی مدد سے اس بات کی تصدیق کرنے کے قابل ہوئے ہیں کہ سمندر کی گہرائیوں میں تاریکی ہے۔انسان پانی کے اندر بغیر کسی مدد کے 20 سے 30 میٹر سے زیادہ گہرائی تک غوطہ نہیں لگا سکتا اور سمندر کی زیادہ گہرائی والی جگہ میں 200 میٹر سے زائد گہرائی میں زندہ نہیں رہ سکتا۔مذکورہ بالا آیت تمام سمندروں کے بارے میں نہیں ہے کیونکہ تمام سمندروں کو اوپر تلے تہہ در تہہ بڑھتی ہوئی تاریکی کا حامل نہیں کہا جا سکتا۔یہ آیت خاص طور پر گہرے سمندر یا زیادہ گہرائی والے اور بھرے ہوئے سمندر کی طرف اشارہ کرتی ہے۔جیسا کہ قرآن مجید میں آتا ہے"وسیع گہرے سمندر میں تاریکی۔" گہرے سمندر کی یہ تاریکی دو وجوہات کی بنا پر ہے۔

وجہ اوّل: روشنی کی ایک لہر قوسِ وقزح میں نظر آنے والے سات رنگوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ یہ سات رنگ بنفشی (Violet)، بینگنی (Indigo)، نیلا (Blue)، سبز (Green)، پیلا (Yellow)، نارنجی (Orange) اور سرخ (Red) ہیں۔ جب روشنی کی شعاع پانی سے ٹکراتی ہے تو انعطاف (Refraction) کے عمل سے گزرتی ہے تو اوپر والا 10 سے 15 میٹر پانی سرخ رنگ کو جذب کر لیتا ہے اور اگر کوئی غوطہ خور 25 میٹر پانی کی گہرائی میں زخمی ہوتا ہے تو وہ اپنے خون کے سرخ رنگ کو نہیں دیکھ سکے گا کیونکہ سرخ رنگ اس گہرائی تک نہیں پہنچ سکتا۔ ایسے ہی نارنجی رنگ کی شعاعیں 30 میٹر سے 50 میٹر تک جذب ہو جاتی ہیں اور پیلی اور تیز بنفشی شعاعیں 200 میٹر کے اوپر ہی جذب ہو جاتی ہیں۔ ان رنگوں کے متواتر غائب ہو جانے سے سمندر تہہ در تہہ بتدریج تاریک سے تاریک تر ہوتا چلا جاتا ہے یعنی روشنی کی تہوں میں تاریکی واقع ہو جاتی ہے اور 1000 میٹر کی گہرائی سے نیچے مکمل تاریکی ہوتی ہے۔

(Oceans, Elder and Pernetta, Page: 27)

وجہ ثانی: سورج کی شعاعوں کو بادل جذب کر لیتے ہیں اور پھر ان شعاعوں کو بکھیرتے ہیں جو بادلوں کے نیچے تاریکی کی ایک تہہ کا باعث بنتا ہے۔ یہ تاریکی کی ابتدائی تہہ ہے۔ جب روشنی کی کرنیں سمندر کی سطح سے ٹکراتی ہیں تو لہروں کی سطح کو چمکدار بناتے ہوئے منعکس ہو جاتی ہیں لہٰذا یہ لہریں ہی ہیں جو روشنی کو منعکس کرتی ہیں اور تاریکی پیدا کرتی ہیں۔ منعکس نہ ہونے والی روشنی سمندر کی گہرائیوں میں اتر جاتی ہے۔ لہٰذا سمندر کے دو حصے ہوتے ہیں، روشنی اور حرارت والی سطح اور تاریکی سے ملی ہوئی گہرائی۔ سمندر

کی سطح لہروں کی وجہ سے سمندر کے گہرے حصے سے مزید جدا ہوئی ہوتی ہے۔

اندرونی لہریں سمندروں اور ابحار کے گہرے پانیوں کو ڈھانپتی ہیں کیونکہ گہرے پانی اپنے اوپر کے پانی کی نسبت زیادہ کثافت رکھتے ہیں۔ تاریکی اندر کی لہروں سے نیچے شروع ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ سمندر کی گہرائیوں میں مچھلیاں نہیں دیکھ سکتیں ان کے اپنے جسموں کی روشنی ہی ان کی روشنی کا ایک ذریعہ ہوتا ہے۔

قرآن پاک اس کو مناسب انداز میں بیان کرتا ہے:

''تاریکی وسیع سمندر کی گہرائی میں اوپر تلے کی موجوں سے ڈھکی ہوئی ہے۔''

دوسرے الفاظ میں یوں سمجھئے کہ ان لہروں کے اوپر کئی قسم کی لہریں ہیں، یہ وہ لہریں جو سطح سمندر پر پائی جاتی ہیں۔ قرآنی آیات میں آگے فرمایا گیا ہے۔!

''تاریک بادلوں سے ڈھکی ہوئی، تاریکی کی گہرائیاں ایک دوسرے کے اوپر۔''

جیسا کہ بتایا گیا ہے کہ بادل ایک آڑ ہے۔ ایک کے اوپر ایک مختلف سطحوں پر رنگ جذب کر کے مزید تاریکی کا باعث بنتے ہیں۔''

پروفیسر ڈرگاراؤ حتمی نتیجہ نکالتے ہوئے کہتے ہیں!

''چودہ سو سال پہلے وہ انسان (رسول اللہ ﷺ) اتنی تفصیلات کے ساتھ قدرت کے اس مظہر کو ہرگز بیان نہیں کر سکتا تھا، اس لیے یہ معلومات ضرور کسی مافوق الفطرت ذریعے سے ہی آئی ہوں گی۔''

(وڈیو ٹیپ میں ریکارڈ شدہ بیان بعنوان ''یہ ہے سچائی"(This is the Truth))

''وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا وَّكَانَ رَبُّكَ قَدِیْرًا''

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 19، سورۃ نمبر 25 (الفرقان)، آیت 54)

''اور اللہ وہی ہے جس نے پیدا کیا پانی سے انسان کو پھر بنایا اس کا نسب اور سسرال اور تیرا رب قدرت والا ہے۔''

کیا چودہ سو سال پہلے کوئی انسان یہ اندازہ لگا سکتا تھا کہ ہر چیز پانی سے بنی ہے؟ اور پھر یہ کہ اس قسم کا اندازہ قائم کرنا صحرائے عرب کے رہنے والے کسی شخص کیلئے قابلِ فہم ہو سکتا ہے جہاں ہمیشہ پانی کی قلت رہتی ہے۔؟

علم نباتات

(BOTANY)

پودوں کی جنس:

(Plants have Male and Female):

دورِ سابق میں انسان پودوں میں نر و مادہ کی جنسی تفریق سے ناآشنا تھا۔ لیکن جدید علم نباتات بتاتا ہے کہ پودوں میں بھی نر اور مادہ اصناف موجود ہیں۔ حتیٰ کہ وہ پودے جو کہ یک جنسی (Unisexual) ہیں ان کے اجزاء میں بھی نر اور مادہ ہیں۔ یہ حقیقت جو سائنس نے آج پیش کی ہے اسی حقیقت کو قرآن نے چودہ سو تیں سال سے بھی زیادہ عرصہ پہلے پیش کیا۔

چنانچہ ارشاد خداوندی ہے۔!

"وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى○"

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 16، سورۃ نمبر 20 (طٰہٰ)، آیت نمبر 53)

"اور اسی اللہ نے آسمان سے پانی نازل کیا پھر ہم نے اس سے نباتات کے مختلف جوڑے نکالے۔"

پھولوں کی جنس کا تصور:

(Fruits have Male and Female):

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔!

"وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ"

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 13، سورۃ نمبر 13 (الرعد)، آیت نمبر 3)

"اور ہر قسم کے پھل (پیدا کئے) اور اس میں دو دو قسم کے پھل بنائے۔"

تمام نمو یافتہ پودوں کی انتہائی صورت پھل کی صورت میں سامنے آتی ہے۔ پھل کی نمود سے پہلے پھول بننے کا مرحلہ آتا ہے جس میں نر اور مادہ پائے جاتے ہیں یعنی Stamens اور Ovules۔ جب زردانہ (Pollen) پھول تک پہنچ جاتا ہے تو یہ پھل لانے کا موجب بنتا ہے۔ پھل پک جانے کے بعد اپنے بیج پھیلا دیتا ہے، لہٰذا تمام پھلوں میں نر و مادہ پائے جاتے ہیں اور یہ حقیقت قرآن مجید میں بیان کی گئی ہے۔ بعض اقسام میں پھل غیر بار آور پھولوں (Parthenocarpic) سے نمود پاتے ہیں۔ مثلاً انناس، مالٹا، ناشپاتی، انگور وغیرہ، اس قسم کے پھلوں میں بھی صریح جنسی خصوصیات موجود ہوتی ہیں۔

ہر چیز کا جوڑا:

(Everything Made in Pairs)

قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے۔!

"وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ"

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 27، سورۃ نمبر 51 (الذریت)، آیت نمبر 49)

''اور ہر چیز کی ہم نے دو دو جنسیں بنائیں۔''

یہ آیت ''ہر چیز'' پر زور دے رہی ہے۔ انسان کے ساتھ ساتھ جانور، پودے اور پھل بھی اس میں شامل ہے۔ اس کا اشارہ بجلی کی طرف بھی ہو سکتا ہے جس میں ایٹم منفی اور مثبت (Electron and Proton) پر مشتمل ہے اور اس کے علاوہ بہت سی اشیاء جوڑوں کی صورت میں ہو سکتی ہیں۔

''سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ کُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ ''o

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 23، سورۃ نمبر 36 (یٰسین)، آیت نمبر 36)

''پاک ہے وہ ذات جس نے ہر چیز کے جوڑے تخلیق فرمائے اس (قبیل) سے جو زمین اگاتی ہے (نباتات) اور خود ان کی جانوں (انسانوں میں سے) اور ان میں سے جنہیں وہ (خود بھی) نہیں جانتے۔''

قرآن مجید خبر دے رہا ہے کہ ہر چیز جوڑے کی شکل میں پیدا کی گئی ہے۔ اس میں وہ اشیاء بھی شامل ہیں جن کا ابھی انسان کو علم نہیں اور ممکن ہے کہ مستقبل میں انسان ان اشیاء کو دریافت کر پائے۔

علمِ حیوانات

(ZOOLOGY)

جانوروں اور پرندوں کے گروہ:

:(Animals and Brids Live in Communities)

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔!

"وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُمْ"

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 7، سورۃ نمبر 6 (الانعام)، آیت 38)

"اور زمین میں کوئی جانور نہیں اور نہ کوئی پرندہ ہے جو اپنے دو پروں سے اڑتا ہے مگر (ان کی بھی) تمہاری طرح اُمتیں (گروہ) ہیں۔"

موجودہ تحقیق نے یہ ثابت کیا ہے کہ چرند و پرند گروہوں کی شکل میں رہتے ہیں۔ وہ منظم طریقے سے اکٹھے کام کرتے اور رہتے ہیں۔

پرندوں کی پرواز:

(Flight of Birds):

ارشادِ خداوندی ہے۔!

"اَلَمۡ یَرَوۡا اِلَی الطَّیۡرِ مُسَخَّرٰتٍ فِیۡ جَوِّ السَّمَآءِ مَا یُمۡسِکُہُنَّ اِلَّا اللّٰہُ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ ○"

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 14، سورۃ نمبر 16 (النحل)، آیت نمبر 79)

"کیا وہ نہیں دیکھتے پرندوں کو کہ وہ آسمان کی فضا میں حکم کے پابند ہیں، انہیں اللہ کے سوا کون تھام سکتا ہے، بیشک اس میں ایمان لانے والی قوم کے لیے نشانیاں ہیں۔"

ایک اور آیت جو کہ پرندوں سے متعلق ہے، اس میں فرمایا گیا ہے۔!

"اَوَلَمۡ یَرَوۡا اِلَی الطَّیۡرِ فَوۡقَہُمۡ صٰٓفّٰتٍ وَّیَقۡبِضۡنَ مَا یُمۡسِکُہُنَّ اِلَّا الرَّحۡمٰنُ اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیۡءٍۭ بَصِیۡرٌ ○"

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 29، سورۃ نمبر 67 (الملک)، آیت نمبر 19)

"کیا وہ نہیں دیکھتے اپنے اوپر پرندوں کو پر پھیلاتے اور سکیڑتے، انہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں تھام سکتا، بیشک وہ ہر شے کو دیکھنے والا ہے۔"

"یمسک" کے لغوی معنی "کسی کو ہاتھ سے اٹھائے رکھنا، تھامنا، روکنا یا کسی کو پکڑے رکھنا کے ہیں۔" جس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ جل جلالہ اپنی قوت سے پرندوں کو ہوا میں اٹھائے رکھتا ہے۔ یہ آیات اس قانون پر زور دیتی ہیں جس کا پرندوں کی اڑان

سے گہرا تعلق ہے۔

جدید سائنس نے بعض پرندوں کی اقسام کا جائزہ یکسر ان کی اڑان میں کاملیت کا موجب ان میں کی گئی پروگرامنگ کو ٹھہرایا ہے۔

پرندوں کے جنیاتی کوڈ کی موجودگی ہی اس بات کی وضاحت کرسکتی ہے کہ ایک بالکل نوجوان پرندہ نہایت پیچیدہ سفر کرنے کے قابل ہوتا ہے اور یہ محض نقل مکانی کے پروگرام (migratory Programme) کی وجہ سے ممکن ہے کہ وہ ایک خاص تاریخ کو واپس اپنے چلنے کے مقام پر لوٹنے کے اہل ہوتے ہیں۔ Prof. Hamburger نے اپنے کتاب Power and Fragility میں Mutton Bird کی مثال دی ہے جو بحرالکاہل کے علاقوں کا مکین ہے۔ یہ 24000km کا سفر 8 کے ہندسے کی شکل میں طے کرتا ہوا چھ ماہ بعد ٹھیک اسی مقام پر واپس پہنچتا ہے جہاں سے اس نے اڑان بھری ہوتی ہے اور اس عرصہ میں زیادہ سے زیادہ ایک ہفتے کی تاخیر ممکن ہے۔ اس پیچیدہ سفر کی تفصیلات لازماً اس پرندے کے اعصابی خلیوں میں موجود ہوتی ہے جو کہ اس کو اس سفر کا اہل بناتی ہیں۔ وہ یقیناً پروگرام شدہ ہیں، لہٰذا کیا ہمیں اس پروگرامر کی پہچان پر غور نہیں کرنا چاہیے۔؟

شہد کی مکھی اور اس کا جوہر:

(The Bee and Its Skill):

ارشاد خداوندی ہے۔!

”وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ o ثُمَّ کُلِیْ مِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُکِیْ سُبُلَ رَبِّکِ ذُلُلًا“

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 14، سورۃ نمبر 16 (النحل)، آیت نمبر 68-69)

"اور تمہارے رب نے شہد کی مکھی کو الہام کیا کہ پہاڑوں میں گھر بنالے، اور درختوں میں اور اس جگہ جہاں وہ چھتریاں بناتے ہیں۔ پھر کھا ہر قسم کے پھل، پھر اپنے ربّ کے نرم ہموار راستوں پر چل۔"

Von-Frisch نے 1973ء میں شہد کی مکھیوں کے انداز و اطوار اور خبر رسانی کے طریقوں پر تحقیق کر کے نوبل پرائز حاصل کیا جب شہد کی مکھی کوئی نیا باغ یا پودا دریافت کرتی ہے تو وہ واپس جا کر اپنی ساتھی مکھیوں کو درست سمت اور پہنچنے کا نقشہ بتاتی ہے۔ اس عمل کو "Bee Dance" یعنی "مکھی کا رقص" کہا جاتا ہے۔

حشرات کی ان حرکات کو سمجھنے کیلئے سائنسی ذریعہ سے یعنی فوٹو گرافی اور دوسرے ذرائع سے مدد لی گئی ہے اور یہ دریافت کیا گیا ہے کہ وہ کیسے اطلاعات ایک دوسرے کو منتقل کرتی ہیں۔ قرآن مجید اوپر بیان کی گئی آیت میں بتاتا ہے کہ کیسے مکھیاں مہارت کی بنا پر باہم اطلاعات کا تبادلہ کرتی ہیں۔

اوپر بیان کی گئی آیت میں مادہ جنس کو مخاطب سخن بنایا گیا ہے۔ یعنی اس بات کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے کہ وہ مکھی جو خوراک کی تلاش میں گھر چھوڑتی ہے۔ وہ مادہ شہد کی مکھی ہے۔ یعنی کام کرنے والی مکھی مادہ جنس سے تعلق رکھتی ہے۔

شیکسپیئر کے ڈرامے (Henry The Fourth) میں بعض اداکار شہد کی مکھیوں کے متعلق بات کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مکھیاں سپاہی ہوتی ہیں اور ان کا ایک بادشاہ ہوتا ہے۔ یہ وہ سوچ ہے جو لوگ شیکسپیئر کے زمانے میں رکھتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ نر مکھیاں کام کرنے والی ہیں اور وہ واپس گھر جا کر بادشاہ مکھی کو جوابدہ ہوتی ہیں۔ یہ بہر حال سچ نہیں ہے۔ کام کرنے والی مکھیاں مادہ ہیں اور وہ بادشاہ مکھی کے بجائے ملکہ مکھی کو جوابدہ ہوتی ہیں لیکن جدید تحقیق کو یہ بات دریافت کرتے ہوئے

پچھلے تین سو (300) سال لگے۔

مکڑی کا جالا:

(Spider's Web, The Fragile Home):

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔!

مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوتِ اتَّخَذَتْ بَيْتًا وَإِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوتِ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ٥''

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 21، سورۃ نمبر 29 (العنکبوت)، آیت نمبر 41)

''جن لوگوں نے اللہ کے علاوہ اور معبود و مددگار بنا لیے ان کی مثال مکڑی کی مانند ہے، اس نے ایک گھر بنایا اور گھروں میں سب سے کمزور گھر مکڑی کا ہے، کاش وہ جانتے۔٥''

قرآن مجید مکڑی کے جالے کی کمزوری اور ناپائیداری کی مثال دینے کے علاوہ ایک اور بات پر بھی زور ڈالتا ہے اور وہ ہے مکڑی کے گھر کے تعلق کی ناپائیداری، جہاں مادہ مکڑی اکثر اوقات اپنے ساتھ نر مکڑی کو مار ڈالتی ہے۔

یہ مثال ان لوگوں کی کمزوریوں کا حوالہ دیتے ہوئے بھی پیش کی گئی ہے جو دنیا اور آخرت میں کامرانی حاصل کرنے کیلئے اللہ کی بجائے بتوں وغیرہ سے یہ امید وابستہ کرتے ہیں۔

چیونٹیوں کا طرزِ زندگی اور باہمی تعلق:
(Lifestyle and Communication of Arts):

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔!

"وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ○ حَتّٰٓى اِذَآ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰٓاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ○"

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 19، سورۃ نمبر 27 (النمل)، آیت نمبر 17-18)

"اور سلیمان کے لئے اس کا لشکر جنوں، انسانوں اور پرندوں سے جمع کیا گیا، پس وہ روکے جاتے تھے○ یہاں تک کہ وہ چیونٹیوں کے میدان میں آئے، ایک چیونٹی نے کہا اے چیونٹیو! تم اپنی بلو میں داخل ہو جاؤ، (کہیں) سلیمان اور اس کا لشکر تمہیں روندنہ ڈالے اور انہیں خبر بھی نہ ہو○"

عین ممکن ہے کہ ماضی میں بعض لوگوں نے قرآن کا مذاق اڑایا ہو کہ یہ ایک کہانیوں کی کتاب ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ چیونٹیاں ایک دوسرے سے بات کرتی ہیں۔

بہر حال عصر حاضر میں جدید تحقیقات نے چیونٹیوں کی طرزِ زندگی سے متعلق چند انکشافات کیے ہیں جو انسان کو آج سے پہلے معلوم نہ تھے۔ تحقیقات نے یہ ثابت کیا ہے کہ وہ حشرات جن کے طرزِ زندگی میں انسانی طرزِ حیات کی بہت زیادہ مشابہت موجود ہے وہ چیونٹیاں ہیں۔ چند مشابہتیں دیکھئے۔!

1: چیونٹیاں بھی انسانوں کی طرح اپنا مردہ دفن کرتی ہیں۔

2: چیونٹیوں میں مزدوروں کی تفریق کا منظم نظام ہے۔ان میں منیجر، سپروائزر، فورمین اور مزدور وغیرہ ہوتے ہیں۔

3: جب بھی چیونٹیاں آپس میں کہیں ملتی ہیں تو بات چیت کرتی ہیں۔

4: چیونٹیاں باقاعدہ مارکیٹ رکھتی ہیں جہاں وہ اشیاء کا تبادلہ کرتی ہیں۔

5: چیونٹیوں میں باہمی تیز ترین رابطے کا ایک جدید نظام موجود ہے۔

6: سردیوں میں وہ طویل مدت تک زیرِ زمین رہنے کیلئے اناج اکٹھا کرتی ہیں اور اگر اس میں سے دانہ پھوٹ جائے تو وہ جڑوں کو کاٹ دیتی ہیں۔ جیسا کہ وہ جانتی ہوں کہ اگر انہوں نے اسے اگنے کیلئے چھوڑ دیا تو یہ گل سڑ جائے گا۔

7: اگر جمع شدہ اناج بارش سے گیلا پڑ جائے تو وہ اس کو دھوپ میں سکھانے لے جاتی ہیں اور جب یہ سوکھ جاتا ہے تو وہ اسے اندر واپس لے جاتی ہیں جیسا کہ وہ جانتی ہوں کہ نمی جڑوں کی افزودگی کا باعث بنے گی جو کہ فوراً اناج کے سڑنے کا باعث ہوگا۔

علم طب
(MEDICINE)

شہد انسانوں کیلئے شفاء:
(Honey: Healing for Humankind):

شہد کی مکھی مختلف قسم کے پھولوں اور پھلوں کا رس چوستی ہے اور اس رس کو اپنے جسم میں شہد بنا کر موم کے چھتے کے خانوں میں ذخیرہ کرتی ہے۔ محض دو صدیاں قبل انسان کے علم میں یہ بات آئی ہے کہ شہد مکھی کے پیٹ سے حاصل ہوتا ہے، مگر یہ حقیقت چودہ سو سال پہلے قرآن مجید نے درج ذیل آیت میں بیان فرما دی تھی۔!

''يَخْرُجُ مِنْ بُطُونِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ''

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 14، سورۃ نمبر 16 (النحل)، آیت نمبر 69)

''شہد کی مکھیوں کے پیٹ سے پینے کی ایک چیز نکلتی ہے (شہد) اس کے رنگ مختلف ہیں، اس میں لوگوں کیلئے شفاء ہے۔''

دُنیا کو کچھ عرصہ قبل ہی اس بات سے آگاہی حاصل ہوئی ہے کہ شہد میں شفائی خصوصیات ہیں اور یہ ایک معتدل دافع عفونت (Mild Antiseptic) بھی ہے۔ دوسری جنگ عظیم میں روسی فوجی اپنے زخموں پر شہد لگایا کرتے تھے جس سے زخم

میں نمی رہتی اور وہ تندرست ہونے کے بعد بہت کم نشان چھوڑتے۔ شہد کی کثافت کے باعث "Fungus" اور بیکٹیریا زخم میں پنپ نہیں سکتے۔ انگلینڈ کے شفاخانوں میں سینے کے امراض اور "Alzheimer's" جیسی ناقابل علاج بیماریوں میں مبتلا چوبیس (24) مریضوں میں بڑی ڈرامائی بہتری نظر آئی جن کا علاج ایک عیسائی راہبہ "Sister Carole" نے "Propolis" نامی مادے سے کیا تھا جو کہ ایسا مادہ ہے جسے شہد کی مکھیاں چھتے کو بیکٹریا سے بچانے کی خاطر لیپ کرنے کیلئے پیدا کرتی ہیں۔

(ایک وڈیو ٹیپ میں ریکارڈ شدہ لیکچر بعنوان "یہ ہے سچائی (This is the Trusth))

کسی خاص درخت سے الرجی رکھنے والے شخص کو اسی درخت کا شہد دیا جا سکتا ہے تاکہ وہ شخص اس الرجی کے خلاف قوت مدافعت پیدا کر سکے۔ شہد میں "Fructose" اور "Vitamin K" بھی کافی مقدار میں ہوتے ہیں۔ شہد، شہد کی اصلیت اور اس کی خصوصیات کا علم جو قرآن مجید میں موجود ہے وہ اس کے نزول کے صدیوں بعد انسان نے دریافت کیا ہے۔

۞ ۞ ۞

علمِ افعالُ الاعضاء
(PHYSIOLOGY)

دورانِ خون اور دُودھ:
(Blood Circulation & Milk)

قرآن مجید، مسلم سائنسدان ''ابن نفیس'' کے دوران خون کا نظام بیان کرنے سے چھ سو (600) سال قبل اور ''ولیم ہاروے'' کے مغربی دنیا کو یہ علم پہنچانے سے ایک ہزار (1000) سال پہلے نازل ہوا تھا۔ یہ بات تیرہ صدیاں پہلے معلوم ہوئی کہ آنتوں میں کون سا عمل اس بات کا باعث بنتا ہے کہ نظام انہضام میں ہونے والے انجذاب کے عمل سے اعضاء کی نشوونما ہوتی ہے۔ قرآن مجید کی ایک آیت جس میں دودھ کے اجزاء کے ماخذ کی وضاحت کی گئی ہے وہ اس خیال کے بالکل حسب حال ہے۔ مندرجہ بالا تصورات سے متعلق قرآنی آیت کو سمجھنے کیلئے یہ جاننا ضروری ہے کہ آنتوں کے اندر کیمیائی عملیات وقوع پذیر ہوتے ہیں اور یہ کہ وہاں سے ہضم شدہ غذا میں اخذ کیے گئے اجزاء ایک پیچیدہ نظام کے ذریعے خون کے بہاؤ میں شامل ہوتے ہیں۔ بعض اوقات اپنی مخصوص کیمیائی ترکیب کی بنا پر بذریعہ جگر وہ خون میں شامل ہوتے ہیں۔ خون انہیں تمام جسمانی اعضاء تک پہنچاتا ہے۔ جن میں دودھ پیدا کرنے والے "Mammary Glands" بھی شامل ہیں۔ سادہ الفاظ میں

آنتوں کے مواد میں سے کچھ اجزاء آنتوں ہی کی دیوار سے خون کی نالیوں میں داخل ہوتے ہیں اور دوران خون کے ذریعے یہ اجزاء مختلف اعضاء کو پہنچائے جاتے ہیں۔ اگر ہم درج ذیل آیاتِ قرآنی کو سمجھنا چاہتے ہیں تو افعال الاعضا کا یہ تصور مکمل طور پر سمجھ لینا چاہیے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔!

"وَاِنَّ لَکُمْ فِی الْاَنْعَامِ لَعِبْرَۃً نُسْقِیْکُمْ مِّمَّا فِیْ بُطُوْنِہٖ مِنْ مبَیْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِیْنَo"

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 14، سورۃ نمبر 16 (النحل)، آیت نمبر 66)

"اور بیشک تمہارے لیے چوپائے عبرت گاہ ہیں ہم تمہیں پلاتے ہیں دُودھ خالص اس سے جو گوبر اور خون کے درمیان ان کے پیٹوں میں ہے، پینے والوں کیلئے خوشگوار۔o"

مزید ارشاد ربانی ہے۔!

"وَاِنَّ لَکُمْ فِی الْاَنْعَامِ لَعِبْرَۃً نُسْقِیْکُمْ مِّمَّا فِیْ بُطُوْنِھَا وَلَکُمْ فِیْھَا مَنَافِعُ کَثِیْرَۃٌ وَّمِنْھَا تَاْکُلُوْنَo"

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 18، سورۃ نمبر 23 (المومنون)، آیت نمبر 21)

"اور بے شک تمہارے لئے چوپایوں میں مقام عبرت ہے، ہم تمہیں ان سے پلاتے ہیں (دودھ) جو ان کے پیٹوں میں ہے اور تمہارے لئے ان میں (اور) بہت سے فائدے ہیں اور ان میں سے (بعض کا گوشت) تم کھاتے ہو۔o"

گائے میں دودھ پیدا ہونے کے حوالے سے قرآن مجید کی بیان کردہ تفصیلات حیرت انگیز حد تک جدید فعلیات سے مکمل ہم آہنگ ہے جس نے اس حقیقت کو کچھ عرصہ قبل ہی دریافت کیا ہے۔

علم الجنین

(EMBRYOLOGY)

تحقیق علم الجنین:

یمن کے ایک ممتاز دانشور ''عبد الماجد زندانی'' کی رہنمائی میں مسلم دانشوروں کے ایک گروپ نے قرآن مجید اور متفق علیہ احادیث میں موجود علم الجنین اور دوسری سائنس سے تعلق رکھنے والی معلومات کو اکٹھا کر کے ان کا انگریزی زبان میں ترجمہ کیا۔ اس کے بعد انہوں نے مندرجہ ذیل قرآنی ہدایت پر عمل کیا۔!

''فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○''

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 14، سورۃ نمبر 16 (النحل)، آیت نمبر 43)

''اگر تم لوگ نہیں جانتے تو اہل علم سے پوچھ لو۔''

قرآن مجید اور غیر متنازعہ احادیث میں علم الجنین سے متعلق اس طرح جمع شدہ ساری معلومات کو انگریزی زبان میں ترجمہ کرنے کے بعد ''پروفیسر کیتھ مور'' کے سامنے پیش کیا گیا جو علم الجنین کے پروفیسر اور ''یونیورسٹی آف ٹورنٹو کینیڈا میں اناٹومی ڈیپارٹمنٹ'' کے چیئر مین تھے اور آج وہ علم الجنین پر انتہائی معزز عالم ہیں۔ انہیں متعلقہ مواد پر اپنی رائے دینے کو کہا گیا تو نہایت احتیاط سے جائزہ لینے کے بعد ڈاکٹر مور نے کہا!

''قرآن مجید اور متفق علیہ احادیث میں بیان شدہ علم الجنین سے متعلق زیادہ تر معلومات اس میدان میں جدید انکشافات سے مکمل طور پر ہم آہنگ ہیں اور ان سے قطعاً اختلاف نہیں کرتیں۔ چند آیات ایسی ہیں جن کے سائنسی طور پر درست ہونے کے متعلق میں کچھ کہہ نہیں سکتا کیونکہ ان بیانات کے صحیح یا غلط ہونے کے بارے میں میں نہیں بتا سکتا، اس لئے کہ میں خود ان آیات میں بیان کردہ معلومات سے آگاہ نہیں ہوں اور علم الجنین پر موجود جدید دستاویزات اور تحقیقات میں بھی ان باتوں کا کوئی ذکر نہیں۔ ایسی ہی ایک آیت یہ ہے۔!

''اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ○''

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 30، سورۃ نمبر 96 (علق)، آیت نمبر 1-2)

''(اے محمد ﷺ!) پڑھیے ! اپنے رب کے نام سے جس نے (کائنات کو) پیدا کیا۔○ انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔''

''علق'' عربی لفظ ہے جس کے معنی جمے ہوئے خون کے ہیں اور اس کا یہ معنی بھی ہے کہ کوئی ایسی چیز جو چپک جاتی ہو جونک کی طرح۔ ڈاکٹر مور کو علم نہیں تھا کہ آیا ابتدائی مراحل میں جنین ایک جونک کی مانند دکھائی دیتا ہے یا نہیں۔ اس بات کا پتہ چلانے کے لئے انہوں نے ایک نہایت طاقتور خوردبین سے جنین کی ابتدائی حالت کا مطالعہ کیا اور جو کچھ انہوں نے دیکھا اس کا موازنہ جونک کی تصویر سے جب کیا تو وہ ان دونوں کی حیرت انگیز مماثلت پر بہت حیران ہوئے۔

ڈاکٹر کیتھ مور نے "The Developing Human" نامی ایک کتاب تحریر کی تھی۔ انہوں نے قرآن مجید سے اس موضوع پر مزید علم حاصل کر کے

1982ء میں اسی کتاب کا تیسرا ایڈیشن تحریر کیا۔ اس کتاب (The Developing Human) نے کسی ایک مصنف کی تحریر کردہ بہترین طبی کتاب کا ایوارڈ حاصل کیا۔ اس کتاب کا دُنیا کی متعدد بڑی زبانوں میں ترجمہ کیا جاچکا ہے۔ یہ کتاب طبی تعلیم کے سال اول میں Embryology کی ٹیکسٹ بک کے طور پر پڑھائی جاتی ہے۔

Baylor College of Medicine ہوسٹن، امریکہ کے Dept. of Gynae and Obstetrics (امراضِ نسواں اور زچہ و بچہ) کے چیئرمین ڈاکٹر سمپسن کا کہنا ہے۔!

> ''یہ احادیث اس سائنسی علم کی بنیاد پر ہرگز حاصل نہیں کی جاسکتی ہیں جو ساتویں صدی عیسوی میں موجود تھا۔ جینیات اور اسلام میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ مزید برآں اسلام روایتی سائنس اندازِ فکر میں الہام کا اضافہ کرکے سائنس کی راہنمائی کرسکتا ہے۔ قرآن مجید میں ایسے بیانات موجود ہیں جو صدیوں بعد صحیح ثابت ہوئے ہیں اور یہ بات اس تصور کی تائید کرتی ہے کہ قرآن میں موجود علم اللہ جل جلالہ کا عطا کردہ ہے۔''

اُچھلتا ہوا قطرہ:

(Drop Emitted):

''فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۝
يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۝''

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 30، سورۃ نمبر 86 (الطارق)، آیت نمبر 5-6-7)

"پس انسان دیکھے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا؟ وہ پیدا کیا گیا اچھلتے ہوئے پانی سے، وہ نکلتا ہے پیٹھ اور سینے کے درمیان سے۔"

جینیاتی مراحل میں نر اور مادہ کے تولیدی اعضاء یعنی فوطے (Testicles) اور اووری (Ovary) اپنے بننے کا آغاز ریڑھ کی ہڈی اور گیارہویں اور بارہویں پسلی کے درمیان گردے کے پاس سے کرتے ہیں۔ یہ بعد ازاں نیچے اترتے ہیں۔ مادہ غدود یعنی "Ovary" پیڑو میں آ کر رک جاتی ہے۔ جبکہ نر غدود (خصیے) پیدائش سے پہلے "Inguinal Canal" کے راستے اپنی تھیلی "Scrotum" تک پہنچنے کیلئے اپنا نزول جاری رکھتے ہیں۔ حتیٰ کہ جوانی میں تولیدی اعضاء کے نیچے اتر آنے کے بعد بھی اپنی اعصابی اور خونی رسد "Abdominal Aorta" (پیٹ میں خون کی بڑی نالی) سے حاصل کرتے ہیں جو کہ ریڑھ کی ہڈی اور پسلیوں کے درمیانی علاقے میں ہوتی ہے۔ "Lymphatic Drainage" کی نسا کی اور وریدی خون کی واپسی بھی اسی علاقے کی جانب ہے۔

نطفہ......مقدار:

انسان کی تخلیق نطفہ سے کی گئی ہے۔ یہ بات قرآن مجید میں کم از کم یہ گیارہ مرتبہ بیان کی گئی ہے۔ جس کا مطلب ہے رقیق سیال مادے کی تھوڑی مقدار یا سیال کا وہ قطرہ جو کپ خالی ہونے کے بعد باقی بچ جاتا ہے اسی مقدار کے قطرے سے انسان کی پیدائش وقوع پذیر ہوتی ہے۔ یہی بات قرآن مجید کی سورۃ الحج آیت نمبر 5، سورۃ المومنین آیت نمبر 13، سورۃ النحل آیت نمبر 4، سورۃ الکہف آیت نمبر 37، سورۃ فاطر آیت نمبر 11، سورۃ یٰسین آیت نمبر 77، سورۃ المومنون آیت نمبر 67، سورۃ النجم

آیت نمبر 46، سورۃ القیامۃ آیت نمبر 37، سورۃ الدھر آیت نمبر 2 اور سورۃ عبس آیت نمبر 19 میں بیان کی گئی ہے۔

عصری سائنسی تحقیق کے ذریعے حال ہی میں اس بات کی تصدیق کی گئی کہ اوسطاً تیس (30) لاکھ مردانہ تولیدی خلیوں (Sperms) میں سے فقط ایک خلیہ "Ovum" کی بارآوری ضروری ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تیس (30) لاکھ میں سے صرف ایک دفعہ کے خارج کردہ مردانہ خلیوں کی مقدار کا صرف (0.0003) فیصد حمل ٹھہرانے کیلئے درکار ہوتا ہے۔

سلالہ ...... جوہرِ مادہ:

ارشاد ربانی ہے۔!

"ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۝"

(القرآن المجید، پارہ نمبر 21، سورۃ نمبر 32 (السجدہ)، آیت نمبر 8)

"پھر انسان کی نسل خلاصے (یعنی) حقیر پانی (نطفہ) سے پیدا کی۔"

عربی لفظ "سلالہ" کے معنی نچوڑ یا کسی مائع کا سب سے بہترین حصہ کے ہیں۔ یہ بات ہمیں حال ہی میں معلوم ہوئی ہے کہ انسان کے جسم میں پیدا ہونے والے کئی لاکھ مردانہ خلیوں میں سے صرف ایک خلیہ ہی حمل ٹھہرانے کیلئے کافی ہوتا ہے جو مادہ بیضہ (عورت کے انڈے) میں داخل ہوتا ہے۔ کئی ملین میں سے اس ایک خلیے کو قرآن میں سلالہ کہا گیا ہے۔ اس کا مطلب ہے "کسی سیال مادے میں سے لطیف اخراج۔" سیال مادے سے مراد مرد اور عورت دونوں کے تولیدی مادے ہیں جن میں تولیدی جرثومے (Gametes) شامل ہوتے ہیں۔ بیضہ (عورت کا مادہ) اور سپرم

(مرد کا نطفہ) دونوں بارآوری کے عمل کے دوران اپنے اپنے ماحول سے لطف اندوز ہوتے ہوئے نکالے جاتے ہیں۔

نطفۂ امشاج:

(NUTFATUN AMSHAAJ):

کتابُ اللہ (قرآن مجید) میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔!

"اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ"

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 29، سورۃ نمبر 76 (الدھر)، آیت نمبر 2)

"بیشک ہم نے انسان کو مخلوط نطفہ سے پیدا کیا۔"

عربی لفظ "نطفۃ امشاج" کے معنی "مخلوط سیال مادے" کے ہیں۔ چند مفسرین قرآن کے بقول مخلوط سیال مادوں سے مراد نر اور مادہ کے نمائندہ رقیق مادے ہیں۔ نر اور مادہ تولیدی خلیوں کے اختلاط کے بعد ابتدائی متحد خلیہ (Zygote) نطفہ بھی رہتا ہے۔ مخلوط، سیال مادوں سے "Spermatic Fluid" (مردانہ مادہ منویہ) بھی ہوسکتا ہے۔ جو مختلف غدودوں سے آنے والی کئی رطوبات سے مل کر بنتا ہے۔ پس نطفہ امشاج یعنی مخلوط مادوں کے معمولی مقدار سے مراد نر اور مادہ "Gametes" اور اردگرد کے سیال مادے کا کچھ حصہ ہوسکتا ہے۔

تعینِ جنس:

(Sex Determination)

بچے کی جنس سپرم (مردانہ خلیے وجراثومے) کی ماہیت سے متعین ہوتی ہے نہ کہ بیضہ کی نوعیت سے۔ بچے کی جنس مادہ ہے یا نر اس بات پر منحصر ہے کہ آیا

"Chromosoms" کا تیئیسواں جوڑا حسب ترتیب "xx" ہے یا "yx"۔ جنس کا تعین بارآوری پر واقع ہوتا ہے اور بیضہ کو بارآور کرنے والے "Sperm" میں موجود "Sex Chromosom" کی قسم پر منحصر ہوتا ہے اگر بیضہ کو بارآور کرنے والا سپرم ایکس (X) کروموسوم رکھتا ہے تو بچہ مادہ ہوگا اور اگر یہ وائی (Y) کروموسومز کا حامل ہے تو بچہ نر ہوگا۔

جیسا کہ کتابُ اللہ (قرآن حکیم) میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔!

"وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ۝ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى ۝"

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 27، سورۃ نمبر 53 (النجم)، آیت نمبر 45-46)

"اور بیشک وہی جس نے دو جوڑے بنائے مرد اور عورت نطفہ سے، جب وہ (رحم میں) ڈالا جاتا ہے۔"

عربی لفظ "نطفہ" کے معنی سیال مادے کی قلیل مقدار کے ہیں۔ تمنی کے معنی خارج کیا گیا یا لگایا گیا کے ہیں۔ لہٰذا نطفہ سے بالخصوص سپرم (مرد کا نطفہ) مراد ہوگا کیونکہ وہ خارج ہونے والا ہوتا ہے۔

جیسا کہ کتابُ اللہ (قرآن حکیم) کی دوسری آیات میں ہے۔!

"اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ۝ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ۝ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ۝

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 29، سورۃ نمبر 75 (القیامۃ)، آیت نمبر 37-38-39)

"کیا وہ منی کا ایک نطفہ (قطرہ) نہ تھا جو (رحم مادر میں) ٹپکایا گیا۔ پھر وہ جما ہوا خون بن گیا، پھر اللہ نے اسے پیدا کیا، پھر اسے درست (اندام) کیا، پھر اس کی مرد اور عورت دو قسمیں

بنائیں۔''

یہاں "Sperm" کی قلیل مقدار کو لفظ ''نطفۃ من منیٰ'' سے ظاہر کیا گیا ہے۔ یعنی جو مرد کی طرف سے نطفہ آتا ہے وہی جنس کے تعین کا ذمہ دار ہے۔ برصغیر میں ساسیں عام طور پر پوتوں کی خواہش رکھتی ہیں اور اگر بچہ لڑکا نہ ہو تو اپنی بہوؤں کو الزام دیتی ہیں۔ کاش وہ یہ جان جائیں کہ جنس کا تعین مردانہ سپرم کی ماہیت سے ہے نہ کہ زنانہ بیضہ کی ماہیت سے۔ اگر وہ کسی کو الزام دینا ہی چاہتی ہیں تو انہیں چاہیے کہ اپنے بیٹوں کو الزام دیں نہ کہ اپنی بہوؤں کو۔ قرآن اور سائنس اس بات پر متفق ہیں کہ بچے کی جنس کا ذمہ دار مرد ہے۔

تین تاریکیاں:

کتاب اللہ میں ارشاد خداوندی ہے۔!

''یَخۡلُقُکُمۡ فِیۡ بُطُوۡنِ اُمَّهٰتِکُمۡ خَلۡقًا مِّنۡۢ بَعۡدِ خَلۡقٍ فِیۡ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ''

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 23، سورۃ نمبر 39 (الزمر)، آیت نمبر 6)

''اللہ تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں ایک بناوٹ کے بعد دوسری بناوٹ پر بناتا ہے تین اندھیروں میں۔''

پروفیسر مور کے مطابق قرآن مجید میں تاریکی کے جن تین پردوں کا ذکر کیا گیا ہے ان سے مراد مندرجہ ذیل پردے ہیں:

1: ماں کے پیٹ کے سامنے کی دیوار۔

2: رحم کی دیوار

3: "Amino Chorionic Membrane" ایک جھلی جس میں جنین

لپٹا ہوتا ہے۔

جنینی مراحل:

(Embryological Stages):

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد عالی شان ہے۔!

"وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ○ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ○ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ○

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 18، سورۃ نمبر 23 (المومنون)، آیت نمبر 12 تا 14)

"اور البتہ ہم نے انسان کو چنی (گندی) ہوئی مٹی سے پیدا کیا۔ پھر ہم نے اسے مضبوط جگہ میں نطفہ ٹھہرایا۔ پھر ہم نے نطفہ کو جما ہوا خون بنایا، پھر ہم نے بنایا جمے ہوئے خون (لوتھڑے) کو بوٹی، پھر ہم نے بوٹی سے ہڈیاں بنائیں، پھر ہم نے ہڈیوں کو گوشت پہنایا، پھر ہم نے اسے نئی صورت میں اٹھا کر کھڑا کیا، پس اللہ با برکت ہے بہترین پیدا کرنے والا۔"

اس آیت مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا!

"انسان کو سیال مادے کی معمولی مقدار سے بنایا گیا ہے۔ جسے امن کی جگہ پر رکھ کر مضبوطی سے جمایا جاتا ہے۔"

اور اس کے لیے کے لئے عربی لفظ "قرار مکین" استعمال کیا گیا ہے۔

رحم مادر پچھلی جانب سے ریڑھ کے مہروں کے ستون سے اچھی طرح محفوظ کیا جاتا ہے۔ جسے کمر کے پٹھے مضبوطی سے سہارا دیتے ہیں۔ مزید برآں یہ کہ جنین الٹنیاٹک فلوئیڈ سے بھر الٹنیاٹک سیک سے مزید محفوظ بنایا گیا ہے۔ چنانچہ جنین ایک محفوظ ترین جگہ میں رہتا ہے۔

سیال کی اس معمولی مقدار کو علقہ میں بدل دیا جاتا ہے یعنی کوئی ایسی چیز جو چپک جاتی ہو۔ اس سے جونک سے مشابہ چیز بھی مراد ہو سکتی ہے۔ یہ دونوں تعریفیں سائنس کے لحاظ سے قابل قبول ہیں کیونکہ بالکل ابتدائی مراحل میں جنین (رحم مادر) کی دیوار سے چپک جاتا ہے اور صورت کے لحاظ سے جونک سے بھی مشابہت رکھتا ہے۔ یہ جونک جیسے طرز عمل کا حامل ہوتا ہے اور ماں سے اپنی خونی رسد بذریعہ ناف حاصل کرتا ہے۔

علقہ کا تیسرا معانی جما ہوا خون ہے۔ یہ مرحلہ حمل کے تیسرے اور چوتھے ہفتے پر محیط ہوتا ہے۔ اس مرحلے کے دوران خون بند نالیوں میں جم جاتا ہے۔ چنانچہ جنین جونک کی شکل اختیار کرنے کے علاوہ ایک جمے ہوئے خون کی وضع بھی اختیار کر لیتا ہے۔ آپ اس قرآنی علم کا جو بآسانی دستیاب ہے سائنس کی دریافتوں کے لئے کی جانے والی انسان محنت کے ساتھ موازنہ خود کرلیں۔

1977ء میں ہیم اور لیون ہک وہ پہلے سائنسدان تھے جنہوں نے انسان کے تولیدی خلیوں کا ایک خوردبین کے ذریعے مشاہدہ کیا۔ ان کا خیال تھا کہ Sperm (مرد کے نطفہ) کے اندر انسان کا ایک مختصر نمونہ پایا جاتا ہے جو ایک نوزائیدہ بچے کی شکل پانے کے لئے رحم میں نشوونما پاتا ہے۔ اس نظریے کو "Perforation Theory" کہا جاتا تھا۔ جب سائنسدانوں کو پتہ چلا کہ بیضہ (عورت کا نطفہ) سپرم (مرد کے نطفے) سے بڑا ہوتا ہے تو ڈی گراف اور کچھ اور

سائنسدانوں نے سوچا کہ جنین بیضہ میں ایک چھوٹے نمونے کی شکل میں موجود ہوتا ہے۔ پھر اٹھارویں صدی میں ماپر چوئس نامی سائنس دان نے "Theory of Biparental Inheritance" کی تشہیر کرنا شروع کر دی۔

علقہ مضغہ میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ یہی ایسی چیز ہے جو چبائی گئی (جس پر دانتوں کے نشان ہوں) ہو اور ایسی چیز بھی جو نرم چپکنے والی اور چھوٹی ہو اور جس کو "Gum" کی طرح منہ میں رکھا جا سکے۔ سائنس کے لحاظ سے مذکورہ بالا دونوں وضاحتیں ٹھیک ہیں۔ پروفیسر کیتھ مور نے "Plaster Seal" کا ایک ٹکڑا لیا اور اسے جنین کے ابتدائی مرحلے کی جسامت کی شکل دی اور اسے مضغہ بنانے کیلئے دانتوں سے چبایا۔ اس کا موازنہ جنین کے ابتدائی مرحلے کی تصاویر سے کیا گیا۔ دانتوں کے نشان "Somites" سے ملتے جلتے تھے جو کہ ریڑھ کی ہڈی کی ابتدائی ساخت ہے۔ پھر یہ مضغہ ہڈیوں میں بدل جاتا ہے۔ ہڈیاں سالم گوشت یا پٹھوں سے لپٹی ہوئی ہوتی ہیں پھر اللہ جل جلالہ اس کو ایک اور تخلیق میں ڈھال دیتا ہے۔

امریکہ کے چوٹی کے سائنسدان پروفیسر مارشل جانس جو کہ ''اناٹومی'' کے شعبے کے سربراہ اور ''تھامس جیفرسن یونیورسٹی آف فلاڈلفیا امریکہ'' کے "Danial Institute" کے ڈائریکٹر ہیں، انہوں نے علم جنین سے متعلق قرآنی آیات پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا!

> ''وہ آیات جو جنین کے مراحل سے متعلق ہیں محض اتفاق نہیں ہو سکتیں۔ ممکن ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے پاس کوئی طاقتور خوردبین ہو۔''

انہیں یہ یاد دلایا گیا کہ قرآن چودہ سو سال قبل نازل ہوا تھا اور خوردبین حضرت محمد ﷺ کے زمانے سے کئی صدیوں بعد ایجاد کی گئی تو پروفیسر جانسن نے قہقہہ

لگایا اور اعتراف کیا کہ پہلی ایجاد کردہ خوردبین دس گنا سے زیادہ بڑی شبیہ نہیں دیکھ سکتی تھی اور اس سے واضح تصویر نہیں دیکھی جاسکتی تھی۔ بعدازاں انہوں نے کہا کہ وہ اس خیال سے بالکل اختلاف نہیں کرتے کہ جب محمد ﷺ نے آیات قرآن پڑھیں تو خدائی مداخلت بھی کارفرما تھی۔"

(ایک ویڈیو ٹیپ میں ریکارڈ شدہ لیکچر بعنوان "یہ ہے سچائی"(This is the Truth)

ڈاکٹر مور کا کہنا ہے۔!

"نشوونما کے مراحل کی جدید درجہ بندی جسے پوری دنیا میں اختیار کرلیا گیا ہے، وہ آسانی سے سمجھ میں نہیں آسکتی۔ کیونکہ اس میں مراحل کی شناخت عددی بنیادوں پر کی گئی ہے۔ یعنی مرحلہ اول، دوم وغیرہ۔ اس کے برعکس قرآن میں بیان کردہ اقسام کی بنیاد واضح اور آسانی سے قابل شناخت حالتوں اور شکلوں پر مبنی ہے جن سے ایک جنین گزرتا ہے۔ ان کی بنیاد پیدائش سے پہلے نشوونما کے مختلف مراحل سے ہے اور ایسی اعلیٰ سائنسی وضاحتیں مہیا کرتی ہیں جو آسانی سے سمجھ میں آنے والی اور عملی ہیں۔ مندرجہ ذیل آیات میں رحم مادر میں انسانی نشوونما کے جینیاتی مراحل کو بیان کیا گیا ہے۔!

"اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ٥ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ٥ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ٥

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 29، سورۃ نمبر 75 (القیامۃ)، آیت نمبر 37 تا 39)

"کیا وہ منی کا ایک نطفہ (قطرہ) نہ تھا جو (رحم مادر میں) ٹپکایا گیا۔ پھر وہ جما ہوا خون بنایا گیا، پھر اللہ نے اسے پیدا کیا، پھر اسے درست (اندام) کیا، پھر اس کی مرد اور عورت دو قسمیں بنائیں۔"

''اَلَّذِیْ خَلَقَکَ فَسَوّٰکَ فَعَدَلَکَ o فِیْٓ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَکَّبَکَ o''

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 30، سورۃ نمبر 82 (الانفطار)، آیت نمبر 7-8)

''وہ اللہ جس نے تجھے پیدا کیا، پھر ٹھیک کیا، پھر برابر کیا، جس صورت میں چاہا تجھے جوڑ دیا۔''

جنین، نیم تشکیل شدہ اور نیم غیر تشکیل شدہ:

(Embryo Partly Formed and Partly Unformed)

جنین کو اگر مضغہ کے مرحلے پر کاٹا جائے اور اندرونی اعضا کی سرجری کی جائے تو یہ دکھائی دے گا کہ زیادہ تر اعضاء پوری طرح تشکیل پذیر ہو چکے ہیں جبکہ باقی مکمل طور پر تشکیل پذیر نہیں ہوئے۔ پروفیسر جانسن کا کہنا ہے!

''اگر جنین کو مضغہ کے مرحلے پر مکمل تخلیق کہا جائے تو صرف اس حصے کو بیان کیا جا رہا ہوتا ہے جو پہلے ہی مکمل ہو چکا ہوتا ہے۔ اگر اسے نامکمل تخلیق قرار دیا جائے تو صرف اس حصے کو بیان کیا جا رہا ہوتا ہے جو ابھی تکمیل کے مراحل سے گزر رہے ہوتے ہیں۔ آیا کہ یہ ایک مکمل تخلیق ہے یا نامکمل تخلیق۔؟ جنین کی نشوونما کے اس مرحلے کی قرآن کی بیان کردہ وضاحت سے بہتر کوئی اور وضاحت ممکن نہیں ہو سکتی۔ جزوی متشکل اور جزوی غیر متشکل۔

''خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَیْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَیِّنَ لَکُمْ''

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 17، سورۃ نمبر 22 (الحج)، آیت نمبر 5)

''ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفہ سے، پھر جمے ہوئے

خون سے، پھر گوشت کی بوٹی سے، صورت بنی ہوئی اور بغیر
صورت بنی (ادھوری)، تا کہ ہم تمہارے لئے (اپنی قدرت)
ظاہر کردیں۔''

سائنسی طور پر ہم جانتے ہیں کہ ارتقا کے اس ابتدائی مرحلہ پر کچھ خلیات ایسے ہوتے ہیں جو ممیّز ہو چکے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو غیر ممیّز ہیں۔ کچھ اعضا بن چکے ہیں اور کچھ نہیں۔

سماعت اور بصارت:

:(Sense of Hearing and Sight)

انسانی جنین میں سب سے پہلے سننے کی حس پیدا ہوتی ہے۔ جنین چوبیسویں ہفتے کے بعد آواز سن سکتا ہے۔ پھر دیکھنے کی حس پیدا ہوتی ہے۔ اٹھائیسویں ہفتے تک پردہ بصارت روشنی کو محسوس کرنے لگتا ہے۔

''وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ''

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 21، سورۃ نمبر 32 (السجدہ)، آیت نمبر 9)

''اور تمہارے کان اور آنکھیں اور دل بنائے۔''

''اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًاۢ بَصِيْرًا''o

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 29، سورۃ نمبر 76 (الدھر)، آیت نمبر 2)

''بیشک ہم نے انسان کو پیدا کیا نطفہ سے (کہ)o ہم اسے
آزمائیں تو ہم نے اسے سنتا دیکھتا بنایاo''

''وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ

قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ٥''

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 18، سورۃ نمبر 23 (المومنون)، آیت نمبر 78)

''اور معبود برحق وہی ہے جس نے تمہارے لئے کان اور آنکھیں
اور دل بنائے، تم بہت ہی کم شکر کرتے ہو۔٥''

ان آیات سماعت کا ذکر بصارت کی حس سے پہلے کیا گیا ہے چنانچہ قرآن کا بیان علم الجنین کے انکشافات سے کلی طور پر ہم آہنگ ہے۔

جنرل سائنس
GENERAL SCIENCE

نقشِ انگشت:
(Finger Prints):

ارشادِ خداوندی ہے۔!

”اَیَحۡسَبُ الۡاِنۡسَانُ اَلَّنۡ نَّجۡمَعَ عِظَامَہٗ o بَلٰی قٰدِرِیۡنَ عَلٰۤی اَنۡ نُّسَوِّیَ بَنَانَہٗ o“

(القرآن الکریم، پارہ نمبر29، سورۃ نمبر75 (القیامۃ)، آیت نمبر3-4)

”کیا انسان گمان کرتا ہے کہ ہم ہرگز اسے جمع نہیں کریں گے اس کی ہڈیوں کو o کیوں نہیں ہم اس پر قادر ہیں کہ اس کی پور پور درست کردیں o“

غیر مسلموں کا اعتراض ہے کہ کوئی شخص جب مر کر مٹی میں شامل ہو جاتا ہے اور اس کی ہڈیاں چور چور ہو جاتی ہیں تو قیامت کے روز وہ کیسے پہلی حالت میں واپس آ جائے گا؟ اور اس بات پر بھی اعتراض ہے کہ قیامت کے دن وہ شخص کس بنا پر پہچانا جائے گا۔؟

خالق ورازق اور معبود برحق اللہ جل جلالہ جواب دیتے ہوئے فرماتا ہے۔!

"وہ اللہ نہ صرف یہ کہ وہ تماری ہڈیاں (مرنے کے بعد) جوڑ سکتا ہے بلکہ تماری اُنگلیوں کے پوروں تک کو بھی کامل طور پر دوبارہ بنا سکتا ہے۔ انسان کی انفرادی شناخت کے متعلق قرآن پاک خاص طور پر انگلیوں کے پوروں کا ذکر کس لئے کرتا ہے۔؟

آیئے دیکھتے ہیں۔!

1880ء میں "سر فرانس گولٹ" کی تحقیق کے بعد نقشِ انگشت (Finger Prints) لوگوں کی پہچان کا سائنسی طریقہ بن گیا۔ دنیا کے کوئی سے دو اشخاص کبھی بھی مکمل طور پر ایک جیسے نقشِ انگشت کے حامل نہیں ہو سکتے حتیٰ کہ ہم شکل جڑواں بھائی بھی۔ اسی بنا پر پوری دنیا میں پولیس والے مجرموں کی شناخت کیلئے نقش انگشت استعمال کرتے ہیں۔ چودہ سو سال پہلے ہر انسان کے نقش انگشت کی انفرادیت کا علم کس کو ہو سکتا تھا؟ یقیناً یہ علم خدائے بزرگ و برتر کے علاوہ کسی اور کو نہیں ہو سکتا۔

احساسِ تکلیف دلانے والے خلیے:

(Pain Receptors in Skin):

یہ خیال کیا جاتا تھا کہ چھونے کی حس اور درد کی حس کا تعلق صرف دماغ سے ہے لیکن جدید دریافتوں سے معلوم ہوا ہے کہ درد کو محسوس کرنے والے خلیے جلد کے اندر موجود ہوتے ہیں۔ جن کے بغیر کوئی شخص درد محسوس کرنے کے قابل نہیں ہوگا۔ جب کوئی ڈاکٹر جلنے والے مریض کے زخموں کا معائنہ کرتا ہے تو وہ سوئی چبھو کر "Degree of Burn" کا تعین کرتا ہے۔ اگر مریض کو درد محسوس ہو تو ڈاکٹر کو مسرت ہوتی ہے، کیونکہ یہ اس بات کا مظہر ہے کہ جلنے کے زخم سطحی ہیں اور درد کا احساس کرنے والے خلیے صحیح ہیں۔ اس کے برعکس اگر مریض بالکل درد محسوس نہیں کرتا

توٹے ہو جاتا ہے کہ جلنے کا زخم گہرا ہے اور درد محسوس کرنے والے خلیے تباہ ہو چکے ہیں۔

درد محسوس کرنے والے خلیوں کی موجودگی کے بارے میں قرآنِ مجید مندرجہ ذیل دلیل دیتا ہے۔!

"اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِیْهِمْ نَارًاؕ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَیْرَهَا لِیَذُوْقُوا الْعَذَابَؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِیْزًا حَكِیْمًا"

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 5، سورۃ نمبر 4 (النساء)، آیت نمبر 56)

"بیشک وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیات کا انکار کیا ہم عنقریب انہیں آگ میں ڈال دیں گے، جس وقت ان کی کھالیں پک (جل) جائیں گی ہم اس کے علاوہ (دوسری) بدل دیں گے تا کہ وہ عذاب چکھیں، بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے۔"

شیانگ مائے یونیورسٹی تھائی لینڈ کے "Department of Anatomy" کے چیئرمین پروفیسر میگاٹیٹ ٹیجاسن نے درد محسوس کرنیوالے خلیوں کے بارے میں تحقیق پر بہت سا وقت صرف کیا ہے۔ شروع میں انہیں یقین نہیں آتا تھا کہ قرآن مجید نے یہ سائنسی حقیقت چودہ سو سال سے بھی زیادہ عرصہ پہلے بیان فرمائی ہے، بعد ازاں انہوں نے اس خاص قرآنی آیت کے ترجمے کی تصدیق کی۔ پروفیسر میگاٹیٹ ٹیجاسن کو قرآنی آیت کی سائنسی صحت نے اس قدر متاثر کیا کہ ریاض میں قرآن وسنت کے سائنسی آثار کے موضوع پر منعقد کی جانے والی آٹھویں سعودی میڈیکل کانفرنس کے موقع پر انہوں نے مجمع کے سامنے بڑے فخر سے اعلان کیا:

"لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ"

''اللہ کے سوا معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔''

"There is no God but Allah and Muhammad (S.A.W) is His Messenger."

ماحصل:

(Conclusion):

قرآن پاک میں بیان کردہ سائنسی حقائق کو محض اتفاقی مطابقت قرار دینا "Common Sense" اور خالص سائنسی طرز فکر کے خلاف ہوگا۔ دراصل آیات قرآنیہ کی سائنسی صحت قرآن مجید کے اس دعوے کی تصدیق کرتی ہے۔!

''سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ''o

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 25، سورۃ نمبر 41 (حم السجدہ)، آیت نمبر 53)

''ہم جلد اپنی آیات انہیں اطراف عالم میں اور (خود) ان کی ذات میں دکھادیں گے یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہوجائے گا کہ وہ (قرآن) حق ہے۔ کیا آپ کے رب (کی قدرت پر ایمان لانے) کیلئے (یہ) کافی نہیں کہ وہ ہر شے کا شاہد ہے۔''

قرآن مجید اس آیت میں تمام انسانوں کو کائنات کی تخلیق پر غور کرنے کی دعوت دیتا ہے۔!

''إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ''o

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 4، سورۃ نمبر 3 (آل عمران)، آیت نمبر 190)

''بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کے
اختلاف میں عقل والوں کیلئے نشانیاں ہیں۔''

قرآن مجید کے سائنسی شواہد واضح طور پر اس کے الہامی ہونے کی تصدیق کرتے ہیں۔ چودہ سو پینتیس برس پہلے کوئی بھی انسان ایسی کتاب تحریر نہیں کر سکتا تھا جو اس قدر عمیق سائنسی حقائق کی حامل ہو۔

قرآن مجید سائنس کی کتاب نہیں ہے بلکہ یہ نشانیوں (Signs) کی کتاب ہے جیسا کہ ابتدا میں بیان کیا گیا۔ یہ نشانیاں انسان کو زمین پر اپنی موجودگی کا مقصد سمجھنے کیلئے دعوتِ فکر دیتی ہیں اور فطرت سے ہم آہنگ زندگی گزارنے کیلئے بھی۔ قرآن در حقیقت کائنات کے خالق اور رازق اللہ جل جلالہ کی طرف سے ایک پیغام ہے۔ یہ اپنے اندر خدائی وحدانیت کا وہی پیغام رکھتا ہے جس کی تبلیغ حضرت آدم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد ﷺ تک بھی انبیاء کرام علیہ السلام نے کی۔

قرآن مجید اور جدید سائنس کے موضوع پر بہت سی کتابیں لکھی جا چکی ہیں اور اس میدان میں مزید تحقیق ہو رہی ہے۔ انشاء اللہ العزیز یہ تحقیق انسانیت کو خدائے بزرگ و برتر کے کلام سے قریب تر آنے میں مدد دے گی۔ اس بیان میں قرآن پاک میں موجود سائنسی حقائق میں سے چند ایک کو بیان کیا گیا ہے۔ میں دعویٰ نہیں کر سکتا کہ میں نے اس موضوع کے ساتھ مکمل انصاف کیا ہے۔

پروفیسر میگاٹیٹ تیجاسن نے قرآن مجید میں مذکور صرف ایک سائنسی حقیقت کی طاقت پر اسلام قبول کر لیا۔ قرآن کی الہامی بنیاد کا قائل ہونے کے لئے کچھ لوگوں کو دس نشانیاں درکار ہو سکتی ہیں جبکہ کچھ کو سو نشانیاں۔ کچھ لوگ ایک ہزار نشانیاں دکھانے پر بھی حق کو تسلیم نہیں کریں گے۔ قرآن مجید ایسی بند ذہنیت کی مندرجہ ذیل

الفاظ میں مذمت کرتا ہے۔!

”صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ○“

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 1، سورۃ نمبر 1 (البقرۃ)، آیت نمبر 18)

”وہ بہرے، گونگے اور اندھے ہیں پس وہ (اپنے کفر سے)
رجوع نہیں کریں گے۔“

قرآن مجید فرد اور معاشرے کے لئے مکمل ضابطۂ حیات کا حامل ہے۔ الحمدللہ! قرآنی طرزِ حیات ان نظام ہائے زندگی سے کہیں برتر ہے جو دور حاضر کے انسانوں نے محض اپنی جہالت سے بنا لئے ہیں۔ خود خالق کے علاوہ آخر کون بہتر رہنمائی مہیا کرسکتا ہے۔؟

میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم میری اس یہ عاجزانہ کوشش کو قبول فرمائیں۔

آمین

احکامِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور عصری سائنسی تحقیق

اس تقریر میں استنجاء، مسواک، وضو اور نماز کی شرعی حیثیت اور ان کے سائنسی وطبی فوائد جامع اور بڑے دلچسپ طور پر بیان کیے گئے ہیں۔

استنجا، اسلام اور جدید سائنس

اَلْحَمْدُ لِوَلِيِّهٖ وَالصَّلٰوةُ عَلٰى نَبِيِّهٖ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارِكْ وَسَلَّمْ ......

اسلام میں "تَخَلِّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ" کا حکم ہے۔ یعنی خود کو اللہ تعالیٰ جیسی اخلاقیات سے مزین کرو۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات برتر اور نہایت پاک ہے۔ اس کی ذات ہر قسم کی برائی کی آلودگی سے پاک ہے۔ اسی لیے مشہور ہے کہ صفائی میں خدائی جلوے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے۔ وہ چوری چکاری اور مکاری سے پاک ہے۔ کسی قسم کی کوئی فریب کاری، ریاکاری اور حسد و بغض جیسے گمان کا اس کی ذات کے ساتھ امکان نہیں۔ کنجوسی و بخل جیسی صفاتِ رذیلہ سے دائماً اور ابداً وہ ذات بابرکات پاک ہے۔ اس کی صفات پاکیزہ اور محمود ہیں۔ وہ حمید و مجید ہے۔ تو حکم ہے کہ اے مسلمانو! مخلوق ہوتے ہوئے تمہارے لیے جہاں تک ممکن ہے تم بھی اخلاقیات اور اوصافِ الٰہیہ کو اپنے ذات میں راسخ کرو۔

مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں یہ واضح ہوا کہ ایک حقیقی اور باعمل مسلمان کی زندگی ہر لحاظ سے پاک، صاف اور برائی کے ہر جراثیم سے محفوظ ہوتی ہے۔ وہ ہر قسم کی

ظاہری وباطنی آلودگی سے پاک اور صاف ہوتا ہے۔اسے حکم ہے کہ وہ حسد وبغض نہ رکھے۔چوری وڈاکہ زنی نہ کرے۔گالی گلوچ نہ کرے۔ہمیشہ سچ بولے اور جھوٹ سے محفوظ رہے۔ریاکاری سے بچے،فریب اور دھوکادہی ہرگز نہ کرے۔اپنے کردار و گفتار کی خوبی میں ہر مسلمان اپنی مثال آپ ہو۔دوسرے لوگوں کو ہرگز تنگ نہ کرے اور نہ کوئی نقصان پہنچائے۔بلکہ ہر وقت دوسروں کی مدد اور رہنمائی کے لیے کمربستہ رہے۔کمزور کی مدد کرے،پڑوسیوں سے بہتر سلوک کرے اور دوسروں کے حقوق کو مجروح نہ کرے۔

ارشادِ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔آپ صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا!

"اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَیَدِہٖ"

''حقیقی اور کامل مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔''

ایک اور ارشاد عالی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے بھی وہی کچھ نہ چاہے جس کی وہ خود اپنی ذات کے لیے خواہش کرتا ہے۔''

(الصحیح البخاری،باب من الایمان ان یحب لاخیہ،رقم 13)

ہر مسلمان کے لیے حکم ہے کہ حلال کھائے،حرام سے بچے،اپنے خیالات کو پاک وصاف رکھے،جسم کو پاک رکھے،لباس کو صاف رکھے اور اپنے کلام و کردار کی صفائی پیش کرے کہ بات میں جھوٹ نہ بولے اور کردار کو صاف رکھے۔گویا کہ یوں محسوس ہو کہ ہر مسلمان مکمل طور پر ظاہری اور باطنی صفائی کا مجسمہ ہے۔

اسلامی تعلیمات میں نماز کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔نماز ادا کرنے کے

لیے شرط ہے کہ آدمی کا جسم پاک و صاف ہو، اسکا لباس صاف ستھرا ہو اور وہ باوضو ہو۔

نماز سے پہلے ہر قسم کی جسمانی طہارت ضروری ہے اسی لیے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"اَلطُّھُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ"

(الصحیح المسلم، جلد نمبر 1، عربی صفحہ 118) (مشکوۃ المصابیح، عربی صفحہ نمبر 38)

"طہارت ایمان کا حصہ ہے۔"

ایک اور جگہ فرمایا!

"اَلطُّھُوْرُ نِصْفُ الْاِیْمَانِ"

(سنن ترمذی، عربی صفحہ 190)

"طہارت نصف ایمان ہے۔"

اس سے واضح ہوا کہ ایک مسلمان کے لیے اپنے ایمان کے حصے کو ہر وقت اپنے پاس رکھنا چاہیے۔ یعنی اسے ہر وقت پاکیزگی اپنانی چاہیے۔ اسلام نے ظاہری و باطنی طہارت کا ایسا سبق دیا کہ غیر مسلموں کے رہبر و رہنما بھی یہ بات ماننے پر مجبور ہو گئے کہ اسلام جیسی تطہیر اور کوئی دین و مذہب نہیں سکھاتا۔

چنانچہ "ڈاکٹر رابرٹ سمتھ" مشہور سرجن مسلمہ ماہرِ سرجری لکھتا ہے۔!

"ہم نے تطہیر کا عمل اسلام سے سیکھا ہے۔"

سب سے بڑی گندگی وہ ہے جو انسان کے جسم سے پاخانے اور پیشاب کی صورت میں خارج ہوتی ہے۔ اسلام نے اس کے خروج کے بعد اچھی طرح استنجا کرنے کا حکم دیا۔

چنانچہ حکم ہے کہ اگر انسان کو پیشاب یا پاخانہ کی حاجت ہے تو سب سے پہلے اس حاجتِ ضروریہ سے فارغ ہو جائے پھر طہارت یعنی استنجا کرے۔ پہلے اچھی

طرح مٹی کے ڈھیلوں سے صفائی کرے اور پھر دوبارہ پانی سے اچھی طرح صفائی کرے۔ یا پھر پانی پر ہی اکتفا کرے۔

صفائی کرتے ہوئے بائیں ہاتھ کو استعمال کیا جائے۔ پاخانہ یا پیشاب کرتے وقت نہ قبلہ کی طرف پیٹھ کی جائے اور نہ ہی منہ، چاہے میدان ہو یا گھر۔ اگر کبھی بھول کر ایسا کرلیا تو یاد آنے پر فوراً رخ بدل لے۔ پیشاب یا پاخانہ کرتے وقت ننگے سر نہ جائے اور نہ ہی ہوا کے رُخ پیشاب کرے۔

پیشاب اور پاخانہ کو جاتے وقت مستحب ہے کہ باتھ روم میں داخل ہونے سے پہلے یہ دعا پڑھے۔!

"بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ"

(الصحیح البخاری، جلد نمبر 1، عربی صفحہ 45) (الصحیح المسلم، جلد نمبر 1، عربی صفحہ 283)

(فتح الباری، جلد نمبر 1، عربی صفحہ نمبر 244)

"اللہ کے نام سے، اے اللہ! بیشک میں خبیث جنوں اور خبیث جنیوں سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔"

پھر پاخانہ کرنے والا بایاں پاؤں اندر رکھے۔ جب بیٹھنے کے قریب ہو تو کپڑا بدن سے ہٹائے اور ضرورت سے زیادہ بدن نہ کھولے۔ پھر پاؤں کشادہ کرکے بائیں پاؤں پر زور دے کر بیٹھے اور خاموشی سے سر جھکائے فراغت حاصل کرے۔ جب فارغ ہو جائے تو مرد بائیں ہاتھ سے اپنے آلہِ تناسل کو جڑ کی طرف سے سرے کی طرف سونتے تاکہ جو قطرے رُکے ہوں وہ نکل جائیں۔ پھر پانی، ڈھیلوں یا پھر یکے بعد دیگرے دونوں سے طہارت حاصل کرے۔ یوں کہ پہلے تین ڈھیلوں سے طہارت کرے اور پھر پانی سے یا پھر فقط پانی سے ہی طہارت حاصل کرلے۔

داہنے ہاتھ سے پانی بہائے اور بائیں ہاتھ سے دھوئے اور پانی کا لوٹا اونچا نہ رکھے تاکہ چھینٹیں نہ پڑیں۔ پہلے پیشاب کا مقام دھوئے، پھر پاخانہ کا مقام، پاخانہ کا مقام دھوتے وقت سانس کا زور نیچے کو دے کر ڈھیلا رکھے اور پھر خوب اچھی طرح دھوئے یہاں تک کہ دھونے کے بعد ہاتھ میں بو باقی نہ رہے۔ پھر کسی پاک کپڑے سے پونچھ لے اور اگر کپڑا نہ ہو تو بار بار ہاتھ سے پونچھے کہ برائے نام تری رہ جائے اور اگر وسوسہ کا غلبہ ہو تو رومالی پر پانی چھڑک لے۔ اس بات کا خیال رکھے کہ کھڑے ہونے سے پہلے بدن چھپالے اور باہر آجائے۔ نکلتے وقت پہلے داہنا پاؤں باہر نکالے اور باہر نکل کر یہ دعا پڑھے۔!

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّیْ مَایُؤْذِیْنِیْ وَاَمْسَكَ عَلَیَّ مَایَنْفَعُنِیْ"

"اللہ تعالیٰ کی تعریف ہے جس نے مجھ سے اس چیز کو دور فرمادیا جو مجھے نقصان پہنچا سکتی تھی اور اس چیز کو میرے قریب کر دیا جو مجھے نفع دیتی ہے۔"

باتھ روم سے باہر نکلنے کے بعد ایک اور دعا بھی احادیث میں مرقوم ہے وہ یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فراغت حاصل کرتے تو اس جگہ سے جدا ہو کر کہتے۔!

"غُفْرَانَكَ"

"(اے اللہ! میں تیری) بخشش کا طلب گار ہوں۔"

(زادالمعاد، جلد نمبر 2، عربی صفحہ نمبر 387)

استنجا پانی یا ڈھیلوں سے یا پھر یکے بعد دیگرے دونوں سے کرنا چاہئے۔ ہڈی اور گوبر وغیرہ سے استنجاء منع ہے کیونکہ اس کے بہت سے نقصانات ہیں جو عنقریب انشاء اللہ! بیان ہوں گے۔

عصری سائنسی تحقیق

قضائے حاجت انسان کی طبعی ضروریات میں سے ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک عمل میں نسلِ انسانی کو تحفظ اور سہولت عطا فرمائی۔ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو دیکھا جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی قدم قدم پر عافیت اور حفاظت دے گی۔

آج دنیا پھر سے انہیں طریقوں پر واپس آ رہی ہے جس طریقے سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں زندگی گزارنے کا حکم فرمایا اور جس طریقہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود زندگی گزاری۔ استنجا کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کے سائنسی وطبی چیدہ چیدہ فوائد پیش کیے جاتے ہیں۔

1: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لیے بہت دور تشریف لے جاتے تھے۔ قضائے حاجت کے لیے چل کر دور جانا بہت زیادہ بہتر ہے۔ سائنس اور طب کی رو سے چند حقائق ملاحظہ فرمائیں۔

اس وقت جدید سائنس زیادہ چلنے پر زور دے رہی ہے، حتیٰ کہ امریکہ کے بڑے بڑے ہسپتالوں میں یہ بات نمایاں لکھی ہوئی ہے۔!

”پاؤں پہلے پیدا ہوا یا پہیہ۔؟“

ظاہر ہے کہ پاؤں پہلے پیدا ہوا، اس معقولے کا مقصد قوم کو زیادہ سے زیادہ پیدل چلنے کی طرف دعوت دینا ہے۔

بائیو کیمسٹری (Bio-Chemistrv) کے ایک ماہر نے نکتے کی بات کہی وہ کہتے ہیں۔!

''جب سے شہر پھیلنے لگے ہیں، آبادی بڑھنے لگی ہے اور کھیت ختم ہونے لگے ہیں اس وقت سے اب تک امراض کی بہتات ہوگئی ہے۔ کیونکہ جب سے دور چل کر قضائے حاجت کرنا چھوڑ دیا گیا ہے اس وقت سے اب تک قبض، گیس، تبخیر اور جگر کے امراض بڑھ گئے ہیں۔''

چلنے سے آنتوں کی حرکات (Intestine Mowebents) تیز ہو جاتی ہیں جس کی وجہ سے قضائے حاجت تسلی بخش ہوتی ہے۔ آج کیونکہ ہم بیت الخلاء ہی میں پیشاب کرتے ہیں اور باہر چل کر نہیں جاتے اسی لیے آج حاجت غیر تسلی بخش ہوتی ہے، جسکی وجہ سے بیت الخلاء میں زیادہ وقت گزارنا پڑتا ہے۔

2: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لیے کچی اور نرم زمین کا انتخاب فرماتے تھے۔ اس میں بھی بہت زیادہ سائنسی فوائد ہیں۔ چند ایک ملاحظہ فرمائیں۔

''لیول پاول'' (Louval Poul) اپنی کتاب ''اصولِ صحت'' میں لکھتا ہے۔!

''انسانیت کی بقا مٹی سے ہے اور فنا بھی مٹی ہے۔ جب سے مٹی پر قضائے حاجت چھوڑ کر ہم نے سخت زمین (فلش، کموڈ اور ڈبلیو سی وغیرہ) استعمال کرنا شروع کی ہے، اس وقت سے اب تک

مردوں میں جنسی کمزوری اور پتھری کا رجحان بڑھ گیا ہے اور اس کے اثرات پیشاب کے غدود (Prostate Glands) پر پڑتے ہیں۔''

دراصل جب آدمی کے جسم سے فضلات نکلتے ہیں تو مٹی ان کے جراثیم اور تیزابی اثرات جذب کرلیتی ہے۔ جبکہ فلش وغیرہ اس کیفیت سے عاری ہیں۔ اس لیے وہ تیزابی اور جراثیمی اثرات جو مٹی جذب کرلیتی تھی فلش میں پیشاب کرنے کی وجہ سے وہ جراثیمی اثرات دوبارہ ہمارے جسم پر براہ راست پڑتے ہیں اور جسمِ انسانی صحت سے مرض کی طرف مائل ہونے لگتا ہے۔

اور ایک ماہر طب لکھتے ہیں۔!

''نرم اور بھربھری زمین ہر چیز کو جذب کرلیتی ہے۔ چونکہ پیشاب اور پاخانہ جراثیمی فضلہ ہے اس لیے ایسی زمین چاہئے جو کہ اس کو جذب کرنے اور اس کے چھینٹے اُڑکر بدن اور کپڑوں پر پڑنے کو روکے۔ جبکہ یہ کیفیت فلش (ٹائلٹ) میں نہیں ہوتی۔ وہاں بھی چھینٹوں کا احتمال رہتا ہے اور مزید یہ کہ فضلے کو جذب کرنے کی صلاحیت اس میں نہیں۔ فلش میں پیشاب کرنے کی وجہ سے فضلے کے بخارات جذب نہیں ہو پاتے جس کی وجہ سے فضلے سے اٹھنے والے بخارات صحت کے لیے مضر ثابت ہوتے ہیں۔''

اس مغربی تہذیب نے ''کموڈ'' متعارف کرایا ہے کہ لوگ اس پر کرسی کی مانند بیٹھ جاتے ہیں اور پاخانہ و پیشاب کرتے ہیں۔ کموڈ کو استعمال میں لاکر آدمی اچھی طرح فراغت حاصل نہیں کرسکتا، کیونکہ یہ غیر فطری طریقہ ہے۔ اسی کموڈ کی وجہ سے

پاخانہ صحیح خارج بھی نہیں ہونے پاتا کہ انتڑیوں میں پھنسا رہتا ہے۔ نیز کموڈ کو استعمال کرنے کے بعد علیحدہ جگہ پر بیٹھ کر شرمگاہ کو دھونا پڑتا ہے۔

''ڈبلیوسی''(W.C) ایک قسم کی کرسی ہے جو کہ یورپ کے لوگ پیشاب و پاخانہ کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ڈبلیو،سی پر کرسی کی طرح بیٹھ کر قضائے حاجت کی جاتی ہے۔ یہ انسانی صحت وتندرستی کے لیے نہایت مضر اور نامناسب ہے۔

اس کرسی نما چیز پر قضائے حاجت کرنے سے کئی ایک مہلک امراض لاحق اور کئی ایک نقائص انسانی جسم میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ان میں سے چند یہ ہیں۔

(i) ڈبلیوسی (W.C) پر بیٹھ کر قضائے حاجت کرنے سے اعصابی تناؤ اور کھچاؤ پیدا ہو جاتا ہے جس سے جسمِ انسانی ڈسٹرب ہونے کا غالب امکان ہے۔

(ii) ڈبلیوسی (W.C) کی مدد سے پاخانہ کرنے کی وجہ سے حاجت بھی غیر تسلی بخش ہوتی ہے جو کہ انتہائی پیچیدہ بیماریوں کو جنم دیتی ہے۔ جیسے قبض، تبخیر، معدے کی جلن، شرمگاہ کی خارش، شرمگاہ کی جلن، گیس اور بواسیر وغیرہ۔

(iii) ڈبلیوسی (W.C) پر قضائے حاجت کرنے کے لیے کرسی کی طرح بیٹھنا پڑتا ہے جس کی وجہ سے پاخانے کا صحیح اور طبعی اخراج ممکن نہیں ہو پاتا اور فضلہ بڑی آنت میں اٹک کر رہ جاتا ہے۔ جو بے شمار بیماریوں کو جنم دیتا ہے۔

(iv) ڈبلیوسی (W.C) پر قضائے حاجت کے باوجود بعد میں پیشاب کے قطرات گرنے کا غالب گمان رہتا ہے اور قطرات گرنے سے خارش اور دوسری کئی متعددی امراض وجود میں آتی ہیں۔

(v) ڈبلیوسی (W.C) کی مدد سے قضائے حاجت کرنے سے آنتوں اور معدے پر زور نہیں پڑتا جس کی وجہ سے معدے اور آنتوں کے بے شمار

امراض پیدا ہوتے ہیں۔ جیسے معدے کی جلن ، بدہضمی اور معدے کا السر وغیرہ۔

(vi) یہ جدیدیت کی پہچان ڈبلیوسی (W.C) وضعِ جسم کی فطری کیفیت کے خلاف ہے۔ جب سنت کے مطابق قضائے حاجت کی جاتی ہے تو اس وقت دماغ پورے جسم کو ڈھیلے رہنے اور پاخانے کے مقام کو پاخانہ خارج کرنے کا حکم اِرسال کرتا ہے۔ لیکن ڈبلیوسی (W.C) کو استعمال کرنے سے پورا جسم ڈھیلا نہیں ہو پاتا اور پاخانہ کا مقام بھی کسا رہتا ہے جس کی وجہ سے دل، جگر، معدہ اور دماغ کی بیماریاں لاحق ہو سکتی ہیں۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے نہایت مفید ہیں بلکہ کسی مذہب میں ان کی مثال نہیں ملتی۔ جب تک پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم والا طریقۂ طہارت نہ اپنایا جائے گا تو طہارت واستنجا کا اصل مقصد پورا نہیں ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس قدر خوبی کے ساتھ انسان کو طہارت وپاکیزگی کا نظام عطا فرمایا کہ آج طبی ماہرین بھی یہ بات کہنے پر مجبور ہیں کہ......

> "واقعی پیغمبر اسلام مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم والا نظامِ طہارت بے مثل و بے مثال ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے اور اپنائے ہوئے طریقے نہایت مفید ہیں۔"

بہرحال اول الذکر (فلش) فطری انداز اور طریقے کے قریب تر ہے۔ اسی لیے اس کے نقصانات کموڈ اور ڈبلیوسی (W.C) سے بہت کم ہیں...... لیکن جو فوائد کچی زمین اور نرم مٹی پر حاجت کرنے کے ہیں وہ یہاں میسر نہیں ہو سکتے۔ چونکہ مٹی اور میدان ہر جگہ میسر نہیں اس لیے فلش بہرحال بہتر ہے۔

3: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پاؤں کشادہ کر کے اور بائیں پاؤں پر زور دے کر

خاموشی سے سر جھکائے فراغت حاصل کرتے۔اس طریقے میں بھی بڑے سائنسی وطبی فوائد ہیں۔ان میں سے چند ملاحظہ فرمائیں۔

فزیالوجی کے ایک سینئر پروفیسر کہتے ہیں۔!

’’میں مراکش میں تھا۔ایک یہودی ڈاکٹر کے پاس بخار کی دوائی کے لیے جانا پڑا۔ڈاکٹر کافی بوڑھا تھا۔جب میں نے اپنا نام لکھوایا تو وہ کہنے لگا!

’’کیا تم مسلمان ہو۔؟‘‘

میں نے کہا!

’’جی ہاں!مسلمان بھی ہوں اور پاکستانی بھی۔‘‘

یہودی ڈاکٹر کہنے لگا!

’’تمہارے پاکستان میں اگر ایک طریقہ جو خود تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے،زندہ ہوجائے تو پاکستانی کئی امراض سے بچ جائیں۔‘‘

میں حیران ہوا اور میں نے پوچھا!

’’ڈاکٹر!وہ کون سا طریقہ ہے۔؟‘‘

یہودی ڈاکٹر نے کہا!

’’وہ قضائے حاجت کا طریقہ ہے۔اگر قضائے حاجت کے لیے اسلامی طریقے پر بیٹھا جائے تو اپنڈے سائٹس (Appendesitis)،دائمی قبض،بواسیر (Piles) اور گردوں کے امراض پیدا ہی نہیں ہوں گے۔اگر مسلمان اپنے نبی (کریم صلی اللہ علیہ وسلم) والا طریقۂ حاجت اپنائیں گے تو وہ ان تمام بیماریوں سے بچ جائیں گے۔‘‘

پاکستانی پروفیسر کہتے ہیں۔!

”میں اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طریقے سے واقف نہ تھا۔ مجھے افسوس ہوا کہ میں نے علمِ دین کو تھوڑا سا وقت بھی نہ دیا کہ اتنے اہم اور ضروری مسائل ہی سیکھ لیتا۔ اس وقت مجھے اس طریقے سے شناسائی کا اشتیاق ہوا۔ میں نے اس یہودی ڈاکٹر سے تو نہ پوچھا، ہاں مراکش میں ہی ایک عالمِ دین تھے میں ان کے پاس حاضر ہوا اور ان سے طریقہ دریافت کیا۔ جب انہوں نے مجھے وہ طریقہ بتایا اور سمجھایا تو میں نے فی الفور اس پر عمل شروع کر دیا۔ پہلے پہل تو مجھے کچھ دقت ہوئی لیکن اس کے فوائد جلد ہی میری سمجھ میں آ گئے اور اس وقت سے اب تک میں حاجت کے لیے وہی طریقہ استعمال کرتا ہوں جو میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا ہے۔“

جدید سائنس حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قضائے حاجت کے طریقے پر مسلسل ریسرچ کر رہی ہے اور اب تو غیر مسلم سائنسدان بھی یہ کہتے ہیں۔!

”صحت و زندگی کی بقا اور خوشحالی کے لیے پیغمبر اسلام علیہ السلام کے حاجت والے طریقے سے بڑھ کر کوئی طریقہ نہیں۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طریقے پر عمل کرنے سے گیس، تبخیر، بدہضمی، قبض اور گردوں کے امراض واقعی کم ہو جاتے ہیں اور مستقل آپ صلی اللہ علیہ وسلم والا طریقہ اپنا کر ان امراض کو ختم بھی کیا جا سکتا ہے۔“

4: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استنجا کے لیے پہلے ڈھیلے استعمال فرماتے اور ڈھیلے طاق عدد میں استعمال فرماتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس

سنتِ مبارکہ میں بھی بہت سے سائنسی اور طبی فوائد ہیں، ان میں سے چند ملاحظہ فرمائیں۔

جدید سائنس کی ریسرچ کے مطابق مٹی میں نوشادر (Ammonium Chaoride) اور اعلیٰ درجے کے دافعِ تعفن اجزاء موجود ہیں۔ چونکہ پاخانہ (Stool) اور پیشاب سارے کا سارا فضلہ ہوتا ہے اور جراثیموں سے لبریز ہوتا ہے اس لیے اس کا جلدِ انسانی کو لگنا انتہائی نقصان دہ ہے۔ اگر اس کے کچھ اجزاء جلد پر چپک جائیں یا ہاتھ پر رہ جائیں تو بے شمار امراض کے پھیلنے کا اندیشہ رہتا ہے۔

''ڈاکٹر ہلوک'' لکھتا ہے۔!

> ''ڈھیلے کے استعمال نے سائنسی اور تحقیقی دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال رکھا تھا لیکن اب یہ حقیقت سامنے آگئی ہے کہ مٹی کے تمام اجزاء جراثیموں کے قاتل ہیں۔ جب ڈھیلے کا استعمال ہوگا تو پوشیدہ اعضاء پر مٹی لگنے کی وجہ سے ان پر بیرونی طور پر چمٹے ہوئے تمام جراثیم مرجائیں گے۔ بلکہ تحقیقات نے تو یہ بھی ثابت کردکھایا ہے کہ مٹی کا استعمال شرمگاہ کو کینسر (Cancer Penis) سے بچاتا ہے۔ میں نے ایسے مریضوں کو جن کی شرمگاہ پر زخم تھے اور خراش بھی پڑگئی تھی، مستقل مٹی استعمال کرائی اور انہیں مٹی سے استنجا کرنے کو کہا تو مریض حیرت انگیز طریقے سے صحت مند ہوگئے۔''

الغرض میرا، تمام محقق سائنسدانوں اور اطباء کا یہ فیصلہ ہے کہ یہ مٹی سے بنا ہوا انسان پھر بھی مٹی سے عافیت پائے گا۔ چاہے دنیا کے تمام فارمولے استعمال کرلے اس کو فقط پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں ہی سے بیماریوں سے تحفظ

ملے گا۔

آج کل استنجا اور طہارت کے لیے ٹشو پیپر یا پھر ٹائلٹ پیپر کا استعمال کیا جاتا ہے اور لوگ بڑے شوق سے اس کا استعمال کرتے ہیں۔تمام لوگوں کو معلوم ہے کہ ٹائلٹ پیپر سے اچھی طرح صفائی نہیں ہوتی۔کچھ نہ کچھ گندگی جسم پر باقی رہ جاتی ہے جو صحت کے لیے نقصان دہ ہے۔اگر غسل کی حاجت بھی ہو تو انسان اسی طرح ٹائلٹ پیپر سے باقی ماندہ گندگی کے ساتھ ہی پانی میں بیٹھ جاتا ہے جس سے نہ صرف وبائی امراض بڑھتے ہیں بلکہ ٹپ کا سارا پانی بھی پلید اور گندا ہو جاتا ہے جو کہ غسل کے لیے استعمال نہیں کیا جا سکتا۔اگر پھر بھی انسان اس سے نہالے تو اس کا سارے کا سارا جسم ناپاک اور گندا ہو جاتا ہے۔یہ مغربی تہذیب کا انسان کے حق میں نقصان ہے جو کسی بھی مسلمان کو ہرگز گوارہ نہیں ہونا چاہیے۔علامہ اقبال نے ٹھیک کہا تھا!

''نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے''

ٹائلٹ پیپر بنانے والی فیکٹری کے ایک ملازم سے ایک ڈاکٹر اور ماہر طب کی ملاقات ہوئی۔انہوں نے اس ملازم سے پوچھا!

''بھئی! بتاؤ! کیا اس نرم، ملائم اور لطیف ٹائلٹ پیپر کی تیاری میں کوئی خطرناک کیمیکل استعمال ہوتا ہے۔؟''

ملازم کہنے لگا!

''ڈاکٹر صاحب! اس کے بنانے میں بے شمار کیمیکل استعمال ہوتے ہیں۔بعض کیمیکل تو انتہائی مہلک ہیں جن سے جلدی امراض (Skin Disesses)، ایگزیما (Eczema) اور جلد کی میں رنگت کی تبدیلی کے امراض پیدا ہو سکتے ہیں۔''

اس وقت تمام یورپ ٹائلٹ پیپر استعمال کر رہا ہے۔پچھلے دنوں اخبارات

نے اس خبر کو شائع کیا کہ اس وقت یورپ میں شرمگاہ کے مہلک امراض خاص طور پر شرمگاہ کا کینسر تیزی سے پھیل رہا ہے۔اس کے سدِّ باب کے لیے جب تحقیقی بورڈ بیٹھا تو اس بورڈ کی رپورٹ صرف دو چیزوں پر مشتمل تھی ۔بورڈ کا کہنا ہے کہ یہ مہلک امراض اور شرمگاہ کا کینسر فضلے کی صفائی کے لیے ٹائلٹ پیپر استعمال کرنے اور پانی استعمال نہ کرنے کی وجہ سے بڑھ رہا ہے۔

یورپ نے ہمیں یہ تحفہ جو کاغذ کی شکل میں دیا ہے یہ ہمارے لیے بہتر ہے یا نقصان دہ فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔

چونکہ یورپین استنجا کے لیے صرف ٹائلٹ پیپر پر ہی اکتفا کرتے ہیں اور پانی استعمال نہیں کرتے اسی لیے ٹائلٹ پیپر ان کے لیے مہلک ثابت ہوتا ہے لیکن اگر ٹائلٹ پیپر کے استعمال کے بعد پانی استعمال کیا جائے تو اس کے مضر اثرات نہ ہونے کے برابر ہو جائیں۔

5: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استنجا کے لیے پہلے مٹی کے ڈھیلے استعمال فرماتے اور پھر پانی ۔خالی پانی سے بھی استنجا کیا جاسکتا ہے۔چنانچہ حدیث اقدس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"پانی سے استنجا کرنا انبیاء کرام علیہم السلام کی سنتوں میں سے ہے۔"

(الصحیح المسلم ،باب خصال الفطرۃ ،عربی صفحہ نمبر 604)

لیکن یورپین لوگ پانی سے استنجا کرنے کی بجائے ٹشو پیپر وغیرہ استعمال کرتے ہیں جن کے بہت زیادہ نقصانات ہیں۔ان میں سے چند ایک نقصانات مندرجہ ذیل میں قارئین نے ملاحظہ فرمائے۔اب چند اور پیشِ نظر ہیں۔

ایک یورپین ڈاکٹر "کینن ڈیوس" نے پوری یورپی قوم کو مخاطب کرتے

ہوئے کہا!

''اگر تم اسی طرح زندگی گزارتے رہے کہ غلاظت اور پاخانہ کے مقام کو پانی کی بجائے ٹائلٹ پیپر سے صاف کرتے رہے تو پھر بہت جلد تم درج ذیل امراض کے لیے تیار ہو جاؤ۔

(i) شرمگاہ کا کینسر

(ii) بھگندر یا فسچولہ

(iii) پھپھوند کے امراض (Skin Infections)

(iv) جلدی انفیکشن (Viral Diseases)''

غلاظت اور گندگی سے لبریز یورپی زندگی میں پانی سے استنجا نہیں کیا جاتا۔ جس کی وجہ سے باقی ماندہ غلاظت و گندگی بالوں اور جسم میں اٹک کر طرح طرح کے امراض کا پیش خیمہ بن جاتی ہے۔

پانی کائنات کی عظیم نعمت ہے۔ یہ ہر غلاظت کو طہارت میں تبدیل کر دیتی ہے۔ اسلام نے نظامِ طہارت کو اتنا واضح اور پاک بنا دیا ہے کہ اس کو مانے بغیر چارہ نہیں۔ ہم کیا غیر مسلم سائنسدان اور اطباء بھی اس کی تعریف کیے بغیر نہ رہ سکے۔

''جانٹ ملن'' مستشرق کا کہنا ہے۔!

''اسلام پاکیزگی اور صفائی کا مذہب ہے۔ تمام مذاہب اس سے اپنی پاکیزگی کا باب پورا کرتے ہیں۔ اسلام کا طریقۂ استنجا بھی بے مثل و بے مثال ہے کہ اس سے جسم پر گندگی کا ذرہ بھی باقی نہیں رہتا۔ اگر کسی جسم کو پانی لگائے بغیر صاف کیا جائے تو تجربات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ وہ حصۂ جسم کبھی بھی صاف نہیں ہوگا بلکہ مختلف بیماریوں کا پیش خیمہ بن جائے

گا۔اور پھر پانی کے استعمال سے تو جسم کے اس حصے (شرمگاہ) کا درجۂ حرارت نارمل ہو جاتا ہے جو کہ نہایت مفید ہے کہ اس سے بواسیر وغیرہ نہیں ہونے پاتی۔اگر پانی استعمال نہ کیا جائے تو حاجت کے وقت مخصوص اعضائے کے علاوہ تمام اعضائے جسم کا درجہ حرارت بھی بڑھ جاتا ہے اور اس کی وجہ سے انسان مختلف بے شمار امراض میں مبتلا ہو جاتا ہے۔"

ممنوعات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشاب سے بچنے کے بارے میں پرزور احکامات ارشاد فرمائے ۔اس کے علاوہ پیشاب کو روکنے، کھڑے اور چلتے پانی میں پیشاب کرنے، راستہ میں پیشاب کرنے، سایہ دار اور پھلدار درخت کے نیچے پیشاب کرنے، ہوا کے رُخ پر پیشاب کرنے، بل اور سوراخ میں پیشاب کرنے، غسل خانے میں پیشاب کرنے، کھڑے ہو کر پیشاب کرنے، لید، گوبر، ہڈی سے استنجا کرنے اور قبلہ رُخ منہ یا پیٹھ کر کے پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔

نیز طہارت کے لیے دایاں ہاتھ پانی ڈالنے اور بائیں ہاتھ سے صفائی کرنے، قضائے حاجت کے بعد کسی چیز (صابن یا مٹی) سے ہاتھ دھو لینے اور قضائے حاجت کرتے ہوئے پردے کا سخت خیال رکھنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ ان تمام تعلیمات کے بے شمار سائنسی اور طبی فوائد ہیں ۔ان تعلیمات کے مختصر مختصر چند فوائد بیان کیے جاتے ہیں۔

1: احادیث میں کثرت کے ساتھ پیشاب سے نہ بچنے پر وعیدیں آئی ہیں اور محدثینؒ نے اپنی کتابوں میں ہزارہا ایسی احادیث نقل فرمائیں ہیں جن میں پیشاب سے بچنے، تعلیماتِ اسلام کے مطابق پیشاب اور استنجا کرنے کا حکم

ارشاد فرمایا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''پیشاب سے بچو کیونکہ اکثر عذابِ قبر پیشاب سے نہ بچنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔''

مستشرق ''ڈاکٹر جانٹ ملن'' کہتا ہے۔!

''رانوں کی خارش اور پھنسیوں، پیڑو کی جلد کا ادھڑنا، سرینوں اور اس کی اطرف کی الرجی اور عضوِ خاص کے زخم کے مریض جب بھی میرے پاس آتے ہیں تو میرا اُن سے پہلا سوال یہی ہوتا ہے کہ کیا وہ پیشاب سے بچتے ہیں۔؟''

ان میں اکثر پیشاب سے نہیں بچتے اور پھر لاعلاج اور مشکل امراض لے کر میرے پاس آتے ہیں۔''

جینز اور پینٹ کی زنجیری اور بٹن کھول کر پیشاب کرنے اور پھر بغیر استنجا کے فوراً باندھ لینے کی صورت میں پیشاب کے قطرات اعضائے جسم پر گرتے رہتے ہیں جس سے جلدی امراض اور دیگر بے شمار امراض پیدا ہوتے ہیں۔

واللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کتنی اعلیٰ ہیں کہ سائنسی تحقیق سے ہزاروں سال پہلے ہی فرمادیا کہ پیشاب پلید ہے، گندا ہے، کئی بیماریوں کا موجب اور عذابِ قبر کا سبب ہے، اس لیے اس سے بچو۔

2: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشاب کو روکنے سے منع فرمایا اور فقہاء رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں۔!

''پیشاب اگر سواری پر آجائے تو اسی وقت دیر کیے بغیر سواری کو روکے اور پہلے پیشاب کرے۔ اسی طرح اگر جماعت کا وقت

ہو گیا ہے اور پیشاب آ گیا ہے تو پہلے پیشاب کرے، پھر وضو اور پھر جماعت کے ساتھ ملے۔ کسی کام کو کرتے ہوئے پیشاب آ جائے تو پہلے پیشاب سے فراغت حاصل کرنی چاہیے۔"

پیشاب کو نہ روکنے اور بروقت پیشاب کر دینے کے درج ذیل طبی فوائد ہیں۔

میڈیکل کے اصولوں میں سے ایک اصول یہ ہے کہ جب بھی پیشاب یا پاخانہ آ جائے تو اسی وقت اس سے فراغت حاصل کی جائے۔ میڈیکل نے حاجتِ ضروریہ، پیشاب اور پاخانے کو روکنے سے منع کیا ہے۔

میڈیکل فیلڈ کے ساتھ تعلق رکھنے والے سنئیر کہتے ہیں۔!

"حاجتِ ضروریہ کو روکنا گونا گوں بے شمار امراض کا پیش خیمہ بن سکتا ہے۔ اس میں زیادہ نقصان دماغ (Brain)، معدہ (Stomach)، اعصاب (Nerves) اور گردوں کا ہوتا ہے۔ بعض اوقات تو حاجتِ ضروریہ کے روکنے سے قے اور چکر شروع ہو جاتے ہیں جو کہ نہایت ہی مضر ثابت ہوتے ہیں۔"

3: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے پانی میں پیشاب اور پاخانہ کرنے سے منع فرمایا۔ اس کے طبی اور سائنسی فوائد ملاحظہ فرمائیں۔

کنواں، تالاب، جوہڑ اور جھیل جیسے کھڑے پانی میں اگر قضائے حاجت کی جائے گی تو پانی میں جراثیموں کے داخل ہونے سے تمام پانی آلودہ اور خطرناک امراض کا سبب بن جائے گا۔

اب اگر کوئی ذی روح (پرندے اور جانور یا انسان وغیرہ) اس پانی کو پیئے گا تو وہ کئی ایک مہلک بیماریوں کا شکار ہو جائے گا۔

ایسا پانی پینے والے کو تپ محرقہ، ٹائی فائیڈ (Typhiod)، جراثیمی یرقان (Viral Juandice)، آنتوں کے کیڑوں کے انڈے کی پیدائش، پیراسائٹ (Parasites) اور طفیلی کیڑوں کی پیدائش جیسے مہلک امراض لاحق ہو جائیں گے۔

اس کے علاوہ کھڑے پانی میں پیشاب کرنے والا خود بھی کئی بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ مثلاً جب کھڑے پانی میں پیشاب کیا جاتا ہے تو پیشاب کے چھینٹے اُڑتے ہیں جو کئی بیماریوں کا موجب بنتے ہیں۔ کھڑے پانی میں پیشاب کرنے سے ایک قسم کی بھاپ اٹھتی ہے جو پیشاب کرنے والے کو کئی بیماریوں میں مبتلا کر دیتی ہے۔ اس بھاپ سے سونگھنے کی قوت سلب ہو جاتی ہے، آدمی آنکھوں کی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے اور دماغ و گلے پر بھی گہرا اثر پڑتا ہے۔

اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے پانی میں پیشاب اور پاخانہ کرنے سے منع فرمایا تاکہ کسی آدمی کی وجہ سے کسی جانور یا انسان کو کوئی بھی تکلیف نہ پہنچے اور اسلامی معاشرہ ہمیشہ تندرست اور بیماریوں سے محفوظ رہے۔

4: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چلتے پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔
سائنس اور طب میں اسکی وجہ ملاحظہ فرمائیں۔

چلتا پانی جیسے دریا، نہریں اور نالے کیونکہ قریہ قریہ گزر کر جاتے ہیں۔ کئی انسان اور جانور اس پانی سے نفع لیتے ہیں۔ اگر فضلے کی وجہ سے یہ پانی آلودہ ہو جائے تو چلتے چلتے جراثیم کا گڑھ بن جاتا ہے اور بیماریاں پھیلاتا جاتا ہے۔ اگر کوئی آدمی اس نہر یا نالے وغیرہ کو پار کرنے کے لیے پانی سے گزرنے گا تو اس کا جتنا جسم پانی میں جائے گا اس کو نقصان کا اندیشہ ہے۔ اس پانی سے الرجی، پھوڑے، پھنسیاں اور وبائی خارش وغیرہ بھی پھیلتی ہے۔ اس کے علاوہ جب کوئی شخص چلتے پانی میں پیشاب کرے

گا تو اس سے بو اُٹھے گی جو کہ دماغ اور پھیپھڑوں کے لیے انتہائی مضر ہے۔

5: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گزرگاہوں اور راستوں میں پیشاب کرنے سے بڑی سختی سے منع فرمایا۔ اس کے طبعی، طبی اور سائنسی فوائد درج ذیل ہیں۔

راستہ سے ہر کوئی گزرتا ہے اور جب راستہ میں پیشاب کیا جاتا ہے تو پیشاب کی بو اور جراثیم فضا میں معلق ہو جاتے ہیں اور ہوا کی وجہ سے اس راستے سے گزرنے والوں کے جسم میں سرایت کر جاتے ہیں جس سے سانس کی پرابلم پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ پیشاب کی بو اور جراثیم سے آلودہ ہوا اگر انسان کے اندر پہنچ جائے تو دل، جگر اور پتے کی بیماریوں کا بھی غالب گمان کیا جا سکتا ہے۔

6: احادیث اور فقہ میں سایہ دار اور پھلدار درخت کے نیچے پیشاب کرنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ اس کے چند طبعی، طبی اور سائنسی فوائد یہ ہیں۔

سایہ دار درخت لوگوں کے قیام اور سکون کی جگہیں ہیں۔ یہاں فضلہ کرنا انتہائی برا ہے اور اس سے یقیناً برے اثرات مرتب ہوتے ہیں کہ اس درخت کے سائے میں بیٹھنے والے کئی قسم کی وبائی امراض کا شکار ہو جاتے ہیں۔

پھلدار درخت جہاں لوگوں کے قیام و آرام کی جگہ ہے وہاں اس سے پھل بھی حاصل کیے جاتے ہیں اور لوگ اسی کے سائے میں بیٹھ کر اس کے پھل تناول کرتے ہیں۔ اگر وہاں گندگی ہوگی تو وہاں بیٹھ کر کھانا مشکل ہو جائے گا جس کی وجہ سے لوگ متنفر ہو جائیں گے۔ نیز پھلدار درخت سے خود بخود پھل بھی گرتے ہیں۔ اگر پھلدار درخت کے نیچے پیشاب و پاخانہ کیا جائے گا تو وہ پھل بھی ضرور اس گندگی پر گریں گے جس کی وجہ سے وہ انسان کے استعمال کے قابل نہیں رہیں گے اور اگر کسی نے وہ پھل استعمال کر لیا (خصوصاً جیسے نا سمجھ بچے وغیرہ) تو وہ بھی کئی امراض میں مبتلا ہو جائے گا جن سے تکلیف و اذیت پہنچنے کا اندیشہ ہے۔

7: احادیث اور فقہ میں ہوا کے رخ پر پیشاب کرنے سے منع کیا گیا ہے۔اس کے طبی وسائنسی فوائد درج ذیل ہیں۔

اگر ہوا کے رُخ پیشاب کیا جائے تو ہوا کے دباؤ کی وجہ سے وہ پیشاب اُڑ کر جسم، چہرے اور کپڑوں پر پڑے گا جس سے جسم اور کپڑے پلید ہو جائیں گے۔ نیز اس پیشاب کے جراثیم بھی مساموں کے راستے سے جسم میں داخل ہو کر الرجی، خارش، فسادِ خون اور کئی اور جلدی امراض پیدا کریں گے۔

اگر ہوا کی وجہ سے پیشاب اُڑ کر منہ یا آنکھوں میں چلا گیا تو بہت شدید نقصان پہنچے گا۔ مثلاً آنکھیں سوج جائیں گی، سرخ ہو جائیں گی، آنکھوں میں خارش ہو گی، آنکھوں سے پانی بہنے لگے گا اور اس کے ساتھ ساتھ کئی ایک قسم کی آنکھوں کی وبائی بیماریاں لاحق ہو جائیں گے۔ اگر علاج نہ کرایا گیا تو یہ بیماریاں بڑھ کر پورے جسم میں فساد برپا کر دیں گی۔

اگر ہوا کے رُخ پر پیشاب کیا گیا اور پیشاب اُڑ کر منہ میں چلا گیا تو اس سے بھی کئی ایک امراض پھیل جائیں گے۔ مثلاً منہ کی بیماری لاحق ہو جائے گی، منہ کا فالج بھی ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ منہ میں زخم، مسوڑھوں میں پیپ اور دانتوں کی بیماری پیدا ہوں گی۔ زبان بھی بری طرح متاثر ہو گی اور گلہ بھی خراب ہو جائے گا جس سے پانی تک نہ نگلا جائے گا۔

8: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بل اور سوراخ میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔ چنانچہ مشکوۃ شریف میں حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

”تم میں سے کوئی شخص سوراخ میں ہرگز پیشاب نہ کرے۔“

(مشکوۃ المصابیح، عربی صفحہ 43)

بل اور سوراخ میں پیشاب کرنے سے روکنے میں بھی بے شمار سائنسی وطبی فوائد ہیں۔ چند ایک ملاحظہ فرمائیں۔

اگر زہریلے جانور کے بل میں پیشاب کیا گیا تو اس جانور کے باہر نکل کر نقصان پہنچانے کا خطرہ ہوتا ہے۔

بعض زمینیں کلرزدہ اور شورہ زدہ ہوتی ہیں اور ان کے بلوں اور سوراخوں میں تیزاب اور شورہ (Nitrogen) کے مادے جمع ہوتے ہیں۔ اگر ان میں پیشاب کیا گیا تو پیشاب چونکہ خود ایک تیزاب (Acid) ہے اور جب ایک تیزاب دوسرے تیزاب سے ملے گا تو زہریلے بخارات اُٹھ کر جسمِ انسانی کو نقصان پہنچائیں گے۔

9: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کی جگہ پیشاب کرنے سے منع فرمایا اور فرمایا!

''اس سے بیشمار وسوسے پیدا ہوتے ہیں۔''

فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں۔!

''غسل کی جگہ پیشاب نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ اس سے عقل اور ذہن پر اثر پڑتا ہے، یاداشت کمزور ہوجاتی ہے اور آدمی کئی وسوسوں میں پھنس کر شیطان اور بیماری کا شکار ہوجاتا ہے۔''

ایک سائنس میگزین بنام ''سائنس اور صحت'' (Science and Health) میں لکھا ہے۔!

''غسل کی جگہ پیشاب کرنے سے شہوتِ نفاسیہ کی زیادتی ہوتی ہے اور اس سے معاشرتی مہلکات پیدا ہوتے ہیں۔ غسل کی جگہ

پیشاب کرنے سے انسان نفسیاتی امراض کا شکار ہو جاتا ہے۔
غسل کی جگہ پیشاب کرنے سے گردے میں پتھری پیدا ہوتی ہے۔ بہر حال غسل کی جگہ پیشاب کرنے سے اور بھی بہت سے نقصانات کا قوی اندیشہ ہے۔"

10: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔ چنانچہ بیہقی شریف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ کوئی آدمی کھڑے ہو کر پیشاب کرے۔

(بیہقی شریف، جلد 1، عربی صفحہ 102)

اسلام بیٹھ کر پیشاب کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اگر کھڑے ہو کر پیشاب کیا جائے تو اس سے بے شمار اندرونی و بیرونی نقصانات ہوتے ہیں۔ چونکہ پیشاب جراثیموں سے پُر ہوتا ہے اور بعض اوقات اس میں بعض امراض (سوزاک، آتشک، گردوں کا جراثیمی انفیکشن وغیرہ) کی وجہ سے پیپ (Pus) بھی موجود ہوتی ہے۔ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے اس کے چھینٹے بدن اور لباس کو آلودہ کر دیتے ہیں جس سے کئی امراض وجود میں آتے ہیں۔

کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے غدۂ قدامیہ (Prostatitis) پر برا اثر پڑتا ہے اور وہ متورم ہو کر بڑھ جاتا ہے جس کی وجہ سے پیشاب بند ہو جاتا ہے، قطرہ قطرہ آتا ہے اور دھار بھی پتلی ہو جاتی ہے، اسکے علاوہ اور بھی کئی امراض جنم لیتے ہیں۔

11: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لید اور ہڈی سے استنجا کرنے سے منع فرمایا۔

چنانچہ مسلم شریف میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"لید (جانور کے گوبر) اور ہڈی سے استنجانہ کیا کرو۔"

(الصحیح المسلم، جلدنمبر 1، صفحہ نمبر 130) (المشکوۃ المصابیح، عربی صفحہ 42)

لید میں بے شمار مہلک جراثیم ہوتے ہیں کیونکہ یہ ایک (جانور کا) فضلہ (پاخانہ) ہے اور ہر پاخانہ جراثیموں سے پُر ہوتا ہے۔ لید میں تشنج (Tetnus) اور تپِ محرقہ (Typhuid) کے جراثیم بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ اگر لید سے استنجا کیا جائے تو وہ جراثیم جسم میں منتقل ہو کر بیمار کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس سے شرمگاہ کو بھی بہت سی بیماریاں لاحق ہو سکتی ہیں۔ جیسے خارش، جلن، پیپ کا پڑھنا اور شرمگاہ کا کینسر وغیرہ۔

ہڈی سے گوشت کھا کر جب پھینک دیا جاتا ہے تو اس کو جانور کھاتے ہیں۔ بعض جانوروں کے لعاب میں خطرناک جراثیم ہوتے ہیں، مثلاً کتے کے لعاب میں ایک خاص جرثومہ ہوتا ہے جو اس کی کھائی ہوئی ہڈی پر لعاب کے ساتھ منتقل ہو جاتا ہے۔ مزید یہ کہ ہڈی پر مٹی، گرد و غبار اور گندگی وغیرہ جم جاتی ہے اور اس گرد و غبار وغیرہ میں گوناگوں جراثیم پائے جاتے ہیں۔ اب اگر یہ ہڈی استنجا کے لیے استعمال کی جائے گی تو دیگر جراثیموں کے ساتھ ساتھ کتے کا خاص جرثومہ بھی جسم میں منتقل ہو جائے گا جس سے فسادِ خون، دل، جگر، پتا، آنتڑیوں اور معدے کے امراض لاحق ہو جاتے ہیں۔

ہڈی کی سطح ناہموار، کھردری اور نوک دار ہوتی ہے، اس سے جسمِ انسانی کے زخمی ہونے کے خطرات ہوتے ہیں۔ نیز ہڈی پر حشرات الارض میں سے کوئی چھوٹا دکھائی نہ دینے والا موذی جانور بھی ہو سکتا ہے کہ استنجا کرتے وقت اس کے نقصان پہنچانے سے تکلف ہو گی۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں۔!

''ایک نوجوان کو میں نے یہ حدیث مبارک سنائی کہ ہڈی، گوبر اور لید سے شرمگاہ کو صاف نہ کیا جائے تو اس نے مذاق اُڑایا۔ اتفاق سے کسی دن اسے ضرورت پڑی تو رفعِ حاجت کے بعد اس نے صفائی ہڈی کے ساتھ کی۔ جس کی وجہ سے اس کے پاخانہ کے مقام پر شدید سوزش اور تکلیف دہ ورم ہو گیا۔ ہوا یوں کہ اس نے جس ہڈی کے ساتھ استنجا کیا تھا اس پر چھوٹی چھوٹی سرخ اور زہریلی چیونٹیاں تھیں جو وہ دیکھ نہ سکا۔ جب اس نے استنجا کرنے کے لیے اس ہڈی کو پاخانے کے مقام پر رکھا تو ان چیونٹیوں نے اسے کاٹ کھایا۔''

وہ بزرگ فرماتے ہیں۔!

''اس نوجوان کو جب زیادہ تکلیف ہوئی تو وہ میرے پاس غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے شرمندگی کی حالت میں علاج کے لیے آیا۔ میں نے اس سے کہا!

''جس محسن ہستی ﷺ کی حدیث مبارک کا تم نے مذاق اُڑایا تھا اس پر درود بھیجو، اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے معافی طلب کرو۔ پس جب اس نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی مصیبت دور فرما دی۔''

ہڈی اور گوبر میں کئی طرح کے غلیظ کیڑے بھی ہوتے ہیں لہٰذا طبی، سائنسی اور طبی قواعد کے مطابق بھی ان سے صفائی کرنا منع ہے۔

12: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق قبلہ کی طرف تھوکنا، پیشاب کرتے ہوئے پیٹھ اور منہ کرنا منع ہے۔ چنانچہ حضرت سلمان فارسی

رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔!

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قضائے حاجت کے دوران قبلہ کی طرف منہ اور پیٹھ کرنے سے منع فرمایا۔''

(الصحیح البخاری، عربی صفحہ 57)(الصحیح المسلم، جلد 1، عربی صفحہ 130)(المشکوۃ المصابیح، عربی صفحہ 24-42)(سنن ابی داؤد، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 3)

قضائے حاجت کے دوران قبلہ کی طرف منہ اور پیٹھ نہ کرنے میں کئی ایک طبی وسائنسی فوائد ہیں۔

چنانچہ ڈاکٹر ''ڈارون''، ڈاکٹر ''لیڈ بیٹر'' اور ڈاکٹر ''الیگزنڈرا'' کی تحقیق کے مطابق ''کاسمک ولڈ'' کا نظام انسانی زندگی پر حاوی ہے۔ خانہ کعبہ کے چاروں اطراف سے نکلنی والی مثبت شعاعیں (Positive Rays) پوری دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں۔ پیشاب، پاخانہ اور تھوک جو کہ خالص منفی شعاعیں (Negative Rays) ہیں کعبہ کی طرف ڈالنے سے آدمی کے لیے مسلسل نقصان کا باعث بنیں گی۔

مشہور پیراسائیکالوجسٹ ''ڈاکٹر کامن بیم'' نے اس بات کو اپنی تحقیقی زندگی کا حصہ بنایا ہے کہ مسلمانوں کے کعبہ کی طرف سے مسلسل مثبت شعاعیں پوری کائنات میں پھیل رہی ہیں اور اس طرح منفی شعاعوں (تھوک، پیشاب اور پاخانہ وغیرہ) کا رجحان ضرر کا باعث ہے۔

13: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''طہارت کے لیے پانی دائیں ہاتھ سے ڈالو اور صفائی کے لیے بایاں ہاتھ استعمال کرو۔ خبردار دایاں ہاتھ استنجا کے لیے استعمال نہ کرو۔ جب کوئی شخص قضائے حاجت کے لیے جائے تو اپنی

شرمگاہ کو بھی اپنے دائیں ہاتھ سے نہ چھوئے۔''

(الصحیح البخاری، جلد 1، عربی صفحہ نمبر 27) (الصحیح المسلم، جلد نمبر 1، عربی صفحہ 130) (المشکوۃ المصابیح، عربی صفحہ 42)

اس ارشادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی کئی ایک طبعی، طبی اور سائنسی فوائد پائے جاتے ہیں جو کہ پیشِ نظر ہیں۔

استنجا فقط بائیں ہاتھ سے کرنا چاہیے۔ اسکی کئی وجوہات ہیں۔ دائیں ہاتھ سے مثبت (Positive) اور بائیں ہاتھ سے منفی (Negative) شعاعیں (Rays) نکلتی ہیں۔ اگر استنجا کے لیے دایاں ہاتھ استعمال کیا جائے تو جسم کا شعاعی نظام بگڑ جائے گا اور اس کے بداثرات دماغ (Brain) اور حرام مغز (Spinal Cord) پر پڑیں گے۔

نیز چونکہ کھانے کے لیے دایاں ہاتھ استعمال کیا جاتا ہے اس لیے اگر استنجا کے لیے بھی دایاں ہاتھ استعمال کیا جائے تو پھر کھانا کھاتے وقت مادۂ نفرت کے پھیلنے کا ڈر ہے۔

14: قضائے حاجت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ مٹی پر ہاتھ رگڑ رگڑ کر دھوتے تھے۔ اس میں بیشمار طبی فوائد ہیں۔ چند ایک ملاحظہ فرمائیں۔

قضائے حاجت کے بعد دونوں ہاتھوں کو دھونا نبی کریم ﷺ کی سنت ہے۔ اس سے جسمِ انسانی کو بہت سارے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

مثلاً ہم مختلف اشیاء کو ہاتھوں سے ہی پکڑتے ہیں، نیز ہاتھ ننگے رہتے ہیں اس طرح ہاتھوں پر مختلف بیماریوں کے جراثیم (Germs) یا مختلف کیمیکلز (Chemicals) موجود رہتے ہیں جو ہمارے ہاتھوں کو آلودہ کر دیتے ہیں، اگر ہاتھ دھوئے بغیر کھانا کھا لیا جائے، کھانے والے برتن میں ہاتھ داخل کر دیئے جائیں،

کلی کر لی جائے یا ناک میں پانی ڈال لیا جائے تو یہ جراثیم بآسانی ہمارے کھانے، منہ یا ناک کے ذریعے جسم کے اندر جا سکتے ہیں اور جسم کو مختلف بیماریوں میں مبتلا کر سکتے ہیں۔ اسی لیے دنیا بھر میں ہاتھ دھونے پر بہت زور دیا جا رہا ہے تا کہ مختلف آلائشیں ہمارے جسم کے اندر منتقل نہ ہو سکیں۔

اس سلسلے میں امریکی پروفیسر ''ڈاکٹر شاہد اطہر'' ایم ڈی نے بجا لکھا ہے۔!

"Hand washing is being emhasized more and more in hos-pitals now in order to prevent spread of germs, However non-Muslin did not know tgat gand wasging is so inpor-tant-it has been ordered in Qur,an 1400 yers ago."

(ealith Gudlines from Qur an and sunnah. P60)

جب ہم ہاتھ دھوتے ہیں تو انگلیوں کے پوروں میں سے نکلنے والی شعاعیں ایک ایسا حلقہ بنا لیتی ہیں جس کے نتیجے میں ہمارے اندر دَور کرنے والا برقی نظام تیز ہو جاتا ہے اور برقی رَو ایک حد تک ہاتھوں میں سمٹ آتی ہے۔ اس عمل سے ہاتھ خوبصورت ہو جاتے ہیں۔ صحیح طریقہ پر ہاتھ دھونے سے انگلیوں میں ایسی لچک پیدا ہو جاتی ہے جس سے آدمی کے اندر تخلیقی صلاحیتوں کو کاغذ یا کینوس پر منتقل کرنے کی خفتہ صلاحیتیں بیدار ہو جاتی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ قضائے حاجت کے بعد ہاتھوں کو مٹی سے مَل مَل کر دھوتے تھے۔ چونکہ ہاتھوں کو جراثیم لگے ہوتے ہیں اور بعض

جراثیم ایسے بھی ہوتے ہیں جو عام پانی سے ضائع نہیں ہوتے اس لیے اس ہاتھوں کو مٹی یا صابن وغیرہ سے صاف کر لینا ایک اہم سنت اور طبی و سائنسی اصول ہے۔

مٹی اعلیٰ درجے کی ''انٹی سپٹک'' (Anti Septic) ہے۔ حتیٰ کہ اس میں کتے کے جراثیموں (جو کہ سب سے زیادہ قوی جراثیم ہوتے ہیں) کو بھی مار ڈالے کی قوت و طاقت موجود ہے، اس لیے یہ عام جراثیموں کو تو فوراً ہی ختم کر دیتی ہے۔

قضائے حاجت کے بعد ہاتھوں کو مَل مَل کر مٹی یا صابن سے دھونا ویسے بھی فطرت میں شامل ہے کیونکہ فطرتِ انسانی گندگی کو پسند نہیں کرتی۔

مسواک، اسلام اور انسانی صحت

اسلام جہاں مسلمانوں کو روحانی پاکیزگی کا حکم دیتا ہے، وہاں اس کی تعلیمات مسلمانوں کے جسم ولباس کی تطہیر کا بھی درس دیتی ہیں۔ اگر اسلامی طہارت کے طریقوں پر غور کیا جائے تو اس کا میعار سائنس کے طریقوں سے بھی اعلیٰ وارفع نظر آئے۔ نماز سے پہلے مسواک اور وضو کا حکم دیا گیا۔ یہ روحانی وجسمانی دونوں فوائد پر حاوی ہے، اسی وجہ سے خود مسواک کو روحانی عبادت کا درجہ دیا گیا ہے۔

ایک مسلمان پنج گانہ نماز میں ایک دن میں پندرہ مرتبہ منہ کو صاف کرتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ مسلمان نمازی آدمی کا منہ اندر سے بالکل صاف رہتا ہے۔ نمازی نے نماز میں بزرگ وبرتر خالق ومالک کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اس کی حمد وثناء بیان کرنا ہوتی ہے لہٰذا منہ کا صاف وپاک ہونا ازحد ضروری ولازمی ہے۔ منہ صاف نہ ہو تو بدبو آتی ہے، ساتھ والے نمازی بھی متنفر اور بیزار ہوتے ہیں، نیز گندے منہ سے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء اور عبادت کا انسان کے دل ودماغ پر اثر نہیں ہوتا اور نہ ہی نماز میں خشوع وخضوع حاصل ہوتا ہے۔ اگر مسواک اور پانی سے منہ کو اچھی طرح صاف کیا جائے تو منہ میں ایسی شعاعیں (Rays) بن جاتی ہیں جن کے باعث تلاوت

قرآن اور حمد و تسبیح میں حلاوت و سرور پیدا ہوتا ہے۔

منہ کی صفائی کے لیے مسواک کرتے رہنے سے دانت مضبوط اور چمکدار ہو جاتے ہیں۔ دانتوں کے متعدد امراض کا خطرہ نہیں رہتا۔ جبڑے مضبوط ہو جاتے ہیں۔ آدمی کی قوتِ ذائقہ میں اضافہ ہو جاتا ہے اور آدمی گلے وغیرہ کی بیماریوں سے بچا رہتا ہے۔

مسواک کے متعلق احادیث ملاحظہ فرمائیں۔!

1: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ حتیٰ کہ فرمایا!

"مسواک کو اپنے اوپر لازم کرلو کیونکہ اس میں پندرہ خوبیاں ہیں۔!

(1) منہ کو پاک وصاف کرتی ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ خوش ہو جاتا ہے۔

(3) شیطان ناخوش ہوتا ہے۔

(4) فراخدستی اور خوشحالی حاصل ہوتی ہے۔

(5) میری (رسول اللہ ﷺ) کی سنت ہے۔

(6) ناخونہ آنکھ کی بیماری دور ہو جاتی ہے۔

(7) بینائی میں صفائی پیدا ہوتی ہے۔

(8) حرارت کی تکلیف دور ہو جاتی ہے۔

(9) سر کا درد ختم ہو جاتا ہے۔

(10) منہ خوشبودار ہو جاتا ہے۔

(11) بلغم قطع ہو جاتی ہے۔

(12) مسوڑھے مضبوط ہو جاتے ہیں۔

(13) فرشتے مسواک کرنے والے سے محبت کرتے ہیں۔

(14) افلاس اور تنگدستی دور ہو جاتی ہے۔

(15) مسواک کر کے جو نماز ادا کی جائے اس کا ثواب ساٹھ سے زیادہ نمازوں کے برابر ہوتا ہے۔"

:2 حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"مسواک سے غفلت نہ کرو۔ کیونکہ یہ داڑھ کے درد کو دور کرتی ہے، اس کے ساتھ دانت چمکدار رہتے ہیں اور اس کے استعمال سے قوتِ حافظہ زیادہ ہو جاتی ہے۔"

:3 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"جمعہ کے دن مسواک کرنا ہر مسلمان پر ضروری ہے۔"

:4 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"پیغمبروں کی صفات میں سے ایک صفت مسواک کرنا بھی ہے۔"

:5 حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"کھانا کھانے کے بعد مسواک کرنا دو کمسن غلام آزاد کرنے سے افضل ہے۔"

:6 حضور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ عالی شان ہے۔!

"مسواک کر کے نماز پڑھنا اس نماز سے ستر درجہ افضل ہے جس کے وضو میں مسواک نہ کی گئی ہو۔"

:7 نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''جبرائیلِ امین علیہ السلام نے مسواک کی اتنی فضیلت بیان کی اوراس کے استعمال کی اتنی تاکید کی گویا کہ مجھے خوف ہوا کہ کہیں مسواک مجھ پر اور میری امت پر فرض نہ ہو جائے۔''

8: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''تم لوگ مسواک سے اپنے منہ پاک وصاف رکھو کیونکہ یہی منہ کا حق ہے۔

9: ''عن ابی هریرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال لولا ان اشق علیٰ امتی لامرتهم بالسواك عند کل صلوة''

(الصحیح المسلم، باب السواک، صفحہ نمبر 589)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ میری امت مشقت میں پڑ جائے گی تو میں ان کو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔''

10: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''مسواک کرنا پیغمبروں کی سنتوں میں سے ایک سنت ہے۔''

(سنن ترمذی، باب ماجاء فی فضل التزویج والحث علیہ، صفحہ نمبر 1080)

11: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک کرنے کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے فرمایا!

(1) مسواک کرنا طریقِ انبیاء علیہم السلام کی پیروی ہے اوران کی ہدایت کا گویا طالب ہونا ہے۔

(2) مسواک کرنے والے سے فرشتے مصافحہ کرتے ہیں اور عظمت ونور کی وجہ سے اس کے آگے پیچھے رہتے ہیں۔

(3) مسواک سے دانت صاف وچمکدار رہتے ہیں۔

(4) مسواک کرنے والے کے گھر سے مسجد تک فرشتے اس کے ساتھ ساتھ جاتے ہیں۔

(5) تمام فرشتے اور حاملانِ عرش مسواک کرنے والے کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔

(6) مسواک کرنے والے کے لیے بہشت کے آٹھوں دروازے کھل جاتے ہیں تاکہ وہ جس دروازے سے چاہے بغیر حساب وکتاب کے داخل ہوجائے۔

(7) قیامت تک جس قدر لوگ دائرۂ اسلام میں داخل ہوں گے مسواک کرنے والے کو ان کی تعداد کے موافق قیامت کے دن نیکیاں ملیں گی۔

(8) مسواک کرنے والے پر دوزخ کے دروازے بند ہوجاتے ہیں۔

(9) تمام انبیاء ومرسلین علیہم السلام مسواک کرنے والے کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔

(10) مسواک کرنے والی کی قوتِ حافظہ بڑھتی ہے۔

(11) اللہ تعالیٰ مسواک کرنے والے کے دل میں حکمت ودانائی کی باتیں القا فرما دیتا ہے۔

(12) مسواک کرنے والے پر کھانے کے وقت سخت سے سخت گوشت بھی نرم ہوجاتا ہے۔

(13) مسواک کرنے سے دانتوں کے درد کی شکایت جاتی رہے گی۔

(14) مسواک کرنے والے کی قبر مسواک کی برکت سے وسیع کردی جائے گی۔

(15) اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکت مسواک کرنے والے کے گھر میں نازل ہوتی ہے۔

(16) مسواک کرنے والے کی ہر حاجت پوری ہوگی۔

(17) ہر ایک دانت اور انگلیوں کے پوروں کے عدد پر پانچ پانچ نیکیاں مسواک کرنے والے کے اعمال نامہ میں مسواک کو مس کرنے کی وجہ سے لکھی جاتی ہیں۔

(18) مرنے کے وقت موت کا فرشتہ روح قبض کرنے کے لیے مسواک کرنے والے کے پاس نہایت اچھی صورت میں آتا ہے جس طرح انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے پاس آتا ہے۔

(19) ملک الموت مسواک کرنے والے کی روح کو ایسی حالت میں لے جائے گا کہ وہ پاک وصاف ہوگی۔

(20) دُنیا سے اُٹھنے سے پہلے اللہ تعالیٰ مسواک کرنے والے کو جنت کی سر بمہر شرابِ طہور سے سیراب فرمائے گا۔

(21) مرنے کے بعد مسواک کرنے والے کی قبر میں دنیا کے برابر وسعت پیدا کر دی جائے گی۔

(22) زمین کے کیڑے مکوڑے اور موذی جانور مسواک کرنے والے کو تکلیف نہ دیں گے۔

(23) قیامت کے دن مسواک کرنے والے کو انبیاء علیہم السلام کی طرح لباس پہنایا جائے گا۔

(24) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مسواک کرنے والے کی انبیاء علیہم السلام کی طرح

عزت ہوگی۔

(25) اللہ تعالیٰ مسواک کرنے والے کو نبیوں اور شہیدوں کے ساتھ جنت میں داخل فرمائے گا۔

(26) میزانِ عمل میں مسواک کرنے والے کی نیکیوں کا پلہ بھاری رہے گا۔

(27) مسواک کرنے والے کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ہمسائیگی میں جنت کا محل عطا ہوگا۔

(28) مسواک کرنے والا میری (رسول اللہ ﷺ) کی شفاعت سے بہرہ یاب ہوگا۔

(29) اور سب سے بڑھ کر یہ کہ مسواک کرنے والا دیدارِ الٰہی سے مشرف ہوگا۔"

12: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء کرام کی دس سنتوں کو بیان فرمایا اور ان میں سے ایک سنت مسواک کرنا بھی ہے۔

(الصحیح المسلم، باب خصال الفطرۃ، صفحہ نمبر 604)

13: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"مسواک منہ کو صاف کرنے والی ہے اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا ذریعہ ہے۔"

(سنن نسائی، باب الترغیب فی السواک، صفحہ نمبر 5)

14: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دن یا رات کو جب بھی سو کر اٹھتے تو وضو کرنے سے پہلے مسواک ضرور فرماتے۔

(سنن ابوداؤد، باب السواک لمن قام اللیل، صفحہ نمبر 57)

15: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا!

”جب بندہ مسواک کر کے نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو فرشتہ اس کے پیچھے کھڑا ہو جاتا ہے اور اس کی تلاوت خوب دھیان سے سنتا ہے۔ پھر اس کے بہت قریب آجاتا ہے یہاں تک کہ اس کے منہ پر اپنا منہ رکھ دیتا ہے۔ قرآن مجید کا جو بھی لفظ اس نمازی کے منہ سے نکلتا ہے سیدھا فرشتہ کے پیٹ میں جاتا ہے۔اس لیے تم اپنے منہ قرآن کی تلاوت کے لیے صاف ستھرے رکھو۔“

(مجمع الزوائد، جلد 2، صفحہ نمبر 26)

16: اُمّ المومنین حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

”مسواک کر کے دو رکعت نماز پڑھنا بغیر مسواک کیے ستر رکعتیں پڑھنے سے افضل ہے۔“

(مجمع الزوائد، جلد 2، صفحہ نمبر 263)

17: حضرت شریح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی بارگاہ میں عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر تشریف لاتے تو سب سے پہلے کون سا کام کرتے۔؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا!

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے مسواک کیا کرتے تھے۔“

(الصحیح المسلم، باس السواک، صفحہ نمبر 590)

18: حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر سے کسی نماز کے لیے اس وقت تک نہیں نکلتے تھے جب تک مسواک نہ فرما لیتے۔"

(مجمع الزوائد جلد 2، صفحہ 266)

پیغمبر اسلام علیہ السلام دنیا میں بے مثل و بے مثال راہنما کی حیثیت سے تشریف فرما ہوئے۔ تاریخ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال دینے سے قاصر تھی، قاصر ہے اور قاصر رہے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کے جو اصول عطا فرمائے ہیں وہ بھی بے مثل و بے مثال ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی زندگی کا کوئی بھی پہلو تشنہ نہیں چھوڑا۔ نیز یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف زبانی (Theoraticaly) ہی ہدایات نہیں فرمائیں بلکہ خود عملی (Practicaly) طور پر ان کی افادیت سے بھی آگاہ فرمایا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود عمل کر کے تمام لوگوں کے لیے اپنے عمل کو سنت قرار دیا اور پھر اپنی سنت پر عمل کرنے والوں کو بڑے اجر و ثواب کی بشارت بھی دی۔

مسواک سے متعلق مندرجہ ذیل ارشادات پر آپ نے خوب غور کیا ہو گا کہ کس قدر ترغیب و تاکید کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک کا ذکر فرمایا اور اس کے استعمال پر کس قدر پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔

آج کل برش (Tuth Brush) اور پیسٹ (Paste) کا استعمال نئی تہذیب کی اختراع ہے۔ یہ پیسٹ اور برش سادہ مسواک جیسے فوائد سے عاری ہے بلکہ نقصانات کی حامل ہے۔ اسی نئی تہذیب کی چمک دمک سے مرعوب لوگ سستی، آسان، مفید اور فطری چیز مسواک کو ترک کر کے متعدد امراض میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ لوگ دانتوں، مسوڑھوں اور گلے کی بیماریوں کا شکار ہو کر جسم کے دیگر حصوں میں مختلف

امراض کا سبب خود اپنے عمل سے بنتے ہیں۔

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی کماحقہ پیروی کی جاتی تو دنیا میں دانتوں کی بیماریاں اور ڈینٹل سرجنز (Dental Surgeons) وجود میں ہی نہ آتے اور نہ ہی لوگ ان امراض کا شکار ہو کر تکلیف اٹھاتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک کے استعمال پر اتنی تاکیدات اس لیے فرمائیں کیونکہ اس میں کئی طبی اور سائنسی فوائد موجود ہیں۔ اب مسواک کے طبی اور سائنسی فوائد ملاحظہ فرمائیں۔

۞ ۞ ۞

مسواک، جدید طب اور عصری سائنس

مسواک اور جراثیم:

مسواک قاتلِ جراثیم (Anti Septic) ہے۔ یہ منہ سے تعفن کو دور کرتی ہے۔ اس کے استعمال سے منہ کے اندر کے جراثیم مر کر ختم ہو جاتے ہیں اور اس طرح مسواک کرنے والا شخص منہ کی بیماریوں سے بچا رہتا ہے۔ جدید تحقیق کے مطابق کچھ ایسے جراثیم بھی ہوتے ہیں جو مروجہ برش (Tuth Brush) اور پیسٹ (Paste) سے دور نہیں ہوتے بلکہ ان کو صرف مسواک ہی سے ختم کیا جا سکتا ہے۔

مسواک اور دماغی صحت:

طب اور میڈیکل سائنس نے ثابت کر دکھایا ہے کہ مسواک سے دماغ کو قوت حاصل ہوتی ہے اور اس سے دماغ کی صحت برقرار رہتی ہے۔ دماغ مسواک کرنے سے تیز ہوتا ہے اور طویل عرصہ تک تندرست رہ سکتا ہے۔

اگر مسواک سے دانتوں کو صاف نہ کیا جائے تو دانت گندے ہو جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے جڑوں اور مسوڑھوں میں پیپ بن جاتی ہے جو دماغی امراض کا

سبب بنتی ہے۔نفسیاتی بیماریاں بھی اسی سے لاحق ہوتی ہیں۔

مسواک اور دانتوں کی صحت:

انسان کھانا کھاتا ہے، پانی پیتا ہے اور کئی ایک دیگر اشیاء بھی کھاتا رہتا ہے۔ جس سے کھانے کے چھوٹے چھوٹے ذرے دانتوں کے درمیان پھنستے رہتے ہیں جو معمول کے مطابق صرف کلی کرنے سے خارج نہیں ہوتے جس کی وجہ سے دانتوں میں تعفن پیدا ہو جاتا ہے جو کئی بیماریوں کا موجب بنتا ہے۔

ظاہراً بھی اگر آدمی کے دانت گندے ہوں تو بو آنے لگ جاتی ہے۔قریب بیٹھنے والے لوگ بھی نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ ان تعفن زدہ دانتوں کی وجہ سے مسوڑھے بھی متعفن ہو جاتے ہیں۔مسوڑھوں میں پیپ پڑ جاتی ہے جس کی وجہ سے ناقابلِ برداشت درد شروع ہو جاتا ہے۔اس کا اثر فقط دانتوں پر ہی نہیں پڑتا بلکہ یہ تعفن اور پیپ مزید بڑھ کر گلے پر بھی اثر ڈالتی ہے۔اس کے اثر سے گلا خراب ہونے لگتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ کھانسی، نزلہ، زکام اور بخار وغیرہ کی آمد ہو جاتی ہے۔چھاتی پر بلغم بننا شروع ہو جاتی ہے جس سے دماغ متاثر ہو جاتا ہے اور اس کے اثر سے بینائی بھی کمزور ہو جاتی ہے۔جب آنکھیں خراب ہو جاتی ہیں تو اس پیپ اور تعفن کی وجہ سے کان اور معدہ بھی متاثر ہو جاتے ہیں بلکہ یہ جراثیم سارے بدن پر نقصان دہ اثر ڈالتے ہیں۔

یوں دانت مسواک سے صاف نہ کرنے کے باعث انسانی زندگی برباد ہو کر رہ جاتی ہے۔زندگی تو صحت اور تندرستی سے ہے اگر آدمی تندرست ہی نہ رہے تو کیا زندگی۔؟ پس مسواک کے بغیر چارہ نہیں اور بغیر مسواک کسی بھی صورت پیپ، تعفن اور غیر مرئی جراثیم کو دور نہیں کیا جا سکتا۔

مسواک اور گلا:

جن مریضوں کا گلا خراب ہوتا ہے وہ ٹانسلز (Tansils) کے مریض ہوتے ہیں۔ایسے مریض باقاعدہ مسواک کے استعمال سے تندرست ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح اگر کسی مریض کے گلے کے غدود بڑھ گئے ہوں تو وہ شربت شہتوت اور باقاعدہ مسواک کر کے آرام حاصل کر سکتا ہے۔

مسواک اور منہ کے چھالے:

بعض مرتبہ منہ کے اندر گرمی، تعفن، تیزابیت اور غیر مرئی جراثیم کی وجہ سے چھالے ہو جاتے ہیں۔ان چھالوں میں سے ایسی قسم کے چھالے بھی ہوتے ہیں جو کبھی نکل آتے ہیں اور کبھی چھپ جاتے ہیں۔یہ نہایت تکلیف اور نقصان دہ ہوتے ہیں۔ان کے جراثیم پورے منہ میں پھیل کر پورے منہ کو اپنے لپیٹ میں لے لیتے ہیں جس کی وجہ سے کھانا تناول کرنا مشکل و ناممکن ہو جاتا ہے اور مریض بھوک کی وجہ سے کمزور پڑ جاتا ہے۔اگر منہ میں روزانہ بلاناغہ تازہ مسواک کی جائے،اس کے لعاب کو اچھی طرح منہ میں ملا جائے تو یہ مرض پیدا ہی نہ ہوگا اور اگر کبھی سستی کی وجہ سے ہو گیا تو مسواک کے باقاعدہ استعمال سے مریض تندرست ہو جائے گا۔

مسواک اور بینائی:

آنکھوں کی بیماریوں اور نظر کے امراض میں دانتوں کی عدمِ صفائی کا بڑا عمل دخل ہوتا ہے۔دانتوں کے خلاؤں میں پھنسے ہوئے خوراک کے ذرّات کی وجہ سے تعفن پیدا ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں آنکھوں کی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں، نظر کمزور ہونے لگتی ہے اور اگر اسی طرح یہ تعفن باقی رہے تو آدمی آنکھوں کی روشنی سے بالکل

محروم ہو جاتا ہے۔ کمزور بینائی کے مریضوں میں متعدد مریض ایسے ہوتے ہیں جن کے مرض کے دیگر اسباب کے علاوہ دانتوں کے بارے میں ان کی غفلت سب سے بڑا سبب ہوتی ہے۔

مسواک اور کان:

بعض ایسے مریض ہوتے ہیں جو کانوں کے ورم، پیپ اور درد میں مبتلا ہوتے ہیں۔ مہنگے سے مہنگا علاج کرانے کے باوجود انہیں اس تکلیف سے نجات نہیں ملتی۔ جب اچھی طرح ایسے مریضوں کی تشخیص کی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کے مسوڑھوں میں پیپ پڑ گئی ہے اور سارا منہ تعفن سے بھرپور ہے۔ جب مسوڑھوں کا علاج کیا جاتا ہے اور باقاعدہ تازہ مسواک کی جاتی ہے تو ساتھ ہی کان بھی بالکل صحت مند ہو جاتے ہیں۔

مسواک اور معدہ:

ماہرینِ کے تجربات سے یہ بات تحقیق شدہ ہے کہ تقریباً اسی (80) فیصد امراض کی وجہ معدہ اور دانتوں کے نقائص اور بیماریاں ہوتی ہیں۔ بالخصوص آج کل ہر تیسرا شخص معدے کے امراض میں مبتلا ہے۔

مسواک نہ کرنے کی وجہ سے منہ میں تعفن پیدا ہو جاتا ہے جس کے ساتھ ہی مسوڑھوں میں پیپ پڑ جاتی ہے اور کچھ غیر مرئی جراثیم بھی منہ میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ ایسی حالت میں جب کھانا کھایا جاتا ہے تو غذا کے ساتھ مسوڑھوں کی پیپ بھی معدے میں جاتی ہے، جس کی وجہ سے معدہ ڈسٹرپ ہو جاتا ہے۔ مسوڑھوں کی پیپ کی وجہ سے کھائی جانے والی غذا غلیظ اور متعفن ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے معدہ اور جگر کی

بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں جن سے جان چھوڑانا مشکل ہو جاتا ہے۔ اگر جگر اور معدہ کے امراض کا علاج کرنے سے قبل دانتوں کی صحت کی طرف توجہ دی جائے یعنی مسواک بلاناغہ کی جائے تو امراض کا فوری اور مستقل علاج ہو سکتا ہے۔

مسواک اور دائمی نزلہ زکام:

دائمی نزلہ اور زکام کے ایسے مریض جن کی بلغم رُک چکی ہو جب وہ مسواک کرتے ہیں تو وہ بلغم اندر سے خارج ہونا شروع ہو جاتی ہے اور یوں مریض کا دماغ ہلکا ہو جاتا ہے۔

پیتھالوجسٹز (Pathologists) حضرات کے تجربے اور تحقیق سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ دائمی نزلہ کے لیے مسواک تریاق سے کم نہیں۔ یہاں تک کہ مسواک کے مستقل اور باقاعدہ استعمال سے ناک کے آپریشن اور گلے کے آپریشن کے مواقع بہت کم ہو جاتے ہیں۔

مسواک اور تعفنِ دہن:

ایک شخص کے منہ سے بو آیا کرتی تھی۔ اس بیچارے نے متعدد اچھی اچھی قسم کی ٹوتھ پیسٹ اور منجن استعمال کیے، اس کے علاوہ متعدد ڈاکٹروں سے مختلف ادویات بھی استعمال کیں مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔

کسی ڈینٹل سپشلسٹ کے مشورے سے اس نے پیلو کے پودے کی مسواک استعمال کی۔ وہ باقاعدہ مسواک استعمال کرتا اور پرانے ریشوں کو کاٹ کر روزانہ نئے سرے سے مسواک کرتا رہا تو تھوڑا عرصہ گزرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اسے تندرستی عطا فرمادی۔

مسواک اور گرونانک:

گورونانک کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ اپنے ہاتھ میں مسواک رکھا کرتا تھا، دانتوں کو اس سے صاف کرتا اور نیز کہا کرتا تھا۔!

''یا یہ لکڑی لے لو اور یا پھر بیماری لے لو۔!''

بڑی معتبر اور Authentic بات ہے کہ اگر مسواک لے کر استعمال کرو گے تو مرض جاتا رہے گا اور اگر اس سے غفلت کرو گے تو بیمار ہو جاؤ گے۔

مسواک اور مختلف جسمانی بیماریاں:

ایک شخص کے گلے، گردن میں درد ہوتا تھا اور ساتھ ہی گردن میں سوجن بھی تھی۔ اس کے ساتھ آواز میں بھی کمی آگئی اور ذہنی یادداشت میں بھی کمی واقع ہوئی۔ نیز سر چکرانے لگا۔

یہ آدمی برین سپیشلسٹ اور جنرل فزیشن سپیشلسٹ وغیرہ کے زیرِ علاج رہا مگر سب بے سود ثابت ہوئے۔ کسی کے مشورے سے وہ باقاعدہ مسواک کرنے لگا۔ اس طرح کہ مسواک کے دو ٹکڑے کر کے پانی میں اُبالتا اور اس پانی سے غرارے کرتا۔ علاوہ ازیں جہاں سوجن تھی وہاں کچھ دوائی بھی لیپ کی گئی۔ یہ علاج بڑا مفید ثابت ہوا۔ اس کی تحقیق کی گئی تو اس کے تھائی رائیڈ گلینڈ متاثر (Infected) تھے جس کا اثر سارے جسم پر واقع ہوا تھا۔ اس مسواک والے علاج سے اس کی یہ بیماری دور ہوگئی اور وہ شفائے کاملہ سے ہمکنار ہو گیا۔

مسواک اور دل کی پیپ زدہ جھلیاں:

حکیم ''ایس ایم اقبال'' اخبارِ جہاں میں لکھتے ہیں۔!

''ایک مریض کے دل کی جھلیوں میں پیپ تھی۔ وہ علاج کراتا رہا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ بالآخر دل کا آپریشن کیا گیا اور پیپ نکال دی گئی۔ بدقسمتی سے پیپ پھر بھر گئی۔ ہر طرف سے مایوس ہو کر وہ مریض میرے پاس آیا تو میں نے اس کا معائنہ کرتے ہوئے معلوم کیا کہ اس کے مسوڑھے خراب ہیں اور ان میں بھی پیپ ہے اور یہی پیپ دل کو بھی متاثر کرتی ہے۔ یہ تشخص ڈاکٹروں نے بھی تسلیم کرلیا۔ دل کا آپریشن کرنے کی بجائے اس کے دانتوں اور مسوڑھوں کا علاج کیا گیا اور اسے پیلو کی مسواک استعمال کرنے کو کہا گیا جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اسے شفا عطا فرما دی۔

ٹوتھ برش:

تحقیق و تجربات سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ جو ٹوتھ برش ایک مرتبہ استعمال ہو جائے اس میں جراثیم کی تہہ جم جانے کے باعث دوبارہ استعمال کرنے سے صحت کو نقصان پہنچتا ہے۔ پانی سے صاف کرنے سے بھی وہ جراثیم صاف نہیں ہوتے اور اپنی نشو و نما برقرار رکھتے ہیں۔ مزید برآں کہ برش کے استعمال سے دانتوں کے اوپر والی چمکیلی اور سفید تہہ اتر جاتی ہے۔ بایں سبب دانتوں کے درمیان خلا ہو جاتا ہے اور دانت مسوڑھوں کی جگہ چھوڑتے جاتے ہیں۔ لہذا غذا کے جو ذرات دانتوں کے خلا میں اٹکے رہتے ہیں وہ دانتوں کے لیے نہایت نقصان دہ ہوتے ہیں اور بالآخر سارے جسم میں بیماریوں کا باعث بن جاتے ہیں۔ اس لیے ان مصیبتوں سے بچنے کے لیے سنتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کیجئے یعنی مسواک صبح و شام متواتر استعمال کیجئے اور تندرستی اور قائم رکھئے۔

مسواک کی اقسام

مسواک کے لیے ہر اس درخت کی شاخ مناسب ہوتی ہے جس کے ریشے نرم ہوں کہ دانتوں میں خلا نہ بنائیں اور مسوڑھوں کو نقصان نہ پہنچائیں۔ بہترین اور اعلیٰ مسواک درج ذیل پودوں کے ہوتے ہیں۔

(1) پیلو (2) نیم

(3) کیکر (4) کنیر

پیلو:

پیلو کا مسواک تحفہ کے طور پر دینا سنتِ رسول اکرم علیہ السلام ہے۔ چنانچہ حضرت ابوخیرہ صباحی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''میں اس وفد میں شامل تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ علیہ السلام نے ہمیں پیلو کے درخت کی لکڑیاں مسواک کرنے کے لیے توشہ میں دیں۔''

(مجمع الزوائد، جلد2، صفحہ 268)

پیلو کا مسواک نرم ریشوں والا ہوتا ہے۔ اس میں کیلشیم اور فاسفورس ہوتی ہے۔ اکثر کلر زدہ، شور اور ویران و بیابان مقامات پر ہوتا ہے۔ جدید سائنسی اور طبی تحقیق سے یہ بات ثابت ہے کہ مختلف اشیاء جو دماغ کی خوراک و معاون ہیں ان میں

سے ایک فاسفورس بھی ہے۔ پیلو کی مسواک میں موجود فاسفورس لعاب اور مساموں کے ذریعے دماغ تک پہنچتا ہے جس کے ذریعے دماغ کو قوت حاصل ہوتی ہے۔

نیم و کیکر:

نیم کے درخت کا مسواک بھی نہایت مفید ہے۔ اس میں دانتوں کی مجموعی بیماریوں کا علاج ہے۔ یہ درخت پنجاب میں عام پایا جاتا ہے۔ اس کے بعد پھر کیکر کے مسواک کا درجہ ہے۔ اس سے دانت بڑی اچھی طرح صاف کیے جاسکتے ہیں اور یہ دانتوں کو تعفن اور پیپ سے بچائے رکھتا ہے۔

یاد رہے کہ ممکن حد تک مسواک تازہ ہونی چاہئے اگر پہلے استعمال شدہ مسواک استعمال کرنا ہو تو اس کے پہلے استعمال شدہ ریشے کاٹ دیں اور دانتوں سے نئے سرے سے چبا کر ریشے بنائیں۔

کنیر:

کنیر دو قسم کا ہوتا ہے۔ سفید پھولوں والا اور سرخ پھولوں والا۔ یہ پودا اکثر پارکوں اور باغات وغیرہ میں ہوتا ہے۔ اس کی مسواک استعمال کرنے سے دانتوں کی تمام تکالیف پائیوریا وغیرہ ختم ہو جاتی ہیں اور لاعلاج مریض بھی تندرست ہو جاتے ہیں۔ یہ مسواک کڑوی ہوتی ہے مگر اس کی یہی کڑواہٹ دانتوں کے لیے از حد مفید ہے۔ اطباء نے اس میں موجود اجزاء کے باعث دانتوں کی چمک، مضبوطی اور پائیوریا جیسے امراض کے لیے اسے اکسیر اعظم قرار دیا۔

خالق کائنات نے انسان کو پیدا فرمایا تو ساتھ اس کے استعمال کے لیے وہ اشیاء بھی پیدا فرمائیں جو اس کی صحت و تندرستی کو قائم رکھنے کا باعث ہیں اور اپنے خاص

بندوں یعنی انبیاء ورسل علیہم السلام کو بھیج کر بنی نوع انسان کو ایسی اشیاء کا استعمال بھی بتا دیا۔انہی اشیاء میں مسواک بھی ہے جو کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کے ذریعے بنی نوع انسان تک پہنچائی، اس کے فوائد بیان فرمائے اور اس کو تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت اور کثیر بیماریوں کی شفاء کا درجہ دیا۔

وضو، اسلام اور انسانی صحت

درسِ تطہیر:

اسلام جہاں مسلمانوں کو روحانی پاکیزگی کا حکم دیتا ہے، وہاں اس کی تعلیمات مسلمانوں کو جسم ولباس کی تطہیر کا بھی درس دیتی ہیں۔ اگر اسلامی طہارت کے طریقوں پر غور کیا جائے تو اس کا میعار سائنس کے طریقوں سے بھی اعلیٰ وارفع نظر آئے۔ نماز سے پہلے وضو کا حکم دیا گیا۔ یہ روحانی وجسمانی دونوں فوائد پر حاوی ہے، اسی وجہ سے خود وضو کو روحانی عبادت کا درجہ دیا گیا ہے۔

طریقۂ وضو:

''ایک موقعہ پر ایک غیر مسلم سائنسدان نے ایک مسلمان کو وضو کرتے دیکھا۔ اس نے دیکھا کہ کلائی سے کہنی تک حصہ دھوتے وقت مستعمل پانی کو دھلے ہوئے پنجوں کی طرف سے نہیں بلکہ کہنی کی طرف سے (پنجوں کی طرف) بہایا جاتا ہے۔ وہ اس طریقہ سے بہت متاثر ہوا۔ پھر اس نے سر اور گردن پر مسح کی سائنٹیفک ترکیب کو دیکھا۔ اس نے غور کیا کہ سر اور گردن کو دھویا نہیں جاتا جس سے گرم گرم

حالت میں نقصان پہنچ جانے کا امکان ہے بلکہ (سر اور گردن کو دھونے کی بجائے) ہاتھ پھیرا (مسح کیا) جاتا ہے جس سے تسکین کے علاوہ اعصاب میں ارتعاشی کیفیت پیدا ہوتی ہے جو دھونے سے نہیں ہو سکتی۔

چونکہ پشت اور گردن کا تعلق مبدءُ النخاع سے ہے اور دماغی وعصبی اعمال میں اس کی بڑی اہمیت ہے۔ اس طریقہ کو دیکھ کر (وہ غیر مسلم سائنسدان) اتنا متاثر ہوا کہ اس نے اسلام کے سامنے اپنی گردن جھکا دی۔ اس نے سوچا کہ تیرا سو برس پہلے جس شخصیت نے نماز سے پہلے طہارت اور تفریحِ اعضائے بدن کا یہ طریقہ سکھایا وہ نبی کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتی۔"

وضو کے عظیم جسمانی فوائد:

پروفیسر ڈاکٹر محمد عالمگیر خاں، ایف۔ آر۔ سی۔ پی، جراثیم سے بچاؤ کے لیے وضو کی اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔!

"وضو حفظانِ صحت کے زریں اصولوں میں سے ہے۔ یہ جراثیم کے خلاف ایک بہت بڑی ڈھال ہے۔ بہت سی بیماریاں جراثیم کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ یہ جراثیم ہمیں چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں۔ ہوا، زمین اور ہمارے استعمال کی ہر چیز پر یہ موذی (جراثیم) مسلط ہیں۔

جسمِ انسانی کی حیثیت ایک قلعے کی سی ہے۔ کوئی دشمن اس میں داخل نہیں ہو سکتا ماسوائے سوراخوں یا زخموں کے راستوں سے۔ منہ اور ناک کے سوراخ ہر وقت جراثیم کی زد میں ہیں اور ہمارے ہاتھ ان (جراثیم) کو اندر لے جانے میں مدد کرتے ہیں۔ وضو کے ذریعے ہم صرف ان سوراخوں کو ہی نہیں بلکہ اپنے جسم کے ہر حصے کو جو کپڑے سے ڈھکا ہوا نہیں ہے اور آسانی سے جراثیم کی آماجگاہ بن سکتا ہے، دن میں

کئی بار دھوتے ہیں لہذا وضو ہمیں بہت سی بیماریوں سے محفوظ رکھنے کا بہترین ذریعہ ہے۔"

وضواور جسمِ انسانی:

حکیم سید محمد کمال الدین حسین ہمدانی (جو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں شعبۂ طب وجراحت کے صدر ہیں اور اسی یونیورسٹی سے شعبۂ دینیات میں ڈاکٹریٹ بھی کر چکے ہیں) وضو کے جسمانی فوائد کے بارے میں لکھتے ہیں۔!

''وضو کے ذریعہ انسان کے وہ اعضاء جو کھلے رہتے ہیں۔ مثلاً ہاتھ، منہ، ناک، آنکھیں اور چہرہ دھل کر صاف ہوجاتے ہیں۔ یہ اعضاء ہمہ وقت کھلے رہنے اور اِن دنیوی اُمور میں مشغول رہنے کی وجہ سے مختلف قسم کی گندگیوں اور اجرامِ خبیثہ سے ملوث ہوجاتے ہیں اور اکثر متعدی امراض پیدا کرنے کا سبب بن سکتے ہیں۔ وضو کے ذریعہ یہ سب کثافتیں دھل کر صاف ہوجاتی ہیں۔ وضو کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ تھکان یا خواب کے باعث جو گرانی اور اضمحلال طبیعتِ انسانی میں پیدا ہوتا ہے وہ وضو کے بعد دفع ہوجاتا ہے۔ انسان کے دل ودماغ میں تازگی پیدا ہوجاتی ہے۔ اس لیے کہ وضو عصبی مراکز میں تحریک پیدا کرتا ہے۔

(اسلامی اصول صحت، صفحہ 31، از ڈاکٹر سید حکیم محمد کمال الدین حسین ہمدانی، ناشر حی الفلاح سوسائٹی علی گڑھ بھارت)

وضو کی افادیت:

ترک ڈاکٹر "ہلوک نورباقی" نے "وضو اچھی صحت کا بہترین نسخہ" کے تحت وضو کی طبی افادیت بالتفصیل بیان کی ہے۔ پہلے انہوں نے نظامِ دورانِ خون

(Circulatory System) پر وضو کے اثرات کا جائزہ لیا ہے۔ پھر لمفیلٹک سسٹم (Lymphatic System) پر وضو کے ذریعے مرتب ہونے والے اثر پر بحث کی ہے جو متعدی بیماریوں سے محفوظ رکھنے کا نظام ہے اور آخر میں وضو اور جسمانی برق سکونی (Static electricity of the body) پر سائنسی نقطۂ نظر سے گفتگو کی ہے۔

''ڈاکٹر نور باقی'' کے مطابق ''جس طرح وضو کیا جاتا ہے اس کا مقصد جسم میں تحفظ دینے والے نظام کو تقویت پہنچانا ہے۔

اس کی وجوہ یہ ہیں:

(1) جسم کو تحفظ دینے والے ''لمفی نظام'' (Lynphativ System) کے صحیح طور پر عمل پیرا ہونے کے لیے ضروری ہے کہ جسم کے کسی چھوٹے سے حصہ کو بھی نظر انداز نہ کیا جائے، وضو اس امر کی ضمانت مہیا کرتا ہے۔

(2) جسم میں تحفظ دینے والے نظام کو تحریک دینے کے لیے مرکزی مقام وہ جگہ ہے جو ناک کے پیچھے اور نتھنوں میں ہوتی ہے اور ان مقامات کو دھونا وضو میں بطورِ خاص شامل ہے۔

(3) گردن کے دونوں طرف وضو کے ذریعے تحریک پیدا کرنا تحفظ دینے والے ''لمفی نظام'' (Lynphativ System) کو بروئے کار لانے میں بے حد اہم ہے۔''

وضو کا آبِ رواں:

ایک نامور جرمن فاضل اور مستشرق ''جوا کیم دی یولف'' حفظانِ صحت کے متعلق قرآنِ مجید فرقانِ حمید کی تعلیمات پر غور و خوض کرنے کے بعد ایک حقیقت کا

اعتراف کرتا ہے۔ وہ لکھتا ہے۔!

"غسل میں تمام جسم اور وضو میں ان اعضاء کا پاک کرنا ضروری ہے جو عام کاروبار یا چلنے پھرنے میں کھلے رہتے ہیں۔ منہ صاف کرنا، مسواک کرنا اور ناک کے اندرونی گرد و غبار و غیرہ کو دور کرنا یہ تمام حفظِ صحت کے لوازم ہیں اور ان واجبات کی بڑی شرط آبِ رواں کا استعمال ہے جو فی الواقع جراثیم کے وجود سے پاک ہوتا ہے۔"

وضو اور غسل:

اسلام میں جسمانی طہارت پر بہت زور دیا گیا ہے۔ پانچوں نمازوں سے قبل وضو فرض و لازم ٹھہرایا گیا۔ اسی طرح وظیفۂ زوجیت کی ادائیگی کے بعد زوجین کو غسل کرنا یا حیض و نفاس کے بعد عورت کو غسل کرنا ضروری ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مادۂ منویہ اور حیض و نفاس کا گندا خون جراثیموں کی آماجگاہ ہے، اسی لیے ضروری ہے کہ ان نجاستوں کو مکمل طور پر جسم سے دور کیا جائے تاکہ مختلف خوردبینی موجودات وہاں پر پرورش پا کر اپنی تعداد میں تیزی سے اضافہ کر کے جسم کو کسی بیماری میں مبتلا نہ کر سکیں۔

اس کے علاوہ بدن کو پانی سے دھونے کی وجہ سے جس فرحت کا اثر روح تک پہنچتا ہے وہ بھی مخفی نہیں لیکن یہاں صرف جسم پر جراثیمی حملے سے حفاظت کا ذکر کرنا مطلوب ہے۔

اگر نمازِ عشاء ادا کرنے کے بعد انسان گھریلو اُمور میں مصروف ہو جائے یا ویسے ہی بیکار بیٹھا رہے اور اس کا وضو ختم ہو جائے تو بہتر ہے کہ وہ وضو کر کے سوئے کیونکہ وضو کر کے سونے سے پرسکون اور گہری نیند آتی ہے اور جسم بھی مکمل طور پر جراثیم سے پاک ہوتا ہے۔

اگر ہاتھوں پر جراثیم وغیرہ موجود ہوں تو نیند کے دوران وہ باآسانی منہ یا

ناک کے راستے جسم میں پہنچ سکتے ہیں۔اس کے علاوہ اگر کھانے کے بعد بغیر ہاتھ دھوئے سو یا جائے تو فضا میں موجود جراثیم اور دیگر کیڑے چکنائی اور کھانے کے ذرات پر حملہ آور ہو جاتے ہیں۔اسی لیے حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا!

"جو شخص رات کو اس حال میں سویا کہ اس کے ہاتھوں میں چکنائی کی باس تھی اور پھر اسے کوئی تکلیف پہنچ جائے تو وہ اپنے نفس ہی کو برا کہے کہ اسی کی غفلت سے ایسا ہوا ہے۔"

حضور نبی کریم ﷺ سونے سے پہلے خود بھی باقاعدہ وضو فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا!

"جب تم بستر پر جانے کا ارادہ کرو تو وضو کرو۔جس طرح نماز کے لیے وضو کرتے ہو۔"

(الصحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب فضل من مات علی الوضوء، حدیث نمبر 242)

ڈاکٹر امتیاز رسول کہتے ہیں۔!

"سونے سے پہلے ہاتھ، منہ اور دوسرے حصوں کو دھونا ضروری ہے کیونکہ دن بھر مٹی، گرد و غبار اور جراثیم مساموں میں جمع ہو کر جلد کو خراب کر سکتے ہیں۔منہ دھونے سے آنکھوں میں جمع گرد و غبار بھی صاف ہو جائے گا۔"

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جسمانی طہارت کی بہت تاکید فرمائی ہے۔جیسا کہ بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

"ہر مسلمان پر خدا کا یہ حق ہے کہ وہ ہفتہ میں ایک دن غسل کرے اور اپنے سر اور بدن کو دھویا کرے۔"

ایک موقعہ پر سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا!

''ہر شخص روزانہ صبح اٹھ کر کسی کھانے پینے کی چیز کو ہاتھ لگانے سے پہلے کم از کم تین مرتبہ اپنے ہاتھوں کو دھوئے۔''

جسم کو ہر وقت صاف ستھرا رکھنا، صاف کپڑے پہننا اور نہانا صفائی کا حصہ ہیں۔ یہ اقدامات جسم کی جلد پر ہر وقت موجود جراثیم اور بہت سے دوسرے جراثیم کو دھو کر بہا دیتے ہیں اور جلد صاف ہو جاتی ہے۔ جونہی صفائی ستھرائی میں کمی آئے یہ جراثیم اپنا ہاتھ دکھا جاتے ہیں، قسم قسم کی جلدی بیماریاں آلیتی ہیں اور جلد کے ذریعے جسم کے باقی اعضاء مثلاً ہڈی، پٹھے اور جوڑ وغیرہ کو متاثر کرتی ہیں۔ ان بیماریوں سے بچنے کے لیے آج کل کی میڈیکل سائنس کا اصول ہے کہ بار بار نہایا جائے اور جسم کو صاف ستھرا رکھا جائے، جس سے جلد پر موجود جراثیم دھلتے رہیں گے اور انسانی جلد و جسم ان جراثیم کے نقصان سے محفوظ رہے گا۔

مسلمان مردوں اور عورتوں پر بعض صورتوں میں غسل فرض ہو جاتا ہے۔ (کن کن اسباب سے غسل فرض ہوتا ہے اس کی تفصیل کتب فقہ مثلاً بہارِ شریعت، قانونِ شریعت، نورُ الایضاح، قدوری، کنزُ الدقائق اور ہدایہ وغیرہ میں دیکھئے۔) حالتِ جنابت میں غسل کرنے میں بھی حکمتیں موجود ہیں۔

''طب شاہد ہے کہ جنابت کی حالت میں پسینہ بھی کثیف ہو جاتا ہے اور پسینہ سے جو میل کچیل جسم پر جم جاتا ہے اس کو اگر مَل مَل کر صاف نہ کیا جائے تو وہ موجب خارش وغیرہ ہوتا ہے۔ غسل کی پابندی کرنے والے مذکورہ جلدی امراض سے محفوظ و مامون رہتے ہیں۔ امراض کے دفعیہ کے علاوہ غسل کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ غسل سے جسم میں تازگی اور توانائی پیدا ہوتی

ہے، افکارِ فاسدہ سے دل و دماغ آزاد ہو جاتے ہیں اور قلب میں فرحت وانبساط اور فرائض کی ادائیگی کے لیے ایک جوش و خروش انسان محسوس کرتا ہے۔جس سے صحت بہتر رہتی ہے۔''

نامور جرمن مستشرق ''جوا کیم دی یولف'' لکھتا ہے۔!

''غسل اور وضو کے واجبات نہایت دوراندیشی اور مصلحت پر مبنی ہیں۔''

(الصالح العقلیه لاحکام النقلیه، صفحہ 406)

''اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے نماز فرض کی اور اس کے لیے وضو بھی فرض کیا۔بغیر وضو کے نماز نہیں ہوتی۔اگر وضو کے عمل پر غور کریں تو اس میں بھی یہ حکمت پوشیدہ ہے کہ بار بار منہ، ہاتھ اور پاؤں دھونے سے،کلی کرنے سے،ناک میں پانی ڈالنے سے ہر حصے پر موجود جراثیم ڈھل جائے ہیں اور اس طرح نمازی ان حصوں کی بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے۔''

بیان کیے گئے حقائق کی وجہ سے کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ وضو اور غسل کا مقصد انسانی جسم میں تحفظ مہیا کرنے والے نظام کو تقویت دینا نہیں ہے۔

ترک ڈاکٹر ''ہلوک نور باقی'' نے ''وضو اچھی صحت کا بہترین نسخہ'' میں یہ بات ظاہر کی ہے کہ ''ان کے نزدیک چہرے کی خوبصورتی اور جلد کے نقائص سے بچنے کے لیے وضو ایک ڈھال ہے۔ان کے نزدیک ''سکونی برق'' کا سب سے زیادہ نقصان دہ اثر جلد کے نیچے نزدیک ترین چھوٹے چھوٹے پٹھوں پر اس تسلسل سے پڑتا ہے کہ بالآخر یہ کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ وقت سے پہلے جھریاں پڑنا شروع ہو جاتی ہیں اور یہ چہرے ہی سے شروع ہوتی ہیں۔یہ عمل تمام جسم پر بھی اثر

انداز ہوتا ہے۔

بہت سے لوگوں نے ان لوگوں کے چمکتے ہوئے چہرے کا راز پالیا جو ساری زندگی وضو کرنے کے عادی رہے۔ جو کوئی بھی وضو کی عادت رکھتا ہے وہ یقیناً صحت مند اور نتیجتاً زیادہ خوبصورت جلد کا مالک ہوتا ہے۔ ہمارے زمانے میں یہ ایک معجزہ ہی ہے کہ جب اس خوبصورتی کے لیے کروڑوں کے اخراجات کئے جا رہے ہوں مگر اس سے دس گنا زیادہ خرچ بھی وضو کی برکات کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔

محمد فاروق کمال ایم فاریسی (لندن یونیورسٹی) مختلف انسانی اعضاء پر وضو کے اثرات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔!

''انسان جب منہ دھوتا ہے تو اس سے آنکھیں دھلتی ہیں، ناک صاف ہوتا ہے، چہرے کی جلد دھلتی ہے جس کی وجہ سے جلد میں ایک تازگی اور حسن پیدا ہوتا ہے اور جلد کی جھریوں سے انسان کو حفاظت ملتی ہے۔ کہنیوں تک ہاتھ اور پاؤں اچھی طرح دھونے سے انسان جلدی بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے اور اس عمل سے دورانِ خون کا عمل ہر اس جگہ تیز ہو جاتا ہے جہاں جہاں پانی پہنچتا ہے۔ میل کچیل نکلنے سے جلد کی رنگت میں نکھار پیدا ہوتا ہے اور مخصوص چمک پیدا ہو جاتی ہے۔ ہر نماز کے ساتھ مسواک کا بھی حکم ہے۔ اس کے بیش بہا فوائد ہیں۔ (جیسا کہ پچھلے صفحات میں ذکر کیا گیا) سر اور گردن کا مسح انسان کے سر سے ہلکی پھلکی لگی ہوئی گرد و غبار جھاڑ دیتا ہے۔ یوں بالوں کا حسن قائم رہتا ہے۔ وضو کے جسمانی فوائد کے ساتھ ساتھ نفسیاتی طور پر بھی انسان بہت سکون محسوس کرتا ہے، سمارٹ نظر آتا ہے اور ذہنی

طور پر پاکی کا احساس پیدا ہوتا ہے۔"

وضو کے دوران عموماً جسم کے ان حصوں کو دھونا لازم قرار دیا گیا ہے جو کھلے ہوتے ہیں اور براہِ راست جراثیموں کی زد میں ہوتے ہیں۔

ڈاکٹر شاہد اطہر (کلینیکل ایسوسی ایٹ پروفیسر آف انٹرنل میڈیسن اینڈ اینڈوکرینالوجی انڈیانا یونیورسٹی سکول آف میڈیسن) وضو کی طبی افادیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔!

"Washing all the exposed areas of the body,hand,feet,face,mouth etc 5 times a day is ahealthy preventive procedure."

(Health Gudlines from Qur an and sunnah P60)

شاہ عبدالعزیز یونیورسٹی جدہ کے میڈیکل کالج سے منسلک "ڈاکٹر حسن غزنوی" اپنے ایک مقالہ (بعنوان "Islam and medicin") میں وضو کے متعلق لکھتے ہیں۔!

"A Pre-requuisite of prauers yet one of the most hygenic procedure as it usually keeps the exposed parts of our body clean and also the parts of entry like mouth and nose thus avoiding infection."

۞ ۞ ۞

فضائلِ وضو

حدیث نمبر 1:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کہ میں نے اپنے حبیب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا!

''مومن کا زیور قیامت کے دن وہاں تک پہنچے گا جہاں تک وضو کا پانی پہنچتا ہے۔''

(الصحیح المسلم ، باب تبلغ الحلیۃ، صفحہ نمبر 585)

حدیث نمبر 2:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''اِنَّ اُمَّتِی یُدْعَوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ غُرًّا الْمُحَجَّلِیْنَ مِنْ اٰثَارِ الْوُضُوْءِ فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْکُمْ اَنْ یُّطِیْلَ غُرَّتَہٗ فَلْیَفْعَلْ''

(الصحیح البخاری، باب فضل الوضوء والغر المحجلون، صفحہ نمبر 136)

''بیشک میری امت قیامت کے دن اس حال میں بلائی جائے گی کہ ان کے وضو والے اعضاء چمکدار ہوں گے ، لہذا جو شخص

اپنی روشنی کو بڑھانا چاہے تو اسے چاہئے کہ اسے بڑھائے۔''

حدیث نمبر 3:

امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ خَرَجَتْ خَطَايَاهُ مِنْ جَسَدِهٖ حَتّٰى تَخْرُجُ مِنْ تَحْتَ اَظْفَارِهٖ''

(الصحیح المسلم، باب خروج الخطایا، صفحہ نمبر 578)

''جس نے وضو کیا اور اچھی طرح وضو کیا تو اس کے گناہ جسم سے نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ گناہ وضو کرنے والے کے ناخنوں کے نیچے سے بھی نکل جاتے ہیں۔''

حدیث نمبر 4:

امیر المومنین وخلیفۃ المسلمین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''لَایُسْبِغُ عَبْدُ الْمَوضُوْءِ اِلَّاغَفَرَاللّٰهُ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَأَخَّرَ''

(مجمع الزوائد، جلد نمبر 1، عربی صفحہ 542)

''جو کوئی کامل وضو کرتا ہے تو اللہ تعالٰی اس کے اگلے اور پچھلے سب گناہ معاف فرما دیتا ہے۔''

حدیث نمبر 5:

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"مَنْ تَوَضَّأَ وَاحِدَةً فَتِلْكَ وَظِيفَةُ الْوُضُوءِ الَّتِي لَابُدَّ مِنْهَا وَمَنْ تَوَضَّأَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُ كِفْلَانِ وَمَنْ تَوَضَّأَ ثَلَاثًا فَذٰلِكَ وُضُوئِي وَوُضُوءَ الْأَنْبِيَاءِ قَبْلِي"

(مسند احمد، جلد 2، عربی صفحہ 98)

"جو وضو کرتے ہوئے ہر عضو کو ایک مرتبہ دھوتا ہے تو یہ فرض کے درجہ میں ہے کہ اس کے بغیر وضو ہی نہیں ہوتا اور جو وضو میں ہر عضو دو دو مرتبہ دھوتا ہے تو اسے دُگنا اجر ملتا ہے اور جو وضو میں اعضاء کو تین تین مرتبہ دھوئے تو یہ میرا اور مجھ سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کا وضو ہوگا۔"

حدیث نمبر 6:

حضرت ابو مامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"جو آدمی نماز کے ارادے سے وضو کرنے کے لیے اٹھتا ہے پھر اپنے دونوں ہاتھ گٹوں تک دھوتا ہے تو اس کے ہاتھوں کے گناہ پانی کے پہلے قطرے کے ساتھ ہی جھڑ جاتے ہیں۔ پھر جب کلی کرتا ہے، ناک میں پانی ڈالتا ہے اور ناک صاف کرتا ہے تو اس کی زبان اور ہونٹوں کے گناہ پانی کے پہلے قطرے کے ساتھ ہی

جھڑ جاتے ہیں۔ پھر جب اپنے چہرے کو دھوتا ہے تو اپنے گناہوں سے ایسے پاک ہو جاتا ہے جیسے آج ہی اس کی ماں نے اس کو جنا ہو۔ پھر جب نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس نماز کی وجہ سے اس کا درجہ بلند کر دیتا ہے اور اگر بیٹھا رہتا ہے (یعنی نماز میں مشغول نہیں ہوتا) تب بھی گناہوں سے پاک صاف بیٹھا رہتا ہے۔"

(مسند احمد، جلد نمبر 5، عربی صفحہ نمبر 263)

حدیث نمبر 7:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

"تم میں سے جو شخص اچھی طرح وضو کرے پھر "اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ" پڑھے تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جاتے ہیں کہ جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔"

(الصحیح المسلم، باب الذکر المستحب عقب الوضوء، صفحہ نمبر 553)

حدیث نمبر 8:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

"وَمَنْ تَوَضَّأَ ثُمَّ قَالَ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ كُتِبَ فِيْ رِقٍّ ثُمَّ طُبِعَ

بِطَابِعٍ فَلَمْ یُکْسَرْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ"

(وافقہ الذہبی، جلد 1، عربی صفحہ نمبر 563)

"جو شخص وضو کرنے کے بعد "سبحانك اللهم و بحمدك لاالہ الاانت استغفرك واتوب اليك" پڑھتا ہے تو ان کلمات کو ایک کاغذ پر لکھ کر مہر لگادی جاتی ہے جو قیامت تک نہیں توڑی جاتی۔"

طریقۂ وضو

ارشادِ ربانی:

اللہ تبارک وتعالیٰ وضو کا ذکر کرتے ہوئے اپنی کتاب مبین قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔!

”یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ اِلَی الْکَعْبَیْنِ“

(القرآن المجید، سورت مائدہ، آیت نمبر 6)

”اے ایمان والو! جب تم نماز کا ارادہ کرو تو اپنے چہروں اور ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھولو اور اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں تک دھولو۔“

فرائض وضو:

وضو کے فرائض چار ہیں جیسا کہ مذکورہ آیت مقدسہ سے ثابت ہوتا ہے۔

پہلا فرض: چہرے کو پیشانی سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک اس طرح دھونا کہ بال برابر جگہ بھی خشک نہ رہے۔

دوسرا فرض: بازوؤں کو کہنیوں سمیت اس طرح دھونا کہ کوئی جگہ خشک نہ رہ جائے۔

تیسرا فرض: چوتھائی سر کا مسح کرنا۔

چوتھا فرض: ٹخنوں سمیت پاؤں دھونا کہ کوئی جگہ پانی بہنے سے خالی نہ رہے۔

وضو کرتے وقت ان چار فرائض کا اہتمام ضروری ولازمی ہے ورنہ بالاتفاق وضو درست نہ ہوگا۔

سنن وضو:

1: وضو کی نیت کرنا۔

2: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا۔

3: مسواک کرنا۔

4: تین بار ہاتھوں کو گھٹنوں تک دھونا۔

5: تین دفعہ کلی کرنا اور دانتوں پر انگلی کو ملنا۔

6: تین دفعہ ناک میں پانی ڈال کر صاف کرنا

7: تین بار چہرے کو دھونا۔

8: تین بار ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھونا۔

9: پہلے داہنے ہاتھ کو دھونا اور پھر بائیں کو۔

10: پورے سر کا مسح کرنا۔

11: کانوں کا مسح کرنا۔

12: گردن کا مسح کرنا۔ (مستحب ہے)

13: دونوں پاؤں کو تین تین بار دھونا۔

14: پہلے دائیں پاؤں کو دھونا اور پھر بائیں کو۔

15: داڑھی کا خلال کرنا۔

16: پاؤں اور ہاتھ کی انگلیوں کا خلال کرنا۔

17: اعضاء کو مل مل کر اہتمام سے دھونا۔

18: ترتیب اور پے در پے دھونا۔

رسول اللہ ﷺ کا وضو:

امیر المومنین خلیفۃ المسلمین سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے وضو کا پانی منگوایا اور وضو کیا تو تین مرتبہ اپنے دونوں ہاتھ جوڑوں تک دھوئے، پھر تین بار کلی کی، تین بار ناک میں پانی ڈال کر صاف کیا، پھر تین مرتبہ اپنا چہرہ دھویا، پھر تین مرتبہ کہنی سمیت اپنا دایاں بازو دھویا، پھر تین مرتبہ کہنی سمیت اپنا بایاں بازو دھویا، پھر اپنے سر کا مسح کیا، پھر تین مرتبہ ٹخنوں سمیت اپنا دایاں پاؤں دھویا، پھر تین مرتبہ ٹخنوں سمیت اپنا بایاں پاؤں دھویا، پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا!

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔"

(الصحیح المسلم، باب صفۃ الصلوۃ، جلد 1، عربی صفحہ نمبر 120)

وضو کے طبی فوائد

اب وضو کی ترتیب کے لحاظ سے وضو کے طبی و سائنسی فوائد ملاحظہ فرمائیں۔

ہاتھ دھونا:

جب وضو شروع کیا جاتا ہے تو سب سے پہلے دونوں ہاتھ تین بار دھوئے جاتے ہیں۔ ایسا کرنا نبی کریم ﷺ کی سنت ہے۔ حدیث شریف میں اسے گناہوں سے پاک کرنے والا عمل قرار دیا گیا ہے۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"فَإِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ خَرَجَتِ الْخَطَايَا مِنْ يَدَيْهِ حَتّٰى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتَ أَظْفَارِ يَدَيْهِ"

(سنن نسائی، باب مسح الاذنین مع الراس، رقم 103)

"وضو کرنے والا جب ہاتھوں کو دھوتا ہے تو ہاتھوں کے گناہ دُھل جاتے ہیں یہاں تک کہ ہاتھوں کے ناخنوں کے نیچے سے بھی نکل جاتے ہیں۔"

چنانچہ ہاتھ دھونے سے جسمِ انسانی کو بہت سارے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ چند ایک ملاحظہ فرمائیں۔

ہم مختلف اشیاء کو ہاتھوں سے ہی پکڑتے ہیں، نیز ہاتھ ننگے رہتے ہیں اس طرح ہاتھوں پر مختلف بیماریوں کے جراثیم (Germs) یا مختلف کیمیکلز (Chemicals) موجود رہتے ہیں جو ہمارے ہاتھوں کو آلودہ کر دیتے ہیں، اگر ہاتھ دھوئے بغیر کلی کر لی جائے یا ناک میں پانی ڈال لیا جائے تو یہ جراثیم بآسانی ہمارے منہ یا ناک کے ذریعے جسم کے اندر جا سکتے ہیں اور جسم کو مختلف بیماریوں میں مبتلا کر سکتے ہیں۔ اسی لیے دنیا بھر میں ہاتھ دھونے پر بہت زور دیا جا رہا ہے تا کہ مختلف آلائشیں ہمارے جسم کے اندر منتقل نہ ہو سکیں۔

اس سلسلے میں امریکی پروفیسر ''ڈاکٹر شاہد اطہر'' ایم ڈی نے بجا لکھا ہے۔!

"Hand washing is being imhasized more and more in hospitals now in order to prevent... spread of germs, However non Muslim did not know trat gand washing is so important... it... has been ordered in Quran 1400 yers ago." earth gudlines (from Quran and sunnah. P60)

خواجہ شمس الدین عظیمی لکھتے ہیں۔!

''جب ہم وضو کرتے ہیں تو انگلیوں کے پوروں میں سے نکلنے والی شعاعیں ایک ایسا حلقہ بنا لیتی ہیں جس کے نتیجے میں ہمارے اندر دَور کرنے والا برقی نظام تیز ہو جاتا ہے اور برقی رَو ایک حد تک ہاتھوں میں سمٹ آتی ہے۔ اس عمل سے ہاتھ خوبصورت ہو

جاتے ہیں۔صحیح طریقہ پر وضو کرنے سے انگلیوں میں ایسی لچک پیدا ہو جاتی ہے جس سے آدمی کے اندر تخلیقی صلاحیتوں کو کاغذ یا کینوس پر منتقل کرنے کی خفتہ صلاحیتیں بیدار ہو جاتی ہیں۔''

کلی کرنا:

دورانِ وضو تین بار کلی کرنا سنت ہے۔اس سے گناہ بھی دھل جاتے ہیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''إِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ فَتَمَضْمَضَ خَرَجَتِ الْخَطَايَا مِنْ فِيهِ''

(مسند احمد، جلد نمبر 5، عربی صفحہ نمبر 263)(سنن نسائی، باب المسح الاذنین مع الراس، رقم 103)

''جب مومن وضو کرتے ہوئے کلی کرتا ہے تو اس کے منہ کے تمام گناہ دُھل جاتے ہیں۔''

کلی کے ذریعے دانتوں میں کھانے کے پھنسے ہوئے ذرات منہ سے خارج ہو جاتے ہیں۔اگر دانتوں سے ان ذرات کو نہ نکالا جائے تو یہ دانتوں، دہن اور گلے کے مختلف امراض کا باعث بنتے ہیں۔

''کلی کرنے سے جہاں منہ کی صفائی ہوتی ہے، وہاں دانتوں کی بیماریوں سے بھی نجات ملتی ہے، جبڑے مضبوط ہو جاتے ہیں اور دانتوں میں چمک دمک پیدا ہو جاتی ہے، قوتِ ذائقہ بڑھ جاتی ہے اور آدمی ٹونسلز کی بیماری سے محفوظ رہتا ہے۔''

ناک میں پانی ڈالنا:

ناک میں پانی ڈالنا بھی نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کی سنتِ مبارکہ ہے۔ دائیں ہاتھ سے ناک میں تین بار پانی ڈالیں اور بائیں ہاتھ سے صاف کریں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ناک کی صفائی کو بھی کفارِ سیئات فرمایا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''جب مومن وضو کرتے ہوئے ناک میں پانی ڈالتا ہے اور ناک صاف کرتا ہے تو ناک کے گناہ پانی کے پہلے قطرے سے ہی جھڑ جاتے ہیں۔''

(مسند احمد، جلد نمبر 5، عربی صفحہ نمبر 263)

سنن نسائی اور مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

''فَإِذَا اسْتَنْثَرَ خَرَجَتِ الْخَطَايَا مِنْ أَنْفِهِ''

(سنن نسائی، باب المسح الاذنین مع الراس، رقم 103)

''بندہ مومن وضو کرتے ہوئے ناک دھوتا ہے تو ناک کے تمام گناہ دُھل جاتے ہیں۔''

ناک کو دھونے اور صاف کرنے میں جہاں پاکیزگی حاصل ہوتی ہے وہاں طبی فوائد کا بھی حصول ہوتا ہے۔

''کلی کرنے کے بعد ناک میں پانی ڈالا جاتا ہے۔ ناک انسانی جسم میں ایک نہایت اہم اور قابلِ توجہ عضو ہے۔ ناک کی زبردست صلاحیت یہ ہے کہ آواز میں گہرائی اور سہانا پن پیدا کرتا ہے۔ ذرا انگلیوں سے ناک کے نتھنوں کو دبا کر بات

کرنے کی کوشش کیجئے آپ کو فرق معلوم ہو جائے گا۔ ناک کے اندر پردے آواز کی خوبصورتی میں ایک مخصوص کردار ادا کرتے ہیں۔ کاسۂ سر کو روشنی فراہم کرتے ہیں۔ ناک کے خاص فرائض میں صفائی کے کام کو بڑا دخل ہے۔ ناک پھیپھڑوں کے لیے ہوا کو صاف، گرم اور موزوں بناتی ہے۔ ہر آدمی کے اندر روزانہ تقریباً پانچ سو مکعب فٹ ہوا ناک کے ذریعے داخل ہوتی ہے۔ ہوا کی اتنی بڑی مقدار سے ایک بڑا کمرہ بھرا جاسکتا ہے۔ برف باری کے موسم میں منجمد اور خشک دن آپ برف پوش میدان میں اسکیٹنگ (Skating) شروع کر دیں لیکن آپ کے پھیپھڑے خشک ہوا سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتے۔ وہ اس کی ایک رمق قبول کرنے کو تیار نہیں ہوتے۔ انہیں اس وقت بھی ایسی ہوا کی ضرورت ہوتی ہے جو گرم اور مرطوب فضا میں ملتی ہے یعنی وہ ہوا جس میں اسی (80) فیصد رطوبت ہو اور جس کا درجۂ حرارت نوے (90) فارن ہائٹ سے زیادہ ہو۔ پھیپھڑے جراثیم سے پاک دھوئیں یا گردوغبار اور آلودگیوں سے مصفا ہوا طلب کرتے ہیں۔ ایسی ہوا فراہم کرنے والا معمولی ائرکنڈیشنر (Air-Conditioner) ایک چھوٹے ٹرنک کے برابر ہوتا ہے لیکن ناک کے اندر نظام قدرت نے اس کو اتنا مختصر اور مجتمع (Intergrated) کر دیا ہے کہ وہ صرف چند انچ لمبا ہے۔

ناک ہوا کو مرطوب بنانے کے لیے تقریباً چوتھائی گیلن نمی روزانہ پیدا کرتا ہے۔ صفائی اور دوسرے سخت کام نتھنوں کے بال انجام دیتے ہیں۔ ناک کے اندر ایک خوردبینی جھاڑو ہے۔ اس جھاڑو کے اندر غیر مرئی روئیں ہوتے ہیں جو ہوا کے ذریعے معدہ کے اندر پہنچنے والے مضر جراثیم کو ہلاک کر دیتی ہیں۔ جراثیم کو اپنے مشینی انداز میں پکڑنے کے علاوہ غیر مرئی روؤں کے پاس ایک اور دفاعی ذریعہ ہے جسے انگریزی میں "Lysozinum" کہتے ہیں۔ اس دفاعی ذریعہ سے ناک آنکھوں کو "Infection" سے بچاتی ہے۔

جب کوئی نمازی وضو کرتے وقت ناک کے اندر پانی ڈالتا ہے تو پانی کے اندر کام کرنے والی برقی رَوان غیر مرئی رَوؤں کی کارکردگی کو تقویت پہنچاتی ہے جس کے نتیجے میں انسان بے شمار پیچیدہ بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے۔"

چہرہ دھونا:

وضو کرتے ہوئے ایک مرتبہ چہرہ دھونا فرض اور تین بار دھونا نبی کریم ﷺ کی سنتِ مبارکہ ہے۔ چہرہ کی حد سر کے بالوں سے لے کر ٹھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان کی لَو سے دوسرے کان کی لَو تک ہے۔ حدیث شریف میں چہرہ دھونے کو بھی باعثِ رحمت فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

"فَاِذَا غَسَلَ وَجْھَہٗ خَرَجَتِ الْخَطَایَا مِنْ وَجْھِہٖ حَتّٰی تَخْرُجَ مِنْ تَحْتَ اَشْفَارِ عَیْنَیْہِ"

(سنن نسائی، باب المسح الاذنین مع الراس، رقم 103)

"وضو کرنے والا جب اپنے چہرے کو دھوتا ہے تو اس کے چہرے کے گناہ جھڑ جاتے ہیں حتیٰ کہ گناہ پلکوں کی جڑوں سے نکل جاتے ہیں۔"

مزید برآں آپ علیہ السلام نے فرمایا!

"وضو کرنے والا جب چہرہ دھوتا ہے تو اپنے ہر گناہ اور غلطی سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے جیسے آج ہی اس کی ماں نے اس کو جنا ہو۔"

(مسند احمد، جلد نمبر 5، عربی صفحہ نمبر 263)

چہرہ دھونے کے بہت زیادہ طبی، طبعی اور سائنسی فوائد ہیں۔ چند ایک ملاحظہ

فرمائیں۔

''چہرہ دھونے میں بڑی حکمتیں پوشیدہ ہے کہ اس سے عضلات میں نرمی اور لطافت پیدا ہو جاتی ہے۔ گرد وغبار سے بند مسامات کھل جاتے ہیں۔ چہرہ بارونق، پُرکشش اور بارُعب ہو جاتا ہے۔ منہ دھوتے وقت جب پانی آنکھوں میں جاتا ہے تو اس سے آنکھوں کے عضلات کو تقویت پہنچتی ہے۔ ڈھیلے میں سفیدی اور پُتلی میں چمک غالب آجاتی ہے۔ وضو کرنے والے بندے کی آنکھیں پرُکشش، خوبصورت اور پرُخمار ہو جاتی ہیں۔ چہرہ پر تین بار ہاتھ پھرنے سے دماغ پرُسکون ہو جاتا ہے۔''

''آج کل جب ہم گھر سے باہر نکلتے ہیں اور ہمارا گزر ایسے مقامات سے بھی ہوتا ہے جہاں جراثیم بکثرت پائے جاتے ہیں۔ مثلاً بعض مقامات پر کوڑے کے ڈھیر پڑے ہوتے ہیں یا جانوروں اور انسانوں کا فضلہ کھلا پڑا ہوتا ہے۔ کہیں کہیں تو مختلف حیوانات کے اجسام کے ناکارہ حصے جیسے آنتیں اور خون وغیرہ پھینک دیئے جاتے ہیں۔ یہ تمام مقامات جراثیموں کی آماجگاہ ہیں اور جب یہ کھلے پڑے ہوتے ہیں تو ان سے جراثیم فضا کو آلودہ کرتے رہتے ہیں اور جب انسان ایسی جگہ سے گزرتا ہے تو یہ جراثیم انسان کے چہرے اور ہاتھوں پر حملہ آور ہو جاتے ہیں۔ اگر ہم دن میں کم از کم پانچ مرتبہ اپنا چہرہ دھوئیں تو ہم ان جراثیموں سے بچ سکتے ہیں جو چہرے پر پہنچنے کے بعد منہ اور ناک کے ذریعے انسانی جسم میں داخل ہو کر مختلف بیماریوں کا سبب بنتے ہیں۔

عصرِ حاضر کا سب سے بڑا مسئلہ آلودگی ہے۔ صنعتی ترقی نے ہمیں اس گھمبیر مسئلہ سے دوچار کر دیا ہے۔ فیکٹریوں کی چمنیوں سے نکلنے والی گیسیں اور گاڑیوں کے سلینسرز سے خارج ہونے والے دھوئیں سے فضا آلودہ ہو رہی ہے۔ اس فضا کے اندر کاربن ڈائی آکسائیڈ اور کاربن مونو آکسائیڈ کے علاوہ سلفر ڈائی آکسائیڈ شامل ہوتی

ہیں۔ اگر یہ گیسیں بکثرت فضا میں موجود ہوں اور ایک انسان پسینے سے شرابور ہو تو چہرے پر موجود پسینہ کے قطرے ان گیسوں کے ساتھ عمل کر کے مختلف تیزابوں (کار بانک ایسڈ، سلفیورک ایسڈ) میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور یہ پسینہ سے بننے والے تیزاب انسانی جلد کو خراب کر دیتے ہیں۔ اس لیے چہرے دھونے سے پسینہ اور زہریلے کیمیکلز وغیرہ کی تہہ دھل جاتی ہے اور انسان جلدی امراض اور چہرے کی الرجی سے محفوظ و مامون رہ سکتا ہے۔

چہرے کو وضو کے دوران دھونے سے انسان متعدد بیماریوں سے بچ سکتا ہے۔ آنکھوں کی بیماریوں کے دوران ڈاکٹر حضرات بار بار آنکھیں دھونے کا مشورہ دیتے ہیں۔"

حکیم محمد طارق محمود چغتائی کے مطابق وضو کرنے کے بعد بھنوئیں پانی سے تر ہو جاتی ہیں۔ میڈیکل سائنس کے اصول کے مطابق اگر بھنوؤں میں نمی رہے تو آنکھوں کے ایسے خطرناک امراض سے انسان بچ سکتا ہے جن میں آنکھ کے اندر رطوبتِ زجاجیہ کم ہو جاتی ہے یا ختم ہو جاتی ہے اور مریض آہستہ آہستہ بصارت سے محروم ہو جاتا ہے۔"

"دن میں متعدد بار وضو کے لیے چہرہ دھونے سے اس کی خوبصورتی میں اضافہ ہوتا ہے۔ امریکن کونسل فار بیوٹی (Anerican Council for Beauty) کی سرکردہ ممبر "لیڈی بیچر" نے عجیب وغریب انکشاف کیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ مسلمانوں کو کسی قسم کے کیمیاوی لوشن کی ضرورت نہیں۔ ان کے اسلامی وضو سے چہرہ دھلتا رہتا ہے اور مسلمان چہرے کے کئی امراض سے محفوظ رہتے ہیں۔"

داڑھی کا خلال:

وضو کرتے ہوئے ہلکی داڑھی کے بالوں کو دھویا جاتا ہے اور گھنی داڑھی میں انگلیوں سے خلال کر کے تمام بالوں کو تر کیا جاتا ہے، یہ سنتِ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

داڑھی دھونے یا خلال کرنے سے بالوں کی جڑیں تر ہو جاتی ہیں اور انہیں مضبوطی وصفائی حاصل ہوتی ہے۔ داڑھی کے خلال کی وجہ سے بالوں میں موجود ہر قسم کے جراثیم (Common germs) اور (Coutagious germs) وغیرہ سب دور ہو جاتے ہیں۔ داڑھی کے بالوں پر رُکا ہوا پانی گردن کے پٹھوں کو تقویت دیتا ہے۔ نیز تھائی رائیڈ گلینڈ اور گلے کی دیگر بیماریوں سے بچاتا ہے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات میں حکمت اور بہتری ہے۔ وضو اور نماز کے احکامات کو بجالا کر جہاں رضائے الٰہی اور روحانی ترقی و بہتری میسر آتی ہے، وہاں انسان جسمانی اور دنیوی زندگی کے کئی مسائل سے بچ جاتا ہے۔

آج دنیا میں انسانی دنیوی اور اخروی زندگی کی بھلائی و بہتری اور کامیابی کی ضمانت صرف اور صرف اسلامی احکامات پر عمل ہی ہے۔ کوئی دوسرا مذہب ایسے خصائص کا حامل نہیں ہے، اسی لیے دیگر تمام مذاہب منسوخ ہو چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے فقط اسلام کو قیامت تک کے لیے باقی رکھا ہے۔

کہنیوں تک ہاتھ دھونا:

وضو کرتے وقت کہنیوں سمیت دونوں ہاتھ ایک بار دھونا فرض اور تین بار دھونا سنت ہے۔ بندۂ مومن کے اس عمل کو بھی بخشش کا سبب بنا دیا گیا ہے۔ چنانچہ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"فَاِذَا غَسَلَ یَدَیْہِ خَرَجَتِ الْخَطَایَا مِنْ یَدَیْہِ حَتّٰی تَخْرُجَ مِنْ تَحْتَ اَظْفَارِ یَدَیْہِ"

(سنن نسائی، باب المسح الاذنین مع الراس، رقم 103)

"وضو کرنے والا جب اپنے ہاتھوں کو دھوتا ہے تو ہاتھوں کے گناہ جڑ جاتے ہیں حتیٰ کہ ناخنوں کے نیچے سے بھی نکل جاتے ہیں۔"

بازوؤں والے اس حصے میں خون کی متعدد نالیاں ہوتی ہیں۔ان میں شریانیں (Arterie) اور وریدیں (Veins) دونوں شامل ہیں۔جسم کا یہ حصہ مختلف امراض کی تشخیص کے لیے بڑا ممد ومعاون ہے۔یہیں سے نبض کی رفتار (Pulse) اور بلند فشار خون (Blood Pressure) وغیرہ معلوم کیا جاتا ہے۔اس حصے کو دھونے اور مساج کرنے سے انسانی جسم پر مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں۔پانی خون کی حدت کو کم کر کے بلند فشار خون (Blood Pressure) کو کم کرتا ہے۔

سر کا مسح کرنا:

چوتھائی سر کا مسح کرنا فرض ہے اور ایک بار تمام سر کا مسح کرنا سنتِ نبی اکرم ﷺ ہے۔مسلمان کے اس عمل کو بھی کفارۂ سیئات قرار دیا گیا ہے۔

چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"فَاِذَا مَسَحَ بِرَأْسِہٖ خَرَجَتِ الْخَطَایَا مِنْ رَأْسِہٖ حَتّٰی تَخْرُجَ مِنْ تَحْتَ اُذُنَیْہِ"

(سنن نسائی، باب المسح الاذنین مع الراس، رقم 103)

''مسلمان جب وضو کرتے ہوئے اپنے سر کا مسح کرتا ہے تو
سر کے گناہ جھڑ جاتے ہیں حتیٰ کہ کانوں سے نکل جاتے ہیں۔''

سر کا مسح کرنے میں بھی بہت زیادہ سائنسی حکمتیں پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ اہل علم جانتے ہیں کہ کاسۂ سر کے اوپر بال آدمی کے اندر انٹینا (Antenna) کا کام کرتے ہیں۔ یہ بات ہر باشعور شخص جانتا ہے کہ آدمی اطلاعات کے ذخیرے کا نام ہے۔ جب تک اسے کسی عمل کے بارے میں اطلاع نہ ملے وہ کوئی کام نہیں کر سکتا۔

مثلاً کھانا ہم اس وقت کھاتے ہیں جب ہمیں بھوک لگتی ہے۔ پانی اس وقت پیتے ہیں جب ہمارے اندر پیاس کا تقاضا ہوتا ہے۔ سونے کے لیے بستر پر اس وقت لیٹتے ہیں جب ہمیں یہ اطلاع ملتی ہے کہ اب ہمارے اعصاب کو آرام کی ضرورت ہے۔ خوشی کے جذبات و احساسات ہمارے اوپر اس وقت مظہر بنتے ہیں جب ہمیں خوشی سے متعلق کوئی اطلاع فراہم ہوتی ہے۔ اسی طرح غیظ و غضب کی حالت کا انحصار بھی اطلاع پر ہے۔

وضو کرنے کی نیت دراصل ہمیں اس بات کی طرف متوجہ کر دیتی ہے کہ ہم یہ کام اللہ ﷻ کے لیے کر رہے ہیں۔ وضو کے ارکان پورے کرنے کے بعد جب ہم سر کے مسح تک پہنچتے ہیں تو ہمارا ذہن غیر اللہ سے ہٹ کر اللہ ﷻ کی ذات میں مرکوز ہو چکا ہوتا ہے۔ مسح کرتے وقت جب ہم سر پر ہاتھ پھیرتے ہیں تو سر کے بال (Antenna) ان اطلاعات کو قبول کرتے ہیں جو ہر قسم کی کثافت، محرومی اور اللہ تعالیٰ سے دوری کے متضاد ہیں، یعنی بندہ کا ذہن اس اطلاع کو قبول کرتا ہے۔ جو مصدرِ اطلاعات (اللہ تبارک و تعالیٰ جل مجدہ الکریم) سے براہِ راست ہم رشتہ ہے۔

کانوں کا مسح کرنا:

کانوں کا مسح کرنا سنتِ رسولِ اکرم ﷺ ہے۔ کان کے اندر پانی سے تر کی ہوئی شہادت کی انگلی اور باہر کی طرف سے انگوٹھے سے مسح کرنے سے کانوں کی ہر قسم کی آلودگی دور ہو جاتی ہے اور اس سے سماعت پر بہت گہرا اثر پڑتا ہے۔ جب کانوں کا مسح کیا جاتا ہے تو دل کو عجیب وغریب مسرت میسر آتی ہے۔

گردن کا مسح کرنا:

وضو میں گردن کا مسح کرنا مستحب عمل ہے، لیکن کامل وضو وہی ہوتا ہے جس میں فرض، سنت اور مستحب تمام کو بجالایا جائے۔ مومن کا گردن کا مسح کرنا بھی فضیلت سے خالی نہیں۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"مَنْ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ بِيَدَيْهِ عَلٰى عُنُقِهٖ وُقِيَ الْغُلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَقَالَ اِنْشَاءَ اللّٰهُ"

(نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 180) (التلخیص الحبیر، جلد 1، عربی صفحہ 92

"جس نے وضو کیا اور اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنی گردن کا مسح کیا تو انشاء اللہ! قیامت کے دن وہ گردن میں زنجیر سے بچ گیا۔"

گردن کے مسح کی بڑی طبی افادیت ہے۔ ایک فرانسیسی دماغی امراض کے سرجن کا کہنا ہے۔!

"میں نے جو ریسرچ کی ہے اس کے مطابق اگر بال بہت بڑھا دیئے

جائیں اور گردن کی پشت کو خشک رکھا جائے تو ان لوگوں کے اندر کئی دفعہ خشکی پیدا ہو جاتی ہے اور انسان کے جسم پر اس کا اثر ہوتا ہے۔ کئی دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان کا دماغ کام کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ اس لیے ڈاکٹرز نے سوچا کہ گردن کو دن میں دو چار مرتبہ ضرور تر رکھا جائے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ گردن کا مسح کرنے سے انسان کئی قسم کے دماغی امراض سے محفوظ و مامون رہ سکتا ہے۔

''ماہرینِ روحانیات نے انسانی جسم کو چھ حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک حصہ ''حبل الورید'' (رگِ جان) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔!

''میں رگِ جان سے بھی زیادہ قریب ہوں۔''

یہ رگِ جان سر اور گردن کے درمیان واقع ہے۔ گردن کا مسح کرنے سے انسانی جسم کو ایک خاص توانائی حاصل ہوتی ہے جس کا تعلق ریڑھ کے اندر، حرام مغز اور تمام جسمانی جوڑوں سے ہے۔ جب کوئی نمازی گردن کا مسح کرتا ہے تو ہاتھوں کے ذریعے برقی رَو نکل کر رگِ جان میں ذخیرہ ہو جاتی ہے اور ریڑھ کی ہڈی کو اپنی گزرگاہ بناتے ہوئے جسم کے پورے اعصابی نظام میں پھیل جاتی ہے جس کے ذریعے اعصابی نظام کو توانائی ملتی ہے۔''

پاؤں دھونا:

''دونوں پاؤں ٹخنے سمیت ایک مرتبہ دھونا فرض اور تین تین بار دھونا سنتِ رسولِ اکرم ﷺ ہے۔ حدیث شریف میں پاؤں دھونے کو بھی کفارۂ سیئات فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''فَإِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ خَرَجَتِ الْخَطَايَا مِنْ رِجْلَيْهِ حَتّٰى

تَخْرُجَ مِنْ تَحْتَ اَظْفَارِ رِجْلَیْهِ"

(سنن نسائی، باب المسح الاذنین مع الراس، رقم 103)

"وضو کرنے والا جب پاؤں دھوتا ہے تو پاؤں کے گناہ ڈھل جاتے ہیں یہاں تک کہ پاؤں کے ناخنوں کے نیچے سے نکل جاتے ہیں۔"

"پاؤں جسم کا وہ حصہ ہے جو چلتے وقت سب سے زیادہ گرد و غبار، آلودگی، جراثیم اور جنجائی کی زد میں ہوتا ہے۔ اس لیے دونوں پاؤں کو دن میں ایک سے زیادہ بار دھونا ضروری ہے اور شوگر کے مریضوں کے لیے تو پاؤں کی حفاظت نہایت ضروری ہے کیونکہ ذیابیطس کے مریضوں کو پاؤں کی انفیکشن (Infection) زیادہ ہوتی ہے۔"

"دماغ اطلاعات قبول کرتا ہے اور یہ اطلاعات لہروں کے ذریعے منتقل ہوتی ہیں۔ اطلاع کی ہر لہر ایک وجود رکھتی ہے۔ وجود کا مطلب متحرک رہنا ہے۔ قانون یہ ہے کہ روشنی ہو یا پانی اس کے لیے بہاؤ ضروری ہے اور بہاؤ کے لیے ضروری ہے کہ اس کا مظہر بنے اور وہ خرچ ہو۔ جب کوئی بندہ پاؤں دھوتا ہے تو زائد روشنیوں کا ہجوم (Poison) پیروں کے ذریعے ارتھ (Earth) ہو جاتا ہے اور جسمِ انسانی زہریلے مادوں سے محفوظ رہتا ہے۔"

۞ ۞ ۞

نماز، جدید سائنس اور انسانی صحت

جس طرح رسول اللہ ﷺ کی دیگر تعلیمات روحانیت کے ساتھ ساتھ جسمانی صحت کو بھی خوب سے خوب تر رکھنے میں مدد دیتی ہیں، اسی طرح نماز بھی روحانی صحت کے ساتھ ساتھ جسمانی صحت کو قائم رکھنے میں اہم اور موثر کردار ادا کرتی ہے۔

نماز میں شفا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "ایک بار میرے پیٹ میں درد ہو رہا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا!

"کیا تمہارے پیٹ میں درد ہو رہا ہے۔؟"

میں نے عرض کیا!

"ہاں! اے اللہ کے رسول ﷺ!"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

"کھڑے ہو جاؤ اور نماز ادا کرو کیونکہ نماز میں شفا ہے۔"

(سنن ابن ماجہ، کتاب الطب، جلد 2، حدیث نمبر 3458)

حضور نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی اس حقیقت کو عیاں کرتا ہے کہ اقامتِ صلوۃ جسمانی امراض کے لیے بھی شفاء ہے بشرطیکہ اسے پورے آداب کے ساتھ سنتِ نبوی ﷺ کے مطابق ادا کیا جائے۔

نماز کی تاثیر:

''نماز، بدن اور دل دونوں کی صحت کی نگرانی و حفاظت کی عجیب وغریب تاثیر رکھتی ہے اور ان دونوں سے موادِ رَدّیہ نکال دیتی ہے۔ دنیا میں جتنے بھی لوگ کسی مشکل، بیماری، آفت یا بلا کا شکار ہوتے ہیں ان میں نماز پڑھنے والوں کا تناسب کم سے کمتر ہوتا ہے اور اس کی عاقبت ہر طرح سے محفوظ و مامون رہتی ہے۔''

بیماریوں سے نجات:

ڈاکٹر محمد عالمگیر خاں کے نزدیک ''نماز سے جہاں روحانی فرحت اور اطمینانِ قلب حاصل ہوتا ہے، وہاں اس میں جسمانی صحت کے راز بھی مضمر ہیں۔ اس کے تمام ارکان اگر اچھی طرح اور باقاعدگی کے ساتھ ادا کیے جائیں تو اس سے کئی جسمانی بیماریوں سے نجات حاصل ہو جاتی ہے۔

احسانِ عظیم:

اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے پانچ وقت کی نماز فرض کر کے ہم پر بہت بڑا احسان فرمایا ہے۔ نماز جہاں ہمیں روحانی عروج اور طمانیتِ قلب عطا کرتی ہے اور برائیوں سے نکال کر پاکیزگی کے دائرے میں داخل کرتی ہے، وہاں جسمانی صحت کے لیے بھی ممد و معاون ہے۔ جسم کو چاک و چوبند رکھنے، اعصابی تکلیفوں اور جوڑوں کی بیماریوں سے بچانے اور غذا ہضم کرنے میں نماز بہت مؤثر کردار ادا کرتی ہے۔ علاوہ ازیں

صحتِ انسانی کے لیے نماز کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ یہ ہمارے خون میں کولیسٹرول یعنی چربی کو کم کرنے کا کسی حد تک باعث بنتی ہے۔''

نماز اور جسم کی نشو ونما:

ڈاکٹر وحکیم سید محمد کمال الدین حسین ہمدانی (پی، ایچ، ڈی۔ صدر شعبۂ طب و جراحت مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) اپنی تصنیف ''اسلامی اصولِ صحت'' میں لکھتے ہیں۔!

''اگر انسان پابندِ نماز بن جائے تو اس کے جسم کے لیے یہ ایک ورزش ثابت ہوگی جس سے جملہ اعضاءِ انسانی کی نشو ونما بہتر ہوگی اور اس کی قوت بڑھے گی۔ نیز مفاصل کی ساختیں بھی درست رہیں گی اور مفاصل اپنے افعال صحیح طریقہ سے انجام دیتے رہیں گے اور مفاصل مختلف قسم کے امراض مثلاً تحجرِ مفاصل وغیرہ سے محفوظ رہیں گے۔ اس کے علاوہ نظامِ تنفس، نظامِ دورانِ خون اور نظامِ ہضم پر بھی بہتر اثرات مرتب ہوں گے اور انسان مدتُ العمر امراض وآفاتِ جسمانی سے محفوظ رہے گا اور اپنے فرائضِ زندگی کو صحیح اور بہتر طریقہ پر انجام دیتا رہے گا۔''

(اسلامی اصولِ صحت، صفحہ 35-36، از ڈاکٹر وحکیم سید محمد کمال الدین ہمدانی، ناشر حی الفلاح سوسائٹی علی گڑھ، بھارت)

بہترین ورزش:

''نماز ایک بہترین اسلامی ورزش ہے جو انسان کو ہر وقت تازہ دم رکھتی ہے، سستی اور اضمحلال کو جسم میں بڑھنے نہیں دیتی۔ دیگر مذاہب میں کوئی ایسی جامع عبادت نہیں ہے جس کی ادائیگی کی صورت میں جملہ اعضاءِ انسان کی تحریک وطاقت

بڑھے۔ یہ امتیاز نماز ہی کو حاصل ہے کہ یہ ایک نہایت جامع ورزش بھی ہے جس کا اثر جملہ اعضاءِ انسانی پر مساوی ہوتا ہے اور جملہ اعضاءِ جسم میں تحریک وطاقت پیدا ہوتی ہے اور صحت برقرار رہتی ہے۔''

(اسلامی اصولِ صحت، صفحہ 36، از ڈاکٹر وحکیم سید محمد کمال الدین ہمدانی، ناشر حی الفلاح سوسائٹی علی گڑھ، بھارت)

اسرارِ صلوۃ:

ترکی کے ڈاکٹر ''ہلوک نور باقی'' کا خیال ہے کہ کوئی جدید علم یا سائنس بھی نماز کے اسرار کا مکمل فہم رکھنے سے قاصر ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔!

"No science has the power to unravel or outline the nysteries of prayer. In particuli,to view prayer merely as a physical exercise is as ridiculous as believing that there is nothing more to the universe than the air webreathe."

محض ورزش نہیں:

کوئی سائنس اس قابل نہیں ہے کہ وہ صلوۃ (نماز) کے رازوں کو پا سکے یا ان کا احاطہ کر سکے۔ نماز میں ورزش بھی ہے لیکن خاص طور پر اگر صلوۃ (نماز) کو محض ایک جسمانی ورزش سے تعبیر کیا جائے تو یہ اس قدر احمقانہ بات ہوگی جیسے یہ تصور کر لینا کہ کائنات میں اس ہوا کے سوا جس میں ہم سانس لیتے ہیں اور کچھ نہیں۔

بہترین نسخہ:

ڈاکٹر ہلوک نور باقی نے نماز کے روحانی پہلوؤں پر بہت زور دیا لیکن وہ بھی اس کے جسمانی فوائد کو نظر انداز نہیں کرتے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔!

"Today even materalists acknowaedge that there can be no presvription other than prayer for the relief of jionts."

''آج کے دور میں مادہ پرست لوگ بھی اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں کہ جوڑوں (کے درد) کے آرام کے لیے نماز سے بہتر نسخہ کوئی اور نہیں۔''

نسخۂ کیمیا:

نماز کی ورزشیں جہاں بیرونی اعضا کی خوشنمائی وخوبصورتی کا ذریعہ ہیں، وہاں اندرونی اعضاء مثلاً دل، گردے، جگر، پھیپھڑے، دماغ، آنتیں، معدہ، ریڑھ کی ہڈی، گردن، سینہ اور تمام قسم کے گلینڈز (Glands) کی نشوونما بھی کرتی ہیں بلکہ جسم کو سڈول اور خوبصورت بھی بناتی ہیں۔''

نماز کا رواج ہوتا تو!:

''کچھ امراض ایسے ہیں جن سے صرف نماز قائم کر کے محفوظ رہا جا سکتا ہے کیونکہ نماز کی ادائیگی سے جسم میں ان امراض کے خلاف قوتِ مدافعت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں ڈاکٹر حسن غزنوی کے یہ الفاظ قابلِ غور ہیں۔ وہ لکھتے ہیں۔!

"In addition to saving us fro n the sins and elevating us to the heights

of spirituality prayers are great help in maintaining our physical health. They keep oyr body acitve, help digestion and save us fron nuscae and joint diseases through regular balanced exercise.They help the circulation of blood and also nitifate the bad effect of Cholestrol. Prayers play a vital vole in acting as preventive measure against heart attack, paralyses, diabetes nellitus etc..............Heart patients should offer the five oblig. atory prayers regularly as they get the pernission from their doctor to leave bad."

(Isiamic Medicine op. Cit. p.68)

”اہلِ مغرب آج مختلف قسم کی ورزشیں کرتے ہیں تا کہ اُن کے اجسام میں کولیسٹرول کی مقدار حد سے نہ بڑھے۔اس کے علاوہ ان کے جسم کے تمام نظام مؤثر طریقے سے کام کریں۔انہوں نے اس حقیقت کا اعتراف بھی کیا ہے کہ اسلامی نماز جیسی کوئی ورزش نہ کرنے کی وجہ سے انہیں مختلف ورزشوں کا سہارا لینا پڑتا ہے تا کہ وہ صحت مندرہ سکیں۔جیسا کہ جرمنی کے مشہور رسالے ”دی ہائف“ میں نامور جرمن فاضل

اور مستشرق ''جوا کیم دی یولف'' نے اس حقیقت کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے!

''اگر اہلِ یورپ میں اسلامی نماز کا رواج ہوتا تو ہمیں جسمانی ورزش کے لیے نئی نئی ورزشی حرکتیں ایجاد نہ کرنا پڑتیں۔''

(المصالح العقلیہ للاحکام العقلیہ، صفحہ 406)

اعلیٰ ترین علاج:

ایک پاکستانی ڈاکٹر ''ماجد زمان عثمانی'' یورپ میں ''فزیو تھراپی'' کی اعلیٰ ڈگری کے لیے گئے۔ جب وہاں ان کو بالکل نماز کی طرح ورزش پڑھائی اور سمجھائی گئی تو یہ اس ورزش کو دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ہم نے آج تک نماز کو ایک دینی فریضہ سمجھا اور پڑھتے رہے لیکن یہاں تو عجیب وغریب انکشافات ہوتے ہیں کہ نماز جیسی ورزش کے ذریعے تو بڑے بڑے امراض ختم ہو جاتے ہیں۔''

ڈاکٹر صاحب نے اس کی فہرست دی کہ جو بیماریاں نماز کے ذریعے از خود سرانجام پانے والی ورزش سے درست ہو سکتی ہیں۔

1: دماغی امراض (Mental Diseases)

2: اعصابی امراض (Nerve Diseases)

3: نفسیاتی امراض (Psychic Diseases)

4: بے سکونی، ڈیپریشن اور بے چینی کے امراض (Restlessness,Depression and Anxiety)

5: دل کے امراض (Heart Diseases)

6: جوڑوں کے امراض (Arthritis)

7: یورک ایسڈ سے پیدا ہونے والے امراض

(Diseases due to Uric Acid)

8: معدے کا السر (Stomach Ulcer)

9: شوگر (Diabetes nellitus)

10: آنکھوں اور گلے وغیرہ کے امراض

(Eye and E.N.T. Diseases)"

عوارضِ نفس:

نماز میں نفسیاتی عوارض مثلاً گناہ کا، خوف کا، احساس کمتری کا، مایوسی، بے چینی اور پریشانی وغیرہ کا بھی علاج ہے۔ جن کی تفصیل کو کتاب کی طوالت کے ڈر سے چھوڑا جا رہا ہے۔

بہر حال نماز سے انسان کو اَن گنت فوائد کے علاوہ جسمانی اور ذہنی فوائد بھی ہوتے ہیں۔ آج اسلامی عبادات کی سائنسی توجیہات سامنے آ رہی ہیں۔ نماز کا ہر رکن کسی نہ کسی طبی ونفسیاتی افادیت کا حامل ہے۔

ورزش اور نماز:

"ارکانِ نماز کو فرداً فرداً تشریحی روشنی میں دیکھا جائے تو واضح ہوگا کہ ہر رُکن نماز کی ادائیگی میں مخصوص عضلات ومفاصل میں تحریک پیدا ہوتی ہے اور مخصوص عضلات کی ورزش ہوتی ہے۔ علمِ تشریح (Physiology) کا یہ ایک کلیہ ہے کہ جب انسان کسی حرکت کا ارادہ کرتا ہے تو متعلقہ مراکز دماغ سے تحریک مخصوص اعصاب کے ذریعہ متعلقہ عضلات میں پہنچتی ہے اور عضلات حسبِ محل منقبض یا منبسط ہو کر افعالِ مطلوبہ سرانجام دیتے ہیں اور جب نمازوں کی ادائیگی کی صورت میں بار بار ارکانِ

نماز کا اعادہ کیا جاتا ہے تو یہ صورت ایک ورزش بن جاتی ہے جس سے عضلات و مفاصل کی نشو و نما اور طاقت بہتر ہوتی ہے۔ نیز جملہ ارکانِ نماز کی ادائیگی کی صورت میں جملہ اعضاءِ انسانی کی ورزش بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر ہو جاتی ہے۔ جس سے جسمِ انسانی کی تازگی اور طاقت بحال رہتی ہے اور جسمانی افعال طبعی معیار پر جاری رہتے ہیں۔

جامع عبادت:

نماز ایک بہترین اسلامی ورزش ہے، جو انسان کو ہر دم تازہ رکھتی ہے۔ سستی اور اضمحلال کو جسم میں بڑھنے نہیں دیتی مگر دوسرے مذاہب میں کوئی ایسی جامع عبادت نہیں ہے جس کی ادائیگی کی صورت میں جملہ اعضاءِ انسانی کی تحریک و طاقت بڑھے۔ یہ امتیاز نماز ہی کو حاصل ہے کہ یہ ایک نہایت جامع اسلامی ورزش بھی ہے جس کا اثر جملہ اعضاءِ انسانی پر مساوی ہوتا ہے اور جملہ اعضاءِ جسم میں تحریک و طاقت پیدا ہوتی ہے اور صحت برقرار رہتی ہے۔"

(اسلامی اصولِ صحت، صفحہ 36، از محمد کمال الدین ہمدانی)

تحلیلِ موادِ ردّیہ:

"نماز، نفس اور بدن دونوں کے لیے ریاضت ہے، اس لیے اس میں قیام و قعود، سجدہ و رکوع اور قعدہ کی مختلف حرکتیں ہوتی ہیں اور آدمی ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہوتا رہتا ہے، اس کی وضع بدلتی رہتی ہے اور نماز میں جسم کے اکثر جوڑ جنبش کرتے رہتے ہیں اور اسی کے ساتھ اکثر باطنی اعضاء، معدہ، آنتیں، آلاتِ تنفس اور قناۃ غذا، ان سب کی وضعِ حرکات میں تغیر آ جاتا ہے پھر اس صورت میں کون سی بات مانع ہے کہ ان حرکات سے بعض اعضاء توانا اور بعض موادِ غیر ضروریہ تحلیل نہ ہو جائیں۔"

(طبِ نبوی، صفحہ 399، از ابن قیم الجوزیہ)

نماز کے طبی وسائنسی فوائد

اب ترتیب کے ساتھ نماز کے بعض ارکان کے طبی وسائنسی فوائد بیان کیے جاتے ہیں۔

تکبیر تحریمہ:

''جب ہم ہاتھوں کو کانوں تک اٹھاتے ہیں تو بازوؤں، گردن کے پٹھوں اور شانے کے پٹھوں کی ورزش ہو جاتی ہے۔ دل کے مریض کے لیے ایسی ورزش بہت مفید ہے جبکہ یہ ورزش نمازی سے نماز پڑھتے ہوئے خود بخود ہو جاتی ہے اور یہ ورزش فالج کے خطرات سے محفوظ رکھتی ہے۔''

''نیت باندھتے وقت کہنی کے سامنے کے عضلات (Flexors) اور کندھے کے جوڑ کے عضلات استعمال ہوتے ہیں اور ان کی ورزش ہو جاتی ہے۔''

''دماغ میں کھربوں خلیے کام کرتے ہیں اور خلیوں میں برقی رَو دوڑتی رہتی ہے۔ اس برقی رَو کے ذریعے خیالات شعور اور تحت الشعور سے گزرتے رہتے ہیں۔ دماغ میں کھربوں خلیوں کی طرح خانے بھی ہوتے ہیں۔ دماغ کا ایک خانہ وہ ہے

جس میں برقی رَو فوٹو لیتی رہتی ہے اور تقسیم کرتی رہتی ہے۔ یہ فوٹو بہت ہی زیادہ تاریک ہوتا ہے یا بہت زیادہ چمک دار۔ اک خانہ ہے جس میں کچھ اہم باتیں ہوتی ہیں اور ان اہم باتوں میں وہ باتیں بھی ہوتی ہیں جنہیں شعور نے نظر انداز کر دیا ہوتا ہے اور جن کو ہم روحانی صلاحیت کا نام دے سکتے ہیں۔ نمازی جب ہاتھ اٹھا کر دونوں کانوں کی لَو کے قریب لے جاتا ہے تو ایک مخصوص برقی رَو نہایت باریک آگ اپنا کنڈنسٹر (Condensor) بنا کر دماغ میں جاتی ہے اور دماغ کے اندر اس خانے کے خلیوں (Cells) کو چارج کر دیتی ہے، جس کو شعور نے نظر انداز کر دیا تھا۔ یہ خلیے چارج ہوتے ہیں تو دماغ میں روشنی کا ایک جھماکا ہوتا ہے اور اس جھماکے سے تمام اعصاب متاثر ہو کر اس خانے کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں جس میں روحانی صلاحیتیں مخفی ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ ہاتھ کے اندر ایک تیز رَو دماغ میں سے منتقل ہو جاتی ہے۔''

قیام:

قیام میں جسم بالکل بے حرکت اور ساکن ہو جاتا ہے۔ اس حالت سے بھی جسمِ انسانی پر بہت سارے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ چند ایک یہ ہیں۔

''جب نمازی قرأت شروع کرتا ہے اور حضور نبی کریم ﷺ کے ارشاد کے مطابق اتنی بلند آواز سے قرآن پاک کی تلاوت کرتا ہے کہ جس کو اس کے اپنے کان سن سکیں تو ان الفاظِ قرآن کے انوارات پورے جسم میں سرایت کر جاتے ہیں جو کہ امراض کے دفعیے کے لیے اکسیرِ اعظم ہیں۔

قیام سے جسم کو سکون کی کیفیت محسوس ہوتی ہے۔

نمازی چونکہ قیام کے دوران قرآن پاک کی تلاوت کر رہا ہوتا ہے اس لیے اس کا جسم ایک نور کے حلقے میں مسلسل لپٹا رہتا ہے اور وہ جب تک اس حالت میں

رہتا ہے تو اس وقت تک وہ نور جسے سائنسی زبان میں ''غیر مرئی شعاعیں'' (Invisible rays) کہتے ہیں اس کا احاطہ کیے ہوتی ہیں۔

قیام میں نمازی جس حالت میں ہوتا ہے اگر ہم روزانہ پینتالیس (45) منٹ تک اس حالت میں کھڑے رہیں تو دماغ اور اعصاب میں زبردست قوت اور طاقت پیدا ہوتی ہے۔

قیام سے مؤخر دماغ (Pons) جس کا کام چال، ڈھال اور جسمِ انسانی کی رفتار کو کنٹرول کرنا ہوتا ہے، قوی ہو جاتا ہے اور انسان ایک ایسے خطرناک مرض سے بچا رہتا ہے جس سے آدمی اپنا توازن درست نہیں رکھ سکتا۔''

ہاتھ باندھنا:

''ہاتھ باندھتے وقت کہنی کے آگے اور پیچھے والے پٹھے (Faexors) اور کلائی کے آگے اور پیچھے کھینچنے والے پٹھے (Flexors and Extensors) حصہ لیتے ہیں اور ان کی ورزش ہو جاتی ہے۔''

نماز میں بایاں ہاتھ نیچے باندھا جاتا ہے اور دائیں ہاتھ سے اسے گرفت میں لیا جاتا ہے۔ دراصل انسانی اعضاء کے دائیں اور بائیں اطراف کی کیفیات الگ الگ ہیں۔ دائیں حصے سے خاص طور پر دائیں ہاتھ سے غیر مرئی شعاعیں (Invisible rays) نکلتی ہیں جو کہ مثبت (Positive) ہوتی ہیں اور بائیں ہاتھ سے جو شعاعیں (Invisible rays) نکلتی ہیں وہ منفی (Negative) ہوتی ہیں۔ بہر حال دائیں ہاتھ کی مثبت شعاعیں (Positive rays) بائیں ہاتھ سے منتقل ہو کر طاقت، قوت اور تحریک کا باعث بنتی ہیں جس کی وجہ سے انسان معمولاتِ زندگی میں متوازن رہتا ہے اور پریشان نہیں ہوتا۔

نماز میں عورت اور مرد ایک مقام پر ہاتھ نہیں باندھتے بلکہ مرد ناف کے نیچے اور عورت سینہ پر ہاتھ باندھتی ہے۔اس سے بھی جسمِ انسانی کو بہت فوائد ملتے ہیں۔

مرد جب ناف یا اس کے نیچے ہاتھ باندھتا ہے تو دونوں ہاتھوں سے لہریں نکلتی ہیں جو کہ مثبت (Positive) اور منفی (Negative) ہوتی ہیں۔اب ان لہروں کے امتزاج سے ایک خاص اثر پیدا ہوتا ہے جو ناف کے ذریعے نظامِ اعصاب تک پہنچتا ہے جس سے گردے اور غدہ فوق الکلیہ (Adrenal glands) قوی ہوتے ہیں جس سے جنسی قوت قوی اور محرک ہوتی ہے۔''

عورتیں نیت کے بعد جب سینہ پر ہاتھ باندھتی ہیں تو ان کے دل میں صحت بخش حرارت منتقل ہوتی ہے اور وہ غدود نشوونما پاتے ہیں جن پر بچوں کی غذا کا انحصار ہوتا ہے۔نماز قائم کرنے والی ماؤں کے دودھ میں ایک خاص تاثیر پیدا ہو جاتی ہے۔ جدید سائنس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عورتیں جب سینے پر ہاتھ رکھ کر ایک خاص مراقبہ کرتی ہیں جس میں دنیا سے کٹ کر کسی پر سکون خیال میں کھو جاتی ہیں (جیسا کہ نماز میں ہوتا ہے) تو ایسی حالت میں ایک خاص قسم کی ریز (Rays) پیدا ہوتی ہیں جو بقول ڈاکٹر ڈارون ہلکے نیلے یا سفید رنگ کی ہوتی ہیں جو اس کے جسم میں داخل اور خارج ہوتی رہتی ہیں اور اس کے جسم میں قوتِ مدافعت (Innunity) کے بڑھنے سے وہ جسم کبھی بھی خلیات کے سرطان میں مبتلا نہیں ہوتا۔''

رکوع:

''گھٹنے پر ہاتھ رکھ کر کمر کو جھکانے کی حالت کو رکوع کہتے ہیں۔اس حرکت میں جسم کے تمام پٹھوں کی ورزش ہوتی ہے۔اس میں کولہے کے جوڑ جھکاؤ (Flexion) میں ہوتے ہیں، کہنیاں سیدھی کھنچی ہوئی (Extended) ہوتی

ہیں اور کلائی بھی سیدھی ہوتی ہے اور ان تمام کے پٹھے چست حالت میں رہتے ہیں جبکہ پیٹ اور کمر کے پٹھے جھکتے اور سیدھے ہوتے وقت کام کرتے ہیں، اس طرح رکوع سے جسم کے متعدد اعضاء کی ورزش ہو جاتی ہے۔"

"ڈاکٹر حضرات رکوع اور سجدہ کو گھٹنوں اور کمر درد کے مریضوں کا علاج قرار دیتے ہیں۔ رکوع سے حرام مغز (Spinalvord) کی کارکردگی میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ مریض جن کے اعضاء سُن ہو جاتے ہیں وہ اس مرض سے بہت جلد افاقہ حاصل کر لیتے ہیں۔

"رکوع سے کمر درد کے مریض یا ایسے مریض جن کے حرام مغز میں ورم (Inflammation wf spinal cord) ہو گیا ہو وہ بہت جلد صحت یاب ہو جاتے ہیں۔

رکوع سے گردوں میں پتھری بننے کا عمل سُست پڑ جاتا ہے اور اس سے ٹانگوں کے فالج زدہ مریض چلنے پھرنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔"

رکوع سے دماغ اور آنکھوں کی طرف دورانِ خون کے بہاؤ (Circulation wf blwwd) کی وجہ سے دماغ اور آنکھوں کی کارگردگی میں اضافہ ہوتا ہے۔"

سجدہ:

"سجدہ میں کولہے، گھٹنے، ٹخنے اور کہنیوں پر جھکاؤ (Flexion) ہوتا ہے، جبکہ ٹانگوں اور رانوں کے پیچھے کے پٹھے اور کمر و شکم کے پٹھے کھنچے ہوئے ہوتے ہیں اور کندھے کے جوڑ کے پٹھے اس کو باہر کی طرف کھینچتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ کلائی کے پیچھے کے عضلات بھی کھنچے ہوئے ہوتے ہیں۔

سجدے میں عورتوں کے لیے گھٹنوں کو چھاتی سے لگانا احسن ہے، یہ بچہ دانی کے پیچھے گرنے (Retroversion wf uterus) کا بہترین علاج ہے۔

سجدے میں اور بھی بہت سے جسمانی فوائد مضمر ہیں، دماغ کو خون کی بہت ضرورت ہوتی ہے کیونکہ رئیس الاعضاء ہے مگر اس کا محلِ وقوع ایسا ہے کہ اس تک خون پہنچنا ذرا مشکل ہوتا ہے بالخصوص اس وقت جب شریانیں بھی تنگ ہوں۔ سجدہ دماغ کو خون کی فراہمی کے لیے نہایت ہی موزوں عمل ہے۔

''دماغ عام حالت میں بیشتر وقت دل کے پمپ سے اونچا رہتا ہے اس لیے دماغ میں خون کی سرایت قدرے مشکل ہوتی ہے مگر سجدے میں دماغ دل سے نیچے ہوتا ہے اس لیے اس حالت میں اس کو خون باآسانی اور بافراط پہنچتا ہے۔ جتنا لمبا سجدہ ہوگا اتنا ہی زیادہ خون دماغ کو پہنچے گا۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے طویل سجدوں کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ بنابرایں جو لوگ نماز کے عادی ہوتے ہیں ان کی عقل و فہم، یادداشت اور نفسیاتی صحت لمبی عمر تک درست رہتی ہے۔ کسی عمر میں بھی خداوند کریم کے حضور میں خلوصِ دل سے کیے ہوئے لمبے سجدے روحانی، دماغی اور نفسیاتی صحت کے لیے ممد و معاون ہیں۔''

جرمن مستشرق ''جوا کیم دی یولف'' کے مطابق ''سجدہ میں دونوں ہاتھوں اور دیگر اعضاء کو ایک کشش کے ساتھ پھیلانا اور سمیٹنا فربہی کی مضرتوں کو دور کرتا ہے۔''

(المصالح العقلیہ للاحکام النقلیہ، صفحہ 406)

''نمازی آدمی کے چہرے پر تازگی رہتی ہے کیونکہ نماز اور سجدہ کی وجہ سے اس کی تمام شریانوں میں خون پہنچتا رہتا ہے۔ جو نماز نہیں پڑھتے ان کے چہرے پر ایک افسردگی سی پھیلی رہتی ہے۔''

قعدہ:

''دو یا چار رکعت کے بعد جب ہم التحیات پڑھنے کے لیے بیٹھتے ہیں تو اس کو قعدہ کہتے ہیں۔ التحیات پڑھتے وقت جب کہ جسم بیٹھنے کی حالت میں ہوتا ہے، گھٹنے اور کولہے پر جھکاؤ ہوتا ہے، ٹخنے اور پاؤں کے عضلات پیچھے کھنچے ہوئے ہوتے ہیں، کمر اور گردن کے پٹھے کھنچے ہوئے ہوتے ہیں، اس سے ان عضلات کی ہلکی پھلکی ورزش ہو جاتی ہے۔

ورزش کا یہ اصول ہے کہ سخت ورزش کے بعد کچھ دیر توقف کیا جاتا ہے اور لمبے لمبے سانس لیے جاتے ہیں یا نسبتاً ہلکی پھلکی ورزش کی جاتی ہے۔ نماز میں بھی رکوع اور سجدوں کے بعد قعدہ میں بیٹھنا اسی اصول کا بہترین مظہر ہے۔''

سلام پھیرنا:

نشتر میڈیکل کالج ملتان کے ڈاکٹر قاضی عبدالواحد کے مطابق نمازی کو سلام پھیرنے کے لیے سر دائیں بائیں کرنا پڑتا ہے اور ایسا کئی بار ایک نماز میں کرنا پڑتا ہے۔ ایسا کرنے والا امراضِ قلب (Heart Diseases) اور اس کی اندرونی پیچیدگیوں سے ہمیشہ بچا رہتا ہے اور بہت کم ان امراض میں مبتلا ہوتا ہے۔''

''سلام پھیرتے وقت گردن کے دائیں اور بائیں طرف کے پٹھے کام کرتے ہیں۔ یہ گردن کی بہترین ورزش ہے جو نماز کی ادائیگی کے باعث خود بخود ہو جاتی ہے۔''

اوقاتِ نماز اور جدید سائنس

اللہ تعالیٰ نے انسان کو حرکت کرنے والا جسم عطا فرمایا۔ لہٰذا اس کی صحت جسم کے متحرک رہنے (یعنی ورزش وغیرہ) سے قائم رہ سکتی ہے۔ پنجگانہ نماز انسان کو متحرک رکھتی ہے۔ وقفے وقفے سے نماز باجماعت کے لیے مسجد جانا پڑتا ہے یہ ایک اعلیٰ قسم کی ورزش مانی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے صحت مندانہ تحریک کے طور پر پانچ وقت نماز کے لیے جانا لازم ٹھہرایا۔ تاکہ انسان وقفے وقفے سے مختلف اوقات میں نماز کی ادائیگی کے لیے حرکت کرتا رہے اور اپنے خالق و مالک کے حضور اپنی عبدیت و بندگی پیش کرتا رہے۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ وقت نماز کے لیے مسجد جانا اور نماز باجماعت ادا کرنا ضروری ٹھہرایا۔ ان اوقات کے مختلف ہونے میں بھی کئی سائنسی اور طبی فائدے پائے جاتے ہیں۔ ایک مسلمان نمازی پانچ اوقات میں یہ نمازیں ادا کرتا ہے اور اس کے علاوہ نمازِ تہجد بھی سنتِ رسول ﷺ ہے، جس کا وقت طلوع فجر سے پہلے ہے۔ اب ان نمازوں کے مختلف الاوقات ہونے کے سائنسی اور طبی فوائد بیان کیے جاتے ہیں۔ ان کی ترتیب کچھ یوں ہے:

تہجد فجر ظہر عصر مغرب عشاء

وقتِ تہجد:

ماہرین کی طویل تحقیقات سے تہجد کی نماز کے ذریعے درج ذیل فوائد کا حصول ثابت ہے۔

(1) وقتِ تہجد میں نماز پڑھنا بے سکونی اور نیند کی کمی کا علاج ہے۔

(2) نمازِ تہجد دل کے امراض کے لیے تریاقِ اعظم ہے۔

(3) وقتِ تہجد میں نماز ادا کرنا اعصابی کھچاؤ اور جکڑاؤ کے لیے مفید ہے۔

(4) دماغی امراض خاص طور پر پاگل پن کی خطرناک کیفیت کے لیے نماز تہجد آخری علاج ہے۔

(5) وقتِ تہجد میں نماز پڑھنا نظر کی بیماریوں کا مکمل علاج ہے۔ نمازِ تہجد خاص طور پر ان لوگوں کا علاج ہے جن کو دو دو چیزیں نظر آتی ہوں۔

(6) نمازِ تہجد انسانی جسم میں نشاط، فرحت اور غیر معمولی طاقت پیدا کرتی ہے، جو نمازی کو سارا دن ہشاش بشاش رکھتی ہے۔

علاوہ ازیں یہ کہ تہجد کی نماز میں انسان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ انتہائی قرب نصیب ہوتا ہے۔ رات کو کچھ وقفہ نیند لینے کے بعد یا یوں سمجھیں کہ آدھی رات کے بعد صبح صادق سے پہلے پہلے تک نماز تہجد کا وقت ہوتا ہے۔ نمازی جب نماز تہجد کے لیے نیند سے بیدار ہوتا ہے تو اس وقت اس میں اتنی قوت ہوتی ہے کہ اس کا شعور غیبی تحریکات اور غیر مرئی شعاعوں کو آسانی سے قبول کر لیتا ہے۔

اسی لیے صوفیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کہتے ہیں۔!

”جس ولی اللہ نے جو کچھ بھی حاصل کیا ہے وہ نمازِ تہجد کو پڑھ کر

ہی حاصل کیا ہے۔ تہجد گزار کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص خلوت
نصیب ہوتی ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ سے حصولِ قرب ومعرفت
کی آخری سیڑھی نمازِ تہجد ہی ہے۔''

وقتِ فجر:

رات ختم ہوتی ہے تو طلوعِ فجر کے ساتھ ہی فجر کی نماز فرض کی گئی ہے۔ جو ہلکی سی ہے۔ طبیعت پر گراں بھی نہیں۔ رات بھر آرام کرنے کے بعد جبکہ معدہ بھی خالی ہوتا ہے، سخت محنت وورزش نقصان دہ ثابت ہوسکتی ہے اور اس کو کرنے سے آدمی کی صحت خراب ہوسکتی ہے۔ لہذا ہلکی اور مختصر نماز مقرر فرمائی گئی تا کہ انسان کو گراں بھی نہ گزرے اور اس کو نقصان بھی نہ ہو بلکہ ایک نمازی یہ چار رکعت کی نماز پڑھ کر فوائد سے مالامال ہوسکے۔ فجر کی نماز کو پڑھ کر آدمی اپنے سست جسم کو پھر متحرک وفعال (Active) کر سکے، اس کے بعد دن کے دوران اپنے رزق ومعاش کے حصول کے لیے کام کاج میں مصروف ہوسکے اور دماغ پھر سے سوچنے سمجھنے کے لیے تیار ہوسکے۔

صبح سویرے تازہ موسم اور روشنی میں انسان نماز کے لیے باہر نکلتا ہے اور پیدل چلتا ہوا مسجد جاتا ہے تو تازہ، مصفّٰی اور پرسکون ماحول سے لطف اندوز ہوتا ہے جو صحت کے لیے بہت مفید ہے۔

فجر کی نماز کے لیے نمازی کو اپنے جسم کی صفائی کرنی پڑتی ہے۔ وہ وضو کرتے ہوئے اپنے جسم کے اعضاء کو دھوتا ہے، دانت صاف کرتے ہوئے مسواک کرتا ہے جو صحت کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ اگر یہ نہ کرے تو منہ اور جسم پر جراثیم پلنے لگیں اور مختلف امراض کا سبب بن کر آدمی کو اپنی لپیٹ میں لے لیں۔ لہذا فجر کی نماز فرض ہونے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ صحت وصفائی کا کام باقاعدہ ہوتا رہے۔

وقتِ ظہر:

دن شروع ہونے کے ساتھ ہی انسان کسبِ معاش میں لگ جاتا ہے۔ گرد و غبار اس کے جسم پر لگتے ہیں۔ بعض کیمیکلز ہاتھ پاؤں کو لگنے کا بھی امکان ہوتا ہے۔ غرضیکہ آدمی جراثیم سے آلودہ ہوا میں رہتا ہے تو اس کے جسم پر جراثیم حملہ کر دیتے ہیں، نیز دوپہر تک کام کرتے کرتے تھکاوٹ بھی محسوس ہونے لگتی ہے، لہٰذا ایک نمازی ظہر کی نماز کے لیے وضو کرتے ہوئے پھر سے اپنے ہاتھ، منہ اور پاؤں وغیرہ کو دھوتا ہے جس سے امراض کا خدشہ باقی نہیں رہتا۔

تھکے ہوئے اجسام ظہر کی نماز پڑھتے ہوئے آرام اور سکون بھی محسوس کرتے ہیں اور پھر سے تازہ دم ہو جاتے ہیں۔ جس سے تھکاوٹ دور ہو جاتی ہے۔ یہ فوائد ایک نمازی کو ظہر کی نماز کے وقت حاصل ہوتے ہیں۔

دوپہر تک سخت گرمی پڑنے کی وجہ سے جب سورج ڈھلنے لگتا ہے تو زمین سے زہریلی گیس خارج ہونے لگتی ہے۔ اگر وہ زہریلی گیسیں انسان کے جسم کو متاثر کر دیں تو وہ مختلف امراض کا شکار ہو جاتا ہے، اس کا دماغ متاثر ہو جاتا ہے اور وہ پاگل پن کا شکار بھی ہو سکتا ہے۔ لہٰذا وہ دوپہر کے وقت نماز ظہر پڑھنے کے لیے وضو کرتے ہوئے اپنے جسم کو پھر سے نئی تازگی اور سکون فراہم کرتا ہے۔ وضو سے وہ زہریلی گیسوں سے اپنے جسم کو بچا لیتا ہے اور کئی قسم کے جراثیموں کو اپنے جسم سے نکال باہر کرتا ہے۔ اس لیے عین ان گیسوں کے اٹھنے کے وقت کو یعنی سورج ڈھلنے کے وقت کو ظہر کا وقت قرار دیا گیا۔

وقتِ عصر:

اصحابِ علم و فکر اور اہلِ دانش جانتے ہیں کہ زمین دو طرح کی گردش کرتی

ہے۔وہ گردشیں درج ذیل ہیں:

(1) طولانی (2) محوری

جب سورج ڈھلنے لگتا ہے تو زمین کی گردش میں کمی ہونے لگتی ہے حتیٰ کہ عصر کے وقت گردش میں بہت زیادہ کمی آجاتی ہے۔اس وجہ سے انسان کے دن کے حواس پر رات کے حواس کا غلبہ ہونے لگتا ہے،طبیعت میں تھکان اور اضمحلال واقع ہونے لگتا ہے۔اسی نمازِ عصر کے وقت میں انسان کے شعوری حواس پر لاشعوری حواس کی گرفت ہونے لگتی ہے جس کی وجہ سے آدمی خود کو نڈھال سا محسوس کرنے لگتا ہے۔

ایک نمازی عصر کی نماز کے لیے وضو کر کے اپنے آپ کو ان آفات کی گرفت سے محفوظ کر لیتا ہے اور اپنے خالق و مالک کی عبادت میں لگ جاتا ہے، جس سے طبیعت زیادہ مضمحل نہیں ہوتی اور لاشعوری حواس کی گرفت کو برداشت کرنے کے قابل ہو جاتی ہے۔

نماز میں نورانی شعاعیں نمازی کو سکون بخشتی ہیں جس کی وجہ سے وہ روح کے قریب ہو جاتا ہے اور نمازِ عصر ادا کر کے روحانی تحریکات کو قبول کرنے لگتا ہے۔

وقتِ مغرب:

انسان سارا دن محنت و مشقت میں گزارتا ہے اور اپنے لیے اور اہل و عیال کے لیے روزی کما کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے کہ اس نے اس کو کسبِ معاش میں قوت عطا فرمائی۔وہ کیف و سرور میں ہوتا ہے جس سے دل بھی ایک خاص قسم کا سرور محسوس کرتا ہے۔

وقتِ مغرب میں وہ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو کر اپنی عبدیت کا اظہار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے اور نورانی لہروں سے بہرہ مند ہوتا ہے جو اس کی روح

کو تسکین دیتی ہیں۔ ان نورانی غیر مرئی لہروں کا اثر اس کے بچوں پر بھی ہوتا ہے کہ وہ مؤدب وسعادت مند بنتے ہیں۔ جو مسلمان نمازِ مغرب درست طور پر باقاعدہ ادا کرتے ہیں ان کی اولاد اپنے والدین کی مؤدب ہوتی ہے، ایسے نمازیوں کے بچے سعادت مند ہوتے ہیں اور ان کے گھر کا ماحول بھی شائستہ وخوشگوار ہوتا ہے۔

وقتِ عشاء:

انسان طبعی طور پر لالچی ہے۔ جب وہ کاروبار سے فارغ ہوکر گھر آتا ہے تو کھانا کھاتا ہے اور لذت وحرص میں کھانا زیادہ کھالیتا ہے۔ اگر وہ کھانے کے بعد لیٹ جائے تو وہ مہلک بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے۔

انسان اگر سارے دن کی تھکاوٹ اور زیادہ کھالینے کے بعد فوراً ہی لیٹ جائے تو وہ بے سکون ہی رہے گا۔ سونے سے پہلے اور زیادہ کھانا کھانے کے بعد تھوڑی بہت ورزش کر لینا صحت کے لیے اچھی ہے۔

بس دن کے تھکے ماندے اور زیادہ کھالینے والے حریص انسان کے لیے عشاء کی نماز کسی ورزش سے کم نہیں۔ نمازِ عشاء سے کیف وسرور اور سکون میسر ہوگا اور ساتھ ہی نظامِ نماز کے ذریعے کھانا بھی ہضم کے مراحل میں داخل ہو جائے گا۔

اس طرح نماز عشاء کی طویل نماز کو پڑھ کر سونے والا آدمی ساری رات سکون اور آرام کی نیند سوئے گا اور اس کا کھانا بھی ہضم ہو جائے گا۔ اب تو ماہرینِ طب بھی سونے سے پہلے ہلکی پھلکی ورزش پر زور دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ورزش کئی اقسام کی مضر بیماریوں سے بچاتی ہے۔ محققین کا یہ بھی کہنا ہے کہ سونے سے پہلے نماز سے بہتر کوئی ورزش نہیں۔

نماز اور محققین

حرفِ آخر یہ کہ نماز جہاں روحانیت میں ترقی کا باعث ہے، وہاں جسمانی ورزش بھی ہے۔ چنانچہ دیگر محققین کی اراء کو ملاحظہ فرمائیں۔

''ریوران لیبان'':

یورپی فلاسفر''ریوران لیبان'' فضائل نماز کے بارے میں تبصرہ کرتے ہوئے کہتا ہے۔!

''میں نے کئی مرتبہ مسیحی اور اسرائیلی نماز کا اسلامی نماز کے ساتھ موازنہ کیا، بالآخر ثابت ہوا کہ اسلامی نماز افضل ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایک اسلامی نماز کئی نمازوں کا مجموعہ ہے۔ اس میں حمدِ خدا بھی ہے اور تقدیس وتحمید کے علاوہ ایک عاجزانہ التجا بھی۔ اسلامی نماز میں ایک اور خاصیت ہے وہ یہ کہ اس میں جہاں تلاوتِ قرآن، رکوع وسجود اور تشہد ہے وہاں انکساری وفروتنی کا عجیب روح پرور نظارہ بھی ہے۔

میں اکثر جمعہ کے دن اسکندریہ کی جامع مسجد میں محض اسلامی نماز کی شان دیکھنے جایا کرتا تھا۔ میں نے جب خطیب کے پرجوش خطبہ، صفوف کی ترتیب اور رکوع وسجود کے اہتمام پر غور کیا تو میرے قلب پر عجیب اثر ہوا جو ناقابل بیان ہے، میں سمجھتا تھا کہ اسلام مجھے آواز دے رہا ہے اور اس کی عبادت کا پُر کیف نظارہ میری روح پر

قبضہ کر رہا ہے۔"

(دی لیکچر آف ریچر: صفحہ 47)

"ریون جیمس مولر":

عیسائیوں کا مذہبی رہنما "ریون جیمس مولر" کہتا ہے۔!

"تعصب سے کام لینا آسان ہے مگر سچ بولنا دشوار ہے اور میں اس وقت اس مشکل کام (سچ بولنے) کو اختیار کرتا ہوں۔ میں نے بارہا اپنے محمدی احباب (مسلمانوں) سے گفتگو کی ہے اور ان کے عقائد کی تفصیلات میں مشغول رہا ہوں۔ چودہ صدیوں سے بھی زیادہ عرصہ گزرنے کے باوجود یہ مسلمان اپنے پیغمبر علیہ السلام کے محب اور اطاعت گزار ہیں اور یہ اُن سے نسبت رکھنے والی ہر چیز محبوب رکھتے ہیں۔ مسیحی دنیا کے لیے مسلمانوں کی اس محبت اور خلوص میں ایک سبق ہے۔

اسلامی آبادی کا ایک بیشتر حصہ ایک اہم عبادت کا پابند ہے جس کا نام نماز ہے۔ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ نماز برائی اور بے حیائی سے روکتی ہے بظاہر یہ عقیدہ درست نہیں کیونکہ نمازی بھی برائیوں کی طرف مائل نظر آتے ہیں۔ لیکن تجربے سے ثابت ہوا ہے کہ وہ شخص جو دن میں پانچ مرتبہ نماز پڑھتا ہے یعنی ایک ماہ میں ایک سو پچاس مرتبہ اپنے خدائے برتر سے پرہیز گاری اور گناہوں سے بیزاری کا عہد کرتا ہے، بالآخر ایک دن وہ اپنے عہد میں کامل ہو جاتا ہے یعنی وہ واقعی پرہیز گار بن جاتا ہے۔"

"سینٹ ہٹلر":

"سینٹ ہٹلر" روما کا مشہور پادری اپنی کتاب "The Pray" (دی پرے) میں لکھتا ہے۔!

''میں نے جس جس اسلامی ملک کی سیر کی ، وہاں کی عبادت گاہوں کو ضرور دیکھا۔ اس سلسلہ میں اسلامی نماز پر بھی غور کیا۔ میرے نزدیک یہ ایک افضل ترین عبادت ہے ۔ جب ایک خدا کی عبادت کرنے والا اپنے سب کام چھوڑ کر خدا کی خوشنودی کے لیے اس کی حمد وثناء کے گیت گاتا ہے تو روح وجد میں آتی ہے ۔ اس وقت وہ نمازی یقیناً اپنے خالق و مالک کے قریب تر ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ تمام قوتوں کے ساتھ اس کے حضور سر بسجود ہو جاتا ہے جس کا نتیجہ روح کی طہارت اور قلب کی پاکیزگی ہے ۔ مزید برآں اس عبادت میں جسمانی طاقت کے پہلو نمایاں ہیں ۔ میں نے دیکھا کہ نماز گزار مست اور کاہل نہیں ہوتے بالخصوص نمازِ فجر کے لیے صبح کی بیداری عجیب اثر رکھتی ہے۔''

پروفیسر ڈاکٹر ''برتھم جوزف'':

امریکہ کے مشہور ڈاکٹر و پروفیسر ''برتھم جوزف'' کے تجرباتِ زندگی بعنوان'' نماز اور اسلام'' ایک انٹرویو کی صورت میں شائع ہوئے۔ جس میں ڈاکٹر صاحب نے کہا!

''میں نے تحقیق وتجربہ کیا ہے کہ نماز فی الحقیقت مکمل اور متوازن ورزش (Excercise) ہے اور اس میں کوئی کمی یا زیادتی ناممکن ہے۔ ممکن ہے اس ورزش کے ترتیب دہندہ نے غیبی طور پر آج سے ہزاروں سال پہلے آج کے جدید سائنسی، مشینی اور نفسیاتی دور کو سمجھتے ہوئے نماز مرتب کی ہو۔

نماز کے اندر ہاتھوں کا اٹھانا پھر باندھنا، نظر کو ایک جگہ مرکوز رکھنا، پھر ہاتھ چھوڑ دینا اور آگے کو جھکتے ہوئے رکوع کرنا۔ اس کے بعد سجدہ کرتے ہوئے سر کو جھکا کر دل سے دماغ کی جانب خون کو تیزی سے اور زیادہ مقدار میں پہنچانے کا انتظام

کرنا اور وقفے وقفے سے دوزانوں حالت میں بیٹھنا واقعی ایک مکمل اور جامع ورزش کا طریقہ ہے۔''

''مسٹر ایم کینگ'':

''مسٹر ایم کینگ'' رقمطراز ہیں۔!

''انسان فطرتاً اس بات کا عادی ہے کہ جب دنیاوی کاموں اور مجلسی تفریحوں میں مشغول ہوجاتا ہے تو اس کو اصلاحِ نفس کا خیال ہی نہیں رہتا اور بعض تفریحوں کا لازمی نتیجہ ہے کہ انسان اپنے پیدا کرنے والے کی یاد سے غافل ہوجاتا ہے۔ان حالات میں جب میں (مسٹر ایم کینگ) اس بات پر غور کرتا ہوں کہ اسلام نے اپنے وفاداروں پر دن اور رات میں پانچ وقت کی نماز فرض کی ہے اور ان کو مجبور کیا ہے کہ وہ ہر حال میں اپنے فرض ادا کریں تو مجھے اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ نماز ایک بہترین ذریعۂ ہدایت ہے۔

جب سچے عقیدہ کا آدمی (مسلمان) ہر طرف سے بے نیاز ہوکر خلوص و محبت کے ساتھ اپنے خالق و مالک کو یاد کرتا ہے، اس کی تسبیح و تقدیس کر کے اس کی خوشنودی چاہتا ہے اور اس قادر وقدوس سے استعانت طلب کرتا ہے تو یقیناً اس کی روح ایک پاکیزہ حالت میں پہنچ جاتی ہے اور اس کے دل و دماغ سے نفس پرستی کا خبط دور ہوجاتا ہے۔

میں نے اعلیٰ پوزیشن کے مسلمانوں کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے اثر واقتدار کے لحاظ سے ایک ممتاز حیثیت رکھتے ہیں اور کم حیثیت آدمی ان سے بات کرنے کی بھی جرأت نہیں رکھتے۔لیکن جب نماز کا وقت آتا ہے تو ایک عظیم الشان آدمی بے تابانہ مسجد میں داخل ہوجاتا ہے اور اپنے غیر معروف بھائیوں کے ساتھ مل کر، امام کی اقتداء

میں فریضۂ نماز ادا کرتا ہے۔اس نظارے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اس عبادت میں سادگی وفروتنی کا سبق موجود ہے اور اس میں مساوات کی شان نظر آتی ہے۔

مساوات کا عظیم الشان واقعہ یہ ہے کہ اسلامی رسول (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے عجیب انداز میں امیر وغریب اور ادنیٰ واعلیٰ کو ایک صف میں جمع کیا ہے اور مناسب طور پر غرور ونخوت کا طلسم پاش پاش کردکھایا ہے۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ نماز ایک بہترین عبادت ہے۔"

"سرولیم کرکس":

"سرولیم کرکس" ماہر روحانیات نے اپنی کتاب ....

"Research in the phenominon of spiritualism"

میں لکھا ہے۔!

"اگر نفسیاتی مریض مسلمانوں کی نماز خشوع وخضوع اور دھیان سے پڑھنا شروع کردے تو وہ بہت جلد ان امراض سے نجات پا سکتا ہے۔"

"وائس ایڈمرل":

مغربی مستشرق "وائس ایڈمرل" اپنی کتاب ....

"Ten voice usborne" میں لکھتا ہے۔!

"اگر روحانی مقام پر پہنچنا چاہتے ہو تو ...... نماز پڑھو...... نماز پڑھو...... نماز پڑھو......"

''دیوان سنگھ مفتون'':

''دیوان سنگھ مفتون'' حریت پسند انڈین لیڈر اور جرنلسٹ ہوا ہے۔ وہ ایک رسلہ بنام ''ریاست'' شائع کرتا تھا، جو ادبی حلقوں میں بہت مشہور ہوا۔ ''دیوان سنگھ مفتون'' اس رسالہ میں لکھتا ہے۔!

''نماز اوقات کی پابندی سکھاتی ہے۔ جس نے ڈسپلن (Discipline) اور باقاعدگی سیکھنی ہو وہ نماز پر غور کرے۔ نماز سے مالک اور غلام کا فرق اسی وقت ختم ہو جاتا ہے جب اس کی صف میں محمود و ایاز (بادشاہ اور فقیر) ایک ساتھ اور ایک صف میں کھڑے ہوتے ہیں۔ اگر مسلمان نماز پڑھنا شروع کر دیں تو وہی غالب ہوں جیسا کہ ان کے قرآن نے کہا ہے۔ نماز جسم اور معاشرے کی اصلاح کا بہترین جاپ اور چین (طریقہ اور قاعدہ وقانون) ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ بھی خوش اور مخلوق بھی راضی۔''

ماہر انگریز:

ایک مسلمان یورپ میں نماز ادا کر رہا تھا جبکہ ایک انگریز شخص کھڑا ہو کر اسے دیکھتا رہا۔ جب اس نے نماز مکمل کر لی تو اس انگریز نے پوچھا!

''تم نے کون کتاب سے یہ طریقۂ ورزش سیکھا ہے۔؟ میں نے بھی اپنی کتاب میں ورزش کا یہی طریقہ بتایا ہے اور اس طریقے سے ورزش کرنے والا شخص طویل، پیچیدہ اور سخت تکلیف دہ امراض سے ہمیشہ بچا رہتا ہے۔ اگر کھڑا آدمی ورزش کرتے ہوئے سیدھا نیچے سجدے میں چلا جائے تو اس سے اعصاب اور دل پر برا اثر پڑتا ہے لہٰذا تم نے جیسا (رکوع) کیا میں نے بھی اپنی کتاب میں ایسے ہی لکھا ہے۔

اور میں نے یہ بھی لکھا ہے کہ پہلے کھڑے ہو کر ورزش کریں۔اس میں ہاتھ باندھ کر رکھیں۔ پھر (رکوع کی طرح) جھکیں اور ہاتھوں اور کمر کی ورزش کریں۔ پھر اس کے بعد سر زمین پر رکھ کر ورزش کریں۔ایسی ورزش صرف ماہرین ہی کے بس کی بات ہے دیگر لوگ اس کی خوبی کو نہیں جانتے۔تم نے یہ ورزش کیسے اور کس کے کہنے پر کی۔؟‘‘

وہ مسلمان کہنے لگا!

’’میں مسلمان ہوں۔ہمارے دین میں یہ حکم ہے کہ ہم ایسا کریں۔میں نے آپ کی کتاب کو دیکھا تک نہیں۔ ہم مسلمان تو آج سے چودہ سو سال سے بھی زیادہ عرصہ سے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتانے سے یہ عمل ہر روز باقاعدہ پانچ مرتبہ کرتے ہیں۔‘‘

انگریز یہ بات سن کر حیرت زدہ رہ گیا اور اس مسلمان سے مزید معلومات حاصل کرنے لگا۔

ماہر امراض:

ایک پاکستانی شخص جو دل کی بیماری میں مبتلا تھا علاج کے لیے آسٹریلیا گیا۔ وہاں ایک بڑے مشہور ماہرِ امراضِ دل نے اس کا معائنہ کر کے چند دوائیاں تجویز کیں اور ساتھ ہی آٹھ دن کے لیے اسے اپنے فزیو وارڈ میں مخصوص انداز میں ڈاکٹر کی موجودگی میں ورزش کرنے کی ہدایت کی۔وہ ورزش خشوع وخضوع کے ساتھ نماز کی مانند تھی۔مریض درست طور پر ورزش کرنے لگا تو ڈاکٹر نے کہا!

’’آپ پہلے مریض ہیں جو اتنی جلدی یہ ورزش درست طور پر کرنے لگے ہیں۔ورنہ! یہاں تو آٹھ دن میں مریض صرف ورزش کا طریقہ ہی سیکھ پاتے ہیں۔‘‘

مسلمان مریض نے کہا!

''میں مسلمان ہوں اور یہ طریقہ بالکل ہماری نماز کی طرح ہی ہے۔''

یہ بات سن کر ڈاکٹر نے آٹھ دن کی بجائے دوسرے ہی دن اس مسلمان مریض کو کچھ ادویات دے کر اور اسی ورزش کی ہدایت کر کے رخصت کر دیا۔

ڈاکٹر سید محمد کمال اُلدین ہمدانی:

ڈاکٹر و حکیم سید محمد کمال اُلدین حسین ہمدانی (پی ایچ ڈی، صدر شعبۂ طب وجراحت مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) اپنی تصنیف ''اسلامی اصولِ صحت'' میں لکھتے ہیں۔!

''اگر انسان پابندِ نماز بن جائے تو اس کے جسم کے لیے یہ ایک ورزش ثابت ہوگی جس سے جملہ اعضاءِ انسانی کی نشو و نما بہتر ہوگی اور اس کی قوت بڑھے گی۔ اس کے علاوہ نظامِ تنفس، نظامِ دورانِ خون اور نظامِ ہضم پر بھی بہتر اثرات مرتب ہوں گے اور انسان مدت العمر امراض و آفاتِ جسمانی سے محفوظ رہے گا۔''

(اسلامی اصولِ صحت، صفحہ 35-36، از ڈاکٹر و حکیم سید محمد کمال الدین ہمدانی، ناشر حی علی الفلاح سوسائٹی علی گڑھ بھارت)

ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں۔!

''نماز ایک بہترین اسلامی ورزش ہے جو انسان کو ہر دم تازہ دم رکھتی ہے، سُستی اور اضمحلال کو جسم میں بڑھنے نہیں دیتی۔ دیگر مذاہب میں کوئی ایسی جامع عبادت نہیں ہے جس کی ادائیگی کی صورت میں جملہ اعضاءِ انسان کی تحریک و طاقت بڑھے۔ یہ امتیاز نماز ہی کو حاصل ہے کہ یہ ایک نہایت جامع اسلامی ورزش بھی ہے جس کا اثر جملہ اعضاءِ انسانی پر مساوی ہوتا ہے اور جملہ اعضاءِ جسم میں تحریک و طاقت پیدا ہوتی ہے اور صحت برقرار رہتی ہے۔''

(اسلامی اصولِ صحت، صفحہ 36، از ڈاکٹر و حکیم سید محمد کمال الدین ہمدانی، ناشر حی علی الفلاح سوسائٹی علی گڑھ بھارت)

اہلِ مغرب نے اس حقیقت کا اعتراف بھی کیا ہے کہ اسلامی نماز جیسی کوئی ورزش نہ کرنے کی وجہ سے انہیں مختلف ورزشوں کا سہارا لینا پڑتا ہے تاکہ وہ صحت مند رہ سکیں۔ جیسا کہ جرمنی کے مشہور رسالے ''دی ہائف'' میں نامور جرمن فاضل اور مستشرق ''جواکیم دی یولف'' نے اس حقیقت کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے۔!

''اگر اہلِ یورپ میں اسلامی نماز کا رواج ہوتا تو ہمیں جسمانی ورزش کے لیے نئی نئی ورزشی حرکتیں ایجاد نہ کرنا پڑتیں۔''

(المصالح العقلیہ للاحکام النقلیہ، صفحہ 406)

سید محمد کمالُ الدین ہمدانی لکھتے ہیں۔!

''جب نمازوں کی ادائیگی کی صورت میں بار بار ارکانِ نماز کا اعادہ کیا جاتا ہے تو یہ صورت ایک ورزش بن جاتی ہے جس سے عضلات و مفاصل کی نشوونما اور طاقت بہتر ہوتی ہے۔ نیز جملہ ارکانِ نماز کی ادائیگی کی صورت میں جملہ اعضاءِ انسانی کی ورزش بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر ہو جاتی ہے۔ جس سے جسمِ انسان کی تازگی اور طاقت بحال رہتی ہے اور جسمانی افعال طبعی میعار پر جاری رہتے ہیں۔''

(اسلامی اصولِ صحت، صفحہ 36، از ڈاکٹر و حکیم سید محمد کمال الدین ہمدانی، ناشر علی الفلاح سوسائٹی علی گڑھ بھارت)

ڈاکٹر ماجد زمان عثمانی:

ڈاکٹر ماجد زمان عثمانی یورپ میں فزیوتھراپی کی اعلیٰ ڈگری کے لیے گئے۔ جب وہاں ان کو بالکل نماز کی طرح ورزش پڑھائی اور سمجھائی گئی تو یہ اس ورزش کو دیکھ

کر حیران رہ گئے کہ ہم نے آج تک نماز کو ایک دینی فریضہ سمجھا اور پڑھتے رہے لیکن یہاں تو عجیب وغریب انکشافات ہوتے ہیں کہ نماز جیسی ورزش کے ذریعے تو بڑے بڑے امراض ختم ہو جاتے ہیں۔"

حکیم محمد طارق محمود چغتائی:

"نماز کی ورزشیں جہاں بیرونی اعضاء کی خوشنمائی وخوبصورتی کا ذریعہ ہیں وہاں اندرونی اعضاء مثلاً دل، گردے، جگر، پھیپھڑے، دماغ، آنتیں، معدہ، ریڑھ کی ہڈی، گردن، سینہ اور تمام قسم کے گلینڈز (Glands) کی نشوونما کرتی ہیں بلکہ جسم کو سڈول اور خوبصورت بناتی ہیں۔"

طب اور جدید سائنس سے ثابت ہوا کہ استنجا، مسواک، وضو اور نماز ایسی عبادات ہیں کہ ان کے ذریعے جسم وروح دونوں کی حفاظت کی جاسکتی ہے اور اپنے جسم کو مختلف الاقسام بیماریوں سے محفوظ رکھا جاسکتا ہے۔

چاند اور قرآن

پس پردہ حقائق

دِلچسپ معلومات

سنسنی خیز حقیقتیں

مظاہرِ فطرت:

چاند خالق کائنات کے بے شمار مظاہرِ فطرت میں سے ایک ہے۔ انسان ہمیشہ سے فطرت کے بارے میں جاننے کے لیے سرگرداں رہا ہے۔ آسمان کی طرف نگاہ دوڑاتے ہی وہ بے شمار ستاروں، سیاروں، سورج اور چاند دیکھتا ہے تو سوچتا ہے کہ ان کی تخلیق کس طرح ہوئی؟ ان قوئی اور حسین نظام کے اصول کیا ہیں؟ یہ حسین مظاہرِ فطرت اس کو کائنات میں غور وفکر کی دعوت دیتے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو ان آیات وحقائق پر غور کرنے کی دعوت دی ہے۔

چاند اور قرآنِ مجید:

متعدد قرآنی آیات ان مظاہرِ فطرت کے رازوں سے پردہ اٹھاتی ہیں۔ سورۂ لقمان، آیت نمبر 29 میں ارشاد ربانی ہے۔!

> ''کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ تعالیٰ داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور دن کو داخل کرتا ہے رات میں اور اس نے سورج اور چاند کو مسخر کیا ہر ایک چلتا رہے گا مدت مقررہ تک۔''

سورتِ نوح، آیت نمبر 16 میں ارشاد ربانی ہے۔

> ''اور اللہ نے چاند کو ایک نور بنایا اور اس نے سورج کو چراغ (کی طرح روشن) بنایا۔''

حرکتِ قمر کو قرآن سورت یونس کی آیت نمبر 5 میں یوں بیان کرتا ہے۔

''وہی اللہ ہے جس نے سورج کو جگمگاتا اور چاند کو چمکتا بنایا اور اس کی منزلیں مقرر کردیں تاکہ برسوں کی گنتی اور حساب جان لو، اللہ نے یہ پیدا نہیں کیا مگر درست تدبیر سے، وہ علم والوں کے لے کھول کر نشانیاں بیان کرتا ہے۔''

سورۂ انبیاء کی آیت نمبر 33 میں ارشادِ ربانی ہے۔!

''اور وہی ذات ہے جس نے رات اور دن کو اور سورج اور چاند کو پیدا کیا سب اپنے اپنے مداروں میں تیر رہے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے سورۃ ابراہیم کی آیت نمبر 33 میں ارشاد فرمایا!

''اور تمہارے لیے مسخر کیا سورج اور چاند کو کہ وہ ایک دستور پر چل رہے ہیں۔''

سورہ رحمٰن کی آیت نمبر 5 میں ارشاد فرمایا گیا۔!

''اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ o''

''سورج اور چاند گردش میں ہیں۔''

چاند اور سائنسی تحقیقات:

تمام خلائی اجسام میں سب سے قریب انسانی قدموں سے آشنا چاند ہئیت قدیمہ میں ایک تھا۔ قدیم ہئیت کے ماہرین اس قمر کے علاوہ اور کسی چاند کے وجود کے قائل نہ تھے لیکن ہئیت جدیدہ میں اس کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

چنانچہ سائنسدانوں کے نزدیک نظامِ شمسی میں اقمار کی تعداد چالیس (40) سے زیادہ ہے۔ بعض سیاروں کے گرد کئی چاند گردش کناں ہیں۔

چاند حسن و جمال سے موصوف نہیں جیسا کہ ظاہری نگاہ میں حسین و جمیل نظر آتا ہے۔ شعراء نے چاند کے حسن و جمال کی بڑی تعریف کی ہیں لیکن یہ سب ظاہری باتیں ہیں حقیقت میں چاند حسن و جمال سے محروم ہے اس کی ظاہری سطح زمین سے بھی زیادہ ناہموار ہے۔

چاند کی سطح میں بے شمار پہاڑ، ٹیلے، پست و گہری جگہیں، پہاڑوں کے درمیان وادیاں، وسیع میدان، بے نور نشانات و علامات، آتش فشانوں، پہاڑوں کے دہانوں کے مشابہ دہانے اور سینکڑوں میل طویل بے شمار گہرے شگاف اور گڑھے ہیں۔

ماہرین نے بڑی بڑی دوربینوں سے مشاہدہ کرنے کے بعد کہا کہ چاند کے اس رُخ پر جو ہماری طرف ہے آتش فشانوں کے گہرے دہانوں کی تعداد ساٹھ ہزار (60000) سے زیادہ ہے۔ چاند کے یہ دہانے نہایت گہرے ہیں اور ان میں بعض کی گہرائی پانچ ہزار چارسو (5400) میٹر ہے۔

ماہرین یہ بھی کہتے ہیں کہ چاند کی وادیوں کی تعداد چاند کے اس رخ پر جو ہماری طرف ہے دس ہزار (10000) سے زیادہ ہے۔ ان میں سے بعض وادیاں نہایت وسیع ہیں اور بعض تنگ ہیں۔ گویا کہ وہ دریاؤں اور نہروں کی جگہیں ہیں۔

سطح قمر پر پہاڑوں کے بے شمار سلسلے ہیں۔ ہر ایک سلسلہ کئی پہاڑوں پر مشتمل ہے ان میں سے ایک سلسلہ تین ہزار سے زیادہ پہاڑی چوٹیوں پر مشتمل ہے۔ ان پہاڑوں میں بعض نہایت بلند ہیں اور بعض کم بلند ہیں ان میں سے بعض پہاڑ زمین کے بلند ترین پہاڑ سے بھی زیادہ اونچے ہیں۔ زمین کے بلند پہاڑ ہمالیہ میں ایورسٹ ہے جو انتیس ہزار (29000) ہزار فٹ سے کچھ زیادہ بلند ہے جبکہ چاند کے ایک پہاڑ کی بلندی چھتیس ہزار (36000) فٹ ہے اور ایک پہاڑ کی بلندی

اٹھائیس ہزار (28000) فٹ ہے۔ سائنسدانوں نے یہ پہاڑ علماء مشاہیر کے نام سے موسوم کئے ہیں مثلاً کوہ ارسطو، کوہ افلاطون، کوہ بطلیموس، کوہ پکرن، کوہ کوپرنیکس وغیرہ۔

چاند کا جو حصہ ہمیں چمک دار نظر آتا ہے وہ درحقیقت یہی بلند پہاڑ ہیں جن سے آفتاب کی روشنی بہتر طور پر ہماری طرف منعکس ہوتی ہے۔ باقی چاند کی سطح پر ہمیں کچھ تاریک داغ نظر آتے ہیں۔ یہ داغ درحقیقت دو چیزیں ہیں۔ اول پہاڑوں اور ٹیلوں کے تاریک سائے ہیں جن سے سورج کی روشنی منعکس نہیں ہوتی۔

زمین پر ہوا موجود ہے اس لیے زمین پر سائے میں اچھی خاصی روشنی موجود ہوتی ہے لیکن چاند پر ہوا موجود نہیں اس لیے وہاں دن کے وقت بھی سایہ میں رات کی سی ظلمت ہوتی ہے۔ چاند پر یہی سائے ہمیں تاریک داغوں کی صورت میں نظر آتے ہیں۔ یہ چاند کے داغوں کا پہلا سبب ہے۔

دوسرا سبب وہ وسیع میدان ہیں جن میں آتش فشانی مادہ پھیلا ہوا ہے۔ وہ مادہ چونکہ سیاہ ہے اس لیے اس سے صحیح طور پر آفتاب کی روشنی منعکس نہیں ہوتی اور وہ ہمیں سطح قمر پر سیاہ داغ کی طرح نظر آتے ہیں۔

ان تاریک داغوں یعنی ''محو'' کی طرف قرآن کریم میں سورت بنی اسرائیل (الاسرائی) کی آیت نمبر 12 میں اشارہ موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔!

''پھر ہم نے رات کی نشانی کو مٹا دیا اور ہم نے دن کی نشانی کو دکھانے والی بنایا۔''

چاند کا حجم:

چاند زمین سے بہت چھوٹا ہے۔ زمین کا حجم قمر کے حجم کا انچاس (49) گنا

ہے۔

چاند کا قطر:

چاند کا قطر دو ہزار ایک سو ساٹھ (2160) میل ہے، جو ربع قطر ارض (زمین کے قطر کے چوتھے حصے) سے کچھ زائد ہے۔

قوتِ جاذبیت:

زمین کی قوت کشش چاند کی قوتِ جاذبیت سے چھ گنا زیادہ ہے۔ چاند کا حجم اور مادہ زمین کے مقابلے میں بہت کم ہے، اس لیے اس کی قوت کشش بھی بہت کم ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جس شے کا وزن زمین پر چھ من ہوگا، چاند پر اس کا وزن ایک من ہوگا۔

پانی اور ہوا:

چاند پر پانی اور ہوا موجود نہیں ہے۔ وہ ایک ویران اور بے آباد کرہ ہے۔ اسی طرح چاند پر نہ تو پودے ہیں نہ سبزہ اور نہ بادل نہ حیات کا امکان ہے کیونکہ یہ امور پانی اور ہوا کے نتائج اور آثار میں سے ہیں۔

فقدانِ آواز:

ہم جو باتیں منہ سے نکالتے ہیں: ان میں سے ہوا میں موجیں یعنی لہریں پیدا ہوتی ہیں۔ یہ لہریں ایک خاص رفتار سے چلتی ہیں۔ جب وہ کان کے پردے سے ٹکراتی ہیں تو ہم آواز سن لیتے ہیں۔ پس آواز درحقیقت ان ہوائی لہروں کا نام ہے اور چاند پر چونکہ ہوا موجود نہیں ہے اس لیے وہاں پر کوئی شخص کسی قسم کی آواز نہیں سن سکتا۔

گردشِ قمر:

زمین سے چاند کا اوسط فاصلہ دو لاکھ چالیس ہزار (240000) میل ہے۔ چاند زمین کے گرد مغرب سے بطرف مشرق گردش کرتا ہے۔ چاند کی اس گردش کا دورہ ایک قمری ماہ کہلاتا ہے۔ چاند اس گردش کا ایک دورہ ستائیس (27) دن سات (7) گھنٹے چونتیس (34) منٹ میں مکمل کرتا ہے۔

چاند کی محوری گردش:

چاند اپنے محور پر بھی گھومتا ہے۔ چاند محوری گردش کا دورہ بھی اتنی ہی مدت میں مکمل کرتا ہے جتنی مدت میں وہ زمین کے گرد دورہ پورا کرتا ہے۔

چاند کی دونوں حرکتوں کی مدت میں مساوات کا ایک نتیجہ یہ ہے کہ چاند کی مدت یوم اور مدت ماہ آپس میں برابر ہوتی ہیں۔ دوسرا نتیجہ یہ ہے کہ چاند کا ہمیشہ ایک ہی رخ ہماری طرف ہوتا ہے اور دوسرا ہم سے پوشیدہ رہتا ہے لہٰذا چاند کا ایک دن ہمارے چودہ (14) دنوں کے برابر اور ایک قمری رات ہماری چودہ (14) راتوں کے برابر ہے۔ چاند کا دن نہایت گرم ہوتا ہے جبکہ اس کی رات بے حد سرد ہوتی ہے۔

چاند کے مختلف مظاہر:

چاند از خود روشن نہیں بلکہ وہ زمین کی طرح گرد و غبار پتھروں خاک اور غیر روشن میدانوں پر مشتمل ہے۔ وہ سیاہ رات کی طرح روشنی سورج سے حاصل کرتا ہے۔ چاند زمین کی طرف کشف کرہ ہے اس لیے وہ سورج کی روشنی کے انعکاس سے روشن نظر آتا ہے۔ اسی وجہ سے ہمیشہ چاند کا آدھا حصہ جو سورج کے سامنے ہو سورج کی روشنی سے روشن نظر آتا ہے جبکہ اس کے بالمقابل دوسرا نصف حصہ ہمیشہ تاریک اور غیر

روشن ہوتا ہے۔

چونکہ چاند سورج کی روشنی کے انعکاس سے چمکتا ہے نہ کہ اپنی ذاتی روشنی سے اس لیے ہمیں چاند مختلف اشکال وہیات (بدر، ہلال، تربیع وغیرہ) میں نظر آتا ہے۔ اگر چاند کی اپنی ذاتی روشنی ہوتی تو وہ ہمیشہ بدر والی شکل میں دکھائی دیتا۔

قرآن اسے سورہ یٰسین کی آیت نمبر 38 میں یوں بیان کرتا ہے۔

''اور چاند کے لیے ہم نے منزلیں مقرر کیں یہاں تک کہ وہ کھجور کی پرانی شاخ کی طرح (یعنی پہلی تاریخ کا باریک چاند) ہو جاتا ہے۔''

سورہ انشقاق کی آیت نمبر 18 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔!

''اور چاند جب مکمل ہو جائے۔''

اس ساری تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ سائنس قرآن کے بیان کی ہی وضاحت کر رہی ہے۔ جو کچھ سائنس آج بتا رہی ہے وہ قرآن نے چودہ سو تیس سال پہلے بتا دیا تھا۔

محمد رسول اللہ
کی صحت اور عقل وفہم

اس بیان میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحت اور فہم وذکا کے بارے میں اعلیٰ اور جدید ترین تحقیق پیش کی گئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طاقت وقوت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فہم وذکا کے بارے میں غیر مسلموں کے اقوال بھی بطور شواہد پیش کئے گئے ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِوَلِیِّہٖ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّہٖ
وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن

اِصطفٰی:

انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ ﷻ کے برگزیدہ بندے ہیں۔اللہ تعالیٰ ﷻ نے انہیں منصبِ رسالت کے لیے انسانوں میں سے چن لیا۔اسے قرآنی اصطلاح میں ''اِصْطَفٰی'' کہا گیا ہے۔

''انبیاء کرام علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں۔ان سے نہ فکر واجتہاد کی غلطیاں سرزد ہوتی ہیں اور نہ ہی اعمال واخلاق کی لغزشیں۔نفس اور شیطان کی دراندازیوں سے ان کے جذبات، اخلاق، افکار اور اعمال بھی پاک ہوتے ہیں۔''

عوارضِ نفسانی:

جس آدمی سے گناہ سرزد نہ ہو وہ احساسِ گناہ (Guilt Complex) جیسی بیماری سے محفوظ و مامون رہتا ہے۔اس کے علاوہ جو آدمی ایمان ،تقویٰ، عبادات، دعا اور اخلاق کی دولت سے مالا مال ہو، وہ اعلیٰ نفسیاتی صحت اور متوازن شخصیت کا حامل ہوتا ہے۔چونکہ انبیاء کرام علیہم السلام میں یہ صفات بدرجۂ اولیٰ موجود ہوتی ہیں اس لیے وہ ہر قسم کی نفسیاتی عوارض سے مبرا ہوتے ہیں۔

کامل شخصیت:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جس شخصیت کو نبی مبعوث فرمایا، وہ اپنے زمانے کے تمام انسانوں سے نہ صرف روحانی ونفسیاتی لحاظ سے کامل واکمل ہوتی تھی بلکہ جسمانی لحاظ سے بھی منفرد ہوتی تھی۔

انبیاء کرام کی بیماری

بعض علماء کرام نے اس مسئلہ پر تفصیلاً لکھا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو ایسے امراض لاحق نہیں ہو سکتے جو عوام کے نزدیک باعثِ نفرت وحقارت ہوں۔ کیونکہ اگر وہ ایسے عوارض کا شکار ہو جائیں تو پھر فریضۂ تبلیغ کی بجا آوری میں خلل واقع ہونے کا احتمال ہے۔

چنانچہ مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح'' میں لکھا ہے کہ ''انبیاء کرام علیہم السلام کی جانب ایسے امراض منسوب کرنا بھی گناہ ہے۔''

(الحق المجتلی فی حکم المبتلی، صفحہ 5، عنوان تقدیم، از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی، ناشر مرکزی مجلس رضا لاہور۔ ستمبر 1992)

حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری:

یہاں حضرت ایوب علیہ السلام کا ذکر بے جا نہ ہوگا، جن کو اسرائیلی روایات میں جذامی اور جراثیم زدہ قرار دیا گیا ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام ہرگز کوڑھ اور جذام میں مبتلا نہیں ہوئے تھے بلکہ آپ کے بدن مبارک پر کچھ آبلے اور پھوڑے، پھنسیاں نکل آئی تھیں جن سے

آپ کو برسوں تکلیف اور مشقت برداشت کرنا پڑی اور آپ برابر صابر وشا کر رہے۔

چنانچہ علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی رحمہ اللہ تعالیٰ عصمتِ انبیاء علیہم السلام کا دفاع اور حضرت ایوب علیہ السلام کے جسدِ اطہر میں جذام کے لگنے کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔!

"عام طور پر لوگوں میں مشہور ہے کہ معاذ اللہ حضرت ایوب علیہ السلام کو کوڑھ کی بیماری تھی۔ چنانچہ بعض غیر معتبر داستانوں میں بھی یہ بات تحریر ہے، مگر یاد رکھو کہ یہ باتیں سرتاپا بالکل غلط ہیں اور ہرگز ہرگز آپ یا کوئی اور نبی کبھی کوڑھ اور جذام کی بیماری میں مبتلا نہیں ہوئے۔

اس لیے یہ مسئلہ متفق علیہ ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا ان بیماریوں سے محفوظ رہنا ضروری ہے جو عوام کے نزدیک باعثِ نفرت وحقارت ہیں، کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کا یہ فرضِ منصبی ہے کہ وہ تبلیغ وہدایت کرتے رہیں، تو ظاہر ہے کہ جب عوام ان کی بیماریوں سے نفرت کر کے ان سے دور بھاگیں تو بھلا تبلیغ کا فریضہ کیونکر ادا ہو سکے گا۔؟"

(عجائبُ القرآن، صفحہ 221، از علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی، مطبوعہ لکھنو انڈیا)

دُعائے خلیلُ اللہ علیہ السلام:

یہ درست ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام بیمار ہوتے تھے لیکن انہیں ہرگز ایسی بیماریاں لاحق نہیں ہوتی تھی جو عوام کے نزدیک قابلِ نفرت ہوں۔ انبیاء کرام علیہم السلام میں سے بعض کے بیمار ہونے کا ذکر قرآنِ مجید میں بھی آتا ہے۔ اگر انبیاء کرام علیہم السلام بیماریوں سے بالکل محفوظ ومامون ہوتے تو ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ نہ فرماتے۔!

"وَاِذَامَرِضْتُ فَهُوَيَشْفِيْنِ"

(القرآن المجید، پارہ نمبر، سورۃ نمبر 26 (الشعراء)، آیت نمبر 79)

"اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ (اللہ تعالیٰ) ہی مجھے شفا دیتا ہے۔"

مصطفیٰ کریم ﷺ کی بیماری:

"قرآنِ مجید میں حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری کا ذکر موجود ہے لیکن بیماری کا نام نہیں بتایا گیا۔ یہ بیماری اللہ تعالیٰ ﷻ کی طرف سے ایک امتحان اور آزمائش تھی۔ اللہ ﷻ کے رسول علیہ السلام نے اس امتحان میں صبر کیا اور اللہ تعالیٰ ﷻ نے انہیں صحت لوٹا دی۔ رسول اللہ ﷺ بھی وصال سے قبل بیمار ہوئے۔"

(سیرت ابن ہشام (اردو) صفحہ 425)

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کے بیمار ہونے کی روایات نقل کی ہیں۔!

(الصحیح البخاری، کتاب المغازی، باب نمبر 554، حدیث نمبر 1575)

لیکن رسول اللہ ﷺ تریسٹھ سالہ زندگی میں ہمیشہ تندرست و توانا رہے اور انہیں اپنے مشن کی تکمیل میں کسی جسمانی عارضہ کے باعث کبھی کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہوئی۔

رسول اللہ ﷺ تمام جسمانی اور نفسیاتی عوارض سے پاک و مبرا تھے۔ آپ ﷺ مکمل طور پر جسمانی کمالات سے سرفراز کیے گئے تھے اور اللہ تعالیٰ ﷻ نے انہیں پوری زندگی صحتِ کاملہ سے نوازے رکھا۔

صحتِ کاملہ:

اسی مضمون کے مطابق عنایت اللہ المشرقی بانی خاکسار تحریک نے لکھا ہے۔!

''پینسٹھ برس تک کی ایک بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے مسلسل پانچ یا چھ بچوں کا تندرست پیدا ہونا اور تمام عمر تندرست رہنا، اس امر کا ثبوت ہے کہ وہ (رسول اللہ ﷺ) ہر طرح صحت مند تھے بلکہ انہیں کوئی جنسی یا مردانہ بیماری بھی نہ تھی۔ ان کی اپنی اکسٹھ برس کی عمر میں حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے لڑکے کا پیدا ہونا کم از کم ان کی جنسی تندرستی کا مزید ثبوت ہے۔

دماغی بیماری اگر ان میں ہوتی تو یہ عظیم الشان شخص (رسول اللہ ﷺ) اس کمالِ تدبر، حوصلہ اور استقامت سے اپنے تمام دشمنوں پر مکمل فتح حاصل نہ کرسکتا تھا۔ ایک عالمگیر اور انتہائی طور پر سلجھا ہوا قانون پیش نہ کرسکتا تھا (بلکہ) اپنی (اعلانِ نبوت کے بعد والی) تیس برس کی جانکاہ اور زہر گزار زندگی میں کئی دفعہ بیمار اور کئی دفعہ بیہوش ہو جاتا (لیکن ایسا نہیں ہوا۔) برخلاف اس کے رسول اللہ ﷺ کی تمام زندگی میں ان کو سوائے مرض الموت کے کسی ایک دفعہ بھی بیمار نہیں سنا گیا۔''

(رسولِ صادق، صفحہ 32 از علامہ محمد عنایت اللہ المشرقی، ترتیب وتلخیص غلام قدیر خواجہ)

حسن وجمال:

مشرقی صاحب کی یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ مرض الموت کے علاوہ کبھی بھی علیل نہیں ہوئے۔ جہاں سیرت نگاروں نے آپ ﷺ کے جسمِ اطہر کے ایک ایک حصے کے حسن وجمال کا ذکر کیا ہے وہاں کہیں کسی بیماری کا تذکرہ نہیں کیا گیا۔

صحت:

جب بھی انسان اپنے رہائشی علاقے کے علاوہ کسی دوسرے شہر یا قصبے میں قدم رکھتا ہے تو وہاں کی آب و ہوا اس کی صحت پر کسی نہ کسی طرح اثر انداز ہوتی ہے لیکن رسول اللہ ﷺ عہدِ طفولیت میں اور پھر عنفوانِ شباب میں تجارتی اسفار پر تشریف لے گئے پھر مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ میں مستقل سکونت اختیار فرمائی اس کے علاوہ غزوات کے لیے سفر کرتے رہے لیکن کبھی بیمار نہیں ہوئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے جب مکہ سے مدینہ منورہ ہجرت کی تو تقریباً سب صحابہ کرام بیمار ہو گئے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اس وقت بھی تندرست رکھا۔

سفر:

عنایت اللہ المشرقی نے لکھا ہے۔!

"سب غزوؤں میں جن میں وہ (رسول اللہ ﷺ) بذاتِ خود شریک تھے اور ان میں صدہا میل سفر کیا بلکہ مہینوں اور ہفتوں تک میدانِ جنگ میں رہے، کسی ایک دفعہ بھی ان کو کسی نے بیمار نہیں پایا۔ مدینے کی بخار کی وبا میں جو مسلمان مہاجروں پر پہلے برس آئی صرف رسول خدا ﷺ ہی بخار سے بچے رہے۔"

(رسولِ صادق، صفحہ 32 از علامہ محمد عنایت اللہ المشرق، ترتیب وتخیص غلام قدیر خواجہ)

زہر آلود گوشت:

اللہ تعالیٰ ﷻ نے رسول اللہ ﷺ کو عمر بھر بیماریوں سے محفوظ رکھا۔ یہاں تک کہ فتحِ خیبر کے موقع پر جب حرث کی بیٹی زینت (اور سلام بن مشکم یہودی کی بیوی) نے بکری کا بھنا ہوا گوشت آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا، یہ گوشت زہر آلود تھا۔

حضور ﷺ نے اس گوشت میں سے ایک بوٹی اٹھا کر منہ میں رکھی اور چبانے کے بعد اسے تھوک دیا۔ایک صحابی حضرت بشر بن براء رضی اللہ عنہ ایک نوالہ کھا کر وفات پا گئے لیکن حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا۔آپ ﷺ کے دریافت کرنے پر اس عورت نے اقرار کیا کہ گوشت زہر آلود تھا۔اس نے مزید کہا!

''میں نے سوچا کہ اگر تم بادشاہ ہوتو میں تم کو زہر دے کر نجات پاؤں گی اور اگر تم نبی ہوتب تم کو ضرور اس زہر کی خبر ہو جائے گی۔''

(الصحیح البخاری، کتاب الجہاد، باب نمبر 510،حدیث نمبر 288)(ابن ہشام جلد 2، صفحہ 232-233)(طب نبوی، صفحہ 236-237،از ابن قیم،)

۞ ۞ ۞

نبی کریم ﷺ کا فہم وذکاء

ذہانت وفطانت:

نبی ورسول اللہ تعالیٰ کی چنی ہوئی شخصیت ہوتا ہے اس لیے وہ دیگر انسانوں سے ذہنی صلاحیتوں کے لحاظ سے بھی اکمل وافضل ہوتا ہے، وہ فہم وفراست اور ذہانت و فطانت میں بھی اپنا ثانی نہیں رکھتا۔

کامل واکمل:

نبی ورسول براہِ راست یا پھر ملائکہ کی وساطت سے اللہ تعالیٰ سے راہنمائی حاصل کرتا ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی عقل وفکر تمام جہان کی شخصیات سے اعلیٰ ہوتی ہے۔ اسی طرح ہمارے نبی کریم ﷺ کی عقل بھی تمام جہان میں بسنے والوں سے اکمل واعلیٰ تھی۔

رسول اللہ ﷺ کی عقل:

چنانچہ علامہ محمد بن یوسف الصالحی ''سبل الہدیٰ'' میں رقمطراز ہیں۔!

''اگر عقل کی سو جزئیں تصور کی جائیں تو ان میں سے ننانوے حصے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو ارزانی (عطا) فرمائے اور ایک حصہ ساری مخلوق کو عطا فرمایا۔''

(سبل الہدیٰ، جلد 7، صفحہ 11، از محمد بن یوسف الصالحی، طبع قاہرہ)

ایک فیصد عقل کا کمال:

اگراس قول کی روشنی میں مختلف اَدوار کے ذہین لوگوں کے کارناموں کا ایک سرسری جائزہ لیا جائے اور پھر پوری انسانی تاریخ کے محیّرُ العقول کارناموں، سائنسی ایجادات وانکشافات اور بنی نوع کے مفاد کے لیے مختلف سماجی مسائل کے بارے میں ماہرین کے نظریات کا نظرِ غائر جائزہ لینے سے آج کا انسان انگشت بدنداں رہ جاتا ہے حالانکہ یہ تمام انسانوں کی مجموعی عقل ایک فیصد سے بھی کم ہے تو پھر رسول اللہ ﷺ کی عقل کا کون اندازہ کرسکتا ہے، جو کہ ننانوے فیصد ہے۔؟

عقلی برتری:

چنانچہ پیر کرم شاہ الازہری علیہ الرحمہ ضیاء النبی ﷺ میں ارقام پذیر ہیں۔!

''حضور ﷺ کی عقل کی برتری ثابت کرنے کے لیے اس سے بڑھ کر اور کسی دلیل کی ضرورت نہیں کہ سرورِ انبیاء علیہ الصلوۃ والسلام نے بڑے حکیمانہ انداز سے ہر قسم کے لوگوں کو اسلام کے سانچے میں اس طرح ڈھالا کہ ان کے مزاج اور ان کی فطرت بدل کر رکھ دی۔''

(ضیاءُ النبی ﷺ، جلد 5، صفحہ 271، از پیر محمد کرم شاہ، ناشر ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

محیّرُ العقول سیرت:

قاضیُ القضاء علامہ قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالٰی نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی ﷺ'' میں لکھا ہے۔!

''اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ ﷺ تمام انسانوں سے زیادہ عقلمند اور ذہین و فہیم تھے۔ اگر کوئی صاحبِ عقل ودانش رسول اللہ ﷺ کی ان تدابیر میں ذرا بھی غور وفکر

کرے گا جو آپ ﷺ نے خلقِ خدا کی ظاہری اور باطنی اصلاح کے لیے اختیار فرمائیں اور آپ ﷺ کے حسنِ اخلاق اور محیر العقول سیرت کو سامنے رکھ کر جب ان سیاسی امور پر نظر دوڑائے گا جو آپ ﷺ نے ہر خاص وعام کے ساتھ رعایت برتی اور ساتھ ہی یہ بھی مدِنظر رکھے کہ دنیا میں آپ ﷺ نے کسی سے علم حاصل نہیں کیا۔ نہ سابقہ ممارست تھی اور نہ کبھی کتابوں کا مطالعہ کیا تھا۔ اس کے باوجود علوم وفنون کے کس طرح دریا بہا دیئے۔ احکامِ شرعیہ کو کیسے انداز میں پیش کیا کہ سنتے ہی منصف مزاج کے لیے ماننے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا تو ان باتوں پر نظر کرنے سے ایک صاحبِ عقل ودانش ضرور اس نتیجے پر پہنچے گا کہ نبی آخر الزماں ﷺ عقل وفہم میں سب سے بدرجہا آگے ہیں اور اس فیصلے تک پہنچنے کی راہ میں شکوک وشبہات ہرگز حائل نہیں ہوں گے۔"

(کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، جلد 1، صفحہ 129-130، از قاضی عیاض اندلسی)

عقلِ عظیم کے مالک:

یہ ایک ایسی بات ہے جس کے لیے کسی لمبی چوڑی تقریر یا تحریر کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ بات مسلمہ اور ثابت شدہ ہے۔ یہاں حضور نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ سے ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نزولِ وحی سے قبل بھی فہم وفراست کے لحاظ سے بے مثل تھے۔

"جب قریشِ مکہ کعبۃ اللہ کے انہدام سے فارغ ہوئے تو تعمیر کے لیے ہر ایک قبیلے نے جدا جدا پتھر جمع کرنے شروع کیے اور بنانے میں مشغول ہو گئے۔ جب یہ تعمیر مقامِ رکن تک پہنچی تو ہر ایک قبیلہ نے چاہا کہ اس کو ہم پورا کریں۔ اس معاملہ نے یہاں تک طول پکڑا کہ بات باہم قتل وقتال تک پہنچ گئی۔ ہر قبیلہ جھگڑے پر آمادہ ہو گیا۔

بنو عبدالدار نے خون سے ایک پیالہ بھر کر رکھا اور ان کے سب ساتھیوں نے اس خون میں ہاتھ ڈبوئے اور جنگ پر عہد کیا۔ خون میں ہاتھ ڈبونے کا مطلب یہ تھا کہ ہم جان تو دے دیں گے مگر پیچھے نہیں ہٹیں گے۔

غرض کہ اس قضیے میں چار پانچ راتیں گزر گئیں اور کسی طرح سے بھی یہ معاملہ طے نہ ہوا۔ آخر سب قریش مسجد حرام میں جمع ہوئے اور مشورہ کرنے لگے کہ کیا کرنا چاہیے۔؟

قریش کے سب سے زیادہ عمر رسیدہ بزرگ ابوامیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم نے کہا!

''اے قریش! تم یہ کام کرو گے کہ اب جو شخص دروازہ میں سے مسجد میں آئے اس کو حکم (ثالث) بناؤ اور وہ جو فیصلہ کرے اس کو قبول کرلو۔''

ابن سعد کے مطابق یہ رائے قرار پائی کہ باب بنی شیبہ سے پہلے پہل جو داخل ہوگا وہی حجرِ اسود (مقامِ رکن) کو اٹھا کر اس کے مقام پر رکھ دے گا۔ سب نے اس پر رضامندی ظاہر کی اور اس رائے کو تسلیم کرلیا۔

لوگ دروازے کی طرف منتظر ہو کر بیٹھے کہ جو شخص آئے ہم اس کو حکم بنائیں، اس وقت رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ سب لوگ آپ ﷺ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے۔!

''بے شک یہ شخص امین ہے جو فیصلہ کرے گا ہمیں بخوشی منظور ہے۔''

جب رسول اللہ ﷺ ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے حضور ﷺ سے عرض کیا!

''ہم نے آپ کو حکم (ثالث) بنایا ہے آپ ہمارا فیصلہ فرمائیے۔!''

آپ ﷺ نے فرمایا!

''میرے پاس ایک کپڑا لاؤ۔''

لوگ کپڑا لائے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اس کپڑے میں حجرِ اسود رکھ دیا اور فرمایا!

''تم سب لوگ ہر قبیلہ کے اس کپڑے کو پکڑ لو اور اس کو اٹھا کر دیوار کے پاس لاؤ۔''

جب ہر قبیلے کے لوگ اس کپڑے کو (جس میں حجر اسود تھا) اس کے مقام تک لے آئے تو آپ ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے اس کو اٹھا کر دیوار پر رکھ دیا۔ اس طرح یہ قضیہ حل ہو گیا پھر اس کے اوپر تعمیر جاری ہو گئی۔''

(سیرت ابنِ ہشام، جلد 1، صفحہ 127) (طبقات ابنِ سعد۔ حصہ اول، صفحہ 225) (تاریخ طبری جلد 1، صفحہ 68)

اعتمادِ قبائل:

اس طرح رسول اللہ ﷺ کی اس فہم و فراست نے جنگ پر آمادہ قبائل کو خون ریزی سے بچا لیا۔ اس واقعہ سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو حکم (ثالث) بناتے وقت سب نے خوشی کا اظہار کیا کیونکہ انہیں آپ ﷺ کے فہم و ذکا پر پورا اعتماد تھا۔ وہ جانتے تھے کہ یہ سب سے زیادہ ذہین ہیں کوئی نہ کوئی راستہ ضرور نکال لیں گے، جس پر سب قبائل متفق ہو جائیں گے۔

ظاہری و باطنی احوال سے آگاہی:

نبی کریم ﷺ کے عقلی کمالات کے متعلق علامہ زینی دحلان نے ''السیرۃ النبویہ ﷺ'' میں لکھا ہے۔!

''اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبِ لبیب ﷺ کو تمام مخلوقات کے ظاہری و باطنی

احوال پر آگاہ کر دیا تھا تا کہ حضور ﷺ احوال کی اصلاح فرما سکیں اور جو بہترین حالات ہیں ان کی طرف لوگوں کی راہنمائی کر سکیں۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو اپنے تمام بندوں کی طرف مبعوث فرمایا تھا تا کہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی دعوت دیں اور یہ کام اس وقت تک انجام پذیر نہیں ہو سکتا جب تک کہ ہر شخص کے ظاہر و باطن کی اصلاح نہ کر دی جائے اور اس بات کا دارومدار ان کے ظاہری و باطنی حالات کے جاننے پر ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی مکرم ﷺ کو ہمارے ظاہر و باطن کا علم عطا فرمایا۔

حضور ﷺ مخلوقات کے ظاہر و باطن کے جملہ احوال کو ملاحظہ فرمایا کرتے اور ہر شخص کے ساتھ اس طرح برتاؤ کرتے جس طرح اس کے ظاہری و باطنی حالات کا تقاضا ہوتا۔"

(السیرۃ النبویہ (الاھلیہ للنشر والتوزیع) جلد 3، صفحہ 23، از احمد بن زینی دہلان) (ضیاء النبی ﷺ، جلد 5، صفحہ 272)

عقلی برتری:

قاضی القضاء علامہ قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کی عقلی برتری کے حوالے سے رقمطراز ہیں۔!

"اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم اَرْجَعُ النَّاسِ عَقْلًا وَّاَفْضَلُهُمْ رَأْیًا"

"نبی کریم ﷺ عقل و دانش کے لحاظ سے تمام لوگوں سے برتر تھے۔ ہر معاملہ میں حضور ﷺ کی رائے تمام لوگوں کی آراء سے افضل تھی۔"

(کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، جلد 1، صفحہ 82، از قاضی عیاض اندلسی)

ریگستانوں کے ذرات:

''وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بھی نقل کی گئی ہے کہ ابتدائے آفرینش سے لے کر قیامِ قیامت تک اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو جو فہم وفراست عطا فرمائی، وہ فہم وفراست نبی کریم ﷺ کی عقل ورائے کے سامنے اتنی بھی حیثیت نہیں رکھتی جتنی ریت کے ایک ذرے کو دنیا کے تمام ریگستانوں کے ذرات سے ہوتی ہے۔''

(ضیاء النبی ﷺ، جلد 5، صفحہ 273، از پیر محمد کرم شاہ، ناشر ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

نبیِ امی کی فہم وفراست:

فرانسیسی مستشرق نے بھی اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ عقل اور رائے سے لحاظ سے کامل واکمل تھے۔

چنانچہ اس نے لکھا ہے۔!

''رسول اللہ ﷺ یوں تو محض امی (جس نے کسی استاذ سے نہ پڑھا ہو) تھے مگر عقل ورائے میں یگانہ روزگار تھے۔''

(تاریخ عرب، صفحہ 103، از موسیو سیدیو، مترجمین مولوی عبدالغفور رامپوری، مولوی محمد حلیم انصاری)

انتہائی زیرک:

انگریز مؤرخ ''تھامس کارلائل'' (Thomas Carlyle) نے بھی حضور ﷺ کے متعلق اپنی کتاب (Hero and Hero Worship) میں لکھا ہے!

''یہ درست ہے کہ آپ ﷺ بہت زیرک تھے۔ آپ ﷺ کا مشاہدہ عمیق اور یادداشت بہت عمدہ تھی۔''

(پیغمبر اسلام غیر مسلموں کی نظر میں، صفحہ 41، از محمد یحییٰ خان، ناشر جہانزیب بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور)

بڑے عالم ودانا:

یورپ۔کے ایک فاضل ''کے۔ٹی۔لاؤل'' کا کہنا ہے۔!

''محمد ﷺ ایک عظیم بادشاہ، ایک مہیب فاتح، بہت بڑا عالم اور دانا انسان تھا۔''

مجنون۔؟:

کفارِ مکہ کی جب کہیں دال نہ گلی تو وہ آپ کو مجنون کہنے لگے۔اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں فرمایا!

''مَا اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْن

''اے محبوب آپ اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہیں۔''

قرآنِ مجید کے اس واضح اعلان سے دائمی نفی مراد ہے یعنی نہ مجنون ہیں، نہ تھے اور نہ ہی ہوں گے۔

حدیث شریف میں ہے کہ ''جس نے قرآنِ مجید کا التزام کیا (اس کا ادب کرتا رہا اور اسے پڑھ کر عمل کرتا رہا) وہ جنون وجزام سے محفوظ رہے گا اور بعض روایات میں ہے کہ اس کی عقل خرف نہیں ہوگی (یعنی وہ سٹھیائے گا نہیں)۔''

(مواہب الرحمن، پارہ 29، صفحہ 28، از سید امیر علی ملیح آبادی)

یہ تو اس شخص کا عالم ہے جس نے قرآن مجید کا التزام کیا ہو۔جس پر نازل ہوا ہو اس کا کیا عالم ہوگا۔؟

۞ ۞ ۞

رسول ﷺ کی جسمانی طاقت

پہلوانوں سے زیادہ طاقت:

اللہ تعالیٰ نے اپنے عبدِ مکرم، نبی کریم ﷺ کو بے پناہ جسمانی قوت سے نوازا تھا۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ مدارج النبوۃ میں ارقام پذیر ہیں۔!

''حضور اکرم ﷺ قوت، زورِ بازو اور مضبوطی میں ایسے تھے کہ جہان بھر کے کشتی گیر (پہلوان) آپ کے سامنے نہیں ٹھہر سکتے تھے۔''

(مدارج النبوۃ، صفحہ 98، از شیخ عبدالحق محدث دہلوی)

رکانہ پہلوان:

رکانہ عرب کا ایک نامور پہلوان تھا جس کی جسمانی قوت کی دھوم مچی ہوئی تھی۔ مشہور تھا کہ وہ اکیلا سو آدمیوں کا مقابلہ کر کے انہیں پچھاڑ سکتا تھا۔

چنانچہ سنن ترمذی میں ہے۔!

''ایک روز نبی کریم ﷺ عرب کے کسی کوہستانی علاقہ (مکہ کی کسی گھاٹی) سے گزرے تو رکانہ سے ملاقات ہوگئی۔ سرورِ عالمین ﷺ کی یہ عادتِ مبارکہ تھی کہ جو

شخص بھی ملاقات کرتا حضور ﷺ اس کو اسلام قبول کرنے کی دعوت ضرور دیتے۔

چنانچہ حضور نبی کریم ﷺ نے رکانہ کو بھی دعوت دی کہ تم بت پرستی سے توبہ کرلو اور اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک پر ایمان لے آؤ۔

رکانہ نے کہا!

''میں ایک شرط پر آپ ﷺ کی اس دعوت کو قبول کرنے کو تیار ہوں۔ وہ یہ کہ اگر آپ ﷺ مجھے پچھاڑ دیں تو میں ایمان لے آؤں گا۔''

حضور نبی کریم ﷺ نے اس کی اس شرط کو قبول کیا اور فرمایا!

''رکانہ! اگر تم اس شرط پر ایمان لانے کا وعدہ کرتے ہو تو میں وہ شرط پوری کرنے کو تیار ہوں۔''

چنانچہ رکانہ لنگوٹہ کس کر میدان میں آ کھڑا ہوا۔ رسول اللہ ﷺ بھی اکھاڑے میں تشریف لائے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کا بازو پکڑا اور ایک جھٹکے میں اسے چاروں شانے چت کر دیا۔

وہ حیران و مبہوت ہو کر رہ گیا لیکن پھر اٹھا اور کہنے لگا!

''میں ابھی سنبھلا نہیں تھا۔ بے دھیانی میں آپ نے مجھ پر غلبہ حاصل کر لیا، آپ ایک مرتبہ پھر مجھے گرا دیں تو میں ایمان لے آؤں گا۔''

رسول اللہ ﷺ نے اس کے اس چیلنج کو قبول فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، اس کا بازو پکڑا، اسے جھٹکا دیا اور زمین پر پٹخ دیا۔ اسے سان وگمان بھی نہ تھا کہ اس کو یوں گرا دیا جائے گا۔ ندامت کی حالت میں پھر اٹھا اور تیسری مرتبہ پھر کشتی کی دعوت دی۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے یہ نہیں فرمایا کہ دو مرتبہ میں نے تمہاری شرط پوری کر دی بلکہ رسول اللہ ﷺ پھر اسے پٹخنے کے لیے تیار ہو گئے۔

اب پھر رسول اللہ ﷺ نے اس طرح جھٹکا دیا کہ وہ چشمِ زدن میں زمین پر

آ گرا۔ اب اسے یارائے انکار نہ رہا۔ اس نے بلند آواز سے کلمۂ شہادت پڑھا اور اعلان کیا کہ یہ جسمانی قوت نہیں۔ آپ ﷺ نے مجھے روحانی طاقت سے تین بار پچھاڑا ہے۔ میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ ہیں۔''

شہہ زور ابوالاسد:

رسول اللہ ﷺ سے رکانہ کے علاوہ اور لوگوں نے بھی کشتی لڑی اور آپ ﷺ ان سب پر غالب رہے۔

چنانچہ ابوالاسد بھی ایک بڑا شہہ زور تھا۔ وہ گائے کی کھال پر کھڑا ہو جاتا اور لوگ اس کے نیچے سے کھال کھینچنے کے لیے پوری قوت صرف کرتے۔ کھال پھٹ جاتی مگر اس کے نیچے سے نہ نکلتی۔

ایک روز اس نے حضور نبی کریم ﷺ کو پکارا کہ آپ اس کے ساتھ کشتی لڑیں۔ اس نے مزید کہا!

''اگر آپ مجھے زمین پر گرا دیں گے تو میں آپ پر ایمان لے آؤں گا۔''

حضور نبی کریم ﷺ نے اسے زمین پر چت کر دیا مگر وہ پھر بھی ایمان نہ لایا۔''

پرکشش جسمِ اطہر:

رسول اللہ ﷺ کا جسمِ اطہر انتہائی پُرکشش تھا۔ حضرت امِ معبد رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کی تعریف وتوصیف کرتے ہوئے کہا!

''رسول اللہ ﷺ کو پیٹ کی بڑائی اور پیٹ کے آگے کی طرف بڑھنے نے عیب ناک نہیں کیا۔''

(الوفا باحوال مصطفیٰ، صفحہ 452، از امام عبدالرحمٰن ابن جوزی)

یعنی رسول اللہ ﷺ کا جسمِ اطہر متوازن تھا۔

سرعتِ رفتار:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔!

''میں نے سرعتِ رفتار میں اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول ﷺ سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا۔ جب رسول اللہ ﷺ چلتے تو یوں معلوم ہوتا کہ زمین خود بخود لپٹی جا رہی ہے۔ ہم چلتے تو پوری قوت کے ساتھ چلتے اور رسول اللہ ﷺ بڑی بے پرواہی سے جادہ پیما ہوتے پھر بھی کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کی تیز رفتاری کا مقابلہ نہ کر سکتا۔''

(کتاب الشفاء، صفحہ 82، از قاضی عیاض اندلسی)

(ضیاء النبی، جلد 5، صفحہ 274، از پیر کرم شاہ ازہری، ناشر ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

اس طویل تحقیق سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام ہر طرح کی نفرت زدہ بیماریوں سے پاک تھے اور خصوصاً ہمارے نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ایسی امراض سے محفوظ و مامون رکھا۔ اور آپ علیہ السلام نفسیاتی، جسمانی، روحانی، فہم و ذکا اور عقل و علم کے لحاظ سے ساری دُنیا کے انسانوں سے اعلیٰ اور بہتر ہیں۔

اسلام پر کیے جانیوالے سوالات اور ان کے تحقیقی جوابات

اسلام اور گوشت خوری

سوال نمبر 1:

میرا سوال یہ ہے کہ ایک ویجی ٹیرین سوسائٹی کی جانب سے متعدد کتابچے مفت تقسیم کیے گئے ہیں۔ ان میں قرآن مجید کی سورت حج سے یہ آیت بھی پیش کی گئی ہے جس کا ترجمہ ہے...... ''نہ ان کے گوشت اللہ کو پہنچتے ہیں اور نہ خون، مگر اسے تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔''...... اور ان کتابچوں میں اس آیت سے یہ ثابت کیا جا رہا ہے کہ اسلام گوشت خوری کے خلاف ہے۔ ان مفت تقسیم کی گئی کتابوں میں قرآن و حدیث سے جانوروں کے حق میں متعدد دیگر حوالے بھی موجود ہیں، آپ اس بارے میں کیا کہیں گے۔؟

جواب:

واقعی یہ ایک بڑا بنیادی نوعیت کا سوال پوچھا گیا ہے۔ متعدد تنظیمیں ایسا لٹریچر تقسیم کر رہی ہیں جن میں قرآن و حدیث کے حوالے سے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ دینِ اسلام گوشت خوری کی اجازت نہیں دیتا اس لیے مسلمانوں کو گوشت خوری نہیں کرنی چاہئے۔ میں اس حوالے سے بات نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ میں مذہبی مباحث سے پرہیز ہی کرتا ہوں۔ لیکن اب چوں کہ مجھ سے سوال پوچھا گیا ہے لہٰذا اب مجھے جواب دینا ہوگا۔

یہ رسالہ مجھے بھی دیا گیا اور وہ دینے والے ہیں دھن راج پلپچا صاحب۔ اس رسالے میں قرآن مجید کی ایک آیت کا حوالہ دیا گیا ہے۔ کتابچے میں تو حوالہ کچھ غلط چھپا ہے لیکن دراصل یہ قرآنِ مجید کی بائیسویں (22) سورۃ یعنی سورۂ الحج کی تینتیسویں (33) آیت ہے۔ اس آیت میں فرمایا گیا ہے۔!

"لَنْ یَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ یَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ"

(القرآن المجید، پارہ نمبر 17، سورۃ نمبر 22 (الحج)، آیت نمبر 37)

"نہ ان (ذبح شدہ جانوروں) کے گوشت اللہ تعالیٰ کو پہنچتے ہیں
اور نہ ہی خون، مگر اسے تمہارا تقویٰ ضرور پہنچتا ہے۔"

تمام امتِ مسلمہ کی طرح میں خود اس بات سے پورا پورا اتفاق کرتا ہوں۔ اس آیت میں اعلان ہے کہ اسلام میں قربانی کا تصور بعض دیگر مذاہب کی طرح نہیں ہے۔ کچھ مذاہب کا خیال ہے کہ خدا کو زندہ رہنے کے لئے گوشت اور خون کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن یہ آیت بتاتی ہے کہ جب آپ قربانی کرتے ہیں تو جانور کا خون یا گوشت اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچتا بلکہ آپ کی نیت، آپ کا تقویٰ اور وہ اخلاص جس کے تحت آپ قربانی کرتے ہیں، وہی اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے۔ بس یہی وجہ ہے کہ جب ہم مسلمان بڑی عید یعنی عید الاضحیٰ کے موقع پر قربانی کرتے ہیں تو گوشت کا کم از کم ایک حصہ ضرور غریب اور ضرورت مند لوگوں کو دیتے ہیں، ایک حصہ رشتہ داروں اور دوستوں کو دیتے ہیں اور ایک تہائی اپنے ذاتی استعمال میں لاتے ہیں۔ اس میں کوئی "اللہ کا حصہ" نہیں رکھا جاتا۔

اللہ ربُّ العزت نے قرآنِ مجید فرقان حمید میں فرمایا!

"قُلْ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِیًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ

يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ

(القرآن المجید، پارہ نمبر 7، سورۃ نمبر 6 (الانعام)، آیت نمبر 14)

''اے محبوب! فرمادو کہ کیا میں اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کو اپنا ولی بنالو؟ اس کو چھوڑ کر جو زمین و آسمان کا خالق ہے۔؟ اور جو روزی دیتا ہے، اور خود کھانے سے پاک ہے۔؟''

مذکورہ بالا آیت کریمہ واضح طور پر بتا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو رزق فراہم کرنے والا ہے اور وہ خود کھانے پینے کی ضرورت سے پاک ہے۔ اس آیت کا مطلب بالکل واضح اور صاف ہے کہ جب آپ قربانی کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کی نیت کو دیکھتا ہے اور اس ذبح شدہ جانور کے گوشت اور خون کی اسے کوئی ضرورت و حاجت نہیں ہوتی۔ اسی طرح ایک حوالہ اور ہے۔ حوالے تو خیر کئی ہیں لیکن اگر میں ہر ایک کا جواب دوں تو تقریباً ایک گھنٹہ لگ جائے گا۔ لہٰذا میں صرف ایک حوالے کا ذکر کروں گا۔

قرآن مجید کی سب سے بڑی سورت سورۂ بقرہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔!

وَإِذَا تَوَلَّىٰ سَعَىٰ فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ

(القرآن المجید۔ پارہ نمبر 2، سورۃ نمبر 2 (البقرۃ)۔ آیت نمبر 205)

''اور جب وہ لوٹتا ہے تو چاہتا ہے کہ زمین میں فساد پھیلائے، کھیتوں کو غارت کرے اور نسل کو تباہ کرے، حالانکہ اللہ تعالیٰ فساد کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔''

اس آیت کا حوالہ دینے کے بعد نیچے لکھا گیا ہے۔ ...... ''لہٰذا آپ کو گوشت خوری سے پرہیز کرنا چاہیے۔'' ...... یہ ان کی اپنی تعبیر ہے۔ ترجمہ بھی درست نہیں کیا

گیا، لیکن بہر حال اگر آپ آیت کو اس کے سیاق وسباق میں دیکھیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ فسادی ہیں جو زمین میں فساد برپا کرتے ہیں اور فصلوں کو خراب کرتے ہیں۔ مویشیوں کو یا نسل انسانی کو تباہ کرتے ہیں۔ یہاں ذکر ذبح کرنے کا نہیں بلکہ تباہ کرنے کا ہے۔

لہٰذا اگر آپ محض فساد کی نیت سے کسی جانور کو قتل کرتے ہیں یا کوئی پودا ہی اکھاڑتے ہیں تو آپ غلط کرتے ہیں اور یہ فعل اللہ تعالیٰ کا ناپسندیدہ ہوگا۔ اگر اعتراض کیا جائے کہ اس آیت سے حصولِ خوراک تک کے لئے جانور کو مارنے کی بھی ممانعت ثابت ہوتی ہے تو میں یہ کہوں گا کہ جناب اس آیت میں تو فصلوں کا بھی ذکر ہے۔

یہ دلیل دینے کا انتہائی غلط طریقہ ہے۔ اپنی بات کا تجزیہ تو یہ لوگ کرتے ہی نہیں۔ اس آیت میں فصلوں کا یعنی نباتات کا بھی ذکر ہے۔ اگر آپ اس آیت سے گوشت خوری کی ممانعت ثابت کرنے کی کوشش کریں گے تو الٹی سبزی خوری کی ممانعت بھی ثابت ہو جائے گی۔ حالانکہ حقیقتاً اس آیت میں سبزی خوری سے منع کیا گیا اور نہ ہی گوشت خوری سے۔ جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے ان کا ذکر قرآنِ مجید میں موجود ہے۔ باقی چیزوں کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ۝"

"اے لوگو! زمین میں جو حلال اور پاکیزہ چیزیں ہیں انھیں کھاؤ اور شیطان کے بنائے ہوئے راستوں پر نہ چلو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔"

ذرا تصور کیجئے! آج سے چودہ سو برس پہلے وہ دور جسے دورِ جاہلیت کہا جاتا

ہے، جب انسانوں کے ساتھ جانوروں والا سلوک ہوتا تھا۔ اس وقت ہمارے پیغمبر جناب محمد مصطفیٰ ﷺ نے جانوروں کے حقوق کی نشان دہی فرمائی۔ آپ ﷺ نے جانوروں پر ایک خاص حد سے زیادہ بوجھ لادنے سے منع فرمایا۔ آج ہندوستان میں ایک بیلوں کی جوڑی کے لئے پانچ سو (500) کلوگرام کی حد مقرر ہے۔ لیکن ان پر ایک ٹن سے بھی زیادہ بوجھ لادیا دیا جاتا ہے۔ اسی طرح جانوروں کو ظالمانہ طریقے سے مارنے کی بھی ممانعت بخاری ومسلم کی احادیث میں وارد ہوئی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جانور کو ذبح کرنے کے لئے ہمیشہ تیز دھار چھری استعمال کی جائے۔ مختصراً یہ کہ جانوروں کے حقوق کا خیال رکھنا چاہئے۔ لیکن بہر حال وہ ہماری جائز غذا ہیں۔

لحمیاتی اور نباتاتی غذائیں

سوال نمبر 2:

میرا سوال یہ ہے کہ کیا امراضِ قلب کی واحد وجہ لحمیاتی غذا ہی ہے۔؟

جواب:

یہ بات دراصل زاویری صاحب نے کہی تھی کہ گوشت بڑا ہو، چھوٹا ہو یا مرغی کا ہو وہ دل کے امراض کا باعث بنتا ہے۔ انکی بات ٹھیک ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ نباتاتی غذاؤں میں کولسٹرول نہیں ہوتا۔ بات یہ ہے کہ امراضِ قلب کی وجہ غذا میں چکنائی اور کولسٹرول کی زیادتی ہے۔ اس سے قطع نظر کہ یہ نباتاتی چکنائی اور کولسٹرول ہو یا لحمیاتی۔ نباتاتی غذاؤں میں بھی زیادہ کولسٹرول ہوسکتا ہے۔ مثال کے طور پر مختلف میوہ جات، گھری اور مکھن وغیرہ میں۔ ایک عام خاتون خانہ کو بھی اس بات کا علم ہوتا ہے۔ کیوں کہ ذرائع ابلاغ میں اس قسم کے اشتہارات آتے رہتے ہیں کہ فلاں تیل استعمال کریں۔ یہ امراضِ قلب کا باعث نہیں بنتا۔ یعنی دوسرے تیل امراضِ قلب کا

سبب بن سکتے ہیں۔ یہ سادہ سی بات ہے جسے سمجھنے کے لئے ڈاکٹر ہونا ضروری نہیں۔ میں ایک ڈاکٹر ہوں اور اس حیثیت سے زاویری صاحب کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ بتائیں کہ مکھن میں چکنائی ہوتی ہے یا نہیں۔ ڈاکٹر امراضِ قلب میں مبتلا مریضوں کو مکھن اور مختلف مغزیات کے تیل وغیرہ استعمال کرنے سے منع کرتے ہیں۔ یہ بات ان کتابوں میں لکھی ہوئی ہے جو مجھے دی گئیں۔ ان رسائل میں لکھا ہے کہ نباتاتی غذاؤں میں کولسٹرول نہیں ہوتا۔ یہ کتابیں زاویری صاحب نے نہیں دیں، سلیچا صاحب نے دیں لیکن بہر حال انھیں چھاپا جین تنظیموں نے ہی ہے جو کہ افسوس ناک ہے۔

دیکھئے! بہت سے باتیں کی گئی ہیں۔ انھوں نے کہا کہ انڈہ امرضِ قلب کا سبب ہے۔ دیکھئے انڈے میں کولسٹرول ہوتا ہے اور زیادہ ہوتا ہے۔ لیکن بنیادی سبب انڈہ نہیں ہے۔ جدید تحقیق اور ڈاکٹر حضرات بھی یہی رائے دیتے ہیں کہ انڈے میں موجود کولیسٹرول اصل مجرم نہیں ہے۔ بلکہ اصل مجرم "Saturated Fats" ہیں جن میں انڈے کو فرائی کیا جاتا ہے۔ اگر آپ انڈے کو گھی، مکھن وغیرہ میں تل کر نہ کھائیں تو امراضِ قلب کے امکانات بہت کم رہ جاتے ہیں۔

دوسری بات یہ کہ انسانی آبادی کا دو تہائی حصہ تو ایسا ہے جن کا جسمانی نظام کولسٹرول سے مطابقت پیدا کر سکتا ہے۔ لہٰذا ان کے لئے کوئی مسئلہ نہیں بنتا۔ ایک تہائی لوگوں کو کولسٹرول سے پریشانی ہوتی ہے، انھیں انڈے سے پرہیز کرنا چاہئے۔ بصورتِ دیگر ایک آدھ انڈا روزانہ کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ البتہ اگر آپ سور کے گوشت کے ساتھ انڈا کھائیں گے یا روغنیات میں تل کر انڈا کھائیں گے تو پھر ظاہر ہے کہ آپ کے لئے مسائل پیدا ہوں گے۔

جہاں تک گنجے پن کا تعلق ہے تو میں مثالیں دینا چاہتا ہوں۔ میں آپ کے سامنے مثالیں پیش نہیں کرنا چاہتا لیکن اگر آپ اس ہال میں دیکھیں تو بہت سے لوگ

گنجے ہوں گے۔ دنیا کے کچھ عظیم فلسفی بھی گنجے تھے۔ میں ان کے نام نہیں لینا چاہتا کہ یوں آپ کے جذبات کو ٹھیس پہنچے گی۔ لہٰذا یہ بات محض غیر منطقی مفروضوں پر مبنی ہے۔ اور تحقیق ہمیشہ عملی ہونی چاہئے۔ مزید یہ کہ امراضِ قلب کے اسباب میں شراب نوشی ور تمباکو نوشی بھی اسی قدر اہم ہیں۔ ہاں امریکہ میں گوشت خوروں میں امراضِ قلب کی شرح زیادہ ہے۔ کیوں کہ وہاں چکنائی کا استعمال زیادہ رہتا ہے۔ اگر قرآنی ہدایات کی روشنی میں افراط سے پرہیز کیا جائے تو یہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔ امریکہ میں سبزی خوروں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ کیوں کہ وہاں سبزی خور ہونا ایک طرح سے فیشن بن گیا ہے۔ آپ جانتے ہیں وہاں نباتاتی خوراک مہنگی ہوتی ہے۔ اگر آپ کے پاس مسڈیز کار ہے تو آپ کا ایک سماجی مقام ہے، اسی طرح اگر آپ سبزی خور ہیں تو آپ کا ایک سماجی مقام ہے۔ امریکہ کی کل آبادی کا دو سے تین فی صد سبزی خوروں پر مشتمل ہے۔ یہ لوگ امیر لوگ ہیں اور اپنی صحت کا بہتر خیال رکھتے ہیں۔ لہٰذا ان میں امراضِ قلب کی شرح کم ہے۔ اسی طرح بہت سے سبزی خور شراب اور تمباکو نوشی سے بھی پرہیز کرتے ہیں جن میں ہمارے رشمی بھائی زاویری بھی شامل ہوں گے۔

لیکن کوئی بھی شخص اگر زیادہ چکنائی اور کولسٹرول والی غذائیں استعمال کرے گا خواہ وہ نباتاتی ہوں یا لحمیاتی تو اسے امرضِ قلب کا خطرہ درپیش رہے گا۔ اگر آپ اس سے بچاؤ چاہتے ہیں تو قرآنی ہدایات پر عمل کریں اور افراط سے پرہیز کریں۔ اس سے مجھے ایک کہانی یاد آئی کہ ایک مذہبی شخصیت (پنڈت جی) نے کسی تقریب میں حسب عادت پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور چونسٹھ (64) لڈو کھالئے۔ گھر آئے تو بیوی نے کہا کہ کوئی چورن وغیرہ کیوں نہیں کھایا۔ انہوں نے جواب دیا!

ارے بھولی! عقل نہ آئی بن کے چھ بچوں کی ماتا
اگر چورن کی جگہ ہوتی تو میں دو لڈو اور نہ کھاتا؟

کیا ذبح کرنا نقصان ہے

سوال نمبر 3:

سبزی خوری کو ترقی دینے کے لئے تصنیف کی گئی یہ کتاب جس کے مصنف گوپی ناتھ اگروال ہیں، اس کے صفحہ پندرہ (15) اور سولہ (16) پر لکھا ہے کہ ایک گائے اپنی ساری زندگی میں نوے ہزار (90000) لوگوں کو غذا فراہم کر سکتی ہے۔ لیکن جب اسے گوشت کے لئے ہلاک کیا جاتا ہے تو وہ زیادہ سے زیادہ ہزار لوگوں کو غذا فراہم کرتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ سونے کا انڈا دینے والی مرغی کو ہلاک کرنا کوئی سمجھداری کی بات نہیں۔ جناب ذاکر نائیک صاحب! آپ اس بارے میں کیا کہیں گے۔؟

جواب:

یہ دلیل صرف اسی کتاب میں پیش نہیں کی گئی بلکہ دیگر کتابوں میں بھی موجود ہے۔ انٹرنیٹ پر بھی موجود ہے۔ آپ انٹرنیٹ پر جائیں تو بھی سبزی خوری کے حق میں یہ دلیل نظر آئے گی۔ سب سے پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا دودھ لحمیاتی غذا ہے یا نباتاتی۔؟

میں زاوری صاحب پر تنقید نہیں کرنا چاہتا لیکن یہ کتاب کہتی ہے کہ دودھ لحمیاتی غذا ہے اور دودھ سے فلاں فلاں بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ لہٰذا ہمیں دودھ نہیں پینا چاہئے لیکن سبزی خوروں کی ایک دوسری تنظیم جو خود کو لیکٹو سبزی خور کہتے ہیں۔ وہ دودھ پیتے ہیں۔ لہٰذا میں پہلا سوال تو یہ پوچھنا چاہوں گا کہ دودھ لحمیاتی غذا ہے یا نباتاتی۔؟

آپ جانور کو تکلیف نہیں پہنچانا چاہتے لیکن دودھ دوہنے سے بھی اسے

تکلیف تو ہوتی ہے خصوصاً مشینوں کے ذریعے دودھ دوہنے سے تو جانور کو شدید تکلیف ہوتی ہے۔ آپ کسی دودھ پلانے والی ماں سے پوچھ سکتے ہیں کہ اگر کسی وجہ سے مصنوعی طور پر دودھ نکالنا پڑے تو یہ کس قدر تکلیف دہ ہوتا ہے؟ جب آپ جانوروں کا دُودھ دوہتے ہیں تو انھیں تکلیف ہوتی ہے۔ اگر آپ یہ تسلیم کرنے کے لئے تیار ہی نہیں کہ جانور ہماری غذا کا ذریعہ ہیں تو آپ ان کا دودھ کس طرح دوہ سکتے ہیں؟ یہ تو مویشیوں کو لوٹنے والی بات ہوئی۔

اگر آپ جانوروں کو اپنی غذا کا ذریعہ نہیں سمجھتے اور پھر بھی ان کو دودھ دوہتے ہیں تو آپ ان کے ساتھ زیادتی کر رہے ہیں۔ آپ ان کے بچوں یعنی بچھڑوں وغیرہ کا حق مار رہے ہیں۔

جہاں تک اس مثال کا تعلق ہے کہ ایک گائے روزانہ دس کلوگرام دودھ دیتی ہے اور سالانہ تقریباً تین ہزار کلو دودھ دیتی ہے جسے چھ ہزار (6000) لوگ پی سکتے ہیں۔ یوں اپنی پوری زندگی میں گائے نوے ہزار (90000) لوگوں کو ایک وقت کی خوراک فراہم کرسکتی ہے۔ لیکن اس کا گوشت زیادہ سے زیادہ ایک ہزار (1000) لوگوں کو غذا فراہم کرتا ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ دودھ کو کلوگرام میں کون ماپتا ہے۔ دودھ کو تو لیٹر میں ماپا جاتا ہے۔ خیر اس بارے میں تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ آپ مصنف سے پوچھیں۔ لیکن اس کے بعد وہ پوچھتے ہیں کہ ایک ہزار لوگوں کی غذا بہتر ہے یا نوے ہزار لوگوں کی اور یہ کہ سونے کا انڈا دینے والی مرغی کو کیوں مارا جائے۔؟

میں ان سے پورا اتفاق کرتا ہوں۔ لیکن یہاں توجہ کے قابل بات یہ ہے کہ دودھ دینے والی گائے کو کون ذبح کرتا ہے۔ کوئی گوالا کبھی کوئی دودھ دینے والی گائے قصائی کے حوالے نہیں کرے گا اور کوئی قصائی بھی کبھی دودھ دینے والی گائے گوشت کے لئے نہیں خریدے گا۔ کیوں کہ دودھ دینے والی گائے کی قیمت کئی گنا زیادہ ہوتی

ہے۔ بمبئی میں ایک دودھ دینے والی گائے کی قیمت بیس پچیس ہزار روپے ہے جبکہ وہ گائے جس کی دودھ دینے کی عمر گزر چکی ہوتی ہے تین سے پانچ ہزار میں مل جاتی ہے۔ لہٰذا ہم یہ کیا کرتے ہیں؟ ہم گوشت خور لوگ کرتے یہ ہیں کہ جب تک مویشی دودھ دیتا ہے اس وقت تک ہم اس کی دیکھ بھال کرتے ہیں اور اس سے دوودھ حاصل کرتے ہیں لیکن جب جانور بوڑھا ہو جاتا ہے تو ہم اسے ذبح کر کے اس کا گوشت بھی کھا لیتے ہیں۔ یوں ہمیں انڈے بھی مل جاتے ہیں اور مرغی بھی۔ یا بالفاظ دیگر سانپ بھی مرے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ ایک تیر سے دو شکار۔ ہم زیادہ ذہانت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

پھر یہ لوگ کہتے ہیں کہ دیکھیں ان جانوروں سے اور کام لیے جا سکتے ہیں۔ انھیں بار برداری کے لئے اور زراعت وغیرہ میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر آپ کو واقعی جانوروں سے اس قدر لگن و محبت ہے تو آپ ان پر اضافی بوجھ کیوں ڈالنا چاہتے ہیں؟ مزید برآں ہندوستانی اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ ہندوستان میں موجود مویشیوں کی صرف پچیس (25) فیصد تعداد افزائشِ نسل کے قابل ہے۔ باقی پچھتر (75) فیصد افزائش کے قابل نہیں یا تو ان کی دودھ دینے کی عمر گزر چکی ہے اور زیادہ نر جانور ہیں۔

اب اس پچھتر (75) فیصد تعداد کے ساتھ آپ کیا کریں گے؟ ایک صورت یہ ہے کہ ان جانوروں کو ان کی طبعی عمر تک پالا جائے۔ لیکن اُن کے اپنے اعداد و شمار کے مطابق ایک بیل وغیرہ کی دیکھ بھال پر سالانہ اوسطاً اٹھارہ ہزار روپے کا خرچ آتا ہے۔ اچھی گائیں، بھینسیں دودھ دینے کی عمر گزرنے کے بعد چار پانچ سال تک زندہ رہتی ہیں۔ وہ کون سا کسان ہوگا جو ان پر چار پانچ سال تک اٹھارہ ہزار روپے ہر سال خرچ کرتا رہے؟

دوسری صورت یہ ہے کہ انھیں ''جیودیا'' والوں کے حوالے کر دیا جائے، وہ انھیں کھلا چھوڑ دیتے ہیں اور پھر یہ جانور لوگوں کی فصلیں خراب کرتے رہتے ہیں۔

تیسری صورت یہ ہے کہ انھیں جنگل میں لے جا کر چھوڑ دیا جائے تا کہ یہ گوشت خور جانوروں کی خوراک بن جائیں۔

یہ سب صورتیں کسی کے نزدیک بھی صحیح نہیں ہوں گی لیکن ایک آخری صورت بھی ہے اور وہ یہ کہ جب ان کی دودھ دینے کی عمر گزر جائے تو انھیں ذبح کر کے اپنی خوراک بنا لیا جائے۔ اس طرح کسان کا بھی فائدہ ہے کہ اسے کچھ رقم مل جاتی ہے اور جانور انسان کے زیادہ کام آتا ہے۔ کیوں کہ اس کا گوشت، کھال یہاں تک کہ ہڈیاں بھی انسانی استعمال میں آتی ہیں۔

نباتاتی غذائیں اور پروٹین

سوال نمبر 4:

ڈاکٹر صاحب! سبزی خوروں کی جانب سے جو ڈائٹ چارٹ تقسیم کیے جاتے ہیں ان کے مطابق سبزیوں میں پروٹین اور آئرن وغیرہ کی مقدار گوشت کے مقابلے میں زیادہ ہوتی ہے۔ آپ اس بارے میں کیا کہیں گے۔؟

جواب:

جی ہاں! ہمیں بھی یہ چارٹ ملے ہیں۔ ہم نے کسی ردعمل کا اظہار نہیں کیا کیوں کہ ہمارے خیال میں یہ اس قدر اہم بات نہیں تھی۔ لیکن جب ''رشبھ فاؤنڈیشن'' کی طرف سے درخواست آئی کہ ''کیا آپ تیار ہیں؟'' تو مجھے ہاں کرنی پڑی۔ آپ جانتے ہیں کہ یہ کوئی سائنسی موضوع تو ہے نہیں۔ یہ تو ایک طے شدہ سی بات ہے لیکن انھوں نے کہا ہم مباحثہ کرنا چاہتے ہیں اور میں نے کہا کہ ٹھیک ہے۔

یہ چارٹ میرے پاس موجود ہے جس کے مطابق سبزیوں یا نباتاتی غذاؤں میں پروٹین کی مقدار زیادہ ہوتی ہے اور یہ بات زاویری صاحب نے اپنے خطاب کے دوران میں بھی کی تھی۔ زاویری صاحب نے کہا تھا کہ تین ضروری امینوایسڈز ہوتے ہیں۔ آپ کسی ڈاکٹر سے پوچھ لیں، تین نہیں آٹھ ہوتے ہیں۔ آٹھ امینوایسڈز ایسے ہیں جو جسم کے اندر تیار نہیں ہوتے اور بیرونی طور پر یعنی خوراک کے ذریعے فراہم کرنے ہوتے ہیں۔

لحمیاتی پروٹین حیاتیاتی لحاظ سے مکمل ہوتی ہے اسی لئے انھیں "Higher Protiens" کہا جاتا ہے کیوں کہ ان میں آٹھوں ضروری امینوایسڈز موجود ہوتے ہیں۔ جبکہ نباتاتی پروٹین میں ہمیشہ ان میں سے ایک یا ایک سے زیادہ امینوایسڈز کم ہوتے ہیں۔ یہ ایک سائنسی جواب ہے۔ لہٰذا ہوسکتا ہے مقدار زیادہ ہو، لیکن یہ پروٹین مکمل نہیں ہوتی۔ لحمیاتی پروٹین اعلیٰ معیار کی اور مکمل ہوتی ہے۔

اسی طرح اگر آپ تجزیہ کریں تو جو فولاد آپ کو غذا کے ذریعے حاصل ہوتا ہے وہ بھی دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک تو "Hem Iron" اور دوسرا "Non Hem Iron" ہیم آئرن آسانی سے جسم کا حصہ بن جاتا ہے۔ جب کہ نان ہیم آئرن آسانی سے جسمانی نظام میں جذب نہیں ہوتا۔ لحمیاتی غذاؤں میں "Hem Iron" اور "Non Hem Iron" دونوں ہوتے ہیں۔ جب کہ نباتاتی غذاؤں "Non Hem Iron" ہوتا ہے جو کہ آسانی سے جذب نہیں ہوتا۔ لہٰذا میں اتفاق کرتا ہوں کہ بظاہر تو واقعی فولاد کی مقدار نباتات میں زیادہ نظر آتی ہے۔ پروٹین کی مقدار بھی زیادہ ہوسکتی ہے لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا ہے کہ نباتاتی خوراک زیادہ صحت بخش ہوتی ہے، غلط ہوگا۔ یہ لوگوں کو گمراہ کرنے والی بات ہے۔ بلکہ میں سیدھی سادی انگریزی میں یہ کہوں گا کہ یہ ''فراڈ'' ہے۔ اور یہ فراڈ کر کون رہا ہے؟ چند سبزی خور تنظیمیں اور فراڈ

یادھوکہ دہی ہر مذہب میں ممنوع ہے۔ وہ چھوٹا مذہب ہو یا بڑا، کوئی اہم مذہب ہو غیر اہم۔ فراڈ ہر جگہ ناجائز ہے۔ میں آپ سے ایک سوال پوچھتا ہوں۔ آپ دس دس روپے کے بیس نوٹ لینا پسند کریں گے یا پانچ سو کا ایک نوٹ؟ قدر کس کی زیادہ ہوگی؟ امید ہے کہ آپ کو اپنے سوال کا جواب مل چکا ہوگا۔

عیسائیت، ہندومت اور اسلام میں گوشت خوری

سوال نمبر 5:

''گوپی ناتھ اگروالی'' کی کتاب ''گوشت خوری یا سبزی خوری انتخاب خود کیجئے'' میں دنیا کے بڑے بڑے مذاہب عیسائیت اور ہندومت کے ایسے حوالے دیے گئے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ گوشت خوری ممنوع ہے لیکن آپ اسے جائز قرار دیتے ہیں۔؟

جواب:

گوپی ناتھ اگر صاحب کی کتاب میں جو حوالے دیئے گئے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ گوشت خوری دنیا کے بڑے بڑے مذاہب یعنی ہندومت اور عیسائیت وغیرہ میں ناجائز ہے۔ یہ کس طرح ہوسکتا ہے حالانکہ دنیا کا کوئی اہم مذہب گوشت خوری کو مکمل طور پر ناجائز قرار نہیں دیتا۔ میں اسلامی نقطہ نظر کی وضاحت تو کر چکا ہوں کہ اس کتاب میں سیاق وسباق سے ہٹ کر مطلب اخذ کرنے اور غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ میں تو اتنا تسلیم کرتا ہوں کہ بعض اوقات مخصوص حالات میں گوشت خوری کی جزوی ممانعت موجود ہے۔ مثال کے طور پر سورۂ مائدہ میں ارشاد ہے۔!

''یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ اُحِلَّتْ لَکُمْ بَھِیْمَۃُ

الْاَنْعَامِ اِلَّا مَايُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّى الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَايُرِيْدُ٥"

(القرآن الجید، پارہ نمبر 6، سورۃ 5 (المائدہ)، آیت نمبر 1)

"اے ایمان والو! وعدوں کی پوری پابندی کرو، تمہارے لئے مویشی کی قسم کے سب جانور حلال کیے گئے سوائے ان کے جو آگے چل کر تم کو بتائے جائیں گے لیکن احرام کی حالت میں شکار کو اپنے لئے حلال نہ کرلو، بے شک اللہ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔"

اسی طرح اگر آپ ماہِ رمضان کے روزے رکھ رہے ہیں تو آپ ابتدائے فجر سے لے کر مغرب تک کوئی بھی چیز نہیں کھا سکتے۔ نہ لحمیاتی نہ نباتاتی۔ اگر میں کہوں کہ روزے کے دوران گوشت خوری نہ کرو تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ گوشت خوری ناجائز ہے۔ بلکہ صرف اس مخصوص وقت کے لئے ممنوع ہے۔

لہٰذا اسی طرح دیگر مذہبی کتب میں ایسے بیانات موجود ہیں جن میں بعض مخصوص اوقات میں گوشت خوری سے منع کیا گیا ہے نہ کے کلی طور پر۔ جہاں تک آپ کے سوال کا تعلق ہے میں مذکورہ کتاب پڑھ چکا ہوں۔ اس لئے جواب دے سکتا ہوں۔ انھوں نے لکھا ہے کہ انجیل میں حکم دیا گیا ہے کہ "تم مردہ غذا نہیں کھا سکتے۔" خطوط وحدانی میں "گوشت" کے لفظ کا اضافہ کیا گیا ہے۔ انھوں نے کوئی حوالہ نہیں دیا کہ یہ بات کہاں سے لی گئی ہے۔ لیکن میں تقابل ادیان کا طالب علم ہوں اور آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ یہ بات عہد نامہ قدیم کی کتاب استثنا باب 14 آیت 21 میں کی گئی ہے۔ اس میں ہے۔!

"جو جانور آپ ہی مر جائے تم اسے مت کھانا۔"

یہ بات بائبل میں ایک اور مقام پر بھی کی گئی ہے۔ یہاں صرف مردار گوشت کو حرام کیا گیا ہے۔ لیکن وہ یہ کرتے ہیں کہ پہلے تو مردہ غذا لکھتے ہیں اور بریکٹ میں گوشت کا لفظ لکھتے ہیں۔ حالاں کہ یہاں واضح طور پر مردہ جانور کے گوشت سے منع کیا جارہا ہے۔

یہ بات قرآن میں بھی متعدد مقامات پر کی گئی ہے۔ سورہ بقرہ آیت نمبر 173، سورۂ مائدہ آیت نمبر 3 سورۂ انعام آیت نمبر 145 اور سورۂ نحل آیت نمبر 115 وغیرہ میں بھی یہی حکم موجود ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔!

"اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۝"

(القرآن المجید، پارہ نمبر 14، سورۃ نمبر 16 (النحل)، آیت نمبر 115)

"بیشک اللہ نے پر تم پر حرام کیا ہے مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جس پر ذبح کے وقت اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو۔ البتہ بھوک سے مجبور اور بے قرار ہو کر اگر کوئی ان چیزوں کو کھالے بغیر اس کے کہ وہ قانونِ الٰہی کی خلاف ورزی کا خواہش مند ہو یا حد ضرورت سے تجاوز کا مرتکب ہو تو یقیناً اللہ معاف کرنے اور رحم فرمانے والا ہے۔"

آپ بائبل کی کتاب پیدائش باب نمبر 9، آیت نمبر 2 اور 3 کا مطالعہ کریں تو ان میں کہا گیا ہے۔!

"اور زمین کے کل جانداروں اور ہوا کے کل پرندوں پر تمہاری دہشت اور تمہارا رعب ہوگا۔ اور یہ تمام کیڑے جن سے زمین

بھری پڑی ہے اور سمندر کی کل مچھلیاں تمہارے ہاتھ میں کی گئیں۔ ہر چلتا پھرتا جاندار تمہارے کھانے کو ہوگا، ہری سبزی کی طرح میں نے سب کا سب تم کو دے دیا۔''

کتاب استثناء، باب نمبر 14، آیت نمبر 9 اور 10 میں کہا گیا۔!

''آبی جانوروں میں سے تم ان ہی کو کھانا جن کے چھلکے اور پر ہوں، لیکن جس کے پر اور چھلکے نہ ہوں تم اسے مت کھانا، وہ تمہارے لئے ناپاک ہے۔''

اس سے اگلی آیت میں بتایا گیا ہے۔!

''پاک پرندوں میں سے تم جسے چاہو کھا سکتے ہو۔''

اسی باب کی آیت نمبر 20 میں پھر بتایا گیا۔

''اور پاک پرندوں میں سے تم جسے چاہو کھا سکتے ہو۔''

لوقا، باب نمبر 24، آیت نمبر 41 تا 43 میں بیان کیا گیا۔!

''جب مارے خوشی کے ان کو یقین نہ آیا اور تعجب کرتے تھے تو اس (عیسیٰ علیہ السلام) نے ان سے کہا کیا یہاں تمہارے پاس کھانے کو کچھ ہے؟ انھوں نے اسے بھنی ہوئی مچھلی کا قتلہ دیا۔ اس نے لے کر ان کے روبرو کھایا۔''

رومیوں کے نام خط، باب نمبر 14، آیات نمبر 2،3 میں کہا گیا ہے۔!

''ایک کو اعتقاد ہے کہ ہر چیز کا کھانا روا ہے اور کمزور ایمان والا ساگ پات ہی کھاتا ہے۔ کھانے والا، اس کو جو نہیں کھاتا حقیر نہ جانے اور جو نہیں کھاتا وہ کھانے والے پر الزام نہ لگائے کیونکہ خدا نے اس کو قبول کر لیا ہے۔''

ہندمتون میں سے اگر آپ منو کے قانون کا مطالعہ کریں تو اس میں واضح طور پر تحریر ہے۔!

"کھانے والا کسی بھی زندہ مخلوق کو کھا سکتا ہے۔ بے شک وہ روزانہ کھائے۔ ہمارے خالق نے کچھ مخلوقات کو کھانے کے لئے بنایا ہے اور کچھ کو کھائے جانے کے لئے۔"

(منو، باب نمبر 5، صفحہ نمبر 30)

اسی طرح منوسمرتی، باب نمبر 5، صفحہ نمبر 35 میں بھی گوشت کھانے کی اجازت ہے۔ رگ وید، کتاب دہم، مناجات نمبر 16 میں بھی گوشت کھانے کی اجازت موجود ہے۔ مناجات نمبر 86 میں بھی اجازت دی گئی ہے۔ مہابھارت کے باب نمبر 88 میں بھیشم کی گفتگو پڑھیں۔ منوسمرتی کا باب نمبر 3 پڑھیں۔ اس میں آباؤ اجداد کی روحوں کو خوش کرنے کے ضمن میں بتایا گیا ہے کہ نباتات کی قربانی انھیں ایک ماہ تک خوش رکھے گی۔ مچھلی دو ماہ تک، ہرن تین ماہ تک، چھوٹا گوشت چار مہینے تک، پرندوں کا گوشت پانچ مہینے تک یہاں تک کہ گینڈے کی قربانی ہمیشہ کے لئے انھیں خوش کرنے کا باعث ہوگی۔ میں ایسی لاتعداد مثالیں دے سکتا ہوں۔

ایامِ حج اور گوشت خوری

سوال نمبر 6:

میں نے ایک فلم دیکھی تھی "خانہ خدا" اس فلم کے مطابق حاجی حضرات جو تھے وہ گوشت خوری نہیں کرتے تھے۔ بال نہیں کاٹتے تھے۔ وہ مکمل "برہم چاری او رسنیاسی" لگ رہے تھے۔ پوچھا گیا یہ کیا؟ تین دن کے لئے پورے سنیاسی بن گئے؟ انھوں نے کہا یہ خانہ خدا تھا۔ کہا گیا "مسلمان بھائیو! سارا سنسار خانہ خدا ہے۔" میرا

سوال یہ ہے کہ پوری دنیا ہی خانہ خدا ہے تو قتل و غارت ہر جگہ بند کیوں نہیں ہو سکتی۔ خصوصاً ہندوستان میں؟

جواب:

آپ کا کہنا ہے کہ حاجی تین دن تک گوشت نہیں کھاتے۔ یہ محض غلط فہمی ہے۔ میں نے متعدد مرتبہ حج کیا ہے۔ جس نے بھی آپ کو یہ بات بتائی ہے غلط بتائی ہے کہ ہم حج کے دوران میں گوشت نہیں کھاتے۔ بات یہ ہے کہ وہ ایک مقدس جگہ ہے۔ لہٰذا ان مخصوص دنوں میں آپ وہاں شکار نہیں کر سکتے۔ آپ کسی جانور کو شکار کے لئے نہیں مار سکتے اور یہ ممانعت بھی مخصوص دنوں کے لئے ہے۔ لیکن گوشت کھانے کی کوئی ممانعت نہیں۔ میں خود وہاں گیا ہوں اور میں نے خود گوشت کھایا ہے۔ کون کہتا ہے کہ آپ وہاں گوشت خوری نہیں کر سکتے۔

ہاں ہم وہاں محض دو اَن سلے کپڑوں میں ملبوس ہوتے ہیں۔ کیوں؟ کیا آپ جانتے ہیں کہ کیوں؟ کیوں کہ یہ دنیا کا سب سے بڑا سالانہ اجتماع ہوتا ہے۔ جس میں لوگ امریکہ اور کینیڈا سے بھی آتے ہیں اور پاکستان، ہندوستان اور انڈونیشیا سے بھی۔ یہ تمام لوگ ایک ہی لباس میں ملبوس ہوتے ہیں۔ یعنی دو اَن سلے کپڑوں میں۔ بالکل یکساں۔ آپ اپنے برابر کھڑے شخص کے بارے میں یہ بھی نہیں بتا سکتے کہ وہ بادشاہ ہے یا فقیر۔ عالمی بھائی چارہ قائم کرنے کے لئے اور محض زبانی نہیں بلکہ عملی طور پر بھائی چارہ قائم کرنے کے لئے ایسا کیا جاتا ہے۔ ہم نماز ادا کرتے ہیں تو کندھے سے کندھا ملا کر۔ کھانا کھاتے ہیں تو اکٹھے بیٹھ کر اور گوشت بھی کھاتے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ آپ کو یہ اطلاع کس سے ملی ہے۔ کسی مسلمان سے یا غیر مسلم سے۔ لیکن جس کسی نے بھی بتایا ہے اس نے جھوٹ بولا ہے۔ میں آپ کو بتا رہا ہوں اور میں نے متعدد مرتبہ حج اور عمرے کئے ہیں اور عالمی بھائی چارہ قائم کرنے کے لئے ہم وہاں

جاتے ہیں۔ دُنیا کے ہر ملک کے لوگ آپ کو وہاں ملیں گے۔

انسانیت کی سطح پر تمام انسانوں میں بھائی چارہ ہونا چاہئے اور عقیدے کی سطح پر تمام مسلمان ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔

گوشت ہی کیوں......؟

سوال نمبر 7:

ہم سب کو خدا نے بنایا ہے اور سیدھی سی بات ہے کہ اگر بھگوان نے ہمیں جنم دیا ہے تو اس نے ہمارے لئے زندہ رہنے کا بندوبست بھی کیا ہے۔ کچھ اصول بھی بنائے ہیں۔ ہمیں ہوا کی ضرورت ہے تو وافر ہوا موجود ہے۔ ہمیں پانی کی ضرورت ہے تو پانی دستیاب ہے۔ ہمیں غذا کی ضرورت ہے۔ بھگوان نے ہمیں غذا بھی دی ہے اور علاقے کے مطابق دی ہے۔ کشمیر میں بادام، کاجو، پستہ اور دیا ہے جو وہاں ضروری ہے۔ راجستھان میں تربوز اور خربوزہ ملے گا۔ یہاں ہمیں کیلے کی صوت میں حلوہ بنا کر دے دیا ہے۔ جو کچھ اس نے ہمیں دے دیا ہے وافر اور سستا ہے۔ اور جس نے ہمیں وہ روکنا چاہتا ہے وہ چیز کم ہے اور مہنگی ہے۔ تو کیا ہم خدائی ہدایات کی پابندی کر رہے ہیں؟

جواب:

ہم ان چیزوں کے پیچھے کیوں جائیں جو مشکل سے دستیاب ہوتی ہیں اور مہنگی ہیں۔؟ یہ بہت اچھا سوال ہے۔ لیکن یہ سوال زاویری صاحب سے ہونا چاہئے کیوں کہ وہی یہ کہہ رہے ہیں کہ سبزیاں قطبین پر بھجوائی جانی چاہئیں اور صحراؤں میں بھجوائی جانی چاہئیں۔ آپ انہیں بتائیں کہ سبزیاں وہاں پر گوشت سے مہنگی ہوں گی۔ میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ اگر سبزیاں دستیاب ہیں تو سبزیاں کھائیں۔ اگر گوشت دستیاب

ہے تو گوشت کھائیں۔ لہٰذا آپ کو چاہیے کہ زاویری صاحب سے یہ سوال پوچھیں۔

دوسری بات یہ کہ آپ مجھے کہہ رہے ہیں کہ جب سستی چیز دستیاب ہو تو مہنگی نہیں کھانی چاہیے۔ یہ ایسی ہی بات ہے جیسے آپ کسی امیر آدمی سے کہیں کہ وہ ایک ایسی اچھی جگہ پر کیوں رہتا ہے جہاں زمین پچیس ہزار (25000) روپے مربع فٹ ہے۔ وہ ایسی جگہ کیوں نہیں رہتا جہاں ہزار (1000) روپے مربع فٹ جگہ مل جاتی ہے۔ اگر ایک امیر آدمی اچھی چیز خریدنا افورڈ کرتا ہے تو اسے اچھی چیز استعمال کرنے دیں۔

اسی طرح اگر کوئی لحمیاتی غذا افورڈ کرتا ہے جو کہ پروٹین کے حوالے سے اور متعدد دیگر حوالوں سے اعلیٰ معیار کی ہے تو آپ اسے کیوں کر روکتے ہیں۔ ہاں اگر آپ افورڈ نہیں کرتے تو پھر سبزیاں ہی استعمال کریں۔

گوشت خوری اور امریکی ڈاکٹر

سوال نمبر 8:

آپ نے اپنی گفتگو کے دوران ''ڈاکٹر ڈین آرنش'' کی تحقیقات کے مقابلے میں دیگر ڈاکٹر حضرات کے بیانات پیش کیے۔ ڈاکٹر ڈین آرنش اب ایک معروف ڈاکٹر ہیں اور امراضِ قلب کے علاج کے حوالے سے خصوصی شہرت رکھتے ہیں۔ وہ صدر امریکہ کے مشیر ہیں اور امراضِ قلب کا علاج نباتاتی غذاؤں کے ذریعے کرتے ہیں۔ ڈاکٹر ڈین آرنش کی تحقیق کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب:

مشہور ڈاکٹر ڈین صاحب امراضِ قلب کا علاج نباتاتی غذاؤں کے ذریعے کرتے ہیں، میں آپ سے اتفاق کر لیتا ہوں لیکن کیا اس طرح لحمیاتی غذا ممنوع اور

ناجائز قرار پاتی ہے۔میرے بھائی آپ نے "Maltese Diabetes" کا نام سنا ہے۔۔اگر کوئی شخص ذیابیطس کا شدید قسم کا شکار ہو تو اسے لازماً انسولین استعمال کرنا ہوگی۔انسولین جانوروں کے لب لبے سے بنائی جاتی ہے۔اگر وہ انسولین استعمال نہیں کرے گا تو اس کی جان جا سکتی ہے۔اب اگر ایک لحمیاتی چیز ذیابیطس کا علاج ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ غیر لحمیاتی یا نباتاتی غذاؤں کا استعمال ہی ناجائز ہو گیا ہے۔

میں ڈاکٹر ڈین آرنش سے اتفاق کرتا ہوں کہ امراضِ قلب کا علاج نباتاتی غذاؤں کی مدد سے ممکن ہے۔لیکن رشمی بھائی زاویری تو یہ کہتے ہیں کہ لحمیاتی خوراک کی عام ممانعت ہونی چاہیے۔دل کے مریضوں کے لئے تو ٹھیک ہے انھیں پرہیز کے لئے کہا جا سکتا ہے۔اگرچہ بعض ڈاکٹر اس سے بھی اختلاف کریں گے۔لیکن اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ نباتاتی غذائیں چوں کہ امراضِ قلب کے لئے بہتر ہیں، لہٰذا گوشت خوری پر عام پابندی ہونی چاہیے تو پھر حکومت امریکہ گوشت خوری پر پابندی کیوں نہیں لگاتی۔؟

ڈاکٹر ڈین آرنش حکومت امریکہ کے مشیر ہیں تو پھر حکومت امریکہ ان کے مشورے پر عمل کیوں نہیں کرتی؟ پھر یہ کہ ان کی کیا تحقیقات ہیں اور ان تحقیقات کا درجہ کیا ہے۔ مجھے تو اس پر بھی شبہ ہے کہ ڈاکٹر آرنش نے گوشت خوری کی واقعی عام ممانعت کی ہوگی۔کیا انہوں نے یہ کہا کہ کسی بھی شخص کو کسی بھی حال میں گوشت خوری نہیں کرنی چاہیے۔میں آپ کو چیلنج کرتا ہوں کہ مجھے کوئی ایسا بیان دکھا دیں۔میرا خیال ہے کہ انھوں نے دل کے مریضوں کے لئے ممانعت کی ہوگی۔

پھر یہ کہ دیگر ماہرین بھی ہیں۔میں نے ڈاکٹر ولیم ٹی جاروس اور ڈاکٹر کے جیری کا حوالہ دیا لیکن بہت سے لوگ مزید بھی ہیں۔

میں اُن سے اتفاق کرتے ہوئے کہوں گا کہ امراضِ قلب کے شکار لوگوں کو

گوشت سے پرہیز کرنا چاہئے۔لیکن یہ کوئی عام اصول نہیں ہے۔

گوشت اور انڈے میں غذائیت کا تناسب

سوال نمبر9:

کیا لحمیاتی غذا، غذائیت کے لحاظ سے کم تر ہوتی ہے۔؟

جواب:

جی ہاں! ایسا ہوسکتا ہے۔ میں کوئی متعصب گوشت خور نہیں ہوں لہٰذا یہ نہیں کہوں گا کہ ایسا نہیں ہے۔ لحمیاتی غذا کاربوہائیڈریٹ اور حیاتین کی مقدار کے لحاظ سے کم تر ہوتی ہے۔ یہ چیزیں نباتاتی غذا کے ذریعے بآسانی دستیاب ہوتی ہیں۔ سبزیوں اور پھلوں کے ذریعے ان چیزوں کی کمی باآسانی پوری ہوسکتی ہے۔آپ کو پھل ضرور کھانے چاہیں۔

لیکن اگر ایک عام تقابل کیا جائے تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ لحمیاتی غذا میں اعلیٰ معیار کی پروٹین موجود ہوتی ہے۔ یہ پروٹین مکمل بھی ہوتی ہے اور اس کا معیار بھی برتر ہوتا ہے۔اسی طرح فولاد بھی۔

انڈا بھی ایک بہت اچھی غذا ہے۔ ایک بڑے انڈے میں تقریباً چھ گرام پروٹین ہوتی ہے اور انڈے کی سفیدی پروٹین کی حصول کا بہترین ذریعہ ہے۔ یہ مثالی پروٹین ہوتی ہے۔ مثالی سے مراد یہ ہے کہ دوسرے ذرائع سے حاصل ہونے والی پروٹین کا معیار اس سے تقابل کر کے پرکھا جاتا ہے۔اس میں تمام ضروری مینو ایسڈز بھی موجود ہوتے ہیں۔ مزید برآں اس میں یہ اجزاء بھی موجود ہوتے ہیں۔

(A) Riboflavin,

(B) Iron.

(C) Flourin,

(D) Vitamin B12.

(E) Vitamin D.

(F) Vitamin E.

انڈا ان چند غذاؤں میں سے ایک ہے جن میں وٹامن ڈی پایا جاتا ہے۔ بیمار اور بیماری سے صحت یاب ہونے والوں کے لئے انڈا تجویز کیا جاتا ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس میں تمام ضروری اجزاء موجود ہوتے ہیں اور یہ زُود ہضم بھی ہوتا ہے۔

آپ سبزیوں کے ذریعے بھی اپنی غذائی ضروریات پوری کر سکتے ہیں۔ لیکن اس کے لئے آپ کو اپنی غذا کا انتخاب بڑی سمجھداری کے ساتھ کرنا پڑے گا۔ اگر آپ درست انتخاب کے ذریعے غذا کو متوازن رکھتے ہیں تو آپ کی صحت اچھی رہے گی۔

لیکن اگر آپ لحمیاتی غذائیں بھی استعمال کرتے ہیں تو یہ توازن بالعموم خود ہی برقرار رہے گا۔

سرخ گوشت

سوال نمبر 10:

امریکہ میں ہونے والی پندرہ سالہ تحقیقات کی روشنی میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ سرخ گوشت کینسر کا سبب بنتا ہے۔ کیا آپ اس بارے میں ہمیں کچھ بتائیں گے۔؟

جواب:

امریکہ کے ایک ہسپتال میں ہونے والی پندرہ سالہ تحقیقات کے نتائج

سامنے آئے ہیں۔ پہلی بات تو یہ کہ یہاں پھر تحقیقات کا ذکر ہے ثابت شدہ حقائق کا نہیں اور ان دونوں میں فرق ہوتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ جس تحقیق کا آپ حوالہ دے رہی ہیں میں اس کا مطالعہ کر چکا ہوں۔ اس تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ اگر آپ زیادہ مقدار میں گوشت کھائیں گے تو آپ کو "Cancer of Colon" کا خطرہ ہوگا۔ آپ کو یہ کینسر ہو سکتا ہے۔ لیکن ایسا اسی صورت میں ہوگا جب آپ کی غذا میں کافی مقدار میں "Fibers" موجود نہ ہوں۔ اگر "Fibers" موجود ہیں تو گوشت کھانے کے باوجود آپ کو کینسر کا خطرہ نہیں ہوگا۔

لہٰذا اگر آپ ایک متوازن خوراک استعمال کر رہے ہیں تو محض گوشت کھانے سے کینسر نہیں ہوگا۔ لیکن اسلام ضرورت سے زیادہ کھانے کی ممانعت کرتا ہے۔ لہٰذا جو لوگ قرآن کے خلاف جاتے ہیں وہ بیمار ہوں گے۔ گویا یہ کہنے میں حرج نہیں کہ...... ''ضرورت سے زیادہ گوشت خوری ناجائز ہے۔''

اللہ نور السموات والارض

سوال نمبر 11:

آپ نے کہا کہ اللہ ہے۔ میں آپ کی بات سمجھ نہیں سکا۔ وضاحت کر دیجیے۔؟

جواب:

آپ میری گفتگو کو سمجھ نہیں پائے جو اللہ اور نور کے حوالے سے تھی۔ قرآن مجید کی سورۂ نور کی پینتیسویں (35) آیت میں ارشاد ہوتا ہے!۔

''اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ''

(القرآن المجید، پارہ نمبر 18، سورۃ النور (24)، آیت نمبر 35)

''اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔''

نور کا مطلب منعکس یا مستعار روشنی ہے۔ سوال کیا جا سکتا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ کی روشنی بھی مستعار ہے؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر آپ اس آیت کا مطالعہ کریں تو آپ دیکھیں گے کہ اس میں فانوس کی مثال دی گئی ہے۔ فانوس میں ایک چراغ ہوتا ہے جو اپنی روشنی رکھتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنی روشنی رکھتا ہے۔ فانوس روشنی منعکس بھی کرتا ہے۔ اس لحاظ سے اس روشنی کو نور کہنا بھی روا ہے۔

آپ یہاں یہ ''ہیلوجن لیمپ'' دیکھ رہے ہیں۔ اس کے راڈ کو آپ سراج یا وہاج یا راغ کہہ سکتے ہیں۔ جب کہ اس کے "Reflectre" کو منیر کہا جا سکتا ہے۔

لیکن ظاہر ہے کہ مذکور نور سے مراد عام روشنی نہیں ہے۔ بلکہ یہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی حانی روشنی ہے۔

البتہ چونکہ میرے پاس جواب کے لئے پانچ منٹ ہیں لہٰذا میں ایک اور بات بھی کرنا چاہوں گا۔ ''ڈاکٹر ولیم کیمپبل'' نے حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر کیا ہے۔ دیکھئے میں بائبل کے حق میں "Concordance Approch" اور قرآن کے حق میں "Conflict Approch" استعمال کر رہا ہوں۔ کیوں کہ الحمد للہ کسی بھی صورت میں قرآن برحق ہی ثابت ہوتا ہے۔

اگر میں ڈاکٹر ولیم کی بات مان بھی جاؤں اور یہ بات تسلیم کر بھی لوں کہ طوفانِ نوح دُنیا کے بلند ترین پہاڑ سے بھی پندرہ ہاتھ بلند تھا تو ایک اور مسئلہ سامنے آتا ہے۔ کتاب پیدائش کے باب نمبر 7، آیت نمبر 19 اور 20 میں کہا گیا ہے۔!

''اور پانی زمین پر چڑھتا ہی گیا اور بڑھا اور کشتی پانی کے اوپر
تیرتی رہی اور پانی زمین پر بہت ہی زیادہ چڑھا اور سب اونچے
پہاڑ جو دُنیا میں ہیں پانی میں چھپ گئے۔''

اگر آپ طوفانِ نوح کے وقت کا تعین انجیل کی مدد سے کریں تو یہ اکیسویں یا بائیسویں صدی قبل مسیح کا دور بنتا ہے۔ یہ وہ دور ہے جب بابل میں تیسرے اور مصر میں گیارہویں خاندان کی حکومت چل رہی تھی۔ لیکن وہاں اس طوفان کا کوئی اثر نہیں ملتا۔ یعنی یہ خطے طوفان سے بالکل محفوظ رہے۔ پس آثارِ قدیمہ کی شہادت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ طوفانِ نوح کا عالم گیر ہونا یعنی پوری زمین پر محیط ہونا ممکن ہی نہیں ہے۔

رہا یہ سوال کہ قرآن اس بارے میں کیا کہتا ہے تو پہلی بات تو یہ ہے کہ قرآن تاریخ کا تعین نہیں کرتا۔ قرآن یہ نہیں کہتا کہ سیلاب عالم گیر تھا اور ساری زمین اس میں ڈوب گئی تھی۔ قرآن صرف حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کا ذکر کرتا ہے جو ایک چھوٹی قوم بھی ہو سکتی ہے اور بڑی بھی۔

آج ماہرین آثارِ قدیمہ یہ امکان تو تسلیم کرتے ہیں کہ دنیا کا ایک مخصوص علاقہ زیرِ آب آگیا ہو لیکن عالم گیر سیلاب کا نظریہ کوئی بھی تسلیم نہیں کرتا۔ لہٰذا الحمدللہ قرآن تو جدید ترین علوم کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے لیکن بائبل نہیں۔

مزید برآں اگر آپ کتاب پیدائش کے چھٹے باب کی پندرھویں اور سولہویں آیت کا مطالعہ کریں تو آپ دیکھیں گے کہ خدا حضرت نوح علیہ السلام کو حکم دیتا ہے۔!

"اور ایسا کرنا کہ کشتی کی لمبائی تین سو ہاتھ، اس کی چوڑائی پچاس ہاتھ اور اس کی اونچائی تیس ہاتھ ہو۔"

اگر آپ حساب لگائیں تو پتہ چلتا ہے کہ کشتی کا کل حجم ڈیڑھ لاکھ مکعب فٹ سے زیادہ نہیں بنتا اور رقبہ بھی تقریباً 33,750 مربع فٹ بنتا ہے۔ بائبل کہتی ہے کہ کشتی تین منزلہ تھی یعنی کل رقبہ تقریباً ایک لاکھ مربع فٹ تھا۔ یہ کل دستیاب جگہ تھی۔ ذرا تصور کیجئے دنیا کے ہر جاندار کا ایک جوڑا اس ایک لاکھ مربع فٹ میں آنا تھا۔ کیا یہ

ممکن ہے۔؟

دُنیا میں لاکھوں اقسام کے جاندار ہیں۔ اگر میں یہ کہوں کہ اس آڈیٹوریم میں ایک لاکھ لوگ آئے تو کیا آپ تسلیم کرلیں گے؟ مجھے یاد ہے پچھلے سال میں نے کیرالہ میں ایک خطاب کیا تھا۔ وہاں دس لاکھ لوگ آئے تھے۔ وہ میری زندگی کا سب سے بڑا اجتماع تھا۔ تا حدِ نظر لوگ ہی لوگ تھے۔ میں آخر تک دیکھ بھی نہیں پا رہا تھا۔ لیکن وہ ایک ملین وگ کسی آڈیٹوریم میں نہیں تھے۔ یہ لوگ ساحل سمندر پر جمع ہوئے تھے۔ میں سامنے کے چند لوگوں کے علاوہ باقی لوگوں کو دیکھ بھی نہیں سکتا تھا۔ اگر آپ اس اجتماع کی ویڈیو دیکھیں تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ ایک لاکھ لوگ کس قدر ہوتے ہیں۔ اسی طرح عرفات کے اجتماع سے بھی آپ کو اندازہ ہوسکتا ہے جہاں ڈھائی ملین لوگ جمع ہوتے ہیں۔

لہٰذا ایک لاکھ مربع فٹ رقبے میں لاکھوں جانداروں کا رہنا بالکل ناممکن ہے جب کہ انھوں نے اسی جگہ میں چالیس دن رہنا بھی ہو، کھانا پینا بھی ہو اور حوائج ضروریہ سے بھی فارغ ہونا ہو۔

ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ بھی بائبل کی سائنسی اغلاط میں سے ہے۔

عقیدۂ تثلیث کی سائنسی تاویل

سوال نمبر 12:

عیسائی حضرات عقیدۂ تثلیث کی سائنسی تاویل اس طرح کرتے ہیں کہ جس طرح پانی کی تین طبعی صورتیں ہیں یعنی ٹھوس، مائع اور گیس، جیسا کہ وہ برف، پانی اور بھاپ کی شکل میں ہوسکتا ہے، اسی طرح خدا بھی باپ، بیٹے اور روح القدس کی تثلیث کی صورت میں ہے۔ کیا آپ اس کی تاویل کو درست سمجھتے ہیں؟

جواب:

مسیحی حضرات عقیدہ تثلیث کی سائنسی وضاحت اس طرح کرتے ہیں کہ ''جس طرح پانی تین صورتوں یعنی ٹھوس، مائع اور گیس میں پایا جاتا ہے۔ اسی طرح خدا بھی باپ، بیٹے اور روح القدس کی صورت میں موجود ہے۔

سائنسی لحاظ سے مجھے اس بات سے پورا اتفاق ہے کہ پانی کی تین طبعی حالتیں ہوتی ہیں۔ ٹھوس، مائع اور گیس۔ جیسے برف، پانی اور بخارات۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ اپنے اجزاء کے لحاظ سے یہ ایک ہی چیز رہتی ہے۔ پانی کا کیمیائی فارمولا "H2o" ہے۔ یعنی دو ایٹم ہائیڈروجن کے اور ایک ایٹم آکسیجن کا۔ یہ اجزاء اسی طرح رہتے ہیں، ان کا تناسب یہی رہتا ہے صرف طبعی حالت میں تبدیلی ہوتی ہے۔

اب ہم عقیدۂ تثلیث کا جائزہ لیتے ہیں۔ باپ، بیٹا اور روح القدس۔ کیا یہاں بھی صرف حالت ہی تبدیل ہوتی ہے؟ چلئے ہم مان لیتے ہیں کہ یہاں بھی صرف حالت کا فرق پڑتا ہے۔ کیا یہاں بھی اجزاء وہی رہتے ہیں۔؟

باپ اور روح القدس کا وجود روحانی ہے جب کہ انسان گوشت پوست کی مخلوق ہے۔ انسان کو زندہ رہنے کے لئے کھانے پینے کی ضرورت ہوتی ہے جب کہ خدا ان ضرورتوں سے پاک ہے۔ دونوں مختلف ہیں دونوں ایک جیسے کس طرح ہو سکتے ہیں۔؟

اور یہ بات خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بیان سے بھی ثابت ہوتی ہے۔ وہ لوقا کی انجیل میں فرماتے ہیں۔!

''اس نے ان سے کہا ''تم کیوں گھبراتے ہو؟ اور کس واسطے تمہارے دل میں شک پیدا ہوتے ہیں؟ میرے ہاتھ اور میرے پاؤں دیکھو کہ میں وہی ہوں۔ مجھے چھو کر دیکھو کیوں کہ روح کے

گوشت اور ہڈی نہیں ہوتی جیسا کہ مجھ میں دیکھتے ہو، یہ کہہ کر اس نے انھیں اپنے ہاتھ اور پاؤں دکھائے۔ جب مارے خوشی کے ان کو یقین نہ آیا اور تعجب کرتے تھے تو اس نے ان سے کہا کیا یہاں تمہارے پاس کھانے کو کچھ ہے؟ انہوں نے اسے بھنی ہوئی مچھلی کا قتلہ دیا۔ اس نے لے کر ان کے روبرو کھایا۔"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہاں خود فرما رہے ہیں کہ روح گوشت اور ہڈیاں نہیں رکھتی۔ سائنسی طور پر یہ بات ثابت کرنے کے لئے کہ وہ خدا نہیں ہیں، انھوں نے ان کے روبرو مچھلی کا ٹکڑا کھایا اور اس طرح باپ بیٹے اور روح القدس کے ایک ہونے یعنی تثلیث کے عقیدے کو خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے رد کر دیا۔

پوری بائبل میں تثلیث (Trinity) کا لفظ ہی موجود نہیں ہے۔ لیکن قرآن میں اس کا ذکر موجود ہے۔

سورۂ نساء میں ارشاد ہوتا ہے۔!

"وَلَا تَقُولُوا ثَلٰثَةٌ اِنْتَهُوا خَيْرًا لَّكُمْ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ"

(القرآن المجید، پارہ نمبر 6، سورۃ نمبر 4 (النساء)، آیت نمبر 171)

"اور تین نہ کہو، باز آجاؤ یہ تمہارے ہی لئے بہتر ہے۔ اللہ تو بس ایک ہی خدا ہے۔"

سورۂ مائدہ میں ارشاد ہوتا ہے۔!

"لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ٥"

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 6، سورۃ نمبر 5 (المائدہ)، آیت نمبر 73)

''تحقیق ان لوگوں نے کفر کیا جنہوں نے کہا کہ اللہ تین خداؤں میں سے ایک ہے، حالانکہ ایک خدا کے سوا کوئی خدا نہیں ہے، اگر یہ لوگ اپنی ان باتوں سے باز نہ آئے تو ان میں جس جس نے کفر کیا ہے اس کو دردناک سزا دی جائے گی۔''

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ خدا ہیں۔ بائبل میں بھی تثلیث کا تصور موجود نہیں ہے۔ واحد بیان جو تثلیث کے قریب ترین ہو سکتا ہے، یہ ہے۔!

''اور جو گواہی دیتا ہے وہ روح ہے کیونکہ روح سچائی ہے اور گواہی دینے والے تین ہیں، روح، پانی اور خون اور یہ تینوں ایک ہی بات پر متفق ہیں۔''

(یوحنا کا پہلا خط، باب نمبر 5، آیت 7)

اور اس آیت کے بارے میں بائبل کے "Revised Standard Version" میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ یہ آیت الحاقی ہے۔ یعنی اسے بائبل سے نکال ہی دیا گیا ہے، گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کبھی دعویٰ الوہیت نہیں کیا۔

پوری بائبل میں کوئی ایک بیان بھی ایسا موجود نہیں جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہو کہ میں خدا ہوں یا یہ کہا ہو کہ میری عبادت کرو۔ بلکہ اگر آپ بائبل کا مطالعہ کریں تو آپ کو اس قسم کی آیات ملیں گی۔

''اگر تم مجھ سے محبت رکھتے تو اس بات سے کہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں، خوش ہوتے کیوں کہ باپ مجھ سے بڑا ہے۔''

(یوحنا۔ باب 14۔ 28)

''میرا باپ سب سے بڑا ہے۔''

(یوحنا۔باب10۔28)

''میں خدا کی روح کی مدد سے بدروحوں کا نکالتا ہوں۔''

(متی۔باب12۔29)

''میں بدروحوں کو خدا کی قدرت سے نکالتا ہوں۔''

(لوقا۔باب11۔22)

''میں اپنے آپ سے کچھ نہیں کرسکتا۔''

(یوحنا۔باب5۔30)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمارہے ہیں کہ میں اپنے آپ سے کچھ نہیں کرسکتا یعنی جو کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کی مرضی سے کرتا ہوں اور یہی اسلامی عقیدہ ہے۔ مسلمان ہوتا ہی وہ ہے جو اپنی مرضی کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے تابع کردے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسلمان تھے اور اللہ تعالیٰ کے عظیم پیغمبروں میں سے ایک تھے۔

ہمارا ایمان ہے کہ ان کی پیدائش ایک معجزہ تھا۔ ہمارا ایمان ہے کہ وہ اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کردیتے تھے، اندھوں اور کوڑھیوں کو ٹھیک کردیتے تھے۔ ہم ایک عظیم الشان پیغمبر کے ہونے کی حیثیت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا احترام کرتے ہیں۔ لیکن وہ خدا نہیں ہیں۔ قرآن کہتا ہے۔!

''هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝''

''وہ اللہ ایک ہے۔''

زمین گول ہے

سوال نمبر 13:

ڈاکٹر ذاکر صاحب! بائبل جو کچھ زمین کی ساخت وغیرہ کے بارے میں کہتی ہے اس کے بارے میں آپ کیا کہیں گے۔؟

جواب:

بائبل میں زمین کی ساخت کے بارے میں کہا گیا ہے۔!

"پھر ابلیس اسے ایک بہت اونچے پہاڑ پر لے گیا اور دنیا کی سب سلطنتیں اور ان کی شان وشوکت اسے دکھائی۔"

(متی، باب 3، آیت نمبر 4)

اب بات یہ ہے کہ آپ دنیا کے بلند ترین پہاڑ پر ہی کیوں نہ چلے جائیں۔ آپ ماؤنٹ ایورسٹ کی چوٹی پر ہی کیوں نہ چلے جائیں اور فرض کیجئے آپ بہت دور تک دیکھ بھی سکتے ہوں، ہزاروں میل تک دیکھ سکتے ہوں۔ پھر بھی آپ دنیا کی تمام سلطنتیں نہیں دیکھ سکتے۔ کیوں کہ آدھی دنیا زمین کے دوسری طرف ہوگی۔ کسی اونچے مقام سے پوری دنیا کو دیکھنا صرف اسی صورت میں ممکن ہے اگر زمین چپٹی ہو اور یہی بات بائبل بتاتی ہے کہ زمین چپٹی ہے۔ پھر زمین کے بارے میں اسی طرح کا بیان بائبل میں ایک اور جگہ بھی موجود ہے۔!

"میں نے نگاہ کی اور کیا دیکھتا ہوں کہ زمین کے وسط میں ایک نہایت اونچا درخت ہے۔ وہ درخت بڑھا اور مضبوط ہوا اور اس کی چوٹی آسمان تک پہنچی اور وہ زمین کی انتہا تک دکھائی دینے لگا۔"

(دانی ایل، باب 4-10)

مندرجہ بالا صورت حال بھی صرف اسی صورت میں ممکن ہے اگر زمین چپٹی ہو۔ کیوں کہ اگر زمین گول ہے تو پھر زمین کی دوسری طرف سے اس درخت کو کبھی نہیں دیکھا جا سکے گا۔

لیکن آج یہ بات ایک طے شدہ حقیقت کا درجہ رکھتی ہے کہ زمین گول ہے۔

قرآن کی گرامر

سوال نمبر 14:

ڈاکٹر ذاکر نائیک صاحب! آپ کہتے ہیں کہ قرآن میں کوئی غلطی نہیں ہے۔ میں گرامر کی 20 غلطیاں دکھا سکتا ہوں۔ مثال کے طور پر سورۂ بقرہ میں، سورۂ حج میں، سورۂ طٰہٰ میں، کیا آپ ان غلطیوں کی وضاحت کر سکتے ہیں۔؟

جواب:

بھائی نے قرآن میں گرامر کی بیس غلطیوں کی بات کی ہے۔ جس کتاب کے حوالے سے وہ بات کر رہے ہیں وہ عبدالفادی کی کتاب ہے۔ "Is Quran Infalbibile" میں ان 20 بیس غلطیوں کی وضاحت اکٹھی ہی کر دوں گا۔

پہلی بات تو سمجھنے کی یہ ہے کہ عربی کی زبان کی تمام تر گرامر لی ہی قرآن سے گئی ہے۔ قرآن عربی زبان و ادب کا اعلیٰ ترین معیار اور حوالہ ہے۔ عربی گرامر کی نصابی کتاب ہی قرآن مجید ہے۔ جب قرآن ہی نصاب ہے اور قرآن ہی سے گرامر اخذ کی گئی ہے تو صاف ظاہر ہے کہ گرامر کی کوئی غلطی قرآن میں ہو ہی نہیں سکتی۔

آپ کے پاس پیمائش کے لئے ایک آلہ ہے۔ اسی آلے سے پیمائش کر کے آپ نے صحیح اور غلط کا فیصلہ کرنا ہے۔ اس پیمانے کو آپ کس طرح غلط کہہ سکتے ہیں۔ یہ غیر منطقی بات ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ مختلف عرب قبائل کی زبان میں فرق موجود ہے۔ ڈاکٹر ولیم بھی جانتے ہوں گے کہ زبان میں تبدیلی مختلف قبائل کے لحاظ سے ہوتی ہے۔ ایک لفظ کو ایک قبیلہ مونث سمجھتا ہے تو دوسرے لوگ اسے مذکر قرار دیتے ہیں۔ تذکیرہ و تانیث کا اختلاف بھی موجود ہے اور گرامر کا بھی۔

اس صورتِ حال میں آپ ان عرب قبائل کی زبان اور گرامر کو معیار بنا کر قرآن کی زبان کے بارے میں کوئی فیصلہ کس طرح صادر کر سکتے ہیں۔؟ قرآن کا معیارِ فصاحت و بلاغت اتنا بلند ہے کہ قرآن پر کوئی اعتراض اس حوالے سے ہو ہی نہیں سکتا۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ اس حوالے سے متعدد کتابیں موجود ہیں۔ انٹرنیٹ پر کوئی بارہ غلطیاں گنوا رہا ہے اور کوئی بیس غلطیاں۔ آپ کا کیا خیال ہے یہ غلطیاں تلاش کرنے والے کون ہیں؟ کیا یہ غیر مسلم ہیں۔؟ نہیں یہ مسلمان ہی ہیں۔ زامک شریف جیسے لوگ۔ یہ لوگ کرتے کیا ہیں۔ یہ جانتے ہیں کہ قرآن کا معیار اس قدر بلند ہے کہ بعض اوقات قرآن گرامر کے عام اصولوں سے بلند ہو کر بات کرتا ہے اور قرآن مجید کے اسی بلند معیار کو ثابت کرنے کے لئے ایسی مثالیں علماء پیش کرتے ہیں۔

انہی مثالوں کو بعض لوگ غلطیاں بنا کر پیش کر دیتے ہیں۔ میں ایک مثال آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں اور آپ کو بیس کی بیس غلطیوں کا جواب مل جائے گا۔

قوم حضرت لوط کے حوالے سے کہا گیا ہے کہ انہوں نے پیغمبروں کا انکار کیا۔ اسی طرح قوم حضرت نوح کے حوالے سے بھی کہا گیا ہے کہ انہوں نے پیغمبروں کا انکار کیا لیکن ہم جانتے ہیں کہ ان اقوام کی طرف ایک ایک پیغمبر کو مبعوث کیا گیا تھا۔ قرآن کو پیغمبروں کی جگہ پیغمبر یعنی واحد کا صیغہ استعمال کرنا چاہیے تھا۔ ایک عام آدمی کے لحاظ سے یہ بھی گرامر کی غلطی ہے لیکن جو لوگ عربی ادب سے آشنا ہیں وہ

جانتے ہیں کہ یہی قرآنی اسلوب کا حُسن ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام کا بنیادی پیغام ایک ہی تھا۔لہٰذا ایک کا انکار درحقیقت سب کا انکار ہے۔

آپ نے قرآن کی بلاغت اور حسن ملاحظہ فرمایا؟ کوئی کہتا رہے کہ یہ غلطی ہے لیکن یہ غلطی ہرگز نہیں ہے۔

اسی طرح انیس شورش جیسے لوگ کہتے ہیں کہ ''کن فیکون'' غلط ہے کیونکہ صیغہ ماضی کے لحاظ سے ''کن فکان'' ہونا چاہئے۔لیکن یہاں بھی وہ قرآنی بیان کے حُسن کو نہیں سمجھ پائے۔یہاں جان بوجھ کر ماضی کا صیغہ نہیں استعمال کیا گیا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ماضی میں ایسا کیا اور وہ حال اور مستقبل میں بھی ایسا کرسکتا ہے۔

یونس و عیسیٰ اور تین دن تین راتیں

سوال نمبر 15:

بائبل میں ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام تین دن اور تین راتیں مچھلی کے پیٹ میں رہے۔اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام تین دن اور تین رات زمین کے پیٹ میں رہیں گے۔کیا یہ غیبی خبر سچی تھی اور کیا یہ پیشن گوئی پوری ہوئی۔؟

جواب:

جس آیت کا آپ نے حوالہ دیا ہے وہ متی کی انجیل کے بارہویں باب میں ہے۔!اس کی عبارت کچھ یوں ہے۔!

''اس پر بعض فقیہوں اور فریسیوں نے جواب میں اس سے کہا کہ اے استاد! ہم تجھ سے ایک نشان دیکھنا چاہتے ہیں۔اس نے جواب دے کر ان سے کہا اس زمانہ کے بُرے اور زنا کار لوگ

نشان طلب کرتے ہیں مگر یوناہ نبی کے نشان کے علاوہ کوئی اور نشان ان کو نہ دیا جائے گا۔ کیوں کہ جیسے یوناہ تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہا ویسے ہی ابن آدم تین رات دن زمین کے پیٹ کے اندر رہے گا۔"

دیکھیے! اس پیش گوئی میں واضح طور پر حضرت یونس علیہ السلام کی مثال دی گئی ہے کہ جس طرح وہ تین راتیں اور تین دن مچھلی کے پیٹ میں رہے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام تین راتیں اور تین دن زمین کے پیٹ میں رہیں گے۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مصلوب ہونے کی جو داستان ہمیں بائبل سناتی ہے اس کے مطابق تو انہیں جمعہ کے دن مصلوب کیا گیا۔ رات گئے دفن کیا گیا اور اتوار کو قبر خالی تھی۔ یہ دو دن بھی نہیں بنتے بلکہ زیادہ سے زیادہ ایک دن اور دو راتیں بنتی ہیں۔ تین دن اور تین راتیں نہیں۔

ڈاکٹر ولیم اپنی کتاب میں اس بات کا جواب دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ دن کے ایک حصے کو پورا دن شمار کیا جا سکتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر ایک مریض ہفتے کے شب بیمار ہوا اور اگر پیر کے دن میں اس سے پوچھوں کہ وہ کتنے دن بیمار ہے تو وہ یہی جواب دے گا کہ تین دن سے۔

ہم ان کی بات مان لیتے ہیں۔ ٹھیک ہے اسی طرح ہوگا۔ لیکن پیر کے دن کوئی مریض یہ ہرگز نہیں کہے گا کہ تین دن اور تین راتیں۔ میں چیلنج کرتا ہوں۔ میں نے الحمد للہ! بہت مریض دیکھے ہیں اور ان میں مسیحی مریض بھی شامل تھے۔ لیکن کسی بھی مریض نے جو گزشتہ پرسوں رات کو بیمار ہوا ہو یہ کبھی نہیں کہا کہ میں تین دنوں اور تین راتوں سے بیمار ہوں۔ جب کہ بائبل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرما رہے ہیں تین دن اور تین راتیں۔ لہٰذا یہ ایک ریاضیاتی غلطی ہے۔

سائنسی لحاظ سے تقابل حضرت یونس علیہ السلام کے ساتھ کیا جائے تو یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ وہ تین دن مچھلی کے پیٹ میں کیسے رہے؟ زندہ یا مردہ؟ جواب ہوگا زندہ۔ مچھلی تین دن انہیں زندہ لے کر سمندر میں پھرتی رہی۔ وہ زندہ تھے، جب انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تب مچھلی نے انہیں ساحل پر اگلا تو وہ زندہ تھے۔ زندہ، زندہ، زندہ۔

لیکن جب پوچھا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تین دن زمین میں کیسے رہے تو جواب کیا ہوگا؟ زندہ یا مردہ۔؟

اگر وہ مردہ تھے تو پیشن گوئی پوری نہیں ہوئی۔ اگر زندہ تھے تو پھر وہ مصلوب ہی نہیں ہوئے۔ میں اپنے ایک خطاب میں اس موضوع پر گفتگو کر چکا ہوں کہ حضرت مسیح علیہ السلام مصلوب ہوئے تھے یا نہیں؟ اور درست بات وہی ہے جو قرآن بتاتا ہے یعنی۔

"وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ"

(القرآن المجید، پارہ نمبر 6، سورۃ نمبر 4 (النساء)، آیت نمبر 157)

"حالانکہ فی الواقعہ انہوں نے نہ اس کو قتل کیا اور نہ مصلوب کیا بلکہ معاملہ ان کے لئے مشتبہ کر دیا گیا۔"

ڈارون اور ارتقاء کی تھیوری

سوال نمبر 16:

اسلام ہمیں ارتقاء کے بارے میں کیا بتاتا ہے۔؟

جواب:

جب آپ ڈارون کے نظریۂ ارتقاء کے حوالے سے بات کرتے ہیں تو

ڈارون کا معاملہ یہ ہے کہ وہ ایک جہاز میں جس کا نام ''ایچ ایم ایچ بیگل'' تھا، ایک سفر پر نکلا، جزائر میں گیا، وہاں اس نے مشاہدات کئے اور اس کے نتیجے میں قدرتی چناؤ کا نظریہ وضع کیا۔

لیکن اس نے اپنے ایک دوست ''تھامس تھامپٹن'' کو ایک خط لکھا جس میں اس نے کہا کہ میں ''قدرتی چناؤ کے نظریے کے لئے کوئی ثبوت فراہم نہیں کر سکتا لیکن چوں کہ اس سے مجھے مدد ملتی ہے لہٰذا میں نے اسے اپنا لیا ہے۔''

ڈارون کا نظریہ محض ایک نظریہ ہے۔ کوئی ثابت شدہ حقیقت نہیں ہے اور میں نے اپنی گفتگو کی ابتدا میں یہ بات واضح کر دی تھی کہ قرآن نظریات اور مفروضوں کے خلاف ہو سکتا ہے، کیوں کہ یہ نظریات بعض اوقات بالکل ہی اُلٹے ہو جایا کرتے ہیں۔ لیکن آپ قرآن اور کسی ثابت شدہ حقیقت میں کوئی اختلاف نہیں پائیں گے۔

ہمارے اسکولوں میں ڈارون کا نظریہ اس طرح پڑھایا جا رہا ہے جیسے یہ کوئی ثابت شدہ حقیقت ہو۔ حالانکہ یہ نظریہ ہرگز ثابت شدہ نہیں۔ اس کا کوئی سائنسی ثبوت موجود نہیں اور پھر یہ کہ بہت سی کڑیاں گم شدہ ہیں۔

یہ وجہ ہے کہ ہم نے کسی دوست سے مذاق کرنا ہو یا اس کی تضحیک کرنی ہو تو کہتے ہیں کہ ''اگر تم ڈارون کے وقت میں ہوتے تو اس کا نظریہ درست ثابت ہو جاتا۔'' جس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ بندر نما ہے۔

میں ان چاروں طرح کے فوسلز کے بارے میں جانتا ہوں جو دستیاب ہیں لیکن اس کے باوجود کئی کڑیاں گمشدہ ہیں۔

حیاتیات کے بارے میں قرآن ہمیں بتاتا ہے۔!

''وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ''

(القرآن المجید، پارہ نمبر 17، سورۃ نمبر 21 (الانبیاء)، آیت نمبر 30)

''اور (ہم نے) پانی سے ہر زندہ چیز پیدا کی۔''

عصر حاضر کے اکثر انسان جانتے ہیں کہ ہر زندہ مخلوق کی بنیادی اکائی خلیہ ہے اور خلیہ بیش تر سائٹو پلازم پر مشتمل ہوتا ہے جو کہ تقریباً نوے فیصد پانی ہوتا ہے۔ ہر زندہ مخلوق پچاس فی صد سے نوے فی صد پانی پر مشتمل ہوتی ہے۔ کیا عرب کے صحراؤں میں کسی کو یہ اندازہ ہو سکتا تھا یا ایسا خیال بھی آسکتا تھا کہ ہر زندہ چیز پانی سے بنی ہے۔

اور قرآن مجید تو یہ حقیقت چودہ سو تیس (1430) سال سے بھی زیادہ عرصہ پہلے بیان کر چکا ہے۔

موجود بائبل اور متن و ترجمہ

سوال نمبر 17:

کیا متن اور ترجمہ ایک ہی چیز ہے؟ اگر نہیں تو کیا موجودہ انگریزی بائبل وہی انجیل ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عطا ہوئی تھی۔؟

جواب:

''متن'' اور ''ترجمہ'' دو مختلف الفاظ ہیں جو دو مختلف معانی رکھتے ہیں۔ لہٰذا سائنسی طور پر آپ ایک متن اور اس کے ترجمے کو ایک ہی چیز نہیں قرار دے سکتے۔

کیا حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام پر وحی انگریزی زبان میں نازل ہوئی تھی؟ یہ ایک بہت اچھا سوال ہے کہ کیا متن اور ترجمہ ایک ہی چیز ہو سکتے ہیں؟ جواب ہے ''نہیں'' متن اور ترجمہ کبھی ایک چیز نہیں ہو سکتے۔ ترجمہ متن کے قریب ترین ہو سکتا ہے لیکن متن کا نعم البدل کبھی نہیں ہو سکتا۔

مولانا عبدالماجد دریابادی نے کہا تھا کہ ترجمے کے لحاظ سے دنیا کی سب

سے مشکل کتاب قرآن مجید ہے کیونکہ قرآن کی زبان اس قدر بلیغ ہے، اس قدر بلند ہے اور اس قدر عظیم ہے کہ اس کا ترجمہ مشکل ترین کام ہے۔ ایک ایک لفظ کے متعدد معانی ہیں۔ اگر ترجمے میں کوئی غلطی ہو جاتی ہے تو یہ انسانی کام ہے لہٰذا وہ انسانی غلطی ہوگی اور ترجمہ کرنے والا اس کے لئے موردِ الزام ہوگا نہ کہ اللہ تعالیٰ۔

بائبل انگریزی زبان میں نازل نہیں ہوئی تھی۔ عہد نامہ قدیم عبرانی زبان میں تحریر ہوا تھا جب کہ عہد نامہ جدید یونانی زبان میں۔

اگرچہ عیسیٰ علیہ السلام عبرانی زبان بولتے تھے لیکن انجیل کا مسودہ یونانی زبان میں ہے۔ اصل عبرانی مسودہ دستیاب نہیں ہے۔ بلکہ کیا آپ جانتے ہیں کہ عہد نامہ قدیم کا عبرانی متن بھی دراصل یونانی زبان سے دوبارہ عبرانی ترجمہ ہے۔ یعنی عہد نامہ قدیم کا اصل عبرانی متن بھی دستیاب نہیں ہے۔ لہٰذا یہاں دوہرا مسئلہ ہے۔ چنانچہ اس بات پر حیرت نہیں ہونی چاہئے کہ اس میں بہت سی اغلاط موجود ہیں۔

لیکن قرآن کا معاملہ الحمد للہ! یہ ہے کہ اصل عربی متن محفوظ ہے۔ آپ سائنسی طور پر ثابت کر سکتے ہیں کہ یہ اصل متن ہے۔

لیکن ہمارا یقین اسی بات پر ہے جو قرآن میں کر دی گئی ہے۔!

"وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ"

(القرآن المجید، سورۃ نمبر 13 (الرعد)، آیت نمبر 38)

"تحقیق آپ سے پہلے بھی ہم نے رسول بھیجے۔"

ان رسولوں پر کتابیں بھی نازل ہوئی تھیں۔ جن میں سے چار کے ناموں کا ذکر بھی کیا گیا ہے یعنی تورات، زبور، انجیل اور قرآن۔ تورات سے مراد وہ وحی ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی۔ زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر، انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر جب کہ قرآن مجید حضرت محمد ﷺ پر نازل کیا گیا۔ لیکن

موجودہ بائبل ہرگز وہ انجیل نہیں ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی۔

قرآن اور سائنس کی مطابقت کی حد

سوال نمبر 18:

سائنس تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ اگر قرآن اور سائنس میں اتنی ہی مطابقت ہے جتنی آپ بتا رہے ہیں تو پھر اگر سائنسی نظریات ہی تبدیل ہو جائیں تو اس صورت میں کیا ہوگا۔؟

جواب:

سوال بہت اہم ہے کہ قرآن اور جدید سائنس کے درمیان مطابقت ثابت کرنے کے لئے اتنی محنت کی جاتی ہے۔ اگر جدید سائنس غلط ثابت ہو جائے تو پھر کیا ہوگا؟ کیا سائنس میں ہونے والی تبدیلیوں کے لحاظ سے قرآن بھی بدل جاتا ہے؟ یہ ایک بہت اچھا سوال ہے۔

ہم صرف اور صرف مصدقہ حقائق کے بارے میں ہی بات کرتے ہیں۔ سائنسی نظریات اور مفروضوں کے بارے میں نہیں۔ کیوں کہ مصدقہ حقائق، ثابت شدہ حقائق تبدیل نہیں ہوتے۔ مثال کے طور پر یہ حقیقت کہ دنیا گول ہے۔ ثابت شدہ حقائق یوٹرن نہیں لیتے۔ لیکن غیر ثابت شدہ، غیر مصدقہ نظریات کا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ وہ یوٹرن بھی لے سکتے ہیں۔

میں ایسے علماء کے بارے میں بھی جانتا ہوں جو ڈارون کے نظریہ ارتقا کا ثبوت قرآن سے دینے کی کوشش کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ ایک نامعقول بات ہے۔ لہٰذا ہمیں یہ رویہ قطعاً نہیں اپنانا چاہئے کہ ہر چیز کو جدید سائنس کے ہر نظریے کو قرآن سے ثابت کرنے کی کوشش شروع کر دیں۔ ہمیں پہلے دیکھنا چاہئے کہ نظریے کی

حیثیت ایک ثابت شدہ حقیقت کی ہے یا محض مفروضے کی۔ مفروضہ درست بھی ہوسکتا ہے اور غلط بھی۔

آپ جانتے ہیں کہ ایک نظریہ یہ بھی ہے کہ نسل انسانی کا ارتقا جینز کے ایک جوڑے سے ہوا ہے اور جینز ہی آدم وحوا تھے۔ لیکن میں اس نظریے کو بھی اپنی گفتگو میں زیر بحث نہیں لاتا کیونکہ یہ نظریہ ابھی تک محتاج ثبوت ہے۔

چنانچہ قرآن اور سائنس کی مطابقت کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے یہ بات ہمیشہ پیش نظر رہنی چاہئے کہ آپ مصدقہ حقائق کی بنیاد پر گفتگو کریں مفروضوں کی بنیاد پر نہیں۔

قرآن سائنس سے بدرجہا بہتر ہے۔ لہٰذا میں جدید سائنس کے ذریعے قرآن کی حقانیت ثابت کرنے کی کوشش نہیں کر رہا۔ قرآن کے منزل من اللہ ہونے کا ثبوت جدید سائنس سے فراہم نہیں کر رہا ہرگز نہیں۔ بلکہ میں تو صرف یہ کرتا ہوں کہ چونکہ ایک مسلمان کے برعکس ایک غیر مسلم اور دہریے کے لئے شاید اصل معیار جدید سائنس ہو لہٰذا میں انہی کے معیار، انہی کے پیمانے کو استعمال کرتے ہوئے قرآن مجید کی برتری کا ثبوت فراہم کرتا ہوں تاکہ وہ قرآن پر ایمان لائیں۔

قرآن اور موجودہ بائبل

سوال نمبر 19:

کیا بائبل اور قرآن میں تضادات موجود ہیں۔؟

جواب:

اس سوال کی مجھے مکمل طور پر سمجھ تو نہیں آئی۔ آپ قرآن کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہیں یا بائبل کے بارے میں؟ بہر حال میں دونوں سوالات کا جواب

دے دیتا ہوں۔

جہاں تک قرآن کا تعلق ہے تو سورۂ نساء میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔!

"اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا٥"

(القرآن المجید، سورۃ نمبر 4 (النساء)، آیت نمبر 82)

"کیا یہ لوگ قرآن پر غور وفکر نہیں کرتے؟ اگر یہ غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو اس میں کثیر اختلاف پایا جاتا۔"

لہٰذا قرآن مجید میں تو تضاد کی کوئی ایک بھی مثال موجود نہیں ہے اور جہاں تک سوال ہے موجودہ بائبل کا تو صورت یہ ہے کہ بائبل کے تضادات گنوانے کے لئے پانچ منٹ کا وقت بہت تھوڑا ہے بلکہ اگر مجھے پانچ دن بھی دے دیئے جائیں تو پھر بھی یہ وقت بہت تھوڑا ہے۔.........!!

کعبہ مرکزِ عالم اور عبادت

سوال نمبر 20:

محترم ڈاکٹر ذاکر نائیک صاحب! آپ فرماتے ہیں کہ خدا حیی و قیوم ہے، وہ جسم سے پاک ہے اور اس کا تصور نہیں کیا جا سکتا، اگر ایسا ہے تو مسلمان حج کیوں کرتے ہیں اور وہ ہندوؤں کی طرح مقاماتِ مقدسہ کی عبادت کیوں کرتے ہیں۔؟

جواب:

بہت اچھا سوال ہے کہ اگر اسلام کا عقیدہ یہ ہے کہ خدا کی تجسیم یا تصور ممکن نہیں اور خدا ان چیزوں سے پاک ہے تو پھر مسلمان دورانِ حج مقاماتِ مقدسہ کی

عبادت کیوں کرتے ہیں؟ مقاماتِ مقدسہ سے ان کی مراد کعبہ ہے۔

بھائی! یہ ایک صریح غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ ہم مسلمان کعبہ کی عبادت کرتے ہیں حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ ہم صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں جس کو دیکھنا اس دنیا میں ممکن نہیں ہے۔ کعبہ ہمارے لئے صرف قبلہ ہے۔ جس کا مطلب ہے سمت (Direction) کعبہ ہمارا قبلہ ہے اور قبلے کے تعین کی ضرورت اس لئے ہے کہ ہم مسلمان اتحاد پر یقین رکھتے ہیں، یگانگت پر یقین رکھتے ہیں۔ اب فرض کیجئے ہم نماز پڑھنے لگے ہیں، ہوسکتا ہے کچھ لوگ کہیں کہ مغرب کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنی چاہئے اور کچھ کہیں کہ شمال کی طرف منہ ہونا چاہئے۔ کس طرف منہ کر کے نماز پڑھی جائے گی۔؟

لہٰذا چونکہ ہم اتحاد و یگانگت پر یقین رکھتے ہیں۔ اسی لئے ایک سمت دنیا بھر کے مسلمانوں کے لئے معین کر دی گئی ہے کہ ہمیشہ اسی سمت یعنی قبلے کی سمت رُخ کر کے نماز پڑھی جائے۔ قبلہ یا کعبہ محض ایک سمت ہے، ہم اس کی عبادت قطعاً نہیں کرتے۔

دُنیا کا نقشہ سب سے پہلے مسلمانوں نے بنایا تھا۔ مسلمانوں کے بنائے ہوئے نقشے میں قطب جنوبی کو اوپر اور قطب شمالی کو نیچے رکھا گیا تھا۔ اس نقشے کی رو سے کعبہ دنیا کے مرکز میں واقع تھا۔ بعد ازاں جب مغربی سائنس دانوں نے دنیا کا نقشہ تیار کیا تو انھوں نے اس کا رُخ الٹ دیا یعنی قطب شمالی کو اوپر کر دیا اور قطب جنوبی کو نیچے لیکن الحمد للہ! کعبہ پھر بھی اس نقشے کے مرکز میں ہی رہا۔ مکہ پھر بھی دنیا کا مرکز ہی رہا۔

اب چونکہ مکہ مکرمہ مرکز میں ہے لہٰذا اگر کوئی مسلمان کعبہ کے شمال میں ہے تو اسے جنوب کی طرف رُخ کر کے نماز ادا کرنا ہوگی اور اگر وہ کعبہ کے جنوب میں ہے تو

شمال کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھے گا۔ لیکن پوری دنیا کے مسلمان ایک ہی طرف رُخ کر کے فریضۂ نماز ادا کریں گے۔ یعنی کعبے کی طرف رُخ کر کے، کعبہ ہمارا قبلہ ہے۔ ہمارا سمت نماز ہے، ہمارا معبود نہیں ہے۔ کوئی بھی مسلمان کعبے کی عبادت ہرگز نہیں کرتا۔

اسی طرح جب ہم حج کے لئے جاتے ہیں تو کعبے کا طواف کرتے ہیں۔ آپ سب جانتے ہیں کہ دائرے کا ایک مرکز ہوتا ہے۔ اور اس طرح دائرے میں چکر لگا کر ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ کائنات کا مرکز صرف اور صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات ہے۔ طواف کا مقصد عبادت ہرگز نہیں ہے۔

صحیح مسلم، کتاب الحج کی ایک حدیث کا مفہوم ہے۔!

> "خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حج کے موقع پر حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے فرمایا کہ میں تجھے بوسہ دے رہا ہوں کیوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے دیکھا ہے۔ ورنہ! میں جانتا ہوں کہ تو ایک سیاہ پتھر ہے جو نہ فائدہ پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان۔"

اسی طرح کعبہ کے معبود نہ ہونے کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ دورِ رسالت مآب ﷺ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کعبے کی چھت پر کھڑے ہو کر اذان دیا کرتے تھے۔ یعنی مسلمانوں کو نماز کے لئے بلایا کرتے تھے۔ اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ بتائیں کیا کوئی بھی شخص اپنے معبود کے اوپر چڑھنا گوارا کر سکتا ہے؟ کیا آج تک کوئی بت پرست اپنے بُت کے اوپر کھڑا ہونا پسند کرتا ہے؟ میرا خیال ہے کہ یہ اس بات کا کافی ثبوت ہے کہ مسلمان کعبے کو اپنا معبود نہیں سمجھتے۔ کعبہ ان کے لئے محض قبلہ یعنی سمت نماز ہے اور عبادت وہ صرف ایک ہی خدائے واحد و برتر کی کرتے ہیں۔

جسے دیکھنا اس دنیا میں اور ان آنکھوں سے ممکن ہی نہیں ہے۔

اسلام اور ہندومت

سوال نمبر 21:

آپ کہتے ہیں کہ عالمی بھائی چارہ اسلام کے ذریعے ہی ممکن ہے حالانکہ اسلام تو دنیا کے لوگوں کو دو گروہوں میں تقسیم کر دیتا ہے۔ یعنی کافر اور مسلمان۔ ظاہر ہے کہ ہم اسلام کی بہت سی باتوں پر یقین نہیں رکھتے۔ اسلام صرف تقسیم کو تقویت دیتا ہے۔ ہم شیعہ سنی اور ستر دیگر فرقے بھی دیکھ رہے ہیں، عالمی بھائی چارہ صرف ہندو مذہب قائم کر سکتا ہے۔ اسلام تو گائے کو قتل کرنے، کفار کو قتل کرنے کی تعلیم دیتا ہے اور آپ بھائی چارے کی بات کرتے ہیں۔؟

جواب:

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ ''اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔'' بھائی چارے کے برقرار رہنے کے لئے صبر کرنا بہت ضروری ہے۔ اب اگر میں صبر نہ کروں تو میرے اور بھائی کے درمیان جھگڑا ہو جائے گا۔

''یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ○''

(القرآن المجید، پارہ نمبر 1، سورۃ نمبر 2 (البقرۃ) آیت نمبر 153)

''اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد لو، بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

ہو سکتا ہے کہ آپ نے ہندومت کا اچھا مطالعہ کر رکھا ہو لیکن مجھے معذرت کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ میں ان کی باتوں سے اتفاق نہیں کرتا۔ اسلام کے بارے میں

آپ کا علم ہرگز کافی نہیں ہے۔

البتہ آپ کی ایک بات سے مجھے ضرور اتفاق ہے اور وہ یہ کہ اسلام لوگوں کو دو گروہوں میں رکھتا ہے۔ ایک وہ جو ایمان لائے یعنی مومن اور دوسرے وہ جو ایمان نہیں لائے یعنی کافر۔ جیسا کہ بھائی نے خود بھی کہا ''کافر''۔ لیکن یہ تقسیم تو دنیا کے ہر مذہب میں موجود ہے۔ خود ہندومت میں بھی موجود ہے۔ یعنی لوگ ہندو ہوتے ہیں یا غیر ہندو۔ اسی طرح عیسائیت کے حوالے سے دیکھا جائے تو کوئی شخص یا تو عیسائی ہو گا یا غیر عیسائی۔ یہودیت کے حوالے سے ایک انسان یا تو یہودی ہو گا یا غیر یہودی۔ بالکل اسی طرح اسلامی تناظر میں دیکھا جائے تو ایک شخص یا تو مسلمان ہو گا یا غیر مسلم۔ میں ہندومت پر تنقید نہیں کرنا چاہتا۔ لیکن چونکہ سوال پوچھنے والے ایک پڑھے لکھے شخص ہیں لہٰذا میں ہندومت کے بارے میں بھی کچھ گفتگو کرنا چاہوں گا۔

میں تقابل ادیان کا طالب علم ہوں۔ میں نے ویدوں کا مطالعہ کر رکھا ہے۔ میں نے اپنشد بھی پڑھ رکھے ہیں۔ سو یہاں میں بس ایک چھوٹی سی بات عرض کرنا چاہوں گا۔ ویدوں کی تحریر کے مطابق انسان خدا کے جسم سے پیدا ہوئے ہیں۔ برہمن سر سے پیدا ہوئے۔ سینے سے کھتری، رانوں سے ویش اور پیروں سے شودر پیدا کئے گئے اور یوں ذات پات کا نظام وجود میں آتا ہے۔

میرے بھائی! میں یہاں یہ باتیں نہیں کرنا چاہتا۔ میں اپنے ہندو بھائیوں کے جذبات کو ٹھیس بھی نہیں پہنچانا چاہتا۔ کیونکہ اسلام ہمیں یہ تعلیم نہیں دیتا۔ میں ان باتوں پر تبصرہ نہیں کرتا کیوں کہ میں کسی مذہب پر تنقید نہیں کرنا چاہتا۔ میں یہ گفتگو نہیں کرنا چاہتا کہ فلاں مذاہب میں کیا برائیاں ہیں۔

لیکن اگر آپ ویدوں کا اچھی طرح مطالعہ کر چکے ہیں تو آپ کو یہاں آخر سامعین کے سامنے یہ گواہی دینی چاہیے کہ کیا ویدوں میں یہ نہیں لکھا ہوا کہ برہمن خدا

کے سر سے اور شودر پاؤں سے پیدا ہوئے ہیں اور کیا ذات پات کا ایک طبقاتی نظام ویدوں میں نہیں بنا دیا گیا جس میں ایک مذہبی علما کا طبقہ ہے، ایک جنگجوؤں کا اور حکمرانوں کا طبقہ ہے، ایک کاروباری طبقہ ہے اور ایک شودورں کا مظلوم، استحصال زدہ طبقہ ہے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر امبید کر جیسے لوگوں نے جو کتابیں لکھیں ہیں ان کی تفصیل میں میں نہیں جانا چاہتا۔ لیکن میرے بھائی، ہندومت کے بارے میں میں بہت کچھ پڑھ چکا ہوں اور میں ہندو مذہب کے بعض پہلوؤں کی قدر بھی کرتا ہوں۔ ہندومت کی بعض باتوں سے مجھے اتفاق ہے۔ میں اس موضوع پر بولنا نہیں چاہتا تھا لیکن مجھے مجبور کر دیا گیا لہٰذا مجھے بولنا پڑا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔!

''وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ''

(القرآن المجید، سورۃ نمبر 6 (الانعام)، آیت نمبر 108)

''(اور اے مسلمانو!) یہ لوگ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں انہیں گالیاں نہ دو، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ شرک سے آگے بڑھ کر جہالت کی بنا پر اللہ کو گالیاں دینے لگیں۔''

میں نے اپنی گفتگو کے دوران میں ہندومت کا مثبت پہلو دکھانے کی کوشش کی اور یہ دکھایا کہ ہندو مذہب میں بھی خدائے واحد کا تصور موجود ہے۔ آپ نے اپنے سوال میں کہا کہ مسلمان ''لوگوں کو قتل کرتے ہیں اور گائے کا قتل کرتے ہیں۔''

دیکھیں بات یہ ہے کہ آپ کے ہر الزام کا جواب دینے کے لئے کافی وقت چاہئے جبکہ ہمارے پاس وقت محدود ہے۔ لہٰذا میں آپ کے چند سوالات کا جواب دیتا ہوں۔ اس کے بعد اگر آپ چاہیں تو بعد میں دوبارہ پوچھ سکتے ہیں۔ مجھے جواب دے

کر اور آپ کی غلط فہمیاں دور کر کے خوشی ہوگی۔ اگر میں یہاں وضاحت کر سکا تو اسی صورت میں اسلام کی درست تفہیم ہوگی۔

اسلام حکم دیتا ہے کہ پیغام خداوندی کو حکمت کے ساتھ پھیلایا جائے۔ سورۂ نحل میں ارشاد ہوتا ہے۔!

''اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ اِنَّ رَبَّکَ ھُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِہٖ وَھُوَ اَعْلَمُ بِالْمُھْتَدِیْنَ٥''

اے غیب کی خبریں بتانے والے نبی! اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دو حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ اور لوگوں سے مباحثہ کرو ایسے طریقہ پر جو بہترین ہو، تمہارا رب ہی زیادہ بہتر جانتا ہے کہ کون اس کی راہ سے بھٹکا ہوا ہے اور کون راہ راست پر ہے۔''

سب سے پہلے ہم گوشت خوری کا معاملہ دیکھتے ہیں۔ آپ نے ''گائے کو قتل کرنے'' کی بات کی۔ بہت سے غیر مسلم یہ کہتے ہیں کہ ''تم مسلمان ظالم لوگ ہو کیونکہ تم جانوروں کو قتل کرتے ہو۔'' سب سے پہلے تو میں آپ کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ ایک شخص گوشت کھائے بغیر بھی مسلمان ہو سکتا ہے۔ اچھا مسلمان ہونے کے لئے گوشت کھانا ضروری نہیں ہے۔ یعنی اسلام اور گوشت خوری لازم و ملزوم نہیں ہیں۔ لیکن چونکہ قرآن ہمیں متعدد مقامات پر گوشت خوری کی اجازت دیتا ہے تو ہم گوشت کیوں نہ کھائیں۔؟

سورۂ مائدہ میں ارشاد ہوتا ہے۔!

''یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ اُحِلَّتْ لَکُمْ

بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ إِلَّا مَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَأَنتُمْ حُرُمٌ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ○"

(القرآن المجید، پارہ نمبر 6، سورۃ نمبر 5 (المائدہ)، آیت نمبر 1)

"اے ایمان والو! وعدوں کو پورا کرو، تمہارے لئے مویشی کی قسم کے سب جانور حلال کئے گئے، سوائے ان کے جو آگے چل کر تم کو بتائے جائیں گے لیکن احرام کی حالت میں شکار کو اپنے لئے حلال نہ کرلو، بے شک اللہ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔"

اس طرح سورہ نحل میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔!

"وَالْأَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ وَمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ○"

(القرآن المجید، پارہ نمبر 14، سورۃ نمبر 16 (النحل)، آیت نمبر 5)

"اس نے جانور پیدا کئے جن میں تمہارے لئے پوشاک بھی ہے اور خوراک بھی اور طرح طرح کے دوسرے فائدے بھی۔"

سورہ مومنون میں پھر ارشاد ہوتا ہے۔!

"وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِيكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِهَا وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ كَثِيرَةٌ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ○"

(القرآن المجید، پارہ نمبر 18، سورۃ نمبر 23 (المومنون)، آیت نمبر 21)

"اور حقیقت یہ ہے کہ تمہارے لئے مویشیوں میں بھی ایک سبق ہے۔ ان کے پیٹوں میں جو کچھ ہے اسی میں سے ایک چیز (یعنی دودھ) ہم تمہیں پلاتے ہیں اور تمہارے لئے ان میں بہت سے دوسرے فائدے بھی ہیں۔ تم ان کو کھاتے ہو۔"

یہاں ڈاکٹر حضرات موجود ہیں اور میں خود بھی ایک ڈاکٹر ہوں۔ آپکے علم میں ہوگا کہ گوشت ایک ایسی غذا ہے جس میں زیادہ مقدار میں فولاد اور پروٹین موجود ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ نہایت غذائیت بخش ہے۔ پروٹین کی اس قدر مقدار آپ کو کسی دوسری غذا یعنی سبزیوں وغیرہ میں نہیں مل سکتی۔

سبزیاتی غذا میں پروٹین کی مقدار کے حوالے سے سویابین کو بہترین خیال کیا جاتا ہے لیکن یہ بھی گوشت کے قریب نہیں پہنچتی۔ باقی جہاں تک گائے کو قتل کرنے کا تعلق ہے تو میں یہاں کسی پر تنقید نہیں کرنا چاہتا۔ لیکن چونکہ بھائی نے ایک سوال کیا ہے تو اس کا جواب دینا بھی ضروری ہے۔ اگر آپ ہندو متونِ مقدسہ کا بغور مطالعہ کریں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ خود ان میں بھی گوشت خوری کی اجازت موجود ہے۔ قدیم دور کے سادھو اور سنت خود گوشت کھاتے رہے ہیں اور بڑا گوشت کھاتے رہے ہیں۔ یہ تو بعد میں دیگر مذاہب مثلاً جین مت وغیرہ کے زیر اثر ہندوؤں میں ''اہمسا'' یعنی عدم تشدد کے فلسفے کو پذیرائی حاصل ہوئی جس کی رو سے جانورں کو مارنا ممنوع قرار پایا اور یہ فلسفہ ہندوؤں کے طرز زندگی کا حصہ بن گیا۔

دوسری طرف اسلام جانوروں کے حقوق کا تحفظ کرنے والا مذہب ہے۔ اسلام میں جانوروں سے متعلق جتنی ہدایات دی گئیں ہیں ان کے حوالے سے طویل گفتگو ہو سکتی ہے۔ مثال کے طور پر جانوروں پر حد سے زیادہ بوجھ لادنے سے منع کیا گیا ہے۔ ان کو پوری غذا دینے اور ان کا خیال رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ لیکن یہ ہے کہ جب ضرورت ہو تو انھیں غذا کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔

جو مذاہب گوشت خوری کے خلاف ہیں اور جانوروں کے گوشت کو بطورِ غذا استعمال کرنے سے روکتے ہیں۔ اگر آپ ان کے فلسفے کا بغور مطالعہ کریں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ یہ مذاہب گوشت خوری سے منع اس لئے کرتے ہیں کہ اس مقصد کے لئے

جانداروں کی جان لینی پڑتی ہے اور یہ ایک گناہ ہے۔ مجھے ان کی بات سے اتفاق ہے۔ اگر کسی جاندار کی جان لیئے بغیر زندہ رہنا اس دنیا میں کسی بھی انسان کے لئے ممکن ہو تو یقین کیجئے میں وہ پہلا انسان ہوں گا جو اس طرح رہنے کا فیصلہ کرے گا۔

ہندومت میں بھائی چارے کا مقصد یہ ہے کہ ہر زندہ مخلوق کے ساتھ بھائی چارہ ہونا چاہئے قطع نظر اس کے کہ وہ مخلوق انسان ہے یا جانور یا پرندہ ہے یا کیڑا مکوڑا۔ اب میں آپ سے ایک سادہ سا سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔ کیا کوئی انسان پانچ منٹ بھی بغیر کسی جاندار کو قتل کیے زندہ رہ سکتا ہے؟ علم طب سے آشنائی رکھنے والے میرے اس سوال کا مطلب سمجھ گئے ہوں گے۔ ہوتا یہ ہے کہ ہم سانس لیتے ہیں تو سانس کے ساتھ بے شمار جراثیم بھی جاتے ہیں اور مر جاتے ہیں۔ گویا ہندومت کی رو سے آپ زندہ رہنے کے لئے خود اپنے بھائیوں کو قتل کر رہے ہیں۔

اسلام میں حقیقی بھائی چارے کا تصور یہ ہے کہ ہر انسان آپ کا بھائی ہے اور دینی بھائی چارے کے لحاظ سے ہر مسلمان آپ کا بھائی ہے۔ ہر زندہ مخلوق بھائی نہیں ہے۔ ہمیں جانوروں کا تحفظ کرنا ہے، انہیں نقصان نہیں پہنچانا، ان پر غیر ضروری تشدد نہیں کرنا لیکن بوقت ضرورت ہم انہیں غذا کے طور پر استعمال کر سکتے ہیں۔ سبزی خوروں کا کہنا ہے کہ گوشت خوری کے لئے آپ جانداروں کو قتل کرتے ہیں لہٰذا یہ ایک گناہ ہے۔

لیکن جب سائنس ہمیں بتاتی ہے کہ "پودے بھی جاندار مخلوق ہیں۔" تو کیا ہوتا ہے۔؟ ہوتا یہ ہے کہ سبزی خوروں کی منطق ناکام ہو جاتی ہے۔ اب سبزی خور اپنی منطق تبدیل کر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ٹھیک ہے پودے جاندار ہیں لیکن انھیں تکلیف کا احساس نہیں ہوتا جب کہ جانوروں کو ہوتا ہے۔ لہٰذا پودوں کو قتل کرنا جرم نہیں ہے جب کہ جانوروں کو مارنا بڑا جرم ہے۔

لیکن سائنس بہت ترقی کر چکی ہے اور اب ہمیں بتایا جا رہا ہے کہ پودے بھی تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ پودے روتے بھی ہیں اور خوش بھی ہوتے ہیں لہٰذا یہ منطق بھی ناکام ہو چکی ہے کہ پودوں کو تکلیف کا احساس نہیں ہوتا۔ حالانکہ پودوں کو بھی تکلیف کا احساس ہوتا ہے لیکن بات یہ ہے کہ انسانی کان پودوں کی آواز نہیں سن سکتے۔ انسانی کان ایک خاص فریکونسی کی آواز سن سکتے ہیں۔ اس حد سے کم یا زیادہ فریکونسی کی آواز ہمارے کان سننے سے قاصر ہیں۔

میرے ایک بھائی نے یہ بات سن کر مجھ سے بحث مباحثہ شروع کر دیا۔ وہ کہنے لگے کہ ذاکر بھائی! یہ ٹھیک ہے کہ پودے جاندار ہوتے ہیں لیکن جانوروں میں تو پورے پانچ حواس خمسہ ہوتے ہیں جب کہ پودوں میں صرف تین حواس ہوتے ہیں یعنی دو حواس کم ہوتے ہیں۔ لہٰذا جانوروں کو مارنا بڑا جرم ہے، جب کہ پودوں کو مارنا جرم ہے۔

میں نے اس سے کہا کہ اچھا چلو فرض کرو تمہارا ایک چھوٹا بھائی ہے جو پیدائشی گونگا اور بہرا ہے۔ یعنی اس میں عام انسانوں کے مقابلے میں دو حسیات کم ہیں۔ اب فرض کیجئے کوئی آپ کے بھائی کو مار دیتا ہے۔ کیا اس وقت آپ جج کے سامنے جا کر یہ کہنے کے لئے تیار ہوں گے کہ ''مائی لارڈ! چوں کہ میرے بھائی میں دو حواس کم تھے۔ لہٰذا مجرم کو کم سزا دی جائے۔'' بتایئے! کیا آپ یہ کہنے کے لئے تیار ہوں گے۔؟ نہیں بلکہ آپ کہیں گے کہ مجرم کو دگنی سزا دی جائے کیوں کہ اس نے ایک معصوم اور مجبور شخص پر ظلم کیا ہے۔ لہٰذا اسلام میں بھی یہ منطق نہیں چلتی۔ حواس دو ہوں یا تین، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

سورۂ بقرہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔!

"یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا

وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ o''

(القرآن الجید، پارہ نمبر 2، سورۃ نمبر 2 (البقرۃ)، آیت نمبر 168)

''اے لوگو! زمین میں جو حلال اور پاکیزہ چیزیں ہیں، انہیں کھاؤ اور شیطان کے بتائے ہوئے راستوں پر نہ چلو۔ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔''

گویا جو بھی چیز اچھی ہے اور حلال ہے، اس کے کھانے کی اسلام اجازت دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ تجزیہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ دنیا میں چوپایوں وغیرہ کی تعداد بہت تیزی سے بڑھتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا نظام ہے کہ انسانوں اور جنگلی جانوروں کے مقابلے میں چوپائے بہت تیزی سے اپنی نسل میں اضافہ کرتے ہیں۔ اگر آپ کی بات مان لی جائے اور گوشت کھانا چھوڑ دیا جائے تو چوپایوں کی آبادی میں بہت تیزی سے اضافہ ہو جائے گا۔

جہاں تک گائے کی آبادی میں اضافے کا تعلق ہے اس حوالے سے ''مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب'' نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے ''گؤ ہتھیا'' یعنی گائے کا قتل، اس کتاب سے پتہ چلتا ہے کہ کون کون گائے کے قتل کا ذمہ دار ہے۔ اس کتاب میں چمڑے کے کاروبار کا تجزیہ کر کے بتایا گیا ہے کہ اس کاروبار سے کون لوگ وابستہ ہیں۔ آپ کو حیرت ہوگی کہ اس کاروبار سے مسلمان کم اور غیر مسلم زیادہ وابستہ ہیں۔ اس کاروبار میں بیش تر لوگ ''جین مت'' کے ہیں۔ یعنی گائے سے صرف مسلمان ہی فائدہ نہیں اٹھا رہے غیر مسلموں کو زیادہ فائدہ پہنچ رہا ہے۔

لہٰذا اگر آپ عقل مند ہیں تو آپ کو فیصلے تک پہنچنے میں مشکل نہیں ہونی چاہئے۔ مزید برآں اگر آپ دیکھیں تو انسان کے دانت ہمہ خوری کے لئے بنائے گئے ہیں۔ یعنی انسانی جبڑے میں نوکدار دانت بھی ہوتی ہیں۔ ہموار بھی تا کہ یہ گوشت

خوری بھی کر سکے اور سبزی خوری بھی۔ جو جانور صرف سبزی خور ہیں ان کے تمام دانت ہموار ہوتے ہیں۔ لہٰذا وہ گوشت کھا ہی نہیں سکتے۔ جب کہ گوشت خور جانوروں کے تمام دانت نوکیلے ہوتے ہیں۔ یوں وہ تمام سبزی خوری کر ہی نہیں سکتے۔ لہٰذا انسانی دانتوں کی ساخت اور بناوٹ سے بھی یہی پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دانت ہر قسم کی خوراک کے لئے بنائے ہیں اگر ہمارا خالق چاہتا کہ ہم صرف سبزیاں ہی کھائیں تو وہ ہمیں نوکیلے دانت کیوں عطا کرتا۔؟ یہ دانت کیوں عطا کئے گئے ہیں؟ اس لئے تاکہ ہم گوشت خوری کر سکیں۔ اسی طرح اگر آپ سبزی خور جانوروں مثلاً: گائے، بکری بھیڑ وغیرہ کے نظام انہظام کا مطالعہ کریں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ وہ صرف سبزیاں ہی ہضم کر سکتے ہیں۔ دوسری طرف آپ گوشت خور جانوروں مثلاً: شیر، بھیڑیئے، چیتے وغیرہ کے نظام ہضم کا جائزہ لیں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ وہ صرف گوشت ہی ہضم کر سکتے ہیں۔ لیکن انسان کا نظام ہضم اللہ تعالیٰ نے بنایا ہی اس طرح ہے کہ ہر طرح کی غذا ہضم کر سکتا ہے۔

یوں سائنس کی روشنی میں بھی یہ بات مسلمہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی یہی ہے کہ انسان ہر طرح کی غذا استعمال کرے۔ نباتاتی بھی اور لحمیاتی بھی۔ اللہ تعالیٰ اگر چاہتا کہ ہم صرف سبزیاں کھائیں تو وہ ہمیں گوشت ہضم کرنے کی صلاحیت ہی کیوں دیتا۔؟

ہندو مسلمان

سوال نمبر 22:

اگر ایک ہندو قرآنی تعلیمات پر عمل کرتا ہے جو کہ ہندومت کی کتب مقدسہ میں بھی موجود ہیں تو کیا وہ مسلمان کہلا سکتا ہے؟ اسی طرح اگر ایک مسلمان ہندو

صحائف کی تعلیمات کو درست سمجھتا ہے تو کیا وہ ہندو کہلا سکتا ہے۔؟ کیوں کہ آپ کی گفتگو کا عنوان ہی ''عالمی بھائی چارہ'' ہے۔

جواب:

سوال یہ ہے کہ ایک ہندو جو قرآنی تعلیمات اور ہندو مذہب پر بیک وقت عمل کرتا ہے کیا وہ مسلمان کہلا سکتا ہے اور کیا اسی قسم کا مسلمان ہندو کہلا سکتا ہے۔؟

اس سلسلے میں پہلے تو ہمیں یہ پتہ ہونا چاہئے کہ ''ہندو'' اور مسلمان'' کی تعریف کیا ہے۔؟ یعنی ہندو کسے کہتے ہیں اور مسلمان کسے۔؟ ''مسلمان وہ شخص ہے جو اپنی مرضی کو اللہ کی مرضی کے تابع کر دے۔'' ہندو کی تعریف کیا ہے؟ کیا آپ جانتے ہیں۔؟

ہندو کی صرف ایک جغرافیائی تعریف ممکن ہے۔ کوئی بھی شخص جو ہندوستان میں رہتا ہے یا ہندوستانی تہذیب سے ادھر آباد ہے وہ ہندو کہلا سکتا ہے۔ اس تعریف کی رو سے میں بھی ہندو ہوں۔ یعنی جغرافیائی اعتبار سے آپ مجھے ہندو کہہ سکتے ہیں۔ لیکن اگر آپ پوچھیں کی کیا میں ''ویدانتی'' ہوں یعنی کیا میں ویدوں پر ایمان رکھتا ہوں؟ تو میرا جواب ہوگا کہ جہاں تک ویدوں کے اس حصے کا تعلق ہے جو قرآنِ مجید کی تعلیمات سے مطابقت رکھتا ہے انہیں تسلیم کرنے پر تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ مثال کے طور پر یہ بات کہ ''صرف ایک ہی خدا ہے۔''

لیکن اگر آپ یہ کہیں کہ خدا نے برہموں کو اپنے سر سے اور کھتریوں کو سینے سے پیدا کیا اور یوں برہمن ایک برتر ذات ہے تو میں یہ بات تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں گا۔ یہ بات میں ویدوں ہی سے پیش کر رہا ہوں۔ ویدوں میں ایسا لکھا ہے۔ اگر آپ ویدوں کو تسلیم ہی نہیں کرتے تو یہ آپ کا مسئلہ ہے۔ لیکن یہ بات ویدوں میں اسی طرح موجود ہے۔ آپ کسی بھی ویدوں کے عالم سے پوچھ سکتے ہیں۔ وید کے

عالم یہاں موجود ہیں۔ آپ ان سے پوچھ سکتے ہیں۔ یہ میں نہیں کہہ رہا وید کہہ رہے ہیں کہ ویشوں کو رانوں سے اور شودروں کو پاؤں سے پیدا کیا گیا۔ میں اس تصور سے قطعاً اتفاق نہیں کرتا اور اگر آپ پوچھیں گے کہ کیا میں ویدوں کے فلسفے پر ایمان رکھتا ہوں تو میرا جواب ہوگا نہیں۔

جیسا کہ میں نے پہلے کہا جو شخص ہندوستان میں رہتا ہے وہ ہندو ہے۔ جغرافیائی لحاظ سے ہندوستان میں رہنے والا ہر شخص ہندو ہے۔ اسی طرح جیسے امریکہ میں رہنے والا ہر شخص امریکی ہے۔ اور اسے امریکی ہونا بھی چاہئے۔

لہٰذا آپ کے سوال کا جواب یہ بنتا ہے کہ ہاں آپ ایک مسلمان کو ہندو کہہ سکتے ہیں۔ اگر وہ ہندوستان میں رہتا ہے تو۔ لیکن اس بات کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ ویدک مذہب کا ماننے والا اگر امریکہ چلا جاتا ہے تو پھر آپ اسے ہندو نہیں کہہ سکتے اب وہ ایک امریکی ہے۔

ہندو مت ایک عالمی مذہب نہیں ہے۔ ہندو مت صرف ہندوستان میں ہے۔ علماء کہتے ہیں کہ آپ ہندو ازم کو مذہب نہیں کہہ سکتے۔ یہ محض ایک جغرافیائی تعریف ہے۔ سوامی دیویک آنند کا شمار عظیم علماء میں ہوتا ہے۔ وہ خود کہتے ہیں کہ لفظ ہندو مت ایک غلط (Misnoma) نام ہے۔ اصولاً انہیں ویدانتی کہا جانا چاہئے۔

چنانچہ میں اپنی بات پھر دہراتا ہوں کہ اگر آپ مجھ سے پوچھیں گے کہ

''کیا آپ ایک ہندو ہیں؟''

تو میرا جواب ہوگا۔

''اگر ہندو کا مطلب ہندوستان میں رہنے والا ہے تو پھر میں یقیناً ہندو ہوں۔ لیکن اگر ہندو ہونے سے آپ کا مطلب بہت سے خداؤں پر ایمان رکھنا ہے جن کے اتنے سر ہیں اور اتنے ہاتھ ہیں

تو پھر میں ہندو نہیں ہوں۔"

اسی طرح جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ کیا کسی ہندو کو مسلمان کہا جا سکتا ہے تو اس کا جواب ہے کہ ہاں ایک ہندو یعنی ایک ہندوستانی مسلمان بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر وہ ہندو بتوں کی پوجا کرتا ہے تو پھر وہ ہرگز مسلمان نہیں ہو سکتا۔ ایک بت پرست کبھی مسلمان نہیں کہلا سکتا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے۔!

"اِنَّ اللّٰهَ لَایَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓی اِثْمًا عَظِیْمًاo"

(القرآن المجید، سورۃ نمبر 4 (النساء)، آیت نمبر 48)

"بیشک اللہ تعالیٰ شرک معاف نہیں کرتا، اس کے ماسوا دوسرے جس قدر گناہ ہیں وہ جس کے لئے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے۔ اللہ کے ساتھ جس نے کسی اور کو شریک ٹھہرایا اس نے تو بہت ہی بڑا جھوٹ کہا اور بڑے سخت گناہ کی بات کی۔"

اسی سورہ مبارکہ میں آگے چل کر دوبارہ ارشاد ہوتا ہے۔!

"اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِیْدًاo"

(القرآن الکریم، سورۃ نمبر 4 (النساء)، آیت نمبر 116)

"اللہ بس شرک ہی کی بخشش نہیں کرتا اس کے سوا اور سب کچھ معاف ہو سکتا ہے جسے وہ معاف کرنا چاہے۔ جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا، وہ تو گمراہی میں بہت دور نکل گیا۔"

لہٰذا بات یہ ہوئی کہ ایک ہندوستانی یعنی جغرافیائی ہندو مسلمان ہو سکتا ہے۔

لیکن اگر وہ ہندو اسلامی احکامات پر عمل پیرا نہیں ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان نہیں رکھتا تو پھر اسے مسلمان نہیں کہا جا سکتا۔

اتحاد اور متفقہ نکات

سوال نمبر 23:

جہاں تک میرا خیال ہے کسی مذہب میں کوئی بھی برائی نہیں ہے۔ ہر مذہب کے اصول اچھے ہیں۔ اچھے اصول بیان کر دینا ایک چیز ہے اور ان اصولوں پر عمل کرنا ایک دوسری بات ہے۔ عملاً ہم دیکھتے ہیں کہ سب سے زیادہ خون ریزی مذہب کے نام پر ہی ہوتی ہے۔ آپ مذہبی اصولوں اور مذہب کے نام پر ہونے والی قتل و غارت میں مطابقت کس طرح تلاش کریں گے۔؟

جواب:

تمام مذاہب بنیادی طور پر اچھی باتیں ہی کرتے ہیں لیکن جہاں تک عمل درآمد کا تعلق ہے تو وہ کچھ مختلف ہے۔ تعلیم اچھی باتوں کی دی جاتی ہے لیکن اگر دنیا پر نظر دوڑائی جائے تو بے شمار لوگ ہیں جو مذہب کے نام پر لڑ رہے ہیں۔ آخر اس مسئلے کا حل کیا ہے۔؟

یہ ایک بہت اچھا سوال ہے۔ جہاں تک اسلام کا تعلق ہے ہمارا دین ہمیں کسی بے گناہ کے قتل کی اجازت نہیں دیتا۔

سورۂ مائدہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔!

”مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا ۢبِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۭوَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ

جَمِيعًا وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ إِنَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الْأَرْضِ لَمُسْرِفُونَ ○"

(القرآن الجید، سورۃ نمبر 5 (المائدہ)، آیت نمبر 32)

''اسی وجہ سے بنی اسرائیل پر ہم نے یہ فرمان لکھ دیا تھا کہ ''جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین فساد پھیلانے کے علاوہ کسی اور وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی کو زندگی بخشی اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخش دی، مگر ان کا حال یہ ہے کہ ہمارے رسول پے در پے ان کے پاس کھلی ہدایات لے کر آئے پھر بھی ان میں بکثرت لوگ زمین میں زیادتیاں کرنے والے ہیں۔''

لیکن سوال یہ ہے کہ ہم اپنے اختلافات کو کس طرح حل کر سکتے ہیں۔ اتفاق کس طرح پیدا ہو سکتا ہے؟ اس سوال کا جواب بھی میں نے سورۂ آل عمران کی چونسٹھویں آیت کی روشنی میں دیا تھا۔ ارشاد ہوتا ہے۔!

"قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ○"

(القرآن الجید، سورۃ نمبر 3 (آل عمران)، آیت نمبر 64)

''اے غیب کی خبریں دینے والے نبی! کہو! اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے، یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں، اس کے ساتھ کسی

کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو اپنا رب نہ بنالے، اس دعوت کو قبول کرنے سے اگر وہ منہ موڑیں تو صاف کہہ دو کہ گواہ رہو ہم تو مسلمان ہیں۔

فرض کیجئے دس نکات آپ پیش کرتے ہیں اور دس نکات میں پیش کرتا ہوں۔ اب فرض کیجئے کہ ان میں سے پانچ نکات مشترکہ ہیں اور باقی میں اختلاف ہے تو ہمیں کم از کم پانچ نکات کی حد تک تو اتفاق رائے کر لینا چاہئے۔ اختلافات کو ملتوی کیا جاسکتا ہے، نظر انداز کیا جاسکتا ہے۔

قرآن کن باتوں پر جمع ہونے کی دعوت دیتا ہے۔

پہلی بات تو یہ کہ ہم ایک خدائے واحد و برتر کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کریں گے۔ دوسری بات یہ کہ ہم کسی کو اس کا شریک نہیں بنائیں گے۔

آپ نے ایک اچھی بات کی کہ یہ مسائل کیوں کر حل ہو سکتے ہیں؟ میں نے ایک طریقہ کار آپ کے سامنے پیش کر دیا ہے کہ مشترکہ امور پر اتفاق رائے پیدا کیا جائے۔ لیکن اس سلسلے میں ایک نہایت اہم بات نظر انداز نہیں کی جاسکتی وہ یہ کہ مختلف مذاہب کے بیش تر پیروکار خود اپنے مذہب کی حقیقی تعلیمات سے باخبر نہیں ہوتے۔ انہیں یہ علم نہیں ہوتا کہ ان کے صحائف مقدس میں لکھا کیا ہوا ہے۔؟

بہت سے مسلمانوں کو بھی یہ علم نہیں کہ قرآن اور احادیث صحیحہ میں کیا تعلیمات دی گئی ہیں۔ اسی طرح بہت سے ہندوؤں کو یہ علم نہیں ہوتا کہ ان کے متونِ مقدسہ کہتے کیا ہیں۔ بہت سے عیسائی ایسے ہیں جو نہیں جانتے کہ بائبل کے احکامات کیا ہیں اور بہت سے یہودیوں کو یہ خبر نہیں کہ عہد نامہ قدیم میں لکھا کیا ہوا ہے۔؟

اب قصور کس کا ہے؟ ان مذاہب کا یا ان کے ماننے والوں کا؟ ظاہر ہے کہ ان مذاہب کے پیروکار ہی قصوروار ہیں۔ اسی لئے میں لوگوں سے کہتا ہوں کہ اپنے

متونِ مقدسہ کا مطالعہ تو کریں۔ اختلافات بعد میں نپٹا لئے جائیں گے۔ پہلے کم از کم ان امور پر تو ہم اکٹھے ہو جائیں جو ہمارے اور آپ کے درمیان مشترک ہیں۔

میں ''اسلام اور عیسائیت میں یکسانیت'' کے موضوع پر ایک گفتگو کر چکا ہوں۔ اس میں بھی میں نے یہی کہا کہ اختلافات کو فی الحال نظر انداز کر دیا جائے اور کم از کم ان نکات پر تو ہم متفق ہو جائیں جو ہمارے قرآن اور تمہاری انجیل میں مشترک ہیں۔ اگر ہم مشترک امور پر ہی متفق ہو جائیں تو جھگڑا ختم ہو جائے گا۔

میں اپنی اس گفتگو میں بھی یہی کچھ کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ کیا میں کبھی کسی مذہب پر از خود تنقید کرتا ہوں؟ صرف اس وقت جب بعض بھائیوں کے سوالات کی وجہ سے میں مجبور ہو جاتا ہوں تو مجھے اظہارِ حقیقت کرنا پڑتا ہے۔ آپ میری تقاریر کی ریکارڈنگ دیکھ سکتے ہیں میں نے ایک دفعہ بھی کسی مذہب پر از خود تنقید کرنے کی کوشش نہیں کی۔ میں اختلافات کے بارے میں بحث کرتا ہی نہیں۔ میں مشترک امور سامنے لانے کی کوشش کرتا ہوں، ورنہ میں اختلافات پر بھی بحث کر سکتا ہوں۔ میں ایسے موضوعات پر بھی تقریر کر سکتا ہوں۔

''اسلام اور ہندومت کے اختلافات''

''اسلام اور عیسائیت کے اختلافات''

میں تقابل ادیان کا طالب علم ہوں۔ اللہ کا شکر ہے کہ میں دنیا کے بیش تر مذاہب کے متونِ مقدسہ کے اقتباسات یہاں پیش کر سکتا ہوں۔ اور ان مذاہب کے اختلافات آپ کے سامنے پیش کر سکتا ہوں۔

لیکن میں ایسا نہیں کرتا۔ میں اختلافات کا ذکر اسی وقت کرتا ہوں جب اس کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب حاضرین میں سے کوئی پروگرام کو خراب کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

ہمیں ان اختلافات سے باخبر ہونے کی ضرورت ہے۔ لیکن میں عام آدمی کے سامنے ان اختلافات پر گفتگو نہیں کرتا۔ عام آدمی سے میں یہی کہتا ہوں کہ خود اپنی مذہبی کتابوں کا مطالعہ کرو۔ اس طرح تم اپنے مذہب کے بھی قریب ہو جاؤ گے اور عالمی بھائی چارہ بھی بڑھے گا۔ اپنے صحائف مقدسہ کا مطالعہ کرو۔ کم از کم خدا پر تو ایمان لاؤ۔ اختلافات بعد میں حل ہوتے رہیں گے۔

یہودیت یہی کہتی ہے، عیسائیت یہی کہتی ہے، ہندومت یہی کہتا ہے، اسلام یہی کہتا ہے، سکھ مذہب یہی کہتا ہے، پارسی مذہب یہی کہتا ہے کہ

''ایک خدا پر ایمان لاؤ اور اسی کی پرستش کرو۔''

آپ دوسروں کی عبادت کیوں کرتے ہیں؟ پہلے صرف اسی نکتے پر جمع ہو جائیں دیگر نکات کے بعد میں فیصلے ہوتے رہیں گے۔ اگر ہم یہ مشترکہ مسئلہ حل کر لیں۔ اگر ہم دس میں سے تین مسائل پر بھی متفق ہو جائیں تو دیگر نکات کا اختلاف برداشت کیا جا سکتا ہے۔ ان کا فیصلہ بعد میں ہو سکتا ہے۔

آپ یقین کیجئے کہ اگر ہم مشترکہ نکات پر اتفاق کر لیں تو بیشتر مسائل حل ہو جائیں گے اور میں خود یہی کام کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ میں ساری دنیا میں سفر کرتا ہوں۔ غیر مسلموں کے سامنے خطابات کرتا ہوں اور چوں کہ لوگ نہ اپنے صحائف مقدسہ کے بارے میں مکمل معلومات رکھتے ہیں اور نہ ہماری کتابوں کے بارے میں۔ لہٰذا بہت سے لوگ سوالات کرتے ہیں۔ خود مسلمان بھی قرآن وحدیث کی تعلیمات کے بارے میں پوا علم نہیں رکھتے۔ وہ ان باتوں کے بارے میں سوالات کرتے ہیں جن کے بارے میں وہ نہیں جانتے۔ لہٰذا میں انھیں بھی معلومات فراہم کرتا ہوں۔ میں انہیں قرآن اور حدیث کے بارے میں بتاتا ہوں۔ وید اور بائبل کے بارے میں بتاتا ہوں اور میں جب بھی کوئی اقتباس پیش کرتا ہوں تو اس کا حوالہ ضرور

پیش کر دیتا ہوں۔تا کہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ذاکر بھائی ہوائی باتیں کر رہے ہیں اور یہ تمام کتب مقدسہ ہیں جن کا میں حوالہ دیتا ہوں۔ اسلامک ریسرچ فاؤنڈیشن میں دستیاب ہیں۔ ہماری لائبریری میں وید مقدس کے متعدد تراجم موجود ہیں۔ ہمارے پاس سینکڑوں قسم کی انجیلیں موجود ہیں۔ بائبل کے تیس سے زیادہ مختلف متن ہمارے پاس ہیں۔ الحمدللہ! لہٰذا آپ کا تعلق کسی بھی فرقے سے ہو۔آپ "Jehovahs Witness"ہوں، "Catholic"ہوں یا "Protestent" ہوں، آپ کی بائبل ہمارے پاس موجود ہوگی اور ہم اس کا حوالہ پیش کریں گے۔ چنانچہ اگر کوئی کہنا چاہئے کہ ذاکر نائیک غلط کہہ رہا ہے تو اسے ان متونِ مقدسہ کو بھی غلط کہنا پڑے گا کیوں کہ میری تقریر کا بیشتر حصہ ان متون مقدسہ کے اقتباسات ہی پر مشتمل ہوتا ہے۔ اگر آپ ان صحائف سے اختلاف کرتے ہیں تو اس سے کوئی آپ کو روک نہیں سکتا۔ ضرور اختلاف کریں۔ بڑے شوق سے اختلاف کریں کیوں کہ قرآن کہتا ہے کہ ''دین میں کوئی جبر نہیں'' حق کو باطل سے علیحدہ کر دیا گیا ہے۔ میں ہندومت کی حقیقی تعلیم آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ اگر آپ اتفاق کرنا چاہیں تو کریں اگر اختلاف کرنا چاہیں تو اختلاف کریں۔

ایک سمپوزیم منعقد ہوا تھا، جس کی ویڈیو ریکارڈنگ بھی دستیاب ہے۔ اس سمپوزیم کا موضوع تھا ''اسلام، عیسائیت اور ہندومت میں تصور خدا'' کچھ لوگ اسے مناظرہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ کیرالہ کے ایک ہندو پنڈت، کالی کٹ کے ایک مسیحی پادری اور اسلام کا نقطہ نظر پیش کرنے کے لئے میں۔ یہ مباحثہ ساڑھے چار گھنٹے جاری رہا۔ اس مباحثے کی ریکارڈنگ دستیاب ہے۔ آپ خود دیکھ سکتے ہیں۔ اس مباحثے میں عیسائیت اور ہندومت کے علماء بھی شریک ہیں اور میں محض ایک طالب علم ہوں۔ میں نے اپنا نقطہ نظر پیش کیا۔ فیصلہ کرنا تو ناظرین کا کام ہے۔ میں نے بہرحال مشترکہ

نکات پیش کرنے کی کوشش کی۔ انہی کی کتابوں کے ساتھ اور مکمل حوالوں کے ساتھ۔ باب نمبر اور آیت نمبر کے ساتھ۔ بنی نوع انسان کو متحد کرنے کی ایک ہی صورت ہے۔ اور وہ ایسی باتوں کی تلاش جو ہمارے مابین مشترک ہوں۔

تہتر فرقے

سوال نمبر 24:

اگر اسلام واقعی عالمی بھائی چارے کی تعلیم دیتا ہے تو پھر مسلمان خود کیوں مختلف فرقوں میں تقسیم ہیں۔؟

جواب:

اس سوال کا جواب قرآنِ مجید کی سورۂ آل عمران میں کچھ یوں دیا گیا ہے۔!

"وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا"

(القرآن الکریم، سورۃ نمبر 3 (آل عمران)، آیت نمبر 103)

"سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔"

اللہ کی رسی سے کیا مراد ہے؟ اللہ کی رسی سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کی کتاب یعنی قرآنِ مجید، مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑ لیں۔ یعنی قرآنِ مجید اور احادیث صحیحہ کی تعلیمات پیش نظر رکھیں اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالیں۔ جیسا کہ پہلے بھی میں نے عرض کیا قرآنِ مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔

"اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ○"

(القرآن المجید، پارہ نمبر 8، سورۃ نمبر 6 (الانعام)، آیت نمبر 159)

''جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور گروہ در گروہ بن گئے یقیناً ان سے تمہارا کچھ واسطہ نہیں، ان کا معاملہ تو اللہ کے سپرد ہے۔ وہی ان کو بتائے گا کہ انھوں نے کیا کچھ کیا ہے۔''

پتہ یہ چلا کہ دین اسلام میں تفرقے سے یعنی فرقوں میں تقسیم ہونے سے منع کیا گیا ہے۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ بعض مسلمانوں سے جب پوچھا جائے کہ تم کون ہو تو جواب ملتا ہے۔

''میں حنفی ہوں''

بعض کہتے ہیں۔!

''میں شافعی ہوں۔''

بعض کہتے ہیں۔!

''میں مالکی ہوں۔''

اور بعض کا جواب ہوتا ہے۔!

''میں حنبلی ہوں۔''

سوال یہ ہے کہ ہمارے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کیا تھے؟ کیا وہ حنفی تھے؟ حنبلی تھے؟ مالکی تھے؟ یا شافعی تھے؟ وہ صرف اور صرف مسلمان تھے۔

قرآن پاک کی سورۂ آل عمران میں ارشاد ہوتا ہے۔!

''فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ''

(القرآن المجید، سورۃ نمبر 3 (آل عمران)، آیت نمبر 52)

''جب عیسیٰ علیہ السلام نے محسوس کیا کہ بنی اسرائیل کفر و انکار پر آمادہ ہیں تو اس نے کہا کون اللہ کی راہ میں میرا مددگار ہوتا ہے۔''

حواریوں نے جواب دیا۔!

"نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ o"

(القرآن المجید، سورۃ نمبر 3 (آل عمران)، آیت نمبر 52)

"ہم اللہ کے مددگار ہیں، ہم اللہ پر ایمان لائے، آپ گواہ رہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔

ایک اور جگہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے۔!

"وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِىْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ o"

(القرآن الکریم، سورت نمبر 41 (حم السجدہ)، آیت نمبر 33)

"اور اس شخص کی بات سے اچھی بات اور کس کی ہوگی جس نے اللہ کی طرف بلایا اور نیک عمل کیا اور کہا کہ میں مسلمان ہوں۔"

یعنی اچھا وہ ہے جو کہے کہ میں مسلم ہوں۔ جب بھی کوئی آپ سے یہ سوال کرے کہ آپ کون ہیں؟ تو آپ کا جواب ہونا چاہیے کہ "میں مسلمان ہوں" اس میں کوئی حرج نہیں اگر کوئی یہ کہے کہ مجھے بعض معاملات میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یا کسی اور عظیم عالم کی رائے سے اتفاق ہے۔ یا یہ کہ مجھے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ یا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ یا امام ابنِ حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے فیصلوں سے اتفاق ہے۔ میں ان تمام فقہاء کا احترام کرتا ہوں۔ اگر کوئی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کرتا ہے تو میرے نزدیک اس میں اعتراض والی کوئی بات نہیں لیکن جب آپ کی پہچان کے بارے میں سوال کیا جائے تو آپ کا جواب ایک ہی ہونا چاہئے اور وہ یہ کہ میں مسلمان ہوں۔

پہلے کسی بھائی نے کہا کہ "قرآن کہتا ہے کہ مسلمانوں کے تہتر (73) فرقے

ہوں گے۔"

دراصل وہ قرآن کا نہیں بلکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث کا حوالہ دے رہے تھے۔ یہ حدیث سنن ابوداؤد میں موجود ہے۔ اس میں فرمایا گیا ہے کہ دین اسلام تہتر (73) فرقوں میں تقسیم ہو جائے گا۔ لیکن اگر آپ ان الفاظ پر غور کریں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ اس میں اطلاع دی جا رہی ہے کہ تہتر (73) فرقوں میں تقسیم ہو جائے گا۔ حکم نہیں دیا جا رہا کہ دین کو تہتر (73) فرقوں میں تقسیم کر دو۔ حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک پیشنگوئی فرما رہے ہیں۔ حکم تو یہی ہے جو قرآن میں دے دیا گیا ہے کہ "تفرقے میں نہ پڑو۔"

یہ تو ایک سچی پیش گوئی ہے جس نے پورا ہو کر رہنا ہے۔ ترمذی کی ایک حدیث کا مفہوم کچھ یوں ہے۔!

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "یہ اُمت تہتر (73) فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی اور ایک فرقے کے علاوہ سب جہنم میں جائیں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا یہ ایک فرقہ کون سا ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "یہ وہ فرقہ ہوگا جو میرے اور میرے صحابہ کے راستے پر چلے گا۔"

یعنی وہ جو قرآن اور احادیث کی پیروی کرے گا۔ وہی درست راستے پر یعنی صراطِ مستقیم پر ہوگا۔ اسلام دین میں تفرقے اور تقسیم کے خلاف ہے۔ لہٰذا قرآن اور احادیث نبویہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ اور ان پر عمل ہونا چاہئے کیوں کہ قرآن وحدیث پر عمل کر کے ہی مسلمان متحد ہو سکتے ہیں۔

پردہ، زنا، سزا، قرآن کے احکامات قابلِ عمل ہیں

سوال نمبر 25:

تمام مذاہب بنیادی طور پر اچھی باتوں ہی کی تعلیم دیتے ہیں۔ لہٰذا کسی بھی مذہب کی پیروی کی جائے تو ایک ہی بات ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے۔؟

جواب:

مجھے آپ کے سوال کے پہلے جزو سے پورا اتفاق ہے کہ تمام مذاہب بنیادی طور پر اچھی باتیں ہی سکھاتے ہیں۔ مثال کے طور پر مذہب اپنے پیروکاروں کو یہی تعلیم دیتا ہے کہ کسی کو لوٹنا نہیں چاہئے، خواتین کی عزت کرنی چاہئے یعنی کسی خاتون کی بے حرمتی نہیں کرنی چاہیے۔ ہندومت یہی کہتا ہے، عیسائیت یہی تعلیم دیتی ہے اور اسلام بھی یہی تعلیم دیتا ہے۔

لیکن اسلام اور دیگر مذاہب میں ایک فرق ہے اور وہ یہ کہ اسلام نہ صرف اچھی باتوں کی تعلیم دیتا ہے بلکہ ان باتوں کے عملی نفاذ کا طریق کار بھی سکھاتا ہے۔ مثال کے طور پر بھائی چارے کی تعریف تو تمام مذاہب کرتے ہیں لیکن اسلام آپ کو یہ بھی سکھاتا ہے کہ آپ کی عملی زندگی میں بھائی چارہ کس طرح آئے گا۔ ہندومت کسی کو لوٹنے سے منع کرتا ہے۔ عیسائیت بھی یہی تعلیم دیتی ہے اور اسلام بھی یہی کہتا ہے کہ کسی کو لوٹنا غلط کام ہے۔ اسلام کی خوبی یہ ہے کہ اسلام آپ کو ایسا معاشرہ تعمیر کرنے کی بھی تعلیم دیتا ہے جس میں کوئی کسی کو لوٹنے کی کوشش ہی نہ کرے۔ یہی اسلام اور دیگر مذاہب میں فرق ہے۔

اسلام نظام زکوٰۃ قائم کرنے پر زور دیتا ہے۔ اس نظام کے تحت ہر امیر آدمی اپنی بچت کا ڈھائی فیصد غریبوں کو دینے کا پابند ہے۔ زکوٰۃ ہر قمری سال میں ایک بار ادا کی جاتی ہے اور ہر اس شخص پر فرض ہے جس کے پاس ایک خاص مقدار سے زیادہ سونا یا اس کے مساوی مال و دولت ہو۔ اگر ہر امیر آدمی زکوٰۃ کی ادائیگی شروع کر دے تو دنیا

سے غربت کا خاتمہ ممکن ہے۔ اگر دنیا کے تمام امیر لوگ زکوٰۃ ادا کرنا شروع کر دیں تو پوری دنیا میں کوئی بھی شخص بھوک سے نہیں مرے گا۔

مزید برآں یہ نظام قائم کرنے کے بعد قرآن حکیم حکم دیتا ہے۔

"وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○"

(القرآن المجید، سورۃ نمبر 5 (المائدہ)، آیت نمبر 38)

"اور چور، خواہ عورت ہو یا مرد دونوں کے ہاتھ کاٹ دو، یہ ان کی کمائی کا بدلہ ہے اور اللہ کی طرف سے عبرت ناک سزا، اللہ کی قدرت سب پر غالب ہے اور وہ دانا و بینا ہے۔"

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہاتھ کاٹنا ایک ظالمانہ سزا ہے۔ اکیسویں صدی میں ایسی سزائیں نافذ نہیں ہو سکتیں اور یہ کہ اسلام ایک وحشیانہ مذہب ہے۔ ایک بے رحم قانون ہے اور یہ کہ ہزارہا لوگ چوریاں کرتے ہیں۔ اگر اس سزا کو نافذ کر دیا گیا تو بے شمار لوگوں کے ہاتھ کاٹنے پڑیں گے۔ لیکن سزا کے سخت ہونے کا فائدہ یہ ہے کہ جیسے ہی اس سزا کو نافذ العمل کیا جائے گا فوراً جرائم میں کمی آجائے گی۔ جیسے ہی کسی شخص کو یہ معلوم ہوگا کہ چوری کرنے یا ڈاکہ مارنے کی صورت میں اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا تو بیشتر صورتوں میں چوری یا ڈاکے کا خیال ہی اس کے ذہن سے نکل جائے گا۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ امریکہ۔ جو اس وقت دنیا کا سب سے ترقی یافتہ ملک ہے وہ جرائم کی شرح کے اعتبار سے بھی پہلے نمبر پر ہے۔ دنیا میں سب سے زیادہ جرائم بھی امریکہ میں ہی ہوتے ہیں۔ سب سے زیادہ چوریاں اور ڈاکے بھی امریکہ ہی میں ہوتے ہیں۔ میں آپ سے ایک سوال پوچھتا ہوں۔

فرض کیجئے! آج امریکہ میں اسلامی شریعت نافذ کر دی جاتی ہے۔ یعنی ہر امیر آدمی اپنی دولت کا ڈھائی فیصد زکوۃ کی صورت میں مستحقین کو دینا شروع کر دیتا ہے اور اس کے بعد اگر کوئی مرد یا عورت چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔ تو میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ بتائیں امریکہ میں جرائم کی شرح میں اضافہ ہوگا اور یہی شرح برقرار رہے گی؟ یا جرائم میں کمی واقع ہوگی؟ ظاہر ہے کہ جرائم کی شرح میں کمی آجائے گی۔ یہ ایک قابل عمل قانون ہے۔ آپ شرعی قوانین نافذ کرتے ہیں اور آپ کو فوری طور پر نتائج نظر آجاتے ہیں۔

میں ایک اور مثال آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ دنیا کے بیشتر مذاہب خواتین کا احترام کرنے کا حکم دیتے ہیں اور خواتین کی بے حرمتی کرنے سے منع کرتے ہیں۔ زنا بالجبر کو بہت بڑا جرم قرار دیتے ہیں۔ ہندومت کی یہی تعلیم ہے۔ عیسائیت یہی حکم دیتی ہے اور اسلام بھی یہی کہتا ہے۔ لیکن اسلام کا امتیاز یہ ہے کہ یہ مذہب آپ کو وہ طریق کار اور وہ نظام بھی دیتا ہے جس کے تحت آپ عملاً معاشرے میں خواتین کی آبرو کا تحفظ ممکن بنا سکتے ہیں۔ ایک ایسا معاشرہ تشکیل دے سکتے ہیں، جس میں مرد خواتین کی بے حرمتی نہ کریں، زنا بالجبر کے مرتکب نہ ہوں۔

سب سے پہلے تو اسلام حجاب کا حکم دیتا ہے۔ عام طور پر لوگ خواتین کے حجاب کی بات کرتے ہیں لیکن قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ حجاب کا حکم پہلے مردوں کو اور پھر عورتوں کو دیتا ہے۔

سورۂ نور میں ارشاد ہوتا ہے۔!

"قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ ○"

(القرآن المجید، پارہ نمبر 18، سورۃ نمبر 24 (النور)، آیت نمبر 30)

''اے نبی ﷺ! مومن مردوں سے کہو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لئے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے، جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ اس سے باخبر ہے۔''

جب بھی کوئی مرد کسی عورت کو دیکھے اور کوئی فاسد خیال اس کے ذہن میں آئے، کوئی شہوت انگیز خیال پیدا ہو تو اس کا فرض ہے کہ اپنی نگاہیں جھکا لے، دوبارہ نگاہ کو نہ بھٹکنے دے۔

ایک دن میرا ایک دوست میرے ساتھ تھا۔ یہ دوست مسلمان تھا۔ اس دوست نے کسی لڑکی کو دیکھا تو مسلسل کافی دیر تک دیکھتا رہا۔ میں نے اسے کہا کہ میرے بھائی یہ کیا کر رہے ہو۔ اسلام اس طرح خواتین کو گھورنے کی اجازت نہیں دیتا۔ یہ سن کر وہ کہنے لگا کہ جناب! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پہلی نگاہ کی اجازت ہے اور دوسری حرام ہے۔'' اور ابھی تو میں نے اپنی پہلی نگاہ آدھی بھی مکمل نہیں کی تھی۔

میں نے کہا!

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث مبارکہ میں یہ کہا گیا ہے کہ پہلی نظر قابل معافی ہے اور دوسری قابل مواخذہ تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ پہلی مرتبہ نظر پڑے تو آدھا گھنٹہ گھورتے ہی چلے جاؤ اور پلک بھی نہ جھپکو۔ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرما رہے ہیں کہ بلا ارادہ اگر کسی خاتون پر نظر پڑ بھی جائے تو خیر ہے لیکن قصداً، ارادتاً جان بوجھ کر قطعاً نہ دیکھو۔ سورۂ نور کی اگلی آیت خواتین کے لئے حجاب کا ذکر کرتی ہے۔

''وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا

لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ''

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 18، سورۃ نمبر 24 (النور)، آیت نمبر 31)

''اور اے نبی! مومن عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھائیں بجز اس کے جو خود بخود ظاہر ہو جائے اور اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈالے رہیں وہ اپنا بناؤ سنگھار نہ ظاہر کریں مگر اپنے شوہر اور والد...... کے سامنے۔''

اس کے بعد ان لوگوں کی فہرست دی گئی ہے جو پردے سے مستثنیٰ ہیں۔

حجاب کے حوالے سے بنیادی طور پر چھ اصول ایسے ہیں جنھیں مدنظر رکھنا ضروری ہے۔

پہلا اصول یہ ہے کہ حد یا معیار، یہ حد مردوں اور عورتوں کے لئے مختلف ہے۔ مرد کے لئے حجاب کی کم از کم حد ناف سے گھٹنے تک ہے جب کہ عورت کا سارا جسم حجاب میں ہونا ضروری ہے۔ صرف چہرہ اور کلائیوں تک ہاتھ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ بعض علما تو چہرے کا پردہ بھی ضروری قرار دیتے ہیں۔ صرف یہ اصول ہے جو عورت اور مرد کے لئے مختلف ہے۔ باقی پانچوں اصول مرد اور عورت پر یکساں لاگو ہوتے ہیں۔

دوسرا اصول یہ ہے کہ آپ کا لباس تنگ اور چست ہرگز نہیں ہونا چاہئے۔ یعنی ایسا لباس پہننے کی ممانعت ہے جو جسم کی ساخت کو نمایاں کرے۔

تیسرا اصول یہ ہے کہ آپ کا لباس شفاف نہیں ہونا چاہئے۔ یعنی ایسے کپڑے کا بنا ہوا لباس پہننے سے پرہیز کرنا چاہئے جس سے آر پار نظر آتا ہو۔

چوتھا اصول یہ ہے کہ آپ کا لباس اتنا شوخ اور بھڑکیلا بھی نہیں ہونا چاہئے جو خواہ مخواہ لوگوں کو خصوصاً جنس مخالف کو متوجہ کرنے کا سبب بنے۔

پانچواں اصول یہ ہے کہ آپ کا لباس کفار کے لباس سے مشابہ نہیں ہونا چاہئے یعنی کوئی ایسا لباس نہیں پہننا چاہئے جو کسی خاص مذہب سے تعلق رکھنے والوں کی پہچان بن چکا ہو۔

چھٹی اور آخری بات یہ ہے کہ آپ کا لباس جنس مخالف کے مشابہ نہیں ہونا چاہئے۔ یعنی مردوں کے لئے خواتین جیسے اور خواتین کے لئے مردوں والے لباس پہننے سے احتراز بہتر ہے۔

حجاب کے حوالے سے یہ وہ چھ بنیادی اصول ہیں جو قرآن اور احادیث کی روشنی میں ہمارے سامنے آتے ہیں۔

حجاب کے حوالے سے قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔!

''يَآيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا''

(القرآن الکریم، سورۃ نمبر 33 (الاحزاب)، آیت نمبر 59)

''اے غیب کی خبریں دینے والے نبی! اپنی ازواج اور بیٹیوں اور اہل ایمان کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلو لٹکا لیا کریں، یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے تاکہ وہ پہچان لی جائیں اور نہ ستائی جائیں اور اللہ غفور ورحیم ہے۔''

قرآن مجید ہمیں بتاتا ہے کہ حجاب اسی لئے لازم کیا گیا ہے کہ خواتین کی عزت وآبرو کو محفوظ رکھا جاسکے۔ اگر اس کے باوجود کوئی شخص زنا بالجبر کا مرتکب ہوتا ہے تو اسے سزائے موت دی جائے گی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس جدید دور میں اکیسویں صدی میں ایسی سزا کیوں کر دی جاسکتی ہے؟ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ اسلام

ایک ظالمانہ مذہب ہے۔ یہ ایک وحشیانہ اور بے رحمی پر مبنی قانون ہے۔

لیکن کیا آپ کے علم میں ہے کہ امریکہ، جو دورِ حاضر کا ترقی یافتہ اور جدید ترین ملک سمجھا جاتا ہے، وہاں زنا بالجبر کے واقعات پوری دنیا میں سب سے زیادہ ہوتے ہیں۔ اعداد و شمار کے تجزیے سے پتہ چلتا ہے کہ وہاں روزانہ اوسطاً ایک ہزار نو سو ایسے واقعات رونما ہوتے ہیں۔ یعنی ہر 1.3 منٹ کے بعد زنا بالجبر کا ایک واقعہ ہو جاتا ہے۔ ہم لوگ اس ہال میں تقریباً ڈھائی گھنٹے سے ہیں۔ اس دوران امریکہ میں زنا بالجبر کے کتنے واقعات ہو چکے ہوں گے؟ ایک سو سے بھی زیادہ۔

میں آپ سے پھر ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔!

یہ بتائیے کہ اگر آج امریکہ میں اسلامی شریعت کا نفاذ کر دیا جائے تو کیا ہو گا۔ یعنی ایک تو مرد خواتین کو گھورنے سے مکمل پرہیز کریں یعنی اپنی نگاہوں کی حفاظت کریں اور دوسرا یہ کہ لباس، حجاب کی تمام شرائط پوری کی جائیں اور تیسرے یہ کہ اگر کوئی (شادی شدہ) مرد اس کے بعد کسی خاتون کے ساتھ زیادتی کا مرتکب ہو تو اسے سزائے موت سنائی جائے گی۔ (اور اگر کوئی کنوارا ایسا کرے تو اسے کوڑے لگا کر سخت سے سخت سزا دی جائے، چہ جائیکہ یہ زنا بالرضا ہو یا زنا بالجبر) میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ ایسی صورت میں زنا بالجبر کے واقعات کی شرح یہی رہے گی؟ اس میں کم ہو گی یا اضافہ ہو جائے گا؟ صاف ظاہر ہے کہ یہ شرح کم ہو جائے گی۔

اسلامی قانون ایک قابلِ عمل قانون ہے۔ لہٰذا جہاں بھی اسلامی شریعت کا نفاذ ہوگا آپ کو فوری نتائج ملیں گے۔

باقی جہاں تک قوانین کے سخت ہونے کا تعلق ہے تو اس حوالے سے میں نے غیر مسلموں سے بالعموم ایک سوال کیا کہ فرض کیجئے کوئی شخص آپ کی بیوی یا بیٹی کے ساتھ زیادتی کرتا ہے۔ اس کے بعد مجرم کو آپ کے سامنے لایا جاتا ہے اور

آپ کو جج بنا دیا جاتا ہے۔ آپ اس شخص کو کیا سزا سنائیں گے۔؟

آپ یقین کیجئے ہر ایک نے بلا استثنٰی ایک ہی جواب دیا اور وہ یہ کہ ہم اس مجرم کو موت کی سزا دیں گے۔ بعض لوگ اس سے بھی آگے بڑھ گئے اور جواب دیا کہ ہم ایسے شخص کو اذیتیں دے دے کر، تڑپا تڑپا کر ماریں گے۔ تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دُہرے معیار کیوں۔؟

اگر کوئی شخص کسی اور کی بہن یا بیٹی کے ساتھ زنا بالجبر کا مرتکب ہوتا ہے تو آپ کے خیال میں سزائے موت ظالمانہ سزا ہے۔ لیکن اگر خدانخواستہ یہی واقعہ آپ کی بہن یا بیٹی کے ساتھ ہو جاتا ہے تو پھر یہ سزا ٹھیک ہو جاتی ہے۔

خود ہندوستان میں صورتِ حال یہ ہے کہ ہر 54 منٹ بعد زنا بالجبر کا ایک واقعہ رجسٹر ہوتا ہے۔ گویا ہر چند منٹ کے بعد ایک خاتون کے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے اور آپ جانتے ہیں کہ اس حوالے سے ہندوستان کے وزیر داخلہ کی رائے کیا ہے؟

اکتوبر 1998ء کے اخبارات میں وزیر داخلہ مسٹر ایل۔ کے۔ ایڈوانی کا ایک بیان چھپا ہے۔ موصوف فرماتے ہیں۔!

"زنا بالجبر کے مجرم کے لئے سزائے موت ہونی چاہیے۔"

وزیر موصوف نے اس حوالے سے قانون میں ترمیم کا مطالبہ بھی کیا ہے۔

"Times of India" کی سرخی تھی۔!

"ایڈوانی کی طرف سے زنا بالجبر کے مجرم کے لئے سزائے موت کی تجویز۔"

الحمدللہ! جو بات اسلام نے آج سے چودہ سو برس پہلے کی تھی، آج بالآخر دنیا اس کی طرف آ رہی ہے۔ مسٹر ایڈوانی نے بالکل ٹھیک بات کی ہے اور مجھے اس بات پر انہیں داد دینی چاہئے۔ مبارک باد دینی چاہئے۔ میں یہاں کسی سیاسی جماعت کی

حمایت کرنے کے لئے نہیں آیا۔ میرا سیاست سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ لیکن اگر کوئی حق بات کرتا ہے تو اس کی تعریف ضرور ہونی چاہئے۔ اگر اس تجویز پر عمل ہوا تو یقیناً زنا بالجبر کے واقعات میں کمی آجائے گی۔ ہوسکتا ہے آئندہ کوئی وزیر داخلہ اسلام کے نظامِ حجاب کو نافذ کرنے کے لئے بھی تیار ہو جائے۔ اگر اس طرح ہو تو ان شاء اللہ! ان جرائم کا مکمل طور پر خاتمہ ہو جائے گا۔ لوگ اسلام کے قریب آرہے ہیں اور میرے نزدیک یہ قابل تعریف عمل ہے۔ جیسا کہ میں نے پہلے کہا اسلام کی دعوت یہی ہے کہ آؤ ان باتوں پر اتفاق رائے پیدا کریں جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہیں۔

مسٹر ایڈوانی نے ہندوستان میں زنا بالجبر کی وارداتوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کو دیکھ کر صورتِ حال کی سنگینی کو محسوس کیا اور قوانین میں ترمیم کی تجویز پیش کی۔ میں ان کی مکمل حمایت کرتا ہوں کہ قانون کو تبدیل کیا جانا چاہئے اور اس جرم کے مرتکب کو سزائے موت ملنی چاہئے۔

لہٰذا اگر آپ غور کریں تو آپ دیکھیں گے کہ اسلام صرف اچھی باتوں کی تلقین نہیں کرتا بلکہ معاشرے میں عملی طور پر بہتری اور اچھائی لانے کا طریقہ کار بھی بناتا ہے۔

اسی لئے میں کہتا ہوں کہ اسلام اور اچھی باتوں کی تعلیم دینے والے دیگر مذاہب میں فرق ہے۔ اسلام اور دیگر مذاہب یکساں نہیں ہیں اور میں اس مذہب کی پیروی کروں گا جو محض اچھی باتوں کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ ان اچھی باتوں پر عمل درآمد کو بھی یقینی بناتا ہے۔

اسی لئے بجا طور پر سورۂ آل عمران میں فرمایا گیا ہے۔!

"اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَھُمُ الْعِلْمُ بَغْیًا بَیْنَھُمْ وَمَنْ

يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ٥''

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 3، سورۃ نمبر 3 (آل عمران)، آیت نمبر 19)

''اللہ تعالیٰ کے ہاں دین صرف اسلام ہے، اس دین سے ہٹ کر اہل کتاب نے جو مختلف طریقے اختیار کیے ان کی اس طرز عمل کی کوئی وجہ اس کے سوا نہ تھی کہ انہوں نے علم آجانے کے بعد آپس میں زیادتی کرنے کے لئے ایسا کیا اور جو کوئی اللہ کے احکام وہدایات کی اطاعت سے انکار کردے اللہ کو اس کا حساب لینے میں کچھ دیر نہیں لگتی۔''

ہندومت اور عیسائیت میں بھائی چارے کا تصور

سوال نمبر 26:

ہندومت، اسلام اور عیسائیت تینوں مذاہب عالمیبھائی چارے کو فروغ دینے والی باتیں کر رہے ہیں لیکن ڈاکٹر ذاکر صاحب! آپ نے تو بات صرف اسلام کے حوالے سے کی ہے۔ آپ نے بھائی چارے کے حوالے سے ہندومت اور عیسائیت کے کردار کی وضاحت نہیں کی۔؟

جواب:

جی ہاں! میں نے عالمی بھائی چارے کے حوالے سے ہندومت اور عیسائیت کی خوبیاں نہیں گنوائیں کیونکہ شاید یہاں موجود لوگ ان باتوں کو ہضم نہ کر پائیں۔ لوگ وہ باتیں برداشت ہی نہیں کرسکیں گے۔ لہٰذا مجھے خود پر قابو رکھنا پڑتا ہے۔

میں عیسائیت کے بارے میں جانتا ہوں۔ میں نے بائبل کا مطالعہ کر رکھا

ہے۔ میں ہندو مذہب کی مقدس کتابیں پڑھ چکا ہوں۔ اگر میں ان کے حوالے سے بات کروں تو یہاں مسئلہ بن جائے گا اور وہ میں نہیں چاہتا۔ لہٰذا میں صرف مشترکہ تعلیمات کا ذکر کرتا ہوں ہندومت کہتا ہے۔!

"کسی کو مت لوٹو۔"

عیسائیت بھی یہی کہتی ہے۔!

"کسی کو مت لوٹو، کسی کے ساتھ زیادتی نہ کرو، زنا نہ کرو۔"

جہاں تک بھائی چارے کے حوالے سے دوسری باتوں کا تعلق ہے، میں ان کا ذکر نہیں کرتا۔ یہاں محض مثال کے طور پر میں ایک بات کرنا چاہوں گا۔ متی کی انجیل میں تحریر ہے۔

"ان بارہ کو یسوع نے بھیجا اور حکم دے کر کہا: غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا۔"

(انجیل متی، باب 7،6/10)

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا!

"میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا...... لڑکوں کی روٹی لے کر کتوں کو ڈال دینا اچھا نہیں۔"

(انجیل متی، باب 26،24/15)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ مذہب صرف یہودیوں کے لئے ہے۔ پوری کائنات کے لئے نہیں ہے۔ عیسائیت میں رہبانیت کا تصور موجود ہے۔ رہبانیت کیا ہے؟ یہ کہ اگر آپ خدا کے قریب ہونا چاہتے ہیں تو آپ کو دنیا چھوڑنی پڑے گی۔

جب کہ قرآن یہ کہتا ہے۔!

"ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِم بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَآتَيْنَاهُ الْإِنجِيلَ وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَأْفَةً وَرَحْمَةً وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا فَآتَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ أَجْرَهُمْ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ٥"

(القرآن المجید، پارہ نمبر 27، سورۃ نمبر 57 (الحدید)، آیت نمبر 27)

"ان کے بعد ہم نے پے در پے اپنے رسول بھیجے اور ان سب کے بعد عیسیٰ ابن مریم کو مبعوث کیا اور ان کو انجیل عطا کی اور جن لوگوں نے ان کی پیروی کی ان کے دلوں میں ہم نے ترس اور رحم ڈال دیا اور رہبانیت انہوں نے خود ایجاد کر لی، ہم نے اسے ان پر فرض نہیں کیا تھا، مگر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی طلب میں انہوں نے آپ ہی یہ بدعت نکالی اور پھر اس کی پابندی کرنے کا جو حق تھا اسے ادا نہ کیا، ان میں سے جو لوگ ایمان لائے تھے ان کا اجر ہم نے عطا کیا مگر ان میں اکثر لوگ فاسق ہیں۔٥"

اسلام میں رہبانیت کی اجازت نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی فرمایا ہے کہ اسلام میں رہبانیت کی اجازت نہیں ہے۔ صحیح بخاری، کتاب النکاح کی ایک حدیث کا مفہوم کچھ یوں ہے۔!

"ہر جوان جو نکاح کی استطاعت رکھتا ہو، اُسے نکاح کر لینا چاہئے۔"

اگر میں یہ بات مان لوں کہ ترکِ دنیا کرنے سے آپ واقعی اللہ تعالیٰ کے قریب ہو جاتے ہیں اور اگر ہر شخص اس بات سے اتفاق کر کے رہبانیت اختیار کر لے

تو کیا ہوگا۔ یہ کہ سوڈیڑھ سو سال کے اندر اندر روئے زمین پر کوئی آدم زاد باقی نہیں رہے گا۔ آپ یہ بتائیے کہ اگر آج دنیا کا ہر شخص ان تعلیمات پر عمل کرنے لگے تو عالمی بھائی چارہ کہاں سے آئے گا۔؟ اسی لئے میں نے دوسرے مذاہب کا ذکر صرف اچھے پہلوؤں سے کیا۔ لیکن اگر آپ جاننا چاہیں گے اور سوالات کریں گے تو پھر میرا فرض ہے کہ میں سچ بولوں۔!

''وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا٥''

(القرآن المجید، پارہ نمبر 15، سورۃ نمبر 17 (بنی اسرائیل)، آیت نمبر 18)

''اور فرما دیجئے کہ ''حق آ گیا اور باطل مٹ گیا، باطل تو مٹنے کے لیے ہی ہے۔''

عربی کا لفظِ کافر

سوال نمبر 27:

آپ نے اپنی گفتگو کے دوران میں بھائی چارے کی مختلف صورتوں کی وضاحت تو کردی لیکن اسلام میں ''کافر'' کے تصور کی وضاحت نہیں کی جو کہ بھائی چارے کو نقصان پہنچانے والی چیز ہے۔

جواب:

''کافر'' عربی زبان کا ایک لفظ ہے جو لفظ ''کفر'' سے نکلا ہے۔ اس لفظ کے معنی ہیں چھپانا، انکار کرنا اور رد کرنا۔ اسلامی تناظر میں دیکھا جائے تو اس لفظ کے معانی ہیں ''کوئی ایسا شخص جو اسلامی عقائد کا انکار کرے یا انہیں رد کرے۔'' گویا جو شخص اسلام کا انکار کردے اُسے اسلام میں کافر کہا جاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں جو

شخص اسلام کے تصورِ خدا کا انکار کردے وہ کافر کہلائے گا۔

جہاں تک بھائی چارے کے دیگر تصورات کی بات ہے تو واقعی کئی طرح کے بھائی چارے موجود ہیں۔ مثلاً علاقے اور وطن کی بنیاد پر، ہندوستان میں، پاکستان میں اور امریکہ میں ہر جگہ ایک وطنی بھائی چارہ موجود ہے۔ یہ تمام بھائی چارے عقیدے کے بنیاد پر نہیں بلکہ بعض دیگر تصورات کی بنیاد پر قائم ہوتے ہیں۔ چنانچہ یہ حقیقی بھائی چارے کو متاثر کرتے ہیں۔ اسی طرح ایک کافروں کا بھائی چارہ بھی ہے جو کفر کی بنیاد پر قائم ہوا ہے۔ یہ بھی حقیقی عالمی بھائی چارے کے لئے نقصان دہ ہے۔

کافر کا مطلب ہے اسلام کی حقانیت کا انکار کرنے والا۔ میرے ایک خطاب کے بعد سوالات کے دوران میں ایک صاحب نے کہا کہ مسلمان ہمیں کافر کہہ کر گالی کیوں دیتے ہیں؟ اس طرح ہماری انا کو ٹھیس پہنچتی ہے۔

میں نے انھیں یہ بھی یہی بتایا تھا کہ جناب کافر عربی کا لفظ ہے جس کا مطلب ہے اسلام کی سچائی کا انکار کرنے والا۔ اگر مجھے اس لفظ کا انگریزی میں ترجمہ کرنا ہو تو میں کہوں گا "Non Muslim" یعنی جو شخص اسلام کو قبول نہیں کرتا وہ "Non Muslim" ہے اور عربی میں کہا جائے گا کہ وہ کافر ہے۔

لہٰذا اگر آپ یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ ''نان مسلم'' کو کافر نہ کہا جائے تو یہ کس طرح ممکن ہوگا۔؟ اگر کوئی غیر مسلم یہ مطالبہ کرے کہ مجھے کافر نہ کہا جائے یعنی غیر مسلم نہ کہا جائے تو میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ جناب! آپ اسلام قبول کرلیں تو میں خود بخود آپ کو غیر مسلم یعنی کافر کہنا چھوڑ دوں گا۔ کیونکہ کافر اور غیر مسلم میں کوئی فرق تو ہے نہیں۔ یہ تو سیدھا سیدھا لفظ "Non Muslim" کا عربی ترجمہ ہے اور بس۔

کائناتی بھائی چارہ ممکن ہے

سوال نمبر 28:

ہم یہاں کائناتی بھائی چارے کے بارے میں آپ کی گفتگو سننے آئے تھے صرف مسلمانوں کے بھائی چارے کے بارے میں نہیں۔ میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ کیا کائنات کے دوسرے حصوں میں بھی ہمارے بھائی موجود ہیں۔؟

جواب:

آپ پوچھتے ہیں کہ کیا بھائی چارے کا تصور صرف اس زمین تک ہی محدود ہے یا کائنات میں مزید وسعت بھی دی جاسکتی ہے؟ حقیقی کائناتی بھائی چارے کا مطلب کیا ہے؟ پچھلی گفتگو کے دوران میں نے یہ بھی کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے۔ہم اس خدا پر ایمان رکھتے ہیں جو تمام عالمین کا یعنی پوری کائنات کا رب ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔!

"وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ۭ وَهُوَ عَلٰي جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَاۗءُ قَدِيْرٌ ۝"

(القرآن المجید، پارہ نمبر 25، سورۃ نمبر 42 (الشعراء)، آیت نمبر 29)

"اور اس کی نشانیوں میں سے ہے زمین اور آسمان کی پیدائش اور یہ جان دار مخلوقات جو اس نے ان دونوں جگہ پھیلا رکھی ہیں وہ جب چاہے انہیں اکٹھا کرنے پر قادر ہے۔ ۝"

گویا اس دنیا کے علاوہ بھی جاندار مخلوقات موجود ہیں۔ ابھی علوم انسانی نے اتنی ترقی نہیں کہ ان کا وجود ثابت کیا جاسکے لیکن بہر حال سائنس دان مسلسل کوشش کر رہے ہیں۔ وہ خلائی راکٹ اور مصنوعی سیارے مسلسل خلا میں بھیج رہے ہیں۔ وہ کہتے

ہیں کہ اس بات کے قوی امکانات موجود ہیں لیکن ابھی تک کوئی بات ثابت نہیں ہوئی۔

قرآن یہ کہتا ہے کہ ہاں! اس زمین کے علاوہ بھی جاندار مخلوقات موجود ہیں اور میں اس بات پر یقین رکھتا ہوں۔ اس یقین کے نتیجے میں کائناتی بھائی چارے کا ایک تصور ہمارے سامنے آتا ہے۔ بھائی چارہ صرف اس زمین تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ بھائی چارہ ہر جگہ درکار ہے۔ ہندوستان میں بھی اور ہندوستان سے باہر پوری دُنیا میں بھی۔ یہ بھائی چارہ کس طرح قائم ہو سکتا ہے؟ میں یہاں اپنی پوری گفتگو دہرانا نہیں چاہتا۔ لیکن مختصراً یہ کہ ایک ہی نظامِ اخلاقیات لاگو ہونا چاہئے کہ کوئی انسان کو قتل نہیں کرے گا۔ کوئی چوری نہیں کرے گا، غریبوں کے کام آئے گا، پڑوسیوں کی مدد کرے گا، کسی کی غیبت نہیں کرے گا۔ انسان کو یہ خیال رکھنا ہوگا کہ وہ خود تو پیٹ بھر کر سونے لگا ہے لیکن کہیں ایسا تو نہیں کہ اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔ ہر کوئی شراب سے پرہیز کرے گا کیونکہ نشہ اس دنیا میں بھائی چارے کے قائم ہونے میں ایک بڑی رکاوٹ ہے۔

مندرجہ بالا تمام اُمور بھائی چارے کو تقویت دینے والے ہیں۔ نہ صرف ہندوستان میں، نہ صرف امریکہ میں، نہ صرف اس دنیا میں بلکہ پوری کائنات میں۔

لیکن یہ صرف ایک ہی صورت میں ممکن ہے اگر ساری دنیا کے لوگ یہ بات تسلیم کر لیں کہ تمام انسان خواہ وہ بھارت میں ہوں، امریکہ میں ہوں، دنیا کے کسی ملک میں ہوں یا اس زمین سے دور کسی اور سیارے کی مخلوق ہے، ان کا خالق ایک ہی خدائے عظیم ہے اور حقیقت یہ ہے کہ فی الاصل تمام مذاہب میں ایک برتر اور عظیم خدا کا تصور موجود ہے۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ دنیا کے تمام اہم مذاہب میں خدا کا تصور ہے۔ سکھ مت، پارسی مذہب، وغیرہ تمام مذاہب میں تصورِ خدا موجود ہے۔

قرآنی تعلیمات امن وامان کی ضامن

سوال نمبر 29:

میں کسی مذہب پر یقین نہیں رکھتا، میرا سوال یہ ہے کہ اگر آپ مسلمانوں کے کہنے کے مطابق تمام مذاہب اور نسلیں وغیرہ اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے ہیں تو پھر یہ لڑائیاں کیوں ہیں؟ آپ کہتے ہیں کہ ہندومت کا عقیدہ ہے کہ ''ہر شے خدا ہے'' اور اسلام کا عقیدہ ہے کہ ''ہر شے خدا کی ہے'' تو ہندوستان میں اور پوری دنیا میں لڑائیاں کیوں ہیں؟ بلکہ خود مسلمان ممالک میں بھی۔

جواب:

ہم مسلمان یہ ہرگز نہیں کہتے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو مختلف مذاہب میں تقسیم کیا ہے۔ ہم تو کہتے ہیں کہ انسان کو مختلف قوموں، قبیلوں، نسلوں اور رنگوں میں تقسیم کیا گیا۔ مذہب صرف ایک ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ انسان کو مذاہب کے لحاظ سے تقسیم نہیں کرتا۔ ہاں، اس نے رنگ ونسل اور قبیلوں کے لحاظ سے ضرور انسان کو بانٹا ہے۔ اسی طرح زبانوں کا اختلاف ہے تاکہ انسانوں کی پہچان ہو سکے۔

اسی طرح جہاں تک ہندومت کا تعلق ہے تو آکسفرڈ ڈکشنری کی تعریف کے مطابق مذہب نام ہی خدا پر ایمان کا ہے۔ ہندومت کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ ہندومت کے تصورِ خدا کو سمجھا جائے۔ یہودیت کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ یہودیت کے تصورِ خدا کو سمجھا جائے۔ عیسائی مذہب کی تفہیم کے لئے لازم ہے کہ عیسائیت کے تصورِ خدا کی تفہیم ہو۔ اسی طرح اسلام کو درست طور پر سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ اسلام کے تصورِ خدا کو درست طور پر سمجھا جائے۔

جہاں تک اختلافات کا سوال ہے تو یہ اختلافات کس نے پیدا کئے ہیں؟ اللہ

تعالیٰ نے ان اختلافات کی تعلیم نہیں دی۔ اللہ تعالیٰ تو سورۂ انعام میں صاف فرماتا ہے۔!

"اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ٥"

(القرآن المجید، سورۃ نمبر 6 (الانعام)، آیت نمبر 159)

"بیشک جن لوگوں نے اپنے دین کے فرقے بنا لیے یقیناً ان سے تمہارا کچھ واسطہ نہیں، ان کا معاملہ تو اللہ کے سپرد ہے، وہی ان کو بتائے گا کہ انہوں نے کیا کچھ کیا۔"

مذہب کو تقسیم نہیں کیا جانا چاہئے۔ تفرقہ نہیں ہونا چاہئے۔ جو تفرقے میں پڑتا ہے وہ غلط کرتا ہے۔ آپ نے پوچھا ہے کہ لوگ آپس میں لڑتے کیوں ہیں اور ایک دوسرے کو مار کیوں رہے ہیں؟ یہ تو آپ کو ان لوگوں سے پوچھنا چاہئے۔

فرض کیجئے! آپ ایک استاد ہیں۔ آپ اپنے شاگرد کو نقل کرنے سے منع کرتے ہیں لیکن وہ پھر بھی باز نہیں آتا اور نقل کرتا ہے تو آپ کیا کر سکتے ہیں؟ کون قصوروار ہے استاد یا شاگرد۔؟ ظاہر ہے کہ شاگرد ہی قصوروار ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کو ہدایت دے رکھی ہے، اسے راہِ مستقیم دکھا دی ہے۔ انسان کو آخری اور مکمل پیغام ہدایت مل چکا ہے۔ یہ پیغامِ ہدایت انسان کو قرآنِ مجید کی صورت میں عطا کیا گیا ہے۔ قرآنِ مجید میں انسان کے لئے اوامر ونواہی بیان کر دیئے گئے ہیں۔

جیسا کہ سورۂ مائدہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔!

"مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ

نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِى الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَا اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِى الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ٥"

(القرآن المجید، سورۃ نمبر 5 (المائدہ)، آیت نمبر 32)

"اسی وجہ سے بنی اسرائیل پر ہم نے یہ فرمان لکھ دیا تھا کہ "جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین فساد پھیلانے کے علاوہ کسی اور وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی کو زندگی بخشی اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخش دی مگر ان کا حال یہ ہے کہ ہمارے رسول پے در پے ان کے پاس کھلی کھلی ہدایات لے کر آئے پھر بھی ان میں بکثرت لوگ زمین میں زیادتیاں کرنے والے ہیں۔٥"

گویا اللہ تعالیٰ قتل و غارت کو پسند نہیں فرماتا۔ لیکن اگر انسان احکامات الٰہی پر عمل نہ کرے تو قصور کس کا ہے؟ خود انسان کا۔

سورۂ ملک میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔!

"اَلَّذِىْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا وَّهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ٥"

(القرآن المجید، پارہ نمبر 29، سورۃ نمبر 67 (الملک)، آیت نمبر 2)

"اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے موت اور زندگی کو ایجاد کیا تا کہ تم لوگوں کو آزمائے کہ تم میں سے کون بہتر عمل کرنے والا ہے اور وہ غلبے والا بخشنے والا ہے۔"

زندگی اور موت دونوں کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ انسان کے لئے یہ ایک امتحان ہے۔ جس میں کامیابی کا انحصار اس کے اعمال کی نوعیت پر ہے۔ اللہ تعالیٰ انسان کو اچھے یا برے اعمال پر مجبور نہیں کرتا۔ اگر چہ وہ چاہے تو یقیناً کر سکتا ہے۔ ایک استاد چاہے تو اپنے تمام طالب علموں کو پاس کر سکتا ہے خواہ وہ کامیابی کی اہلیت رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو۔ استاد چاہے تو بڑی آسانی سے سب کو کامیاب کر سکتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو تمام انسان ایمان لے آئیں۔ ہر کوئی ایمان لے آئے لیکن ایسا نہیں ہوگا کیونکہ اس کی چاہت ایسی نہیں ہے۔ اس نے دل، دماغ اور عقل وفہم، تدبر وفکر عطا فرما دی اور فرمایا: اب تم خود میرے بتائے ہوئے صراط مستقیم کی طرف چلو۔

اگر استاد ایک ایسے طالب علم کو پاس کر دے جو نالائق ہے۔ جس نے امتحان میں اچھی کارکردگی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ جس نے درست جوابات نہیں دیئے تو محنتی اور قابل طالب علم کہے گا کہ میں نے اتنی محنت کی لیکن دوسرا طالب علم جس نے محنت نہیں کی، جو نقل کرتا رہا، جس نے جوابات ہی نہیں لکھے وہ بھی کامیاب ہو گیا ہے۔ اگر استاد اسی طرح سب کو کامیاب کر دے تو اگلی دفعہ آنے والے طالب علموں میں سے کوئی ایک بھی محنت کرنے کے لئے تیار نہیں ہوگا۔ اگر نظام ہی اس طرح کا بن جائے گا تو میڈیکل کالج کا طالب علم ڈاکٹر تو بن جائے گا۔ اس کے پاس ایم بی بی ایس کی ڈگری تو ضرور ہوگی لیکن وہ لوگوں کا علاج نہیں کر سکے گا۔ وہ لوگوں کی جان بچانے کی بجائے لوگوں کی جان لینے کا سبب بنے گا۔

لہٰذا اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن مجید میں بنی نوع انسان کو راہِ ہدایت دکھا دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔!

”کسی کو قتل نہ کرو۔

کسی کو ایذا نہ پہنچاؤ۔

لوگوں کے کام آؤ

اپنے پڑوسیوں سے محبت کرو۔''

اگر لوگ ایسا نہیں کرتے تو جیسا کہ میں نے اپنی گفتگو کے دوران میں عرض کیا، اس کا مطلب ہے کہ لوگ قرآنی احکامات پر عمل نہیں کر رہے۔ جو شخص ایسا نہیں کرتا وہ قرآن کی تعلیمات پر عمل نہیں کر رہا۔ وہ کوئی بھی ہو، کہیں بھی ہو، امریکہ میں ہو، پاکستان میں یا دنیا کے کسی بھی ملک میں۔ لوگ کچھ بھی کریں۔ اس سے کچھ نہیں ہوتا۔ محض مسلمانوں والا نام رکھ لینے سے، عبداللہ، ذاکر یا محمد نام رکھ لینے سے کوئی جنت میں داخلے کا حق دار نہیں ہو جاتا۔ محض یہ کہہ دینے سے کہ میں مسلمان ہوں کوئی حقیقی معنوں میں مسلمان نہیں بن جاتا۔ اسلام کوئی لیبل نہیں ہے جسے جو چاہے چسپاں کر لے۔ اگر کوئی شخص اپنی مرضی کو اللہ کی مرضی کے تابع کر دے تو وہی مسلمان ہے۔

قرآن کے مطابق کچھ لوگ ایسے ہیں جو مسلمان ہونے کا زبانی دعویٰ کرتے ہیں۔ لہٰذا اگر کچھ لوگ قتل و غارت گری میں ملوث ہیں تو وہ قرآنی احکامات کی پیروی نہیں کر رہے۔ اگر قرآنی ہدایت کی پیروی کی جائے تو پوری دنیا میں امن و سلامتی کا دور دورہ ہو جائے۔

بنیاد پرستی اور دہشت گردی

سوال نمبر 30:

زیادہ تر مسلمان بنیاد پرست اور دہشت گرد کیوں ہیں۔؟

جواب:

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔!

''لَآ اِکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ فَمَنْ

يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ o''

(القرآن المجید، پارہ نمبر 2، سورۃ نمبر 2 (البقرۃ)، آیت نمبر 256)

''دین میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے، صحیح بات غلط خیالات سے الگ چھانٹ کر دی گئی، اب جو کوئی طاغوت کا انکار کر کے اللہ پر ایمان لے آیا تو اس نے ایک ایسا مضبوط سہارا تھام لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں اور اللہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے o''

میں آپ کے سامنے حقیقت پیش کروں گا لیکن اس حقیقت کو قبول کرنے پر میں آپ کو مجبور نہیں کر سکتا۔ آپ چاہیں تو اس کو قبول کریں چاہیں تو نہ کریں کیوں کہ اسلام میں زبردستی تو ہے نہیں۔ آپ پوچھتے ہیں کہ زیادہ تر مسلمان دہشت گرد اور بنیاد پرست کیوں ہیں۔؟

سب سے پہلے تو ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ ''بنیاد پرست'' کا مطلب کیا ہے۔؟ تو ''بنیاد پرست اس شخص کو کہتے ہیں جو (کسی بھی معاملے میں) بنیادی اُصولوں پر عمل کرتا ہو۔''

مثال کے طور پر ایک شخص اگر اچھا ریاضی دان بننا چاہتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ریاضی کے بنیادی تصورات سے آشنا بھی ہو اور ان پر عمل پیرا بھی ہو۔ گویا اگر کوئی اچھا ریاضی دان بننا چاہتا ہے تو اسے ریاضیات کے شعبے کا بنیاد پرست ہونا چاہیے۔

اسی طرح اگر کوئی اچھا سائنس دان بننا چاہتا ہے تو اسے سائنس کے بنیادی اصول کا علم بھی ہونا چاہئے اور اسے ان اصولوں پر عمل بھی کرنا چاہئے۔ بہ الفاظ دیگر اسے سائنس کے شعبے کا بنیاد پرست ہونا چاہئے۔

اگر ایک شخص اچھا ڈاکٹر بننا چاہتا ہے تو اسے کیا کرنا چاہیے؟ اس کو چاہئے کہ وہ علم طلب کے بنیادی اصولوں یعنی مبادیات کا علم حاصل کرے اور پھر ان پر پورا عمل بھی کرے۔ یعنی اچھا ڈاکٹر بننے کے لئے ضروری ہے کہ وہ شعبہ طب کا بنیاد پرست بن جائے۔

کہنے کا مقصد یہ ہے کہ تمام بنیاد پرستوں کو کسی ایک خانے میں نہیں ڈالا جاسکتا۔ آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ تمام بنیاد پرست برے ہوتے ہیں یا یہ کہ ''تمام بنیاد پرست اچھے ہوتے ہیں۔''

مثال کے طور پر ایک ڈاکو بھی بنیاد پرست ہو سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے وہ مبادیاتِ ڈاکہ زنی پر پوری طرح عمل کرتا ہو اور کامیابی سے ڈاکے ڈالتا ہو۔ لیکن وہ ایک اچھا آدمی نہیں ہے کیوں کہ وہ لوگوں کو لوٹتا ہے۔ وہ معاشرے کے لئے نقصان دہ ہے۔ وہ بھائی چارے کو خراب کرتا ہے۔ وہ ایک اچھا انسان نہیں ہے۔

دوسری طرف ایک بنیاد پرست ایک ڈاکٹر ہے۔ جو مبادیاتِ طب پر عمل پیرا ہے۔ بنیادی طبی اصولوں کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔ وہ لوگوں کا علاج کرتا ہے ان کی تکالیف دور کرتا ہے۔ وہ ایک اچھا انسان ہے کیوں کہ وہ بنی نوع انسانیت کے کام آرہا ہے۔

یعنی آپ تمام بنیاد پرستوں کا خاکہ ایک ہی قلم سے نہیں بنا سکتے۔

جہاں تک سوال ہے مسلمانوں کے بنیاد پرست ہونے کا تو مجھے فخر ہے کہ میں ایک بنیاد پرست مسلمان ہوں کیوں کہ میں اسلام کی بنیادی باتوں کا علم رکھتا ہوں اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہوں اور فخر سے کہتا ہوں کہ میں ایک بنیاد پرست مسلمان ہوں۔ کوئی بھی شخص جو اچھا مسلمان بننا چاہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایک بنیاد پرست مسلمان بنے۔ بصورتِ دیگر وہ کبھی بھی ایک اچھا مسلمان نہیں بن

سکتا۔

اسی طرح اگر ایک ہندو چاہتا ہے کہ وہ ایک اچھا ہندو بنے تو اسے ایک بنیاد پرست ہندو بننا پڑے گا۔ ایک عیسائی اگر اچھا عیسائی بننا چاہتا ہے تو اسے بنیاد پرست عیسائی بننا پڑے گا بصورت دیگر وہ کبھی ایک عیسائی نہیں بن سکتا۔

سوال یہ ہے کہ ایک "بنیاد پرست مسلمان" اچھا ہوتا ہے یا بُرا؟ الحمدللہ! اسلام کے بنیادی اصولوں میں کوئی بات بھی ایسی نہیں جو انسانیت کے خلاف ہو۔ مجھ سے متعدد ایسے سوالات پوچھے گئے جو غلط فہموں پر مبنی تھے۔ لوگوں کو اسلام کے بارے میں غلط فہمیاں ہیں اور ان غلط فہمیوں کی وجہ سے ہی وہ سمجھتے ہیں کہ اسلام کی تعلیمات میں خرابی ہے۔ جس طرح کہ ایک بھائی نے گائے کے بارے میں سوال کیا اور میں نے جواب دیا۔ اسی طرح کے مزید سوالات کیے گئے اور میں نے جوابات دیے۔

اصل میں ہوتا یہ ہے کہ لوگوں کی معلومات محدود ہوتی ہیں۔ اور وہ یہ فرض کر لیتے ہیں کہ اسلام کی کچھ بنیادی تعلیمات ہی غلط ہیں۔ لیکن اگر آپ اسلام کے بارے میں مکمل معلومات رکھتے ہیں تو آپ کے علم میں ہوگا کہ اسلام کا کوئی ایک اصول بھی ایسا نہیں ہے جو معاشرے اور انسانیت کے لیے نقصان دہ ہو۔

میں یہاں بیٹھے ہوئے تمام لوگوں کو اور یہی نہیں بلکہ کائنات کے تمام لوگوں کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ اسلام کی بنیادی تعلیمات میں کوئی ایک چیز مجھے ایسی دکھا دیں جو انسانیت کے خلاف ہو۔

ہوسکتا ہے کچھ لوگوں کو اسلامی تعلیمات بری لگتی ہوں لیکن مجموعی طور پر پوری انسانیت کی بہتری اور فلاح کے لئے یہی تعلیمات بہترین ہیں۔ میں دوبارہ چیلنج کرتا ہوں، اس ہال میں بیٹھا ہوا کوئی بھی شخص مجھ سے کوئی بھی سوال پوچھ سکتا ہے۔ میں انشاءاللہ! تمام غلط فہمیاں دور کردوں گا۔!

ایبسر ڈ ڈکشنری بتاتی ہے۔!

''فنڈا منٹلزم وہ تحریک تھی جو بیسویں صدی کے آغاز میں امریکی پرٹسٹنٹ عیسائیوں نے شروع کی ۔ ان لوگوں کا کہنا تھا کہ نہ صرف بائبل میں بیان کردہ تعلیمات الہامی ہیں بلکہ پوری انجیل لفظ بہ لفظ کلامِ خداوندی ہے۔''

اب ظاہر ہے کہ اگر یہ ثابت کیا جا سکے کہ بائبل واقعی حرف بہ حرف کلامِ خداوندی ہے تو پھر یہ اچھی تحریک ہے۔ لیکن اس تحریک سے وابستہ لوگ یہ ثابت کرنے میں ناکام رہتے ہیں تو پھر فنڈا منٹلزم کی یہ تحریک قابلِ ستائش نہیں کہلائے گی

آکسفرڈ انگریزی لغت میں بنیاد پرست کی یہ تعریف ملتی ہے۔!

"....Strictly adhering to the ancient laws of a religion, especialy Islam."

''کسی بھی مذہب کے قدیم قوانین کی سختی سے پابندی کرنا، خصوصاً ''اسلام''

یعنی آکسفرڈ ڈکشنری کہتی ہے کہ ''خصوصاً اسلام''۔ اس لغت کی تازہ ترین اشاعت میں یہ اضافہ کیا گیا ہے۔ یعنی اب بنیاد پرستی کا لفظ سنتے ہی فوراً دھیان جائے گا مسلمان کی طرف......کیوں۔؟

اس لئے کہ مغربی ذرائع ابلاغ مسلسل لوگوں پر ایسے بیانات کی بمباری کئے چلے جارہے ہیں جن سے مسلمان ہی بنیاد پرست معلوم ہوتے ہیں اور مسلمان ہی دہشت گرد اور اب تو صورتِ حال یہ ہوگئی ہے کہ ''بنیاد پرست'' لفظ سنتے ہی فوراً ذہن میں مسلمان آتے ہیں۔

ذرا لفظ ''دہشت گرد'' پر غور کریں۔ دہشت گرد کسے کہتے ہیں؟ اس شخص کو جو دہشت پھیلائے۔

اب اگر ایک ڈاکو پر پولیس کو دیکھ کر دہشت طاری ہو جاتی ہے تو اس کے لئے پولیس دہشت گرد ہے۔ کیا میں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔؟

میں انگریزی زبان میں واضح طور پر بات کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ میں لفظوں سے نہیں کھیل رہا۔ دہشت گرد وہ ہے جو دہشت پھیلائے۔ اب اگر کسی ڈاکو، کسی مجرم، کسی سماج دُشمن پر پولیس کو دیکھ کر دہشت طاری ہوتی ہے تو پولیس بھی دہشت گرد ہے۔

اس تناظر میں دیکھا جائے تو ہر مسلمان کو دہشت گرد ہونا چاہئے۔ اسے سماج دشمن عناصر کے لئے دہشت گرد ہونا چاہئے۔ کوئی ڈاکو کسی مسلمان کو دیکھے تو اس پر دہشت طاری ہو جانی چاہئے۔ اسی طرح اگر کوئی زانی کسی مسلمان کو دیکھے تو اسے دہشت گرد ہو جانا چاہئے۔

مجھے اس بات سے بھی اتفاق ہے کہ بالعموم دہشت گرد اس شخص کو کہا جاتا ہے جو عام لوگوں کو دہشت زدہ کر دے۔ جو معصوم لوگوں کو خوف زدہ کرنے کی کوشش کرے اور اس تناظر میں کسی بھی مسلمان کو دہشت گرد نہیں ہونا چاہئے۔ عام لوگوں کو مسلمان سے قطعاً دہشت زدہ نہ ہونا چاہئے۔

البتہ جہاں تک سماج دشمن عناصر، چور اور مجرموں کا تعلق ہے تو جس طرح پولیس ان کے لئے دہشت گرد ہے اسی طرح مسلمانوں کو بھی ان کے لئے دہشت گرد ہونا چاہئے۔

ایک معاملہ اور بھی ہے وہ یہ کہ اگر آپ تجزیہ کریں تو بعض اوقات یوں بھی ہوتا ہے کہ ایک ہی شخص پر دو مختلف لیبل لگ جاتے ہیں۔ ایک ہی شخص کے ایک ہی کام کی وجہ سے وہ مختلف تصور بن جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر جب ہندوستان آزاد نہیں ہوا تھا، جب ہندوستان پر انگریزوں کی حکومت تھی تو اس وقت مجاہدین آزدی

برصغیر کی آزادی کے لئے جدو جہد کر رہے تھے۔ انگریز حکمران ان لوگوں کو دہشت گرد کہتے تھے۔ جب کہ ہندوستان انہیں ''محبِ وطن'' اور ''مجاہدینِ آزادی'' کہتے تھے۔

وہی لوگ تھے، ایک ہی فعل کی وجہ سے انگریزوں کی نظر میں وہ دہشت گرد تھے لیکن ہندوستانیوں کی نظر میں، ہماری نظر میں وہ مجاہد تھے۔ آپ جب ان لوگوں پر کوئی لیبل لگائیں گے تو پہلے صورتِ حال کا تجزیہ کریں گے۔ اگر آپ انگریز حکمرانوں سے اتفاق کرتے ہیں تو پھر یقیناً آپ انہیں دہشت گرد قرار دیں گے لیکن اگر آپ ہندوستانیوں کے اس موقف سے اتفاق کرتے ہیں کہ انگریز ہندوستان میں تجارت کرنے آئے تھے اور یہاں قابض ہو گئے۔ ان کی حکومت غاصبانہ اور غیر قانونی ہے تو پھر آپ انہی لوگوں کو مجاہدین آزادی قرار دیں گے۔

یعنی ایک ہی طرح کے لوگوں کے بارے میں دو مختلف آرا ہونا ممکن ہے۔

چنانچہ میں آخر میں یہ کہہ کر اپنی بات سمیٹوں گا کہ ''جہاں تک اسلام کا تعلق ہے ہر مسلمان کو بنیاد پرست ہونا چاہئے۔ کیوں کہ اسلام کی تمام تعلیمات انسانیت کے حق میں ہیں۔ انسان دوستی اور عالمی بھائی چارے کو تقویت دینے والی ہیں۔''

ترویجِ اسلام نرمی سے یا تلوار سے

سوال نمبر 31:

اگر اسلام امن وسلامتی کا مذہب ہے تو پھر اسے تلوار کی مدد سے کیوں پھیلایا گیا ہے۔؟

جواب:

اسلام کا لفظ ہی ''سلم'' سے نکلا ہے۔ جس کا مطلب ہی سلامتی ہے۔ اسلام کا ایک اور مطلب ''اپنی رضا کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی مرضی کے تابع کر دینا''

ہے۔ گویا اسلام کا مطلب ہوا'' وہ سلامتی جو اپنی مرضی کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے تابع کر دینے سے حاصل ہوتی ہے۔'' لیکن جیسا کہ پہلے بھی عرض کیا گیا کہ دنیا میں ہر شخص سلامتی کا متمنی نہیں ہوتا۔ ہر شخص یہ نہیں چاہتا کہ پوری دنیا میں امن وسلامتی کا دور دورہ ہو۔ کچھ سماج دشمن عناصر بھی ہوتے ہیں۔ جو اپنے ذاتی مفاد کی وجہ سے امن وسلامتی نہیں چاہتے۔ اگر مکمل طور پر امن ہو جائے تو ظاہر ہے کہ چوروں، ڈاکوؤں اور مجرموں کے لئے مواقع ختم ہو جائیں گے۔ چنانچہ اپنے فائدے کے لئے ان کی خواہش یہی ہوتی ہے کہ امن وسلامتی نہ رہے۔ ایسے سماج دشمن لوگوں کی بیخ کنی کے لئے طاقت کا استعمال ناگزیر ہو جاتا ہے اور اسی وجہ سے پولیس کا ادرہ قائم کرنا پڑتا ہے۔

گویا اسلام واقعی امن وسلامتی کا مذہب ہے۔ لیکن امن وسلامتی قائم رکھنے کے لئے بھی بعض اوقات طاقت کا استعمال کرنا پڑتا ہے تاکہ معاشرے کے لئے نقصان دہ عناصر کی حوصلہ شکنی کی جاسکے۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ'' اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے'' تو اس سوال کا بہترین جواب ڈی لیسی اولیری نے دیا ہے، جو کہ ایک مشہور غیر مسلم مؤرخ ہے۔ وہ اپنی کتاب'' Islam at the Cross Roods.'' کے صفحہ نمبر آٹھ (8) پر وہ لکھتا ہے۔!

'' تاریخ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ شدت پسند مسلمانوں کے پوری دنیا پر قبضے کرنے اور تلوار کے زور پر مفتوحہ اقوام کے لوگوں کو مسلمان کرنے کی کہانیاں درحقیقت ان افسانوں میں سب سے زیادہ بے سروپا اور ناقابلِ یقین ہیں جو مورخ دُہراتے رہتے ہیں۔''

کتاب کا نام '' Islam at the Cross Roods.'' مصنف ڈی لیسی اولیری ہیں اور صفحہ نمبر آٹھ ہے۔ اب میں آپ سے ایک سوال پوچھتا ہوں

کہ ہم مسلمانوں نے ''اسپین'' پر تقریباً آٹھ سو (800) برس تک حکومت کی، لیکن جب صلیبی جنگجو وہاں آئے تو مسلمانوں کا نام ونشان ہی مٹا دیا گیا۔ وہاں کوئی ایک مسلمان بھی ایسا نہیں بچا جو سرعام اذان دے سکے۔ لوگوں کو نماز کی دعوت دے سکے۔ ہم نے وہاں قوت کا استعمال نہیں کیا۔ آپ جانتے ہیں کہ ہم مسلمانوں نے تقریباً چودہ سو (1400) سال مسلسل عرب علاقے میں حکومت کی۔ صرف چند سال انگریزی اور چند سال فرانسیسی بھی رہے لیکن مجموعی طور پر ایک ہزار چار سو برس تک عربوں کے علاقے میں مسلمانوں ہی کی حکومت رہی۔ لیکن کیا آپ جانتے ہیں کہ اس وقت بھی تقریباً ایک کروڑ چالیس لاکھ عرب عیسائی ہیں۔ یہ لوگ قبطی عیسائی کہلاتے ہیں۔ قبطی عیسائی نسل در نسل عیسائی چلے آ رہے ہیں۔ اگر ہم مسلمان چاہتے تو ان میں ہر ایک کو بزورِ شمشیر مسلمان کیا جا سکتا تھا۔ لیکن ہم نے ایسا نہیں کیا۔

یہ چودہ ملین عرب جو کہ قبطی عیسائی ہیں، درحقیقت اس بات کی گواہی ہیں کہ اسلام تلوار کے زور پر ہرگز نہیں پھیلا۔ خود ہندوستان پر بھی صدیوں تک مسلمانوں کی حکومت رہی لیکن یہاں بھی اسلام پھیلانے کے لئے تلوار سے کام نہیں لیا گیا۔ اگر چند لوگ کوئی غلط کام کریں تو اس کے لئے مذہب کو موردِ الزام نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ اگر چند لوگ مذہب کی تعلیمات پر عمل نہیں کرتے تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ اس مذہب ہی میں برائی ہے۔ مثال کے طور پر یہ کہنا غلط ہوگا کہ عیسائیت ایک برا مذہب ہے کیوں کہ ہٹلر نے ساٹھ لاکھ (6000000) یہودی مار دیئے تھے۔ فرض کیجئے ایسا ہوا بھی ہو کہ ہٹلر نے ساٹھ لاکھ یہودی جلا کر مار دیئے ہوں تو پھر بھی اس کا ذمہ دار عیسائی مذہب کو کیوں کر قرار دیا جا سکتا ہے۔ کالی بھیڑیں تو ہر معاشرے میں موجود ہوتی ہیں۔

ہم مسلمانوں نے صدیوں ہندوستان پر حکومت کی، اگر ہم چاہتے تو یہاں

کے ہر غیر مسلم کو بہ زورِ شمشیر مسلمان کیا جا سکتا تھا۔ لیکن ہم نے کبھی ایسا کرنے کی کوشش نہیں کی اور اس بات کی شہادت وہ ہندو ہیں جو آج بھی اس ملک کی آبادی کا اسی فی صد ہیں۔ یہاں موجود حاضرین میں شامل غیر مسلم خود اس بات کی گواہی ہیں کہ ہم نے طاقت اور قوت رکھنے کے باوجود لوگوں کو بہ زورِ شمشیر مسلمان نہیں کیا۔ ہم نے ایسا نہیں کیا کیوں کہ اسلام اس بات پر یقین ہی نہیں رکھتا۔

آج آبادی کے لحاظ سے دنیا کا سب سے بڑا مسلمان ملک انڈونیشیا ہے۔ مسلمانوں کی سب سے بڑی آبادی وہاں ہے۔ کون سی فوج انڈونیشیا فتح کرنے گئی تھی؟ ملیشیا کی آبادی کا بھی پچپن (55) فی صد مسلمانوں پر مشتمل ہے تو بتایئے وہاں کون سی فوج روانہ کی گئی تھی؟ افریقہ کا مشرقی ساحل فتح کرنے کون گیا تھا؟ کون سی فوج؟ کون سی تلواریں۔؟

اس کا جواب تھامس کارلائل دیتا ہے۔ کارلائل اپنی کتاب Heros & Hero Worship میں لکھتا ہے۔!

> ”آپ کو یہ تلوار حاصل کرنا پڑتی ہے۔ بصورتِ دیگر کم ہی فائدہ ہوسکتا ہے۔ ہر نیا نظریہ ابتدا میں ایک آدمی کے ذہن میں ہوتا ہے۔ دُنیا بھر میں صرف ایک آدمی کے ذہن میں، ایک آدمی بمقابلہ پوری نوع انسانی اگر وہ تلوار کا استعمال کرے گا تو اس کی کامیابی کا امکان کم ہی ہے۔“

کون سی تلوار؟ فرض کیجئے کوئی ایسی تلوار ہوتی بھی تو مسلمان اسے استعمال نہیں کر سکتے تھے کیوں کہ قرآن انہیں حکم دیتا ہے۔!

”لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ

بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌo"

(القرآن المجید، پارہ نمبر 2، سورۃ نمبر 2 (البقرۃ)، آیت نمبر 256)

"دین کے معاملے میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے۔ صحیح بات غلط خیالات سے الگ چھانٹ کر رکھ دی گئی ہے۔ اب جو کوئی طاغوت کا انکار کر کے اللہ پر ایمان لے آیا اس نے ایک ایسا مضبوط سہارا تھام لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں اور اللہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔o"

یعنی ہر وہ شخص جو اللہ سے دست و گیری چاہتا ہے اور باطل قوتوں کو رد کر دیتا ہے۔ در حقیقت اس نے سب سے مضبوط سہارا پکڑا ہے۔ ایسا سہارا جو کبھی اس کا ساتھ نہیں چھوڑے گا۔

کون سی تلوار سے لوگوں کو مسلمان کیا گیا ہے؟ یہ حکمت کی تلوار تھی۔ قرآنِ پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔!

"اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَo"

(القرآن المجید، پارہ نمبر 14، سورۃ نمبر 16 (النحل)، آیت نمبر 125)

"اے نبی! اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دو حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ اور لوگوں سے مباحثہ کرو ایسے طریقے پر جو بہترین ہو، تمہارا رب ہی زیادہ بہتر جانتا ہے کہ کون اس کی راہ سے بھٹکا ہوا ہے اور کون راہِ راست پر ہے۔o"

The Plain Truth نامی رسالے میں یہ ایک مضمون شائع ہوا ہے جو

اصل میں ریڈرز ڈائجسٹ کی سالانہ کتاب 1986ء سے لیا گیا ہے۔ اس مضمون میں 1934ء سے 1984ء تک کے پچاس برسوں میں مذاہب عالم میں اضافے کے حوالے سے اعداد وشمار دیے گئے ہیں۔ اس نصف صدی کے دوان سب سے زیادہ اضافہ مسلمانوں کی تعداد میں ہوا کہ وہ دوسو پینتیس فیصد 235% بڑھ گئی۔ میں آپ سے یہ پوچھتا ہوں کہ ان پچاس برسوں میں 1934 سے 1984ء تک مسلمانوں نے کون سی جنگیں لڑ کر لوگوں کو مسلمان کیا ہے؟ وہ کون سی تلوار تھی جس کے ذریعے ان لاکھوں افراد کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا گیا۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ اس وقت امریکہ میں سب سے زیادہ تیزی سے بڑھنے والا مذہب اسلام ہے۔ ان امریکیوں کو اسلام قبول کرنے پر کون سی تلوار مجبور کر رہی ہے؟ یورپ میں بھی اسلام ہی سب سے زیادہ تیزی سے پھیلنے والا مذہب ہے۔ انہیں کون بہ نوکِ شمشیر اسلام قبول کرنے پر مجبور کر رہا ہے؟ قرآن اس سوال کا جواب متعدد مقامات پر دیتا ہے۔ میں اس سوال کا جواب ڈاکٹر ایڈم پیٹرسن کے ان الفاظ پر ختم کرنا چاہوں گا۔!

> ''وہ لوگ جنہیں یہ خوف ہے کہ ایٹمی ہتھیار کہیں عربوں کے ہاتھ نہ آجائیں، وہ یہ بات نہیں سمجھ رہے کہ اسلامی بم تو پہلے ہی گرایا جا چکا ہے۔ یہ بم اس دن گرا تھا جس دن پیغمبر اسلام ﷺ کی ولادت ہوئی تھی۔''

بھائی چارے کا تعین...... مذہب، سماج، سیاست

سوال نمبر 32:

دُنیا میں بھائی چارے کو فروغ دینے کے لئے بہترین طریقہ کار کیا ہوسکتا

ہے۔؟ ہمیں زیادہ زور کس پہلو پر دینا چاہئے؟ مذہب پر؟ سماجیات پر؟ یا سیاست پر۔؟

جواب:

دُنیا میں بھائی چارے کو فروغ دینے کے لئے ہمیں مذہب کو ترجیح دینی پڑے گی۔ یہ بات تمام مذاہب میں موجود ہے کہ ''ہمیں ایک خدا پر ایمان رکھنا چاہئے اور اسی کی عبادت کرنی چاہئے۔'' لہٰذا ہمیں چاہئے کہ اسی بات کو اہمیت دیں اور اسی نکتے کو ترجیح دیں۔ میں اپنی گفتگو کے دوران میں بھی یہی دہراتا رہا ہوں، میں نے متعدد سوالات کے جوابات دیتے ہوئے بھی یہ بات کی اور اب پھر کہہ رہا ہوں کہ سماجیات اور سیاسیات بنیادی ترجیح نہیں ہیں بلکہ یہ چیزیں بعد میں آتی ہیں۔ سیاسیات جس بھائی چارے کی بات کرتی ہے وہ محدود ہے اور اسی طرح سماجیات بھی محدود ہے لیکن ایک خدا پر ایمان، ایک کائناتی سچائی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی نے پوری انسانیت کو تخلیق فرمایا ہے۔ مرد ہو یا عورت، گورا ہو یا کالا، امیر ہو یا غریب، سب اللہ ہی کی مخلوق ہیں۔ لہٰذا عالمی بھائی چارے کا قیام صرف اور صرف خدائے واحد پر ایمان اور عبادت کو صرف اُسی کے لئے خاص کر دینے کی صورت میں ہی ممکن ہے۔

عالمی بھائی چارہ یا...... مسلم

سوال نمبر 33:

آپ بات تو کرتے ہیں عالمی بھائی چارے کی، آپ کی گفتگو کا عنوان بھی عالمی بھائی چارہ ہے لیکن بات صرف اسلام کی کر رہے ہیں۔ عالمی بھائی چارے کا

مطلب تو سب کے لئے بھائی چارہ ہونا چاہئے۔ خواہ کسی کا تعلق کسی بھی مذہب سے ہو۔ بصورتِ دیگر کیا اسے عالمی بھائی چارے کی بجائے ''مسلم بھائی چارہ'' کہنا بہتر نہیں ہوگا۔؟

جواب:

فرض کیجئے مجھے آپ کو یہ بتانا ہے کہ بہترین کپڑا کون سا ہے اور فرض کیجئے کہ بہترین کپڑا کسی خاص کمپنی مثال کے طور پر ریمنڈز کا ہے۔ اب اگر میں کہتا ہوں کہ ''بہترین کپڑا ریمنڈز کا ہے اور آپ کو ریمنڈز کا کپڑا استعمال کرنا چاہے'' تو کیا غلط کہہ رہا ہوں گا۔؟

اسی طرح فرض کیجئے مجھے یہ بتانا ہے کہ بہترین ڈاکٹر کون سا ہے اور فرض کیجئے کہ مجھے علم ہے کہ ڈاکٹر ''الف'' ہی بہترین ڈاکٹر ہے۔ اب اگر میں کہوں کہ لوگوں کو ڈاکٹر ''الف'' سے علاج کرانا چاہئے تو کیا میں ڈاکٹر ''الف'' کی وکالت کر رہا ہوں۔؟

ہاں میں آپ کو یہی بتا رہا ہوں کہ اسلام ہی وہ دین ہے جو عالمی بھائی چارے کی بات کرتا ہے اور صرف بات ہی نہیں کرتا بلکہ عملی طور پر اس کے حصول کو ممکن بھی بناتا ہے۔ رہی یہ بات کہ کیا عالمی بھائی چارے کے تناظر میں آپ مسلمان اور غیر مسلم کو بھائی قرار دے سکتے ہیں یا صرف مسلمان ہی مسلمان کا بھائی ہے؟ تو میں یہ عرض کروں گا کہ اسلام کا بھائی چارہ یہی ہے کہ تمام انسان ہمارے بھائی ہیں۔ میں نے اپنی گفتگو کے دوران یہ بات واضح طور پر کی تھی۔ میں قطعاً لفظوں سے کھیلنے کی کوشش نہیں کر رہا بلکہ واضح الفاظ میں آپ کو بتا رہا ہوں۔

ہوسکتا ہے آپ نے دھیان نہ دیا ہو یا یہ بات آپ سے نظر انداز ہوگئی ہو۔ میں نے اپنی گفتگو کا آغاز ہی سورۂ حجرات کی ان آیات سے کیا تھا۔!

"یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌo"

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 26، سورۃ نمبر 49 (الحجرات)، آیت نمبر 13)

"لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنا دیں تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔o"

عالمی بھائی چارے میں ہر انسان شامل ہے۔ ہونا یہ چاہئے کہ اس کا عمل اچھا ہو، اس میں تقویٰ ہو۔ فرض کیجئے میرے دو بھائی ہیں جن میں سے ایک اچھا آدمی ہے۔ درحقیقت میرا ایک ہی بھائی ہے۔ لیکن فرض کر لیجئے کہ دو ہیں۔ ان میں ایک اچھا آدمی ہے۔ وہ ڈاکٹر ہے، لوگوں کا علاج کرتا ہے اور دوسرا بھائی ایک غلط آدمی ہے وہ شرابی اور زانی ہے۔

اب میرے بھائی تو دونوں ہیں لیکن ان دونوں میں اچھا بھائی کون سا ہے؟ ظاہر ہے کہ وہ بھائی جو ڈاکٹر ہے جو لوگوں کا علاج کرتا ہے، معاشرے کے لئے مفید ہے نقصان دہ نہیں ہے۔ دوسرا بھی میرا بھائی تو ہے لیکن اچھا بھائی نہیں ہے۔

اسی طرح دُنیا کا ہر انسان میرا بھائی ہے لیکن وہ جو نیک ہے، متقی ہے، ایمان دار ہے اور اچھے کام کرنے والا ہے وہ میرے دل کے زیادہ قریب ہے۔ یہ بات بہت واضح ہے۔

کثرتِ ازواج آخر مردوں کے لیے ہی کیوں؟

سوال نمبر 34:

اگر مرد کو کثرت ازدواج کی اجازت ہے تو پھر اسلام میں عورت کو ایک وقت میں ایک سے زیادہ شوہر رکھنے کی اجازت کیوں نہیں ہے۔؟

جواب:

بہت سے افراد جن میں کچھ مسلمان بھی شامل ہیں، یہ پوچھتے ہیں کہ آخر اسلام میں مرد کیلئے کثرت ازدواج کی اجازت ہونے اور عورت کے لئے یہ فعل ممنوع ہونے کی کیا عقلی دلیل ہے ...... کیونکہ ان کے خیال میں یہ عورت کا ایک ''حق'' ہے جس سے عورت کو محروم کیا گیا ہے۔

پہلے تو میں نہایت ادب و احترام سے یہ کہوں گا کہ اسلام کی بنیاد عدل اور مساوات پر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کو مساوی تخلیق کیا ہے، مگر مختلف صلاحیتوں کے ساتھ اور مختلف ذمہ داریاں نبھانے کیلئے۔ عورت اور مرد نہ صرف جسمانی، بلکہ نفسیاتی اعتبار سے بھی ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ اسی طرح ان کے کردار اور ان کی ذمہ داریاں بھی مختلف ہیں۔ یاد رکھیے! اسلام میں عورت اور مرد (ایک دوسرے کے) برابر ہیں، مگر باہم مماثل (Identical) نہیں ہیں۔

قرآن پاک کی چوتھی سورۂ مبارکہ، سورۃ النساء کی بائیس تا چوبیس نمبر آیات میں ان عورتوں کی فہرست دی گئی ہے، جن سے مسلمان مرد شادی نہیں کر سکتے۔ سورۃ النساء کی چوبیسویں آیت میں مزید یہ بھی بتا دیا گیا ہے ''ان عورتوں سے بھی (شادی کرنے کی ممانعت ہے) جو شادی شدہ ہوں۔''

درج ذیل نکات میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ اسلام میں عورت کے لئے بیک

وقت ایک سے زیادہ شوہر رکھنے کی ممانعت کیوں ہے:

1: اگر کسی شخص کی ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو ان شادیوں کے نتیجے میں پیدا ہونے والے بچوں کے والدین کی شناخت با آسانی ممکن ہے۔ یعنی ایسے کسی بچے کے باپ اور ماں، دونوں کے بارے میں آسانی سے بتایا جاسکتا ہے۔ اس کے برعکس، اگر کوئی عورت ایک سے زیادہ مردوں کے ساتھ شادی کرلے تو ایسی شادیوں سے پیدا ہونے والی اولاد کی ماں کے بارے میں تو پتا چل جائے گا، مگر باپ کا تعین نہیں ہو سکے گا۔ اسلام میں والدین، یعنی ماں اور باپ کی شناخت کو زبردست اہمیت دی گئی ہے۔ ماہرین نفسیات کا کہنا ہے کہ وہ بچے جنہیں اپنے والدین کا علم نہ ہو، خصوصاً جن کا باپ نا معلوم ہو، وہ متعدد ذہنی صدمات اور نفسیاتی مسائل کا شکار رہتے ہیں۔ عام طور پر ان کا بچپن ناخوش گزرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جسم فروشی کرنے والی عورتوں کے بچوں کا بچپن نہایت کرب اور الم میں گزرتا ہے۔ ایسی کسی شادی سے پیدا ہونے والے بچے کو جب اسکول میں داخل کرایا جاتا ہے اور داخلے کے وقت اس کی ماں سے بچے کے باپ کا نام پوچھا جائے تو اسے دو یا دو سے زائد نام بتانے پڑیں گے۔

مجھے جدید سائنسی ترقی کا علم ہے جس کی بدولت یہ ممکن ہو گیا ہے کہ جینیاتی ٹیسٹنگ کر کے بچے کی ماں اور باپ دونوں کی شناخت کرلی جائے۔ لہٰذا یہ نکتہ جو ماضی میں قابل اطلاق تھا، شاید آج کے دور میں اطلاق کے قابل نہ رہا ہو۔

2: عورت کے مقابلے میں مرد کی فطرت میں کثرت ازدواج کا رجحان زیادہ ہے۔

3: حیاتیاتی نقطہ نگاہ سے دیکھا جائے تو ایک مرد کے لئے کئی بیویاں ہوتے

ہوئے بھی، ایک شوہر کی حیثیت سے ذمہ داریاں نبھانا زیادہ آسان ہوتا ہے۔ اگر ایسی کسی کیفیت کا سامنا عورت کو کرنا پڑے یعنی اس کے ایک سے زیادہ شوہر ہوں تو اس کیلئے بیوی کی ذمہ داریاں بحسن وخوبی نبھانا ہرگز ممکن نہیں ہوگا۔ اپنے ماہواری کے چکر کے مختلف مراحل کے دوران ایک عورت کے طرزِ عمل اور نفسیات میں متعدد تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں۔

4: کسی عورت کے ایک سے زیادہ شوہر ہونے کا مطلب یہ ہوگا کہ اس کے جنسی شریک (سیکسوئل پارٹنرز) بھی کئی ہوں گے۔ لہٰذا اس کے کسی جنسی بیماری میں مبتلا ہونے کا اور اس بیماری کو اپنے دیگر شوہروں تک منتقل کرنے کا امکان بھی بہت قوی ہوگا، چاہے وہ تمام کے تمام مرد صرف اسی ایک عورت تک ہی کیوں نہ محدود ہوں۔ اس کے برعکس، اگر کسی مرد کی ایک سے زیادہ بیویاں ہوں اور وہ اپنی بیویوں ہی تک محدود رہے تو ایسا خدشہ تقریباً نہ ہونے کے برابر ہے۔

مذکورہ بالا دلائل صرف وہ ہیں جن کا مشاہدہ بہ آسانی کیا جا سکتا ہے۔ یقیناً جب اللہ تعالیٰ نے جو حکمت کا سرچشمہ ہے، عورت کیلئے کثرت ازدواج کی ممانعت کی ہے تو اس میں بھی لاتعداد حکمتیں پوشیدہ ہوں گی۔

مذہب...... بزورِ تلوار

سوال نمبر 35:

اسلام کو مذہب کیسے کہا جا سکتا ہے حالانکہ یہ تو تلوار سے پھیلا ہے۔؟

جواب:

بیشتر غیر ملکوں کی ایک عام شکایت یہ ہے کہ اگر اسلام طاقت کے استعمال سے پھیلا نہ ہوتا تو اس وقت دنیا میں اس کے ماننے والوں کی تعداد اتنی زیادہ ہرگز نہ ہوتی۔ درج ذیل نکات یہ واضح کریں گے کہ اسلام کے تیز رفتار عالمگیر پھیلاؤ میں تلوار کی طاقت کے بجائے سچائی، عقل اور دلیل کی بے مثل طاقت کارفرما رہی ہے۔

لفظ ''اسلام'' کا معنیٰ امن ہے۔ اس کا ایک اور مفہوم یہ بھی ہے کہ اپنی مرضی اور ارادے کو اللہ تعالیٰ کے حکم کا تابع کر دیا جائے۔ یعنی اسلام امن کا مذہب ہے اور یہ امن وسکون اسی وقت حاصل ہوسکتا ہے جب انسان اپنی مرضی کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع بنادے۔ کبھی کبھار امن برقرار رکھنے کیلئے طاقت استعمال کرنا پڑتی ہے

اس دُنیا کا ہر فرد امن اور ہم آہنگی قائم رکھنے کے حق میں نہیں۔ ایسے بہت سے لوگ ہیں جو اپنے ظاہری یا پوشیدہ مفادات کے لیے امن وامان میں خلل ڈالتے رہتے ہیں۔ لہٰذا بعض مواقع پر امن قائم رکھنے کیلئے طاقت کا استعمال کرنا پڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر ملک میں پولیس کا محکمہ ہوتا ہے جو مجرموں اور معاشرے کے شرپسند عناصر کے خلاف طاقت استعمال کرتا ہے، تاکہ امن وامان برقرار رکھا جاسکے۔ اسلام امن کی ترغیب دیتا ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ اسلام ہمیں یہ ترغیب بھی دیتا ہے کہ ناانصافی کے خلاف لڑیں۔ لہٰذا بعض مواقع پر ناانصافی اور شرپسندی کے خلاف لڑائی میں طاقت کا استعمال بھی کرنا پڑتا ہے۔ یاد رہے کہ اسلام میں طاقت کا استعمال صرف اور صرف امن اور انصاف کو فروغ دینے کیلئے ہی کیا جاسکتا ہے۔

1: اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے، اس عام غلط فہمی کا بہترین جواب ایک نامور مورخ، ڈی لیسی اولیری نے اپنی مشہور کتاب ''اسلام ایٹ دی کراس روڈ'' کے صفحہ نمبر 8 پر کچھ اس طرح سے دیا ہے۔!

”تاہم، تاریخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جنگجو مسلمانوں کے دنیا بھر میں پھیلنے اور مفتوح اقوام کو تلوار کے زور پر دائرہ اسلام میں داخل کرنے کی من گھڑت داستان ان زبردست خیالی اور دیو مالائی کہانیوں میں سے ایک ہے جنہیں مورخین ہمیشہ سے دہراتے آرہے ہیں۔“

2: مسلمانوں نے اسپین پر تقریباً آٹھ سو (800) سال حکومت کی۔ اسپین میں مسلمانوں نے لوگوں کو اپنا مذہب تبدیل کرنے کیلئے کبھی تلوار کا استعمال نہیں کیا۔ بعدازاں صلیبی عیسائیوں نے اسپین پر قبضہ کرلیا اور مسلمانوں کو وہاں سے نکال باہر کیا۔ حد تو یہ ہے کہ پورے اسپین میں کسی ایک مسلمان کو بھی یہ اجازت نہ تھی کہ وہ آزادی سے اذان ہی دے سکتا۔

3: مسلمان پچھلے چودہ سو سال سے عرب کے حکمران رہے ہیں۔ درمیان کے صرف چند سال ایسے ہیں جب وہاں برطانوی اور فرانسیسی حکمرانی رہی۔ تاہم مجموعی طور پر مسلمان سرزمین عرب پر چودہ سو سال سے حکمران ہیں۔ اس کے باوجود، آج بھی وہاں ایک کروڑ چالیس لاکھ عرب ایسے ہیں جو کپتی عیسائی (کوپٹک کرسچنز) ہیں، یعنی وہ عیسائی جو وہاں نسل در نسل آباد چلے آرہے ہیں۔ اگر مسلمانوں نے تلوار استعمال کی ہوتی تو اس خطے میں کوئی ایک عرب بھی ایسا نہ ہوتا جو عیسائی رہ پاتا۔

4: ہندوستان پر بھی مسلمانوں نے لگ بھگ ایک ہزار سال تک حکومت کی۔ اگر وہ چاہتے تو ان کے پاس اتنی طاقت تھی کہ وہ ہندوستان میں بسنے والے ایک ایک غیر مسلم کو تلوار کے زور پر اسلام قبول کرنے پر مجبور کر سکتے تھے۔ آج ہندوستان کی آبادی کا اسی (80) فیصد سے زائد حصہ غیر مسلموں پر مشتمل ہے۔ ہندوستان میں غیر مسلموں کی اتنی بڑی اکثریت خود اپنی

زبان سے یہ گواہی دے رہی ہے کہ برصغیر میں بھی اسلام طاقت کے زور سے ہرگز نہیں پھیلا۔

5: آبادی کے لحاظ سے انڈونیشیا، دنیا کا سب سے بڑا اسلامی ملک ہے۔ ملائشیا میں بھی مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ یہ پوچھا جاسکتا ہے کہ وہ ''کون سی فوج تھی جو انڈونیشیا اور ملائیشیا پر حملہ آور ہوتی تھی۔؟'' وہاں پر اسلام کے پھیلاؤ میں مسلمانوں کی کون سی جنگی طاقت کو دخل ہے۔؟

6: اسی طرح براعظم افریقہ کے مشرقی ساحل کے ساتھ ساتھ بھی اسلام بہت تیزی سے پھیلا ہے۔ ایک بار پھر یہی سوال سامنے آتا ہے کہ اگر اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے تو کون سے مسلمان ملک کی فوج ان علاقوں کو فتح کرنے اور لوگوں کو مسلمان کرنے وہاں گئی تھی۔؟

7: مشہور مورخ ''تھامس کارلائل'' اپنی تصنیف ''ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ'' میں اسلام پھیلنے کے بارے میں اس غلط فہمی کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتا ہے۔!

''تلوار تو ہے لیکن آپ اپنی تلوار سے لے کر کہاں جائیں گے۔؟ ہر نئی رائے ابتداء میں اقلیت ہی کے درمیان ہوتی ہے۔ صرف کسی ایک فرد کے ذہن میں ہوتی ہے۔ یہ سوچ وہیں سے پروان چڑھتی ہے۔ اس ساری دنیا کا صرف ایک آدمی جو اس بات پر یقین رکھتا ہے، صرف ایک آدمی جو باقی سارے آدمیوں کے مد مقابل ہوتا ہے۔ پھر اگر وہ تلوار اٹھالے اور اپنی بات کو پھیلانے کی کوشش کرنے لگے، تو اس سے معمولی سی کامیابی ہی حاصل کرپائے گا۔ آپ کے پاس آپ کی اپنی تلوار لازماً ہونی چاہیے! تاہم مجموعی طور پر کوئی چیز اتنی ہی پھیلے گی کہ جتنی وہ خود اپنے طور پر پھیل سکتی ہے۔''

8: اسلام کون سی تلوار سے پھیلا۔؟ اگر مسلمانوں نے اسلام پھیلانے کے لیے

تلوار کا استعمال کیا ہوتا تو آج آپ کو اندلس، عرب اور ہندوستان وغیرہ میں کوئی غیر مسلم نظر نہ آتا۔ غیر مسلموں کا وہاں ہونا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ اسلام تلوار کے زور پر نہیں پھیلا۔

9: جس تلوار نے اسلام کو دنیا بھر میں پھیلایا، وہ علم کی، عقل کی اور دلیل کی تلوار ہے۔ یہی وہ تلوار ہے جو انسان کے ذہن اور قلب کو فتح کرتی ہے۔ سورۃ النحل کی ایک سو پچیس (125) نمبر آیت مبارکہ میں ارشاد ہوتا ہے۔!

"اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ اِنَّ رَبَّکَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَo"

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 14، سورۃ نمبر 16 (النحل)، آیت نمبر 125)

"اے نبی! اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دو حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ اور لوگوں سے مباحثہ کرو ایسے طریقہ پر جو بہترین ہو، تمہارا رب ہی زیادہ بہتر جانتا ہے کہ کون اس کی راہ سے بھٹکا ہوا ہے اور کون راہ راست پر ہے۔"

10: 1934ء سے 1984ء کے درمیان دُنیا کا سب سے زیادہ پھیلنے والا مذہب اسلام ہی ہے۔ چنانچہ ریڈرز ڈائجسٹ المانک، برائے 1984ء میں شائع شدہ ایک مضمون میں دنیا کے بڑے مذاہب میں پھیلاؤ کے اعداد وشمار دیئے گئے ہیں جو نصف صدی کا احاطہ کرتے ہیں۔ بعد ازاں یہی مضمون "دی پلین ٹرتھ" نامی جریدے میں بھی شائع ہوا۔ اس مضمون میں سرفہرست اسلام تھا جو پچاس سال کے عرصے میں 235 فیصد بڑھا تھا، جبکہ اسی دوران عیسائیت کا پھیلاؤ صرف 47 فیصد تک رہا تھا۔ کیا یہ پوچھا

جا سکتا ہے کہ اس صدی میں ایسی کون سی جنگ ہوئی تھی جس نے کروڑوں لوگوں کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کر دیا۔؟

11: اس وقت امریکہ میں سب سے زیادہ تیزی کے ساتھ پھیلنے والا مذہب اسلام ہے۔ اسی طرح یورپ میں بھی تیز رفتار سے پھیلنے والا مذہب اسلام ہی ہے۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ وہ کون سی تلوار ہے جو مغرب کے لوگوں کو اتنی تیزی سے اسلام قبول کرنے پر آمادہ کر رہی ہے۔؟

12: ڈاکٹر جوزف ایڈم پیٹرسن نے بالکل درست کہا ہے۔!

''وہ لوگ جو اس بات سے خوفزدہ ہیں کہ نیوکلیائی ہتھیار ایک نہ ایک دن عربوں کے ہاتھوں میں چلے جائیں گے، وہ یہ محسوس کرنے سے قاصر ہیں کہ اسلام بم تو پہلے ہی گرا جا چکا ہے۔ یہ بم تو اسی دن گرا دیا گیا تھا، جس دن محمد (ﷺ) پیدا ہوئے تھے۔''

گوشت کا حصول، قتلِ جانور

سوال نمبر 36:

جانوروں کو ہلاک کرنا ایک بے رحمانہ فعل ہے تو پھر مسلمان غیر سبزیاتی غذا (گوشت وغیرہ) کیوں استعمال کرتے ہیں۔؟

جواب:

''سبزی خوری'' آج ایک عالمی تحریک بن چکی ہے۔ بلکہ اب تو اس سے جانوروں کے حقوق بھی وابستہ کر دیئے گئے ہیں۔ نوبت تو یہاں تک آن پہنچی ہے کہ بہت سے لوگ گوشت یا دوسری غیر سبزیاتی مصنوعات استعمال کرنے کو بھی جانوروں کے حقوق کی خلاف ورزی تصور کرنے لگے ہیں۔

اسلام صرف انسانوں ہی پر نہیں، بلکہ دوسری تمام جاندار مخلوقات پر بھی رحم کی تلقین کرتا ہے۔ تاہم اسی کے ساتھ ساتھ اسلام یہ بھی کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ زمین اور اس پر موجود خوبصورت پودے اور جانور نوع انسان کے فائدے ہی کے تخلیق فرمائے ہیں۔ یہ انسان کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان تمام ذرائع کو جو اس کے لیے اللہ کی نعمت اور امانت ہیں عدل وانصاف کے ساتھ استعمال کرے۔

اب ہم اس دلیل کے مختلف پہلوؤں کو دیکھتے ہیں۔!

1: ایک مسلمان پوری طرح سے سبزی خور ہونے کے باوجود بھی ایک اچھا مسلمان ہوسکتا ہے۔ مسلمانوں کے لئے یہ قطعاً ضروری نہیں کہ وہ ہمیشہ غیر سبزیاتی غذا ہی کھائیں۔

قرآن مجید مسلمانوں کو غیر سبزیاتی غذا کی اجازت دیتا ہے۔ تاہم قرآن مجید میں مسلمانوں کو غیر سبزیاتی غذا کھانے کی اجازت بھی دی گئی ہے۔ اس کا ثبوت درج ذیل آیات مبارکہ ہیں۔!

”اُحِلَّتْ لَكُم بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ“

(القرآن المجید، پارہ نمبر 6، سورۃ نمبر 5 (المائدہ)، آیت نمبر 1)

”تمہارے لیے مویشی کی قسم کے سب جانور حلال کیے گئے ہیں۔“

”وَالْأَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ وَمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ“

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 14، سورۃ نمبر 16 (النحل)، آیت نمبر 5)

”اس نے جانور پیدا کیے جن میں تمہارے لیے پوشاک بھی ہے اور خوراک بھی اور طرح طرح کے دوسرے فائدے بھی۔“

''وَاِنَّ لَکُمۡ فِی الۡاَنۡعَامِ لَعِبۡرَۃً نُسۡقِیۡکُمۡ مِّمَّا فِیۡ بُطُوۡنِہَا وَلَکُمۡ فِیۡہَا مَنَافِعُ کَثِیۡرَۃٌ وَّمِنۡہَا تَاۡکُلُوۡنَ ۝''

(القرآن المجید، پارہ نمبر 18، سورۃ نمبر 23 (المومنون)، آیت نمبر 21)

''اور حقیقت یہ ہے کہ تمہارے لیے مویشیوں میں بھی ایک سبق ہے ان کے پیٹوں میں جو کچھ ہے اسی میں سے ایک چیز (یعنی دودھ) ہم تمہیں پلاتے ہیں اور تمہارے لیے ان میں بہت سے دوسرے فائدے بھی ہیں، ان کو تم کھاتے ہو۔''

2: غیر سبزیاتی غذا (گوشت) بہترین پروٹین حاصل کرنے کا اچھا ذریعہ ہوتا ہے۔ حیاتیاتی اعتبار سے اس میں مکمل پروٹین ہوتے ہیں، یعنی ایسے پروٹین جن میں آٹھوں بنیادی امائنو ترشے (امائنو ایسڈ) موجود ہوں۔ یہ ضروری امائنو ایسڈز انسانی جسم میں نہیں بنتے، لہٰذا ان کا بیرونی غذا سے حصول ضروری ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں گوشت میں فولاد (آئرن)، وٹامن بی ون (B-1) اور نیاسین جیسے اہم اجزاء بھی پائے جاتے ہیں۔

3: اگر آپ سبزی خور جانوروں مثلاً گائے، بکری یا بھیڑ وغیرہ کے دانتوں کا مشاہدہ کریں تو آپ پر ان سب میں ایک حیرت انگیز یکسانیت کا انکشاف ہوگا۔ ان تمام جانوروں کے دانت سیدھے یا مستوی (فلیٹ) ہیں، یعنی ایسے دانت جو نباتاتی غذا چبانے کیلئے موزوں ترین ہیں، اسی طرح اگر آپ شیر، چیتے یا تیندوے وغیرہ جیسے کسی گوشت خور جانور کے دانتوں کا مشاہدہ کریں تو وہاں بھی آپ کو ایک خاص طرح کی مماثلت نظر آئے گی۔ یعنی ان تمام گوشت خور جانوروں کے دانت نوک دار ہیں جو گوشت پر مبنی غذا چبانے کیلئے موزوں ترین ہیں۔ اب اگر آپ انسانی دانتوں کا مشاہدہ کریں

تو آپ کو معلوم ہو گا کہ ان میں سے کچھ تو سپاٹ (فلیٹ) ہیں، جبکہ کچھ انسانی دانت نوک دار بھی ہیں۔ مطلب یہ کہ انسانی دانت نباتات (سبزیوں) کے علاوہ گوشت کھانے کیلئے بھی بہت موزوں ہیں۔ گویا انسان ''ہمہ خور'' (اومنی وورس) ہوا یعنی یہ سبزی اور گوشت کو یکساں سہولت کے ساتھ چبا سکتا ہے۔

4: سوال کیا جاتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ یہ چاہتا تھا کہ انسان صرف سبزیاں ہی کھائے تو اس نے ہمیں یہ اضافی نوک دار دانت کیوں دیئے۔؟ اس سوال کا منطقی جواب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک ہمہ خور مخلوق کی حیثیت سے تخلیق فرمایا ہے اور اسی ذاتِ پاک نے ہمارے لیے سبزیوں کے علاوہ غیر سبزیاتی غذا (یعنی گوشت وغیرہ) پیدا فرمائی تا کہ ہم اسے کھا کر اپنی جسمانی ضروریات پوری کر سکیں۔

5: سبزی خور جانوروں کا نظام ہاضمہ صرف نباتات ہی کو ہضم کر سکتا ہے۔ اسی طرح گوشت خور جانوروں کے نظام ہاضمہ میں صرف گوشت ہضم کرنے کی صلاحیت ہے۔ لیکن انسانی نظام ہاضمہ کی خاصیت ہے کہ یہ سبزیاتی اور غیر سبزیاتی، دونوں طرح کی غذا ہضم کر سکتا ہے۔ اگر اللہ رب العزت یہ چاہتا کہ ہم صرف سبزیوں پر ہی گزارا کریں تو وہ ہمارے نظام ہاضمہ کو اس قابل کیوں بناتا کہ وہ سبزیوں کے ساتھ ساتھ غیر سبزیاتی غذا کو بھی ہضم کر سکے۔

6: بہت سے ہندو ایسے بھی ہیں جو بڑی سختی سے سبزی خوری کی پابندی کرتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ ''ماس مچھی'' کھانا ان کے دھرم کے خلاف ہے۔ لیکن اصل حقیقت یہ ہے کہ ہندوؤں کی اپنی قدیم کتابوں میں لوگوں کے

گوشت کھانے پر کوئی پابندی نہیں۔ انہی قدیم کتابوں میں ایسے سادھو سنتوں کے واقعات بھی لکھے ہیں جو غیر سبزیاتی غذا کھایا کرتے تھے۔

7: ہندقوانین کے مجموعہ کا درجہ رکھنے والی ''منوسمرتی'' نامی کتاب میں باب نمبر 5 کے 30 اشلوک میں لکھا ہے۔!

''کھانیوالا جو اِن کا گوشت کھائے کہ جو کھانے کیلئے ہیں تو وہ کچھ برا نہیں کرتا۔ چاہے وہ ایسا روزانہ ہی کیوں نہ کرے، کیونکہ ایشور نے خود ہی بنایا ہے کچھ کو ایسا کہ کھائے جائیں اور کچھ کو ایسا کہ کھائیں۔''

8: اسی کتاب، منوسمرتی کے باب نمبر 5 کے اگلے اشلوک نمبر 31 میں لکھا ہے۔!

''قربانی کا گوشت کھانا صحیح ہے، یہ ایک ریت ہے جو دیوتاؤں کا حکم جانا جاتا ہے۔''

9: منوسمرتی کے اسی پانچویں باب کے اشلوک نمبر 39 اور 40 میں ہے۔!

''ایشور نے خود ہی بنایا ہے قربانی کے جانوروں کو قربانی کیلئے،......تو قربانی کے لئے مارنا کوئی قتل نہیں ہے۔''

10: مہابھارت انوساشن پروا کے باب نمبر 95 میں دھرم راج یدھشٹر اور بھیشم پتاما کے درمیان اس بات پر مکالمہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے دادا پردادا کی روحوں کو شردھا (مردوں کی تقریب) کے دوران اطمینان بخشنے کیلئے کوئی کھانا بھینٹ کرنا چاہے تو وہ کیا کر سکتا ہے۔ وہ بیان کچھ یوں ہے۔!

''یدھشٹرا نے کہا: ''او مہا شکتی شالی! مجھے بتا کہ وہ کیا چیز ہے جسے اگر اپنے پرکھوں کی روحوں کو بھینٹ کروں تو وہ کبھی ختم نہ ہو! وہ کیا بھینٹ ہے جو ہمیشہ کیلئے باقی رہ جائے؟ وہ کیا ہے کہ جو (اگر پیش کی جائے تو) لافانی ہو جائے۔؟''

''بھیشم نے کہا'' میری بات سن! اے یودھشتر! وہ بھینٹیں کیا ہیں جو کوئی شخص شردھا میں چڑھائے اور جو شردھا کے لیے اچھی ہوں اور وہ کیا پھل ہیں جو ہر ایک کے ساتھ جوڑے جائیں۔ تل اور چاول اور جو اور ماش اور پانی اور جڑیں اور پھل اگر انہیں شردھا پر بھینٹ کیا جائے تو اے بادشاہ! تیرے پرکھوں کی آتمائیں ایک مہینے تک خوش رہیں گی اور اگر تو مچھلیوں کی بھینٹ کرے گا تو تیرے پرکھوں کی آتمائیں دو مہینے تک خوش رہیں گے۔ (بھیڑ کے) گوشت کی بھینٹ انہیں تین مہینوں تک اور خرگوش کی بھینٹ چار مہینوں تک خوش رکھے گی۔ بکری کے گوشت کی بھینٹ سے وہ پانچ مہینوں تک، سور کے گوشت سے چھ مہینوں تک خوش رہیں گے اور پرندوں کا گوشت انہیں سات مہینوں تک خوش رکھے گا۔ ایک ہرن کا گوشت جسے پریشاتا کہتے ہیں اور گوایا کا گوشت دس مہینے تک اور بھینسے کے گوشت کی بھینٹ انہیں گیارہ مہینے تک خوش رکھے گی۔ یہ کہا جاتا ہے کہ شردھا پر دی گئی، گائے کے گوشت کی بھینٹ ایک سال تک باقی رہتی ہے۔ بھینٹ کے (گائے کے) گوشت کے ساتھ اتنا گھی ملایا جائے کہ وہ تیرے پرکھوں کی آتماؤں کے لیے قبول ہونے کے قابل ہو۔ وھرناسا! (ایک بڑے بیل) کا گوشت تیرے پرکھوں کی آتماؤں کو بارہ برسوں تک خوش رکھے گا۔ گینڈے کا گوشت جسے پرکھوں کی آتماؤں کو چاند کی ان راتوں میں بھینٹ کیا جائے جب وہ پرلوک سدھارے تھے، تو وہ گوشت انہیں ہمیشہ خوش رکھے گا اور ایک جڑی بوٹی، جو کلاسکا کہلاتی ہے اور کنچن پھول کی پتیاں اور (سرخ) بکری کا گوشت بھی، جو بھینٹ کیا جائے، ہمیشہ کیلئے خوشی دیتا ہے۔

تو اگر چاہتا ہے کہ تیرے پرکھوں کی آتمائیں ہمیشہ کیلئے شانت (مطمئن) رہیں تو تجھے چاہیے کہ لال بکری کے گوشت سے ان کی سیوا کر۔''

اگرچہ ہندو کتابوں میں غیر سبزیاتی غذا کی اجازت دی گئی ہے لیکن ہندو

مت کے ماننے والوں نے بعد میں دیگر مذاہب کا اثر قبول کیا اور سبزی خوری کا نظام اپنالیا۔ ان دوسرے مذاہب میں جین مت وغیرہ شامل ہیں۔

11: بعض مذاہب نے سبزی خوری کی پابندی صرف اس لیے بھی اختیار کی ہے کیونکہ ان کے غذائیں قوانین میں زندہ چیزوں (جانداروں) کو مارنا بالکل ممنوع ہے۔ اگر کوئی شخص دوسرے جانداروں کو ہلاک کیے بغیر زندہ رہ سکتا ہے تو میں وہ پہلا فرد ہوں گا جو زندگی گزارنے کا یہ طریقہ اختیار کروں گا۔ ماضی میں لوگ یہ سمجھتے تھے کہ پودے بے جان ہوتے ہیں۔ آج یہ ایک مسلمہ عالمی حقیقت ہے کہ پودوں میں بھی زندگی ہوتی ہے۔ لہٰذا ان لوگوں کی یہ منطق کہ زندہ جانداروں کو مار کر کھانا غلط ہے، آج کے دور میں بالکل غلط ثابت ہوتی ہے، چاہے وہ خالص سبزی خور ہی کیوں نہ بنے رہیں۔

وہ یہ دلیل بھی دیتے ہیں کہ پودے درد اور تکلیف کو محسوس نہیں کر سکتے لہٰذا پودوں کو مارنا، کسی جانوروں کو مارنے کے مقابلے میں بہت ہی کمتر درجے کا جرم ہے۔ آج سائنس ہمیں بتاتی ہے کہ پودے بھی درد محسوس کر سکتے ہیں۔ لیکن پودوں کی چیخ و پکار کو سننا انسان کے بس میں نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسانی کان صرف 20 ہرٹز سے لے کر 20000 ہرٹز فریکوینسی تک کی صوتی لہریں سن سکتا ہے۔ مذکورہ دونوں حدود انسان کیلئے ''سماعت کی حدود'' بھی کہلاتی ہیں۔ ان حدود سے کم یا زیادہ فریکیونسی والی (صوتی) لہریں انسان کا کان نہیں سن سکتا۔ ایک کتا 40000 ہرٹز تک کی لہروں کو سن سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کتوں کے لیے مخصوص سیٹی بجائی جاتی ہے تو اس کی آواز انسانوں کو سنائی نہیں دیتی، لیکن کتے اس آواز کو سن کر دوڑتے آتے ہیں۔ اس سیٹی کی آواز کی فریکوینسی 20000 ہرٹز سے زیادہ ہوتی ہے۔

ایک امریکی کسان نے بھی پودوں پر تحقیق کی۔ اس نے ایک ایسا آلہ بنایا

جو پودے کی چیخوں کو تبدیل کر کے فریکوینسی کے اس دائرے میں لاتا تھا کہ جہاں انسان بھی انہیں سن سکیں۔ اسے جلد ہی یہ معلوم ہو گیا کہ پودا کس کس وقت پانی کیلئے روتا ہے۔ جدید ترین تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ پودے خوشی اور غمی تک محسوس کر سکتے ہیں اور وہ روتے بھی ہیں۔

ایک بار ایک سبزی خور نے بحث کے دوران یہ دلیل پیش کی کہ پودوں میں دو یا تین حسیات ہوتی ہیں جبکہ جانوروں کی پانچ حسیات ہوتی ہیں۔ لہٰذا (کم تر حسیات کی وجہ سے) پودوں کو مارنا جانوروں کو مارنے کے مقابلے میں نچلے درجے کا جرم ہے۔ خدانخواستہ اگر آپ کا کوئی بھائی ایسا ہو جو پیدائشی طور پر ہی بہرا اور گونگا ہو، یعنی جس میں دو حسیات کم ہوں اور کوئی اسے قتل کر دے، تب کیا آپ جج سے کہیں گے کہ آپ کے بھائی کے قاتل نے ایک کم تر درجے کا گناہ کیا ہے اس لیے وہ کم تر درجے کی سزا کا حقدار ہے۔؟ بلکہ اس کے بجائے آپ یہی کہیں گے کہ قاتل نے ایک بے قصور کو، معصوم کو قتل کیا ہے، لہٰذا اسے سخت سے سخت سزا سنائی جائے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔!

"يَآاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ٥"

(القرآن المجید، پارہ نمبر 2، سورۃ نمبر 2 (البقرۃ)، آیت نمبر 168)

"لوگو! زمین میں جو حلال اور طیب چیزیں ہیں انہیں کھاؤ اور شیطان کے بتائے ہوئے راستوں پر نہ چلو بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔٥"

12: اگر اس دُنیا کا ہر انسان سبزی خور ہوتا تو اس کا نتیجہ یہ نکلتا کہ دنیا میں مویشیوں کی تعداد حد سے زیادہ بڑھ جاتی کیونکہ ان میں افزائش نسل اور تولید کا عمل خاصا تیز ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان مخلوقات کی تعداد کو مناسب

انداز میں محدود اور برقرار رکھنے کا راستہ دکھایا ہے۔ اس میں حیرانی کی کوئی بات نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں (سبزیوں کے ساتھ ساتھ) مویشیوں کا گوشت کھانے کی اجازت بھی دی ہے۔

13: مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں کہ کچھ لوگ سختی سے سبزی خوری پر کاربند ہیں۔ لیکن انہیں بھی چاہیے کہ وہ غیر سبزی خوروں کو سفاک کہہ کر مذمت نہ کریں۔ دراصل اگر ہندوستان کے سارے لوگ سبزی خور بن جائیں تو موجودہ سبزی خوروں کا بڑا نقصان ہوگا کیونکہ ایسی صورت میں سبزی کی قیمت قابو سے باہر ہو جائے گی کہ سبزی کم ملے گی اور خریدنے والے زیادہ ہوں گے۔

گوشت خوری......متشدد مزاج

سوال نمبر 37:

سائنس ہمیں بتاتی ہے کہ انسان جو کچھ بھی کھاتا ہے وہ اس کے طرز عمل پر اثر ڈالتا ہے تو پھر اسلام مسلمانوں کو غیر سبزیاتی غذا کی اجازت کیوں دیتا ہے۔؟ حالانکہ جانوروں کا گوشت کھانے کی وجہ سے انسان متشدد اور غضب ناک مزاج کا حامل بن سکتا ہے۔

جواب:

میں اس بات سے متفق ہوں کہ انسان جو کچھ بھی کھاتا ہے اس کا اثر اس کے طرزِ عمل پر ضرور پڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں گوشت خور جانوروں، مثلاً: شیر، چیتے اور تیندوے وغیرہ کا گوشت کھانے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ درندے ہیں اور متشدد بھی ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ ایسے جانوروں کا گوشت ہمیں بھی درندہ صفت بنا دیتا۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام میں صرف وہ جانور کھانے کی اجازت ہے جو نباتات خور ہوں جیسے گائے، بکری، بھیڑ وغیرہ۔ یہ وہ جانور ہیں جو پرامن اور فرمانبردار ہیں۔ مسلمان پر امن اور فرمانبردار جانوروں ہی کا گوشت کھاتے ہیں، اس لیے وہ بھی امن سے محبت کرنے والے اور غیر متشدد لوگ ہوتے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ناپاک اور بری چیزوں سے روکتے ہیں۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔!

"يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ"

(القرآن المجید، سورۃ نمبر 7 (الاعراف)، آیت نمبر 157)

"وہ (رسول) انہیں نیکی کا حکم دیتے ہیں اور بدی سے روکتے ہیں اور ان کے لیے پاک چیزیں حلال اور ناپاک چیزیں حرام کرتے ہیں اور ان پر سے وہ بوجھ اتارتے ہیں جو ان پر لدے ہوئے تھے اور وہ بندشیں کھولتے ہیں جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے۔"

"وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ o"

(القرآن المجید، پارہ نمبر 28، سورۃ نمبر 59 (الحشر)، آیت نمبر 7)

"جو کچھ رسول ﷺ تمہیں دیں وہ لے لو اور جس چیز سے وہ تمہیں روک دیں اس سے رک جاؤ اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ تعالیٰ

سخت سزا دینے والا ہے۔ O"

مسلمانوں کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہی انہیں قائل کرنے کیلئے کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا کہ وہ بعض جانوروں کا گوشت نہ کھائیں جبکہ بعض دوسرے جانوروں کا گوشت کھالیا کریں۔

صحیح بخاری اور مسلم میں موجود متعدد مستند احادیث کے مطابق گوشت خور جانور کھانے کی ممانعت ہے۔ انہی میں سے ایک حدیث کے مطابق جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے (حدیث نمبر 4752) اور سنن ابن ماجہ کے تیرھویں باب کی احادیث نمبر 3232 تا 3234 کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے درج ذیل چیزیں کھانے سے منع فرمایا ہے۔!

جنگلی جانور، جس کے دانت نوک دار ہوں، یعنی گوشت خور جانور۔ یہ جانور بلی کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور ان میں شیر، ببر شیر، چیتا، بلیاں کتے، بھیڑیے اور لگڑ بھگے وغیرہ شامل ہیں۔

کتر کر کھانے والے بعض جانور جیسے چھوٹے چوہے، بڑے چوہے، وغیرہ۔

رینگنے والے بعض جانور مثلاً: سانپ اور مگرمچھ وغیرہ۔

شکاری پرندے جن کے پنجوں میں لمبے اور نوک دار ناخن ہوں (جیسے کہ عموماً شکاری پرندوں میں ہوتے ہیں) ان میں گدھ، عقاب، کوے اور اُلو وغیرہ شامل ہیں۔

ایسی کوئی سائنسی شہادت نہیں ہے جو کسی شک وشبہ سے بالاتر ہو کر یہ ثابت کر سکے کہ غیر سبزیاتی غذا کھانے کی وجہ سے کوئی پر تشدد بھی بن سکتا ہے۔

حرمین شریفین...... اور دخولِ کافر

سوال نمبر 38:

مکہ اور مدینہ کے مقدس شہروں میں غیر مسلموں کو داخل ہونے کی اجازت کیوں نہیں ہے۔؟

جواب:

یہ سچ ہے کہ قانونی طور پر مکہ اور مدینۃ النبی ﷺ کے مقدس شہروں میں غیر مسلموں کو داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔ ذیل کے نکات میں اس پابندی کے پس پشت موجودہ ممکنہ اسباب کی نشاندہی کی گئی ہے۔!

1: میں ہندوستان کا شہری ہوں۔ لیکن پھر بھی مجھے (ہندوستان ہی کے) بعض پابندی والے علاقوں، مثلاً چھاؤنیوں میں جانے کی اجازت نہیں۔ ہر ملک میں کچھ نہ کچھ ایسے علاقے ضرور ہوتے ہیں جہاں ایک عام شہری داخل نہیں ہو سکتا۔ مثلاً چھاؤنی (کنٹونمنٹ) کے علاقوں میں صرف وہی شہری جا سکتے ہیں جو فوج سے تعلق رکھتے ہوں یا پھر ملکی دفاع سے ان کا کوئی تعلق ہو۔ اسی طرح اسلام بھی ساری دنیا اور تمام انسانیت کیلئے ایک آفاقی مذہب ہے۔ اسلام میں بھی دو شہر ایسے ہیں جو کسی چھاؤنی کی مانند نہایت اہم ہیں۔ وہ ہیں مکہ اور مدینہ۔ ان شہروں میں صرف وہی لوگ جا سکتے ہیں جو اسلام پر ایمان رکھتے ہوں اور اس کے دفاع میں شریک ہوں۔ یعنی یہاں صرف مسلمان ہی داخل ہو سکتے ہیں۔

2: کنٹونمنٹ ایریا میں داخلے کی پابندی کیخلاف ایک عام شہری کا احتجاج کرنا غیر قانونی ہوتا ہے۔ اسی طرح غیر مسلموں کے لیے بھی یہ مناسب نہیں کہ وہ

مکہ اور مدینہ میں غیر مسلموں کے داخلے پر پابندی کے خلاف کوئی اعتراض کریں۔

3: جب بھی کوئی شخص کسی دوسرے ملک کا سفر کرتا ہے تو پہلے اسے ویزا حاصل کرنا پڑتا ہے۔ یعنی اس ملک میں داخل ہونے کا اجازت نامہ۔ ہر ملک کے اپنے قاعدے، قوانین اور ضروریات ہوتی ہیں جن کی مطابقت میں ویزا جاری کیا جاتا ہے۔ جب تک وہ تمام شرائط پوری نہ کردی جائیں، تب تک اس ملک کے اہلکار ویزا جاری نہیں کرتے۔

ویزوں۔ کے اجراء کے معاملے میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ ایک نہایت سخت گیر ملک ہے، خصوصاً جب تیسری دنیا کے باشندوں کو ویزے جاری کرنے کا معاملہ ہو۔ اس کی متعدد شرائط اور ضروریات ہیں جو ویزا کے حصول سے پہلے پوری کرنا لازمی ہوتی ہیں۔

جب میں سنگاپور گیا تو وہاں کے امیگریشن فارم پر یہ واضح طور پر لکھا تھا کہ منشیات کی سمگلنگ کرنے والوں کو سزائے موت دی جائے گی۔ اگر میں سنگاپور جانا چاہوں تو مجھے ان کے قوانین کی پاسداری کرنا ہوگی۔ میں ہرگز یہ نہیں کرسکتا کہ ان کے ہاں موت کی سزا ایک بے رحمانہ فعل ہے۔ مجھے صرف اسی صورت میں وہاں جانے کی اجازت ملے گی جب میں ان کی شرائط اور ضروریات کی پاسداری کرنے کا اقرار کروں گا۔

مکہ یا مدینہ کا ویزہ یعنی وہاں داخل ہونے کی بنیادی شرط یہ ہے کہ ہونٹوں سے "لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ" کہہ کر اللہ تعالیٰ کے واحد لاشریک ہونے کا اقرار کیا جائے اور حضرت محمد (ﷺ) کو اللہ کا رسول تسلیم کیا جائے۔

سببِ حرمتِ شراب

سوال نمبر 39:

اسلام میں حرمتِ شراب کا سبب کیا ہے۔؟

جواب:

انسانی تاریخ وتہذیب کی باقاعدہ یادداشت شروع ہونے سے بھی بہت پہلے سے شراب انسانی معاشرے کیلئے ایک اذیت بنی ہوئی ہے۔ یہ لاتعداد انسانی جانیں لے چکی ہے اور یہ سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔ اسی کی بدولت دنیا بھر میں کروڑوں لوگوں کی زندگیاں نشانِ عبرت بن چکی ہیں۔ معاشرے کو درپیش متعدد مسائل کی بنیادی وجہ شراب ہی ہے۔ جرائم میں اضافے سے وابستہ اعداد وشمار ذہنی بیماریوں کی بڑھتی ہوئی شرح اور دنیا میں پھیلے ہوئے کروڑوں برباد گھرانے شراب ہی کی تخریبی طاقت کی خاموش یادگاریں ہیں۔

1: درج ذیل آیت مبارکہ میں قرآن مجید ہمیں شراب سے روکتا ہے۔!

"يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِنَّمَا ٱلۡخَمۡرُ وَٱلۡمَيۡسِرُ وَٱلۡأَنصَابُ وَٱلۡأَزۡلَٰمُ رِجۡسٞ مِّنۡ عَمَلِ ٱلشَّيۡطَٰنِ فَٱجۡتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُونَ ٥"

(القرآن المجید، سورۃ نمبر 5 (المائدہ)، آیت نمبر 90)

"اے ایمان والو! یہ شراب اور جوا اور یہ آستانے اور پانسے، یہ سب گندے شیطانی کام ہیں ان سے پرہیز کرو تاکہ تم فلاح پا جاؤ ٥"

2: بائبل کی درج ذیل آیات میں شراب نوشی کی مذمت ملتی ہے۔!

''مے مسخرہ اور شراب ہنگامہ کرنے والی ہے۔ اور جو کوئی ان سے فریب کھاتا ہے (وہ) دانا نہیں۔''

(امثال، باب نمبر 20، شعر 1:1)

''اور شراب کے نشے میں متوالے نہ ہو۔''

(افسیوں، باب نمبر 5، آیت نمبر 18)

3: انسانی دماغ کا ایک حصہ ''گریزی مرکز'' (Inhibitory Centre) کہلاتا ہے۔ اس حصے کا کام کسی انسان کو ایسے امر سے باز رکھتا ہے جنہیں وہ فرد غلط سمجھتا ہو۔ مثلاً: ایک عام انسان اپنے بڑوں اور بزرگوں کے سامنے بے ہودہ زبان استعمال نہیں کرتا۔ اسی طرح اگر کسی شخص کو حاجت رفع کرنی ہو تو دماغ کا گریزی مرکز اسے لوگوں کے سامنے ایسا کرنے سے باز رکھتا ہے۔ لہٰذا وہ ایسی صورت میں طہارت خانے کا رخ کرتا ہے۔

جب کوئی شخص شراب پیتا ہے تو اس کا گریزی مرکز خود ہی کام کرنے سے معذور ہو جاتا ہے۔ عین یہی وجہ ہے کہ شراب کے نشے میں دھت کوئی شخص ایسے عمل میں مبتلا ہو جاتا ہے جو اس کے عمومی مزاج سے قطعاً میل نہیں کھاتا۔ مثلاً: شراب کے نشے میں مدہوش کوئی شخص بیہودہ اور غلیظ زبان استعمال کرنے میں کوئی شرم کوئی باک محسوس نہیں کرتا اور اپنی غلطی بھی نہیں مانتا، چاہے وہ اپنے والدین ہی سے مخاطب کیوں نہ ہو۔ بہت سے شرابی تو اپنے کپڑوں ہی میں پیشاب کر دیتے ہیں۔ نہ وہ ڈھنگ سے بات کر پاتے ہیں اور نہ ہی ٹھیک سے چل پاتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ نہایت شرمناک حرکتیں بھی کر گزرتے ہیں۔

4: امریکی محکمہ دفاع کے ذیلی ادارے ''نیشنل کرائم وکٹمائزیشن سروے بیورو آف جسٹس'' کے مطابق 1996ء کے دوران امریکہ میں ہر روز عزت

لوٹنے کے 2714 واقعات ہوئے۔ انہی اعداد و شمار سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ عصمت دری کرنے والے لوگوں کی اکثریت یہ فعل بد کرتے وقت نشے کی حالت میں تھی۔ بالکل یہی بات دست اندازی کے واقعات کیلئے بھی درست ہے۔

5: اعداد و شمار کے مطابق اسی (80) فیصد امریکی ''انسیسٹ'' (Incest) (ایسے قریبی رشتے کہ جن کے درمیان قانون اور مذہب کی رو سے شادی نہ ہوسکے ان قریبی رشتوں کے ساتھ جنسی تعلقات کوانسیسٹ کہتے ہیں) میں مبتلا ہیں۔ مطلب یہ کہ ہر بارہ تیرہ میں سے ایک امریکی انسیسٹ میں مبتلا ہے۔ انسیسٹ کے تقریباً تمام واقعات شراب نوشی ہی کی وجہ سے ہوتے ہیں، جن میں ایک یا دونوں افراد ملوث ہوتے ہیں۔

6: اسی طرح ''ایڈز'' نامی مہلک بیماری کے پھیلاؤ سے وابستہ اسباب میں ایک اہم وجہ شراب نوشی ہی ہے۔

7: بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو شراب نوشی کے حق میں دلائل دیتے ہوئے خود کو ''معاشرتی مے نوش'' (سوشل ڈرنکر) قرار دیتے ہیں۔ وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ انہوں نے صرف ایک یا دو جام (پیگ) ہی پیئے ہیں، انہیں خود پر اچھی طرح سے کنٹرول ہے اور وہ کبھی شراب پی کر مدہوش نہیں ہوئے۔ تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ آج کے تمام عادی شراب نوشوں نے ماضی میں معاشرتی مے نوشی ہی سے ابتداء کی تھی۔ کوئی ایک عادی شراب نوش یا ''پیکڑ'' ایسا نہیں جس نے شراب نوشی کی ابتداء اس ارادے سے کی ہو کہ وہ آگے چل کر اس لت میں پڑے گا یا پیکڑ بنے گا۔ کوئی ایک معاشرتی مے نوش بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ وہ کئی سال سے شراب پیتا آرہا ہے اور یہ کہ

اسے خود پر اتنا زیادہ کنٹرول ہے کہ وہ (شراب پی کر) ایک بار بھی مدہوش نہیں ہوا۔

فرض کیجئے کہ ایک ''معاشرتی مے نوش'' اپنی زندگی میں صرف ایک بار (نشے کی حالت میں) خود پر کنٹرول کھودیتا ہے اور مدہوشی کی حالت میں زنا یا انسیسٹ کا مرتکب ہوجاتا ہے۔ اگر اسے بعد میں اپنے اس عمل پر پچھتاوا بھی ہوتا ہے، تب بھی ایک نارمل انسان اس جرم کا احساس ساری زندگی اپنے ساتھ لیے پھرے گا۔ یعنی بد فعلی کا مرتکب اور اس کا شکار، دونوں ہی ناقابل تلافی انداز میں تباہ ہوکر رہ جائیں گے۔

8: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

''شراب تمام برائیوں کی ماں (اُمّ الخبائث) ہے اور تمام برائیوں میں سب سے زیادہ شرمناک ہے۔''

(سنن ابن ماجہ، جلد سوم، کتاب الخمر، باب نمبر 30، حدیث نمبر 3371)

''ہر وہ چیز جس کی زیادہ مقدار نشہ کرتی ہو، اس کی کم مقدار بھی حرام ہے۔''

(سنن ابن ماجہ، جلد سوم، کتاب الخمر، باب نمبر 30، حدیث نمبر 3392)

گویا یہاں چند قطروں اور چند گھونٹ کی بھی گنجائش نہیں ہے۔

صرف شراب نوشی کرنیوالوں ہی پر لعنت نہیں کی گئی بلکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ لوگ بھی ملعون ہیں جو شراب نوشوں کے ساتھ براہ راست یا بالواسطہ معاملات رکھیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''اللہ کی لعنت نازل ہوتی ہے لوگوں کے ان دس گروہوں پر جو شراب سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایک وہ جو شراب کشید کرے، ایک وہ کہ جس کیلئے کشید کی جائے، ایک وہ جو اسے پیئے، ایک وہ جو اس کی بار برداری کرے، ایک وہ کہ جس تک یہ پہنچائی جائے، ایک وہ جو اسے پیش کرے، ایک وہ جو اسے فروخت کرے گا، ایک وہ جو اس سے کمائی گئی دولت استعمال کرے، ایک وہ جو اسے خریدے اور ایک وہ جو اسے کسی دوسرے کیلئے خریدے۔''

(سنن ابن ماجہ، جلد سوم، کتاب الخمر، باب نمبر 30، حدیث نمبر 3380)

9: سائنسی نقطہ نگاہ سے دیکھا جائے تو شراب نوشی سے دور رہنے کی متعدد عقلی وجوہ ملیں گی۔ اگر دنیا میں اموات کی کوئی ایک سب سے بڑی وجہ تلاش کی جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ شراب نوشی ہی ہے۔ ہر سال لاکھوں لوگ محض شراب نوشی ہی کی وجہ سے ہلاک ہوتے ہیں۔ مجھے شراب کے برے اثرات کی تفصیل میں جانے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ ان میں سے بیشتر سے تقریباً سبھی واقف ہیں۔ تاہم ذیل میں شراب نوشی سے وابستہ امراض کی ایک مختصر سی فہرست ضرور دی جارہی ہے:

10: جگر کا سکڑاؤ شراب سے لاحق ہونے والی بیماریوں میں سب سے زیادہ مشہور معروف ہے۔

11: غذائی نالی کا سرطان، سر اور گردن کا سرطان، جگر کا سرطان (ہیپاٹوما) اور معدے کا سرطان وغیرہ بھی اکثر اوقات شراب کی ہی کرم فرمائی سے ہوتے ہیں۔

12: غذائی نالی کی سوزش، معدے پر ورم، لبلبے پر ورم اور ہیپاٹائٹس کا تعلق بھی

شراب نوشی سے ہے۔

13: کارڈیو مایو پیتھی، ہائپر ٹینشن، کورونری آرتھروسکیلروسس، انجائنا اور دل کے دورے کا تعلق بھی بہت زیادہ شراب نوشی سے ہے۔

14: اسٹروک، اپوپلیکسی، فٹس اور دوسری اقسام کی معذوریوں کا تعلق بھی شراب نوشی ہی سے ہے۔

15: پیریفرل نیوروپیتھی، کورٹیکل ایٹروفی، اور سیربیلر ایٹروفی جیسی معروف علامتوں کا ظہور بھی شراب نوشی کے طفیل ہوتا ہے۔

16: حالیہ واقعات بھول جانے کے ساتھ ورنک کورساکوف سنڈروم، مختلف الاقسام معذوریوں کے ساتھ بول چال اور یادداشت کا پرانے واقعات تک محدود رہ جانے کی وجہ تھائی میں کی کمی ہے جو بہت زیادہ شراب نوشی کا نتیجہ ہوتی ہے۔

17: بیری بیری اور دوسری خرابیاں بھی شراب نوشوں میں کمیاب نہیں۔ حتیٰ کہ انہیں پلا جرا بھی ہو جاتا ہے۔

18: ڈیلیریم ٹریمنس ایک اور سنجیدہ پیچیدگی ہے جو شراب نوشوں میں کسی تعدیہ کے ظہور نو کے دوران آپریشن کے بعد واقع ہو سکتی ہے۔ یہ کیفیت شراب ے دور رہتے دوران ،اسے چھوڑنے کے اس اثر کے طور پر بھی ظاہر ہو سکتی ہے۔ یہ پیچیدگی بہت سنجیدہ ہے اور بسا اوقات اچھے مراکز صحت میں علاج کروانے کے باوجود بھی موت کی وجہ بن سکتی ہے۔

19: پیشاب اور گردوں کے متعدد مسائل بھی شراب نوشی سے وابستہ ہیں جن میں مکسوڈیما سے لے کر ہائپر تھائیرائیڈزم اور فلورڈ کشنگ سنڈروم تک شامل ہیں۔

20: خون پر شراب نوشی کے منفی اثرات کی فہرست بھی طویل اور متنوع ہے۔ تاہم فولک ایسڈ میں کمی ایک ایسی علامت ہے جو کثرت مے نوشی کا سب سے عام نتیجہ ہے اور جو میکرو سائیٹک انیمیا کی شکل میں نمودار ہوتی ہے۔ زیوز سینڈروم تین امراض یعنی ہیمولٹیک انیمیا، یرقان اور ہائپر لائپیڈیمیا کا مجموعہ ہے جو مے نوشوں کے تعاون میں رہتی ہے۔

21: تھرمبو سائٹو پینیا اور پلیٹلٹس کی دیگر خرابیاں بھی شراب نوشوں میں عام ہیں۔

22: عام استعمال ہونے والی دواء یعنی "فلیجل" (میٹرونیڈازول) بھی شراب کے ساتھ نہایت برے انداز میں عمل کرتی ہے۔

23: کسی بیماری کا بار بار حملہ آور ہونا، شراب نوشوں میں بہت عام ہے۔ وجہ یہ ہے کہ کثرت مے نوشی کے باعث ان کے جسم میں بیماریوں کے خلاف مزاحمت اور ان کا جسمانی دفاعی نظام نہایت کمزور پڑ جاتے ہیں۔

24: سینے کے مختلف الاقسام تعدیے بھی شراب نوشوں میں بکثرت ہوتے ہیں۔ نمونیا، پھیپھڑوں کی خرابی (Abcess) ایمفی سیما اور پلمونری ٹیوبر کلوسس، شراب نوشوں میں بہت عام ہے۔

25: بہت زیادہ شراب پینے کے بعد شراب نوش عموماً قے کر دیتے ہیں۔ کھانسی کا اعصابی ردعمل جو حفاظت نظام کا کام کرتا ہے، اس دوران ناکام ہو جاتا ہے۔ اس لیے قے سے نکلنے والا مواد آسانی سے پھیپھڑوں تک جا پہنچا اور نمونیا یا پھیپھڑوں کی خرابی کا باعث بنتا ہے۔ بعض اوقات اس کا نتیجہ دم گھٹنے اور موت کی صورت میں بھی ظاہر ہوتا ہے۔

26: خواتین پر شراب نوشی کے منفی اثرات خصوصی تذکرے کے قابل ہیں۔

مردوں کے مقابلے میں خواتین کو شراب نوشی کی وجہ سے سروس کا زیادہ خطرہ ہوتا ہے۔ دوران حمل شراب نوشی سے رحم مادر پر شدید منفی اثرات پڑتے ہیں۔ طب کے پیشے میں ''فیٹل الکوحل سنڈروم'' سے وابستہ خدشات دن بدن بڑھتے جارہے ہیں۔

27: جلد کی بیماریاں بھی شراب نوشی کی وجہ سے ہوسکتی ہیں۔

28: ایگزیما، ایلوپیشیا، ناخنوں کی ساخت کا بگڑنا، پیرونیشیا (ناخنوں کے اطراف کا تعدیہ)، اینگولر اسٹوماٹائٹس (منہ کے جوڑ میں سوزش) وہ عام بیماریاں ہیں جو شراب نوشوں میں پائی جاتی ہے۔

29: طبی ڈاکٹر اب شراب نوشوں کے بارے میں کھل کر اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شراب نوشی کی لت، کوئی نشہ نہیں بلکہ ایک بیماری ہے۔

اسلامک ریسرچ فاؤنڈیشن ایک پمفلٹ شائع کر چکی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ شراب ایک بیماری ہے اور یہ وہ واحد بیماری ہے جو:

بوتلوں میں فروخت کی جاتی ہے۔

جس کی تشہیر اخبارات، رسائل، ریڈیو اور ٹی وی پر کی جاتی ہے۔

جسے پھیلانے کیلیے دوکانوں کو لائسنس جاری کیے جاتے ہیں۔

حکومت کے لیے آمدن کا ذریعہ بنتی ہے۔

شاہراہوں پر بھیانک اموات کا سبب بنتی ہے۔

گھریلو زندگی کو تباہ کرتی اور جرائم میں اضافہ کرتی ہے۔

جس کی وجہ کوئی جرثومہ یا وائس نہیں۔

شراب نوشی کوئی بیماری بھی نہیں...... یہ تو شیطان کی کاریگری ہے

اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت و دانائی سے ہمیں اس شیطانی چرخے سے خبردار کیا

ہے۔اسلام ''دینِ فطرت'' کہلاتا ہے، یعنی ایسا دین جو انسانی فطرت کے مطابق ہے۔ اس کے تمام احکامات کی غرض وغایت یہ ہے کہ انسان کی فطری حالت کا تحفظ کیا جائے۔ شراب نوشی اس فطری حالت سے انحراف ہے، جو کسی فرد کے علاوہ پورے معاشرے میں بگاڑ کی وجہ بن سکتا ہے۔ یہ شراب انسان کو اس کے مرتبے سے گرا کر اسے وحشی جانوروں کی سطح پر لے آتی ہے، اسی لئے اسلام میں شراب پینے کی سخت ممانعت ہے۔

وراثت میں حصہ ٔ زن

سوال نمبر 40:

اسلامی قانون کے تحت، وارثت کے مال میں عورت کا حصہ مرد کے مقابلے میں آدھا کیوں ہے۔؟

جواب:

قرآن مجید میں مال (بشمول منقولہ وغیر منقولہ جائیداد) کی حقدار وارثوں کے درمیان تقسیم کے حوالے سے بہت واضح اور تفصیلی راہنمائی کی گئی ہے۔ وراثت کے بارے میں رہنما خطوط، قرآن پاک کی درج ذیل آیات مبارک میں بیان کیے گئے ہیں۔!

''كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ
خَيْرًا ۨالْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا
عَلَى الْمُتَّقِينَ ۝''

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 2، سورۃ نمبر 2 (البقرہ)، آیت نمبر 180)

''تمہارے لیے ضروری ٹھہرایا گیا ہے کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آئے اور وہ اپنے پیچھے مال چھوڑ رہا ہو تو والدین

اور رشتے داروں کیلئے معروف طریقے سے وصیت کرے یہ حق ہے متقی لوگوں پر۔o"

"وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْۤ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌo"

(القرآن المجید، پارہ نمبر 2، سورۃ نمبر 2 (البقرہ)، آیت نمبر 240)

"تم میں سے جو لوگ وفات پائیں اور اپنے پیچھے بیویاں چھوڑ جائیں، ان کو چاہیے کہ اپنی بیویوں کے حق میں وصیت کر جائیں کہ ایک سال تک ان کو نان نفقہ دیا جائے اور وہ گھر سے نہ نکالی جائیں پھر اگر وہ خود نکل جائیں تو اپنی ذات کے معاملے میں معروف طریقے سے وہ جو کچھ بھی کریں اس کی کوئی ذمہ داری تم پر نہیں ہے اور اللہ سب پر غلبے والا اور حکمت والا ہے۔"

"لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًاo وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًاo وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًاo"

(القرآن المجید، پارہ نمبر 4، سورۃ نمبر 4 (النساء)، آیت نمبر 7-8-9)

''مردوں کے لئے اس مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں نے چھوڑا ہو اور عورتوں کے لیے بھی اس مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں نے چھوڑا ہو خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ اور یہ حصہ (اللہ کی طرف سے) مقرر ہے اور جب تقسیم کے موقع پر کنبہ کے لوگ اور یتیم اور مسکین آئیں تو اس مال سے ان کو بھی کچھ دو اور ان کے ساتھ اچھی بات کرو، لوگوں کو اس بات کا خیال کر کے ڈرنا چاہیے کہ اگر وہ خود اپنے پیچھے بے بس اولاد چھوڑتے تو مرتے وقت انہیں اپنے بچوں کے حق میں کیسے کچھ اندیشے لاحق ہوتے ہیں، پس چاہیے کہ وہ خدا کا خوف کریں اور اچھی بات کریں۔''

''يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ٥

(القرآن المجید، پارہ نمبر 4، سورۃ نمبر 4 (النساء)، آیت نمبر 19)

''اے ایمان والو! تمہارے لیے یہ حلال نہیں ہے کہ زبردستی عورتوں کے وارث بن بیٹھو اور نہ یہ حلال ہے کہ انہیں تنگ کر کے اس مہر کا کچھ حصہ اڑا لینے کی کوشش کرو جو تم انہیں دے چکے ہو، ہاں اگر وہ کسی صریح بدچلنی کی مرتکب ہوں (تو تم انہیں تنبیہ کر سکتے ہو) ان کے ساتھ بھلے طریقے سے زندگی بسر کرو،

اگر وہ تمہیں ناپسند ہوں تو ہوسکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں پسند نہ ہو مگر
اللہ نے اسی میں بہت کچھ بھلائی رکھ دی ہو۔"

"وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ
وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ
عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ۝"

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 5، سورۃ نمبر 4 (النساء)، آیت نمبر 33)

"اور ہم نے اس ترکے کے حق دار مقرر کردیئے ہیں جو والدین
اور قریبی رشتہ دار چھوڑیں، اب رہے وہ لوگ جن سے تمہارے
عہد و پیمان ہوں تو ان کا حصہ انہیں دو، یقیناً اللہ ہر چیز پر نگران
ہے۔ ۝"

قرآن پاک میں دو آیات ایسی ہیں جو بہت جامع انداز سے وراثت میں قریبی رشتہ داروں کے حصے پر روشنی ڈالتی ہیں۔!

"يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ
الْاُنْثَيَيْنِ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ
وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ
مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ
لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ
فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ
اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا
فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ وَلَكُمْ
نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ فَاِنْ كَانَ

لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ
يُّوْصِيْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ
لَّكُمْ وَلَدٌ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ
مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ
يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗٓ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ
مِّنْهُمَا السُّدُسُ فَاِنْ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ
فِي الثُّلُثِ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ غَيْرَ
مُضَآرٍّ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ۝

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 4، سورۃ نمبر 4 (النساء)، آیت نمبر 11-12)

"تمہاری اولاد کے بارے میں اللہ تمہیں ہدایت کرتا ہے کہ مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے، اگر (میت کے وارث) دو سے زائد لڑکیاں ہوں تو انہیں ترکے کا دو تہائی دیا جائے اور اگر ایک ہی لڑکی وارث ہو تو آدھا ترکہ اس کا ہے اگر میت صاحب اولاد ہو تو اس کے والدین میں سے ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصہ ملنا چاہیے اور اگر وہ صاحب اولاد نہ ہو اور والدین ہی اس کے وارث ہوں تو ماں کو تیسرا حصہ دیا جائے اور اگر میت کے بھائی بہن بھی ہوں تو ماں چھٹے حصے کی حق دار ہوگی (یہ سب حصے اس وقت نکالے جائیں گے) جبکہ وصیت جو میت نے کی ہو پوری کر دی جائے اور قرض جو اس پر ہو ادا کر دیا جائے، تم نہیں جانتے کہ تمہارے ماں باپ اور تمہاری اولاد میں سے کون بلحاظ نفع تم سے قریب تر ہے، یہ حصے اللہ نے مقرر کر دیے ہیں اور اللہ

یقیناً سب حقیقتوں سے واقف اور ساری مصلحتوں کا جاننے والا ہے۔ اور تمہاری بیویوں نے جو کچھ چھوڑا ہو اس کا آدھا حصہ تمہیں ملے گا اگر وہ بے اولاد ہوں ورنہ اولاد ہونے کی صورت میں ترکہ کا ایک چوتھائی حصہ تمہارا ہے، جبکہ وصیت جو انہوں نے کی ہو پوری کر دی جائے اور قرض جو انہوں نے چھوڑا ہو ادا کر دیا جائے اور وہ تمہارے ترکہ میں سے چوتھائی کی حق دار ہوں گی، اگر تم بے اولاد ہو ورنہ صاحب اولاد ہونے کی صورت میں ان کا حصہ آٹھواں ہوگا بعد اس کے کہ جو وصیت تم نے کی ہو پوری کر دی جائے اور قرض جو تم نے چھوڑا ہو ادا کر دیا جائے اور اگر وہ مرد یا عورت (جس کی میراث تقسیم طلب ہے) بے اولاد بھی ہو اور اس کے ماں باپ بھی زندہ نہ ہوں، مگر اس کا ایک بھائی یا ایک بہن موجود ہو تو بھائی اور بہن ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا اور بہن بھائی ایک سے زیادہ ہوں تو کل ترکے کے ایک تہائی میں وہ سب شریک ہوں گے جبکہ وصیت جو کی گئی ہو پوری کر دی جائے اور قرض جو میت نے چھوڑا ہو ادا کر دیا جائے، بشرطیکہ وہ ضرر رساں نہ ہو یہ حکم ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ دانا و بینا اور نرم خو ہے O''

''اے نبی! لوگ تم سے کلالہ کے بارے میں فتویٰ پوچھتے ہیں فرما دو کہ اللہ تمہیں فتویٰ دیتا ہے کہ اگر کوئی شخص بے اولاد مر جائے اور اس کی ایک بہن ہو تو وہ اس ترکہ میں سے نصف پائیں گی اور اگر بہن بے اولاد مرے تو بھائی اس کا وارث ہوگا،

اگر میت کی وارث دو بہنیں ہوں تو وہ ترکے میں سے دو تہائی کی حقدار ہوں گی اور اگر کوئی بھائی بہنیں ہوں تو عورتوں کا ایک اور مردوں کا دوہرا حصہ ہوگا، اللہ تمہارے لیے احکام کی توضیع کرتا ہے، تاکہ تم بھٹکتے نہ پھرو اور اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔o''

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 6، سورۃ نمبر 4 (النساء)، آیت نمبر 176)

بیشتر واقعات میں ایک عورت کو وراثت میں مرد کی بہ نسبت آدھا حصہ ملتا ہے۔ البتہ ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا۔ اگر مرنے والے کا کوئی براہ راست بزرگ (والدین وغیرہ) یا براہ راست وارث (بیٹا، بیٹی وغیرہ) نہ ہو لیکن اس کے ایسے سوتیلے بہن بھائی ہوں جو ماں کی طرف سے سگے اور باپ کی طرف سے سوتیلے ہوں تو ایسے دو بہن بھائی میں سے ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصہ ملے گا۔

اگر مرنے والے کے بچے نہ ہوں تو اس کے والدین، یعنی ماں اور باپ میں سے ایک ہی کو ترکے کا چھٹا حصہ ملے گا۔ بعض معاملات میں عورت کو ترکے میں مرد سے دوگنا حصہ ملتا ہے۔ اگر مرنے والی کوئی عورت ہو جس کے بچے نہ ہوں اور اس کا کوئی بھائی یا بہن بھی نہ ہو، جب کہ اس کے لواحقین میں سے اس کا شوہر، ماں اور باپ رہ گئے ہوں تو (ایسی صورت میں) اس عورت کے شوہر کو ترکے کا آدھا حصہ ملے گا، عورت کی ماں کو ایک تہائی جب کہ باپ کو باقی کا چھٹا حصہ ملے گا۔ ملاحظہ فرمایئے کہ اس معاملے میں عورت کی ماں کا حصہ، اس کے باپ سے دوگنا ہوگا۔

ایک عمومی اصول کے طور پر یہ سچ ہے کہ بیشتر معاملات میں عورت کا ترکے میں حصہ مرد کی بہ نسبت آدھا ہوتا ہے۔ مثلاً

وراثت میں بیٹی کا حصہ، بیٹے سے آدھا ہوتا ہے۔

اگر متوفی بے اولاد ہو تو بیوی کو آٹھواں اور شوہر کو چوتھائی حصہ ملے گا۔

اگر متوفی صاحب اولاد تھا تو بیوی کو چوتھائی اور شوہر کو آدھا حصہ ملے گا۔

اگر متوفی کا کوئی سگا بزرگ یا وارث نہ ہو تو اس کی بہن کو (اس کے) بھائی کے مقابلے میں آدھا حصہ ملے گا۔

اسلام میں عورت پر حصولِ معاش کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے جب کہ گھرانے کی مالیاتی کفالت مرد کے کاندھوں پر ڈالی گئی ہے۔ شادی سے پہلے لڑکی کے رہنے سہنے، آمد و رفت، کپڑے جوتے، کھانے پینے اور دوسرے تمام مالیاتی امور کی ذمہ داری اس کے باپ یا بھائیوں پر عائد ہوتی ہے۔ شادی ہو جانے کے بعد عورت کی یہ تمام ضروریات پوری کرنے کی ذمہ داری اس کے شوہر یا بیٹوں پر لاگو ہوتی ہے۔ اپنے گھرانے کی تمام تر مالی، معاشی ضروریات پوری کرنے کیلئے اسلام نے مرد کو پوری طرح ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔ اس ذمہ داری کو نبھانے کی غرض ہی سے اسلام نے وراثت میں مرد کا حصہ عورت سے دوگنا مقرر کیا ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص ترکے میں ڈیڑھ لاکھ روپے چھوڑتا ہے اور اس کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہے، تو اس میں سے پچاس ہزار روپے بیٹی کو، جب کہ ایک لاکھ روپے بیٹے کو ملیں گے۔

بظاہر یہ حصہ زیادہ لگتا ہے، لیکن بیٹے پر گھرانے کی ذمہ داریاں بھی ہیں جنہیں پورا کرنے کیلئے (ممکنہ طور پر) اسے ایک لاکھ میں سے اسی ہزار روپے صرف کرنے پڑ سکتے ہیں۔ یعنی وراثت میں عملاً اس کا حصہ بیس ہزار کے لگ بھگ ہی رہے گا۔ دوسری جانب اگرچہ لڑکی کو پچاس ہزار روپے ملیں گا، مگر اس پر اپنے اخراجات خود اٹھانے کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ لہٰذا وہ ساری رقم اس کے پاس بچ رہے گی۔ آپ کے خیال میں کیا چیز بہتر ہے۔ ترکے میں ایک لاکھ لے کر ان میں سے اسی ہزار خرچ کر دینا یا پچاس ہزار لے کر وہ ساری کی ساری رقم محفوظ کر لینا۔؟

تصورِ قیامت

سوال نمبر 41:

آپ مرنے کے بعد زندگی کا وجود کیسے ثابت کریں گے۔؟

جواب:

بہت سے لوگ اس بات پر حیران ہوتے ہیں کہ ایک ایسا شخص جو سائنسی اور عقلی مزاج رکھتا ہو، کس طرح موت کے بعد زندگی پر یقین کو قبولیت کا درجہ دے سکتا ہے۔ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ آخرت پر کسی شخص کا یقین، اس کے اندھے عقیدے کی بنیاد پر قائم ہوتا ہے۔ تاہم، آخرت پر میرا یقین عقلی دلائل کی بنیاد پر ہے۔

قرآن مجید کی ایک ہزار سے زائد آیات ایسی ہیں جن میں سائنسی حقائق بیان کیے گئے ہیں۔ گزشتہ چند صدیوں کے دوران قرآن مجید میں بیان کردہ بہت سے حقائق دریافت ہو چکے ہیں۔ لیکن سائنس ابھی اتنی ترقی یافتہ نہیں ہو سکی ہے کہ قرآن مجید میں بیان کردہ تمام حقائق کی تصدیق کر سکے۔

اب ذرا فرض کیجئے کہ اگر قرآن پاک میں بیان کیے گئے اسی (80) فیصد حقائق سو فیصد درست ثابت ہو گئے ہیں، باقی کے بیس فیصد حقائق کے بارے میں سائنس نے کوئی واضح نتیجہ اخذ نہیں کیا ہے کیونکہ سائنس ابھی تک اتنی ترقی یافتہ نہیں ہو سکی کہ قرآن میں بیان کردہ باقی حقائق کو صحیح یا غلط ثابت کر سکے۔ اس محدود علم کے ساتھ، جو ہمارے پاس ہے، ہم پورے وثوق سے یہ ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ اس بیس فیصد حصے کا بھی صرف ایک فیصد حصہ یا کوئی ایک آیت ہی غلط ہے۔ لہٰذا جب قرآن مجید کا اسی فیصد حصہ (عقلی بنیادوں پر) سو فیصد درست ثابت ہو چکا ہے اور باقی کا بیس فیصد حصہ غلط ثابت نہیں کیا جا سکا تو منطق یہی کہتی ہے کہ وہ بیس فیصد حصہ بھی

درست ہے۔

آخرت کا وجود جسے قرآن مجید نے بیان کیا ہے، اسی بیس فیصد مبہم حصے میں شامل ہے، جو منطق کی رو سے صحیح ہے۔

ڈکیتی اچھا عمل ہے یا برا؟ اس سوال کے جواب میں کوئی بھی نارمل اور متوازن شخص یہی کہے گا کہ یہ برا عمل ہے۔ لیکن اس سے بھی اہم سوال یہ کہ کوئی ایسا شخص جو آخرت پر یقین نہ رکھتا ہو، وہ کسی انتہائی طاقتور اور اثر و رسوخ والے مجرم کو کیسے قائل کرے گا کہ ڈاکے ڈالنا ایک برائی، ایک گناہ ہے۔؟

فرض کیجئے کہ میں دنیا کا سب سے طاقتور اور اثر و رسوخ والا مجرم ہوں۔ ساتھ ہی ساتھ میں نہایت ذہین اور منطقی شخص بھی ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ ڈاکے ڈالنا بہت اچھا ہے کیونکہ اس سے مجھے اپنی پر تعیش زندگی گزارنے میں مدد ملتی ہے۔ لہٰذا میرے لیے تو ڈاکہ زنی بہت اچھا عمل ہے۔

اگر کوئی میرے سامنے اس بات کے حق میں ایک منطقی دلیل بھی پیش کر دے (جو میرے لیے بھی یکساں طور پر قابل قبول ہو) کہ ڈاکہ مارنا برا ہے۔ تو میں فوراً یہ کام چھوڑ دوں گا۔ اس کے جواب میں لوگ عموماً درج ذیل دلائل دیتے ہیں:

بعض لوگ یہ دلیل دے سکتے ہیں کہ لٹنے والے شخص کو مشکلات کا سامنا ہو گا۔ یقیناً میں اس بات سے اتفاق کروں گا کہ لٹنے والے فرد کے حق میں ڈاکہ زنی کا عمل بہت برا ہے۔ لیکن میرے لیے تو بہر حال یہ اچھا ہے۔ اگر میں ہزار ڈالر کی ڈکیتی ماروں تو میں کسی فائیو سٹار ہوٹل میں مزے سے کھانا کھا سکتا ہوں۔

کچھ لوگ یہ کہہ سکتے ہیں کہ کسی دن کوئی دوسرا ڈاکو آپ کو بھی لوٹ سکتا ہے۔ لیکن میں تو خود بہت اثر و رسوخ والا مجرم ہوں اور میرے سینکڑوں باڈی گارڈ ہیں تو پھر بھلا کوئی دوسرا مجھے کیسے لوٹ سکتا ہے؟ یعنی میں تو دوسروں کو لوٹ سکتا ہوں مگر مجھے کوئی

نہیں لوٹ سکتا۔ ڈاکہ زنی ایک عام آدمی کے لئے تو پر خطر پیشہ ہو سکتا ہے مگر مجھ جیسے طاقتور اور با اثر شخص کے لئے نہیں۔

ایک دلیل یہ بھی پیش کی جا سکتی ہے کہ کسی نہ کسی دن آپ کو پولیس گرفتار کر لے گی۔ ارے بھئی! پولیس تو مجھے گرفتار ہی نہیں کر سکتی! پولیس کے چھوٹے بڑے افسران سے لے کر حکومتی وزراء تک میرے پے رول پر ہیں۔ میرے نمک خوار ہیں۔ میں مانتا ہوں کہ اگر کوئی عام آدمی ڈاکہ ڈالے تو وہ گرفتار کر لیا جائے گا اور ڈکہ زنی اس کیلئے بری ثابت ہوگی۔ لیکن میں تو غیر معمولی طور پر با اثر اور طاقتور مجرم ہوں۔

مجھے کوئی منطقی دلیل دیجئے کہ یہ عمل برا ہے تو میں ڈاکہ زنی چھوڑ دوں گا۔

ایک اور دلیل یہ بھی آسکتی ہے کہ یہ بغیر محنت کے یا کم محنت سے کمائی گئی آمدنی ہے جس کے حصول کیلئے بہت مشقت نہیں کی گئی ہے۔ میں مانتا ہوں کہ ڈاکہ زنی کی کمائی میں کچھ خاص محنت کیے بغیر اچھی خاصی رقم ہاتھ لگتی ہے اور یہی تو میرے ڈاکے ڈالنے کی بڑی وجہ بھی ہے۔ اگر کسی شخص کے سامنے زیادہ پیسہ کمانے کا آسان اور باسہولت راستہ ہو اور وہ راہ بھی ہو کہ جس سے پیسہ کمانے میں اسے بہت زیادہ محنت کرنا پڑے تو منطقی ذہن رکھنے والا کوئی بھی شخص آسان راستے ہی کا انتخاب کرے گا۔

بعض لوگ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ڈاکہ زنی انسانیت کے خلاف ہے اور یہ کہ ایک شخص کو دوسرے انسانوں کا خیال کرنا چاہیے۔ اس کا رد کرتے ہوئے میں یہ سوال کروں گا کہ ''انسانیت'' کہلانے والا یہ قانون کس نے لکھا ہے اور میں اس کی پاسداری کس خوشی میں کروں۔؟

یہ قانون کسی جذباتی اور حساس قسم کے انسان کیلئے تو اچھا ہو سکتا ہے لیکن میں منطقی انسان ہوں اور مجھے دوسرے انسانوں کی پروا کرنے میں کوئی فائدہ نظر نہیں

آتا۔

کچھ لوگ ڈاکہ زنی کو خودغرضانہ عمل بھی قرار دے سکتے ہیں۔ یہ بالکل سچ ہے کہ ڈاکہ زنی ایک خودغرضانہ عمل ہے لیکن میں خودغرض کیوں نہ بنوں؟ اسی سے تو مجھے زندگی کے مزے اڑانے میں مدد ملتی ہے۔

لہٰذا ڈاکہ زنی کو برا عمل ثابت کرنے کی غرض سے دیئے گئے تمام عقلی دلائل بے سود رہتے ہیں۔ ان دلائل سے ایک عام اور کمزور انسان کو تو قائل کیا جاسکتا ہے مگر مجھ جیسے طاقتور اور بااثر شخص کو نہیں۔ ان میں سے کسی ایک دلیل کا دفاع بھی عقل اور منطق کی طاقت پر نہیں کیا جاسکتا۔

لہٰذا اس میں حیرانی کی کوئی بات نہیں کہ دنیا میں بہت جرائم پیشہ افراد پائے جاتے ہیں۔ اسی طرح دھوکہ دہی اور زنا جیسے جرائم مجھ سے کسی شخص کیلئے اچھے ہونے کا جواز پاسکتے ہیں اور کوئی منطقی دلیل مجھے اس کے برا ہونے پر قائل نہیں کرسکتی۔

چلیئے! اب ہم جگہیں بدل لیتے ہیں۔ فرض کیجئے کہ آپ دنیا کے طاقتورترین اور بااثر مجرم ہیں جس کے پے رول پر پولیس کے سپاہی سے لے کر وزراء تک سب موجود ہیں۔ آپ کے پاس اپنی حفاظت کیلئے ٹھگوں کی ایک پوری فوج ظفر موج ہے۔ میں ایک مسلمان ہوں جو آپ کو قائل کرنے کی کوشش کررہا ہے کہ عصمت دری، ڈاکہ زنی اور دھوکہ دہی وغیرہ برے اعمال ہیں۔

اگر میں وہی تمام دلائل (جو پہلے دیے جاچکے ہیں) ڈاکہ زنی کو برا ثابت کرنے کے لیے پیش کروں تو مجرم بھی اسی انداز سے جواب دے گا جیسے اس نے پہلے کیا تھا۔

میں مانتا ہوں کہ مجرم ذہین ہے اور منطقی سوچ رکھتا ہے اور اس کے تمام دلائل صرف اسی وقت صحیح ہوں گے جب وہ دنیا کا سب سے طاقتور اور بااثر مجرم ہو۔

ہر ایک انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ اسے انصاف ملے۔ حتیٰ کہ وہ دوسروں کے لئے انصاف کا خواہش مند نہ بھی ہو تب بھی وہ اپنے لیے انصاف چاہتا ہے۔ بعض لوگ طاقت اور اثر ورسوخ کے نشے میں اس قدر بدمست ہوتے ہیں کہ دوسروں پر صعوبتیں اور تکالیف مسلط کرتے رہتے ہیں۔ لیکن یہی لوگ اس وقت شدید اعتراض کرتے ہیں کہ جب خود ان کے ساتھ کوئی ناانصافی کی جائے۔ ان کے دوسرے لوگوں کی تکالیف اور صعوبتوں کی طرف سے بے حس ہو جانے کی وجہ یہ ہے کہ وہ طاقت اور اثر ورسوخ کی پوجا کرتے ہیں۔ وہ محسوس کرتے ہیں یہ طاقت اور اثر ورسوخ ہی ہے جو نہ صرف انہیں دوسروں کے ناانصافی کرنے کے قابل بناتا ہے بلکہ دوسروں کو ان کے ساتھ ویسا ہی کرنے سے باز بھی رکھتا ہے۔

ایک مسلمان کی حیثیت سے میں اس مجرم کو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے وجود پر قائل کروں گا۔ (اس بارے میں دلائل علیحدہ ہیں) اللہ تعالیٰ آپ سے بھی کہیں زیادہ طاقتور ہے اور ساتھ ہی ساتھ، وہ منصف ترین بھی ہے۔ قرآن مجید میں آتا ہے۔!

"اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا۝

(القرآن المجید، پارہ نمبر 5۔ سورۃ نمبر 4 (النساء)، آیت نمبر 40)

"اللہ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا اگر کوئی ایک نیکی کرے تو اللہ اسے دوگنا کرتا ہے اور پھر اپنی طرف سے بڑا اجر عطا فرماتا ہے۔۝"

منطقی اور سائنسی شخص ہونے کے ناطے جب اس کے سامنے قرآن مجید سے دلائل پیش کیے جاتے ہیں تو وہ انہیں تسلیم کر کے اللہ تعالیٰ کے وجود کا اقرار کر لیتا

ہے۔ وہ سوال کر سکتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ سب سے طاقتور اور سب سے زیادہ انصاف کرنے والا ہے تو پھر وہ مجھے سزا کیوں نہیں دیتا۔؟

ہر وہ شخص جس کے ساتھ ناانصافی کی گئی ہو، یقیناً یہ چاہے گا کہ ناانصافی کے مرتکب کو اس کے مال و دولت اور معاشرتی مرتبے کا لحاظ کیے بغیر سزا ملنی چاہیے۔ ہر نارمل انسان یہ چاہے گا کہ ڈاکو بدکار کو سبق سکھایا جائے۔ اگرچہ بہت سارے مجرموں کو سزا مل جاتی ہے لیکن پھر بھی ان کی ایک بڑی تعداد قانون سے بچنے میں کامیاب رہتی ہے۔ یہ لوگ بڑی پر لطف اور پر تعیش زندگی گزارتے ہیں اور بسا اوقات بڑے اطمینان سے رہتے ہیں۔ اگر کسی طاقتور اور با اثر شخص کے ساتھ اس سے بھی زیادہ با اثر اور طاقتور شخص ناانصافی کرے تو وہ بھی یہی چاہے گا کہ اس زیادہ طاقتور اور زیادہ با اثر شخص کو (جس نے ناانصافی کا ارتکاب کیا ہے) سزا دی جائے۔

دنیا کی یہ زندگی، آخرت کے لئے امتحان ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔!

"اَلَّذِىْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۝"

(القرآن المجید، پارہ نمبر 29، سورۃ نمبر 67 (الملک)، آیت نمبر 2)

"اللہ وہ ہے جس نے موت اور زندگی کو ایجاد کیا تاکہ تم لوگوں کو آزمائے کہ تم میں سے کون بہتر عمل کرنے والا ہے اور وہ زبردست بھی ہے اور درگزر فرمانے والا بھی۔ ۝"

قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔!

"كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ٥

(القرآن المجید، سورۃ نمبر 3 (آل عمران)، آیت نمبر 185)

''آخر کار ہر شخص کو مرنا ہے اور تم سب اپنے اپنے پورے اجر قیامت کے روز پانے والے ہو، کامیاب دراصل وہ ہے جو وہاں آتش دوزخ سے بچ جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے، رہی یہ دنیا تو یہ محض ایک ظاہر فریب چیز ہے۔''

حتمی انصاف قیامت کے روز کیا جائے گا۔ مرنے کے بعد ہر شخص کو یوم حساب (روز قیامت) ایک بار پھر دوسروں تمام انسانوں کے ساتھ زندہ کیا جائے گا۔ یہ ممکن ہے کہ ایک شخص اپنی سزا کا کچھ حصہ اس دنیا ہی میں بھگت لے۔ لیکن سزا اور جزا کا آخری اور حتمی معاملہ تو آخرت ہی مین کیا جائے گا۔ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی لٹیرے یا بدکار کو اس دنیا میں سزا نہ دے لیکن اسے روز محشر میں اپنے ایک ایک عمل کا اور ایک ایک گناہ کا حساب چکانا ہوگا اور وہ آخرت میں موت کے بعد کی زندگی میں اپنے ایک ایک جرم کی سزا پائے گا۔

جنگ عظیم کے دوران ہٹلر نے لگ بھگ ساٹھ لاکھ یہودیوں کو زندہ جلوایا تھا۔ بالفرض اگر پولیس اسے گرفتار کر بھی لیتی تو قانون کی پاسداری کرتے ہوئے (انسانی قانون کے مطابق) عدالت اسے زیادہ سے زیادہ کیا سزا دے سکتی تھی؟ بہت سے بہت یہی ہوتا کہ اسے بھی کسی گیس چیمبر میں بند کر کے ہلاک کر دیا جاتا۔ لیکن یہ تو صرف ایک بے گناہ یہودی کو قتل کرنے کی سزا ہوتی، باقی کے 5999999 یہودیوں کے قتل کی سزا اسے کس طرح دی جا سکتی تھی۔؟ اسے صرف ایک بار ہی سزائے موت دی جا سکتی تھی۔

اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے کہ وہ ہٹلر کو جہنم کی آگ میں ساٹھ لاکھ سے بھی

زیادہ مرتبہ جلادے۔!

قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے۔!

"اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِیْھِمْ نَارًا کُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُھُمْ بَدَّلْنٰھُمْ جُلُوْدًا غَیْرَھَا لِیَذُوْقُوا الْعَذَابَ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَزِیْزًا حَکِیْمًاo"

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 5، سورۃ نمبر 4 (النساء)، آیت نمبر 56)

"جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو ماننے سے انکار کر دیا انہیں بالیقین ہم آگ میں جھونکیں گے اور جب ان کے بدن کی کھال گل جائے گی تو اس کی جگہ دوسری کھال پیدا کر دیں گے تا کہ وہ خوب عذاب کا مزہ چکھیں، بیشک اللہ قدرت والا حکمت والا ہےo"

یعنی اللہ تعالیٰ چاہے تو ہٹلر کو جہنم کی آگ میں محض ساٹھ لاکھ مرتبہ ہی نہیں بلکہ لاتعداد بار بھی جلا سکتا ہے۔

یہ واضح ہے کہ کسی شخص کو تصورِ آخرت یا موت کے بعد زندگی کے یقین پر قائل کیے بغیر اسے انسانی اقدار یا نیک و بد اعمال کے تصور پر قائل کرنا بھی ممکن نہیں۔ خصوصاً جب ان طاقتور اور بااختیار لوگوں کا معاملہ درپیش ہو جو ناانصافی میں پڑے ہوں۔

آخر اسلام ہی کیوں......؟

سوال نمبر 42:

تمام مذاہب بنیادی طور پر اپنے پیروکاروں کو اچھے کام کرنے کی تعلیم دیتے

ہیں تو پھر کسی شخص کو صرف اسلام ہی کی پیروی کیوں کرنی چاہیے؟ کیا وہ کسی بھی دوسرے مذہب کی پیروی نہیں کرسکتا۔؟

جواب:

یہ صحیح ہے کہ تمام مذاہب ہی انسانیت کو راست بازی اور نیکی کی تلقین کرتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں لیکن اسلام اس سے بھی آگے تک جاتا ہے۔ یہ نیکی و راست بازی کے حصول اور ہماری انفرادی واجتماعی زندگیوں سے برائی ختم کرنے کے عملی طریقوں کی جانب بھی ہماری رہنمائی کرتا۔ ہے۔ اسلام نہ صرف انسانی فطرت کو اہمیت دیتا ہے، بلکہ یہ انسانی معاشرے کی پیچیدگیوں کی طرف بھی متوجہ رہتا ہے۔ اسلام ایک ایسی ہدایت ہے جو خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کو انسان کے لیے ''دین فطرت'' بھی کہا جاتا ہے۔

مثال: اسلام صرف چوری چکاری اور ڈاکہ زنی کو روکنے کا حکم ہی نہیں دیتا بلکہ اسے ختم کرنے کے عملی طریقے کی وضاحت بھی کرتا ہے۔! ان میں سے چند یہ ہیں۔

1: تمام بڑے مذاہب میں چوری چکاری اور ڈاکہ زنی کو برائی قرار دیا جاتا ہے۔ اسلام بھی ہمیں یہی تعلیم دیتا ہے تو پھر دیگر مذاہب اور اسلام کی تعلیمات میں کیا فرق ہوا؟ فرق اس حقیقت میں موجود ہے۔ وہ یہ کہ اسلام صرف چوری چکاری کو برا کہنے پر ہی اکتفا نہیں کرتا بلکہ وہ عملی طریقہ بھی بتاتا ہے کہ جس پر چل کر ایسا معاشری ڈھانچہ تخلیق کیا جائے کہ جس میں لوگ چوری چکاری یا ڈاکہ زنی نہ کریں۔

2: اسلام نے زکوۃ دینے کا ایک واضح نظام بیان فرمایا ہے۔ اسلامی قانونی کے مطابق ہر وہ شخص کہ جس کے پاس بچت کی مالیت ''نصاب'' (تقریباً

58 گرام سونا یا اتنی مالیت کے اثاثے) کے برابر یا زیادہ ہو اسے ہر قمری سال میں اپنی اس بچت کا ڈھائی فیصد حصہ مستحقین کو دینا چاہیے۔ اگر دُنیا کا ہر امیر شخص ایمانداری سے زکوٰۃ دینے لگ جائے تو ساری دنیا سے غربت ختم ہو جائے گی۔ کوئی ایک انسان بھی فاقے سے نہیں مرے گا۔

3: اسلام میں یہ وضاحت بھی ہے کہ اگر کسی کے خلاف چوری یا ڈاکے کا جرم ثابت ہو جائے تو اس کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں گے۔ قرآن مجید نے سورۃ المائدہ میں ارشاد فرمایا ہے۔!

"وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءً ۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○"

(القرآن المجید، پارہ نمبر 6، سورۃ نمبر 5 (المائدہ)، آیت نمبر 38)

"اور چور خواہ عورت ہو یا مرد دونوں کے ہاتھ کاٹ دو یہ ان کی کمائی کا بدلہ ہے اور اللہ کی طرف سے عبرت ناک سزا، اور اللہ غلبے والا حکمت والا ہے۔ ○"

غیر مسلم کہتے ہیں۔!

"اکیسویں صدی میں ہاتھ کاٹنے کی سزا؟ اسلام تو بے رحمی اور سفاکی کا مذہب ہے۔!"

امریکہ کو دنیا کا سب سے ترقی یافتہ ملک تصور کیا جاتا ہے۔ بدقسمتی سے یہی وہ ملک بھی ہے جہاں چوری اور ڈاکہ زنی وغیرہ جیسے جرائم کی شرح دنیا میں سب سے زیادہ ہے۔ اب ذرا فرض کیجئے کہ امریکہ میں اسلامی شریعت نافذ کر دی جاتی ہے یعنی یہ کہ ہر امیر آدمی جو صاحب نصاب ہو پابندی سے اپنے مال سے اڑھائی فیصد (سو میں سے اڑھائی روپے) زکوٰۃ ادا کرے (قمری سال کے مطابق) اور چوری یا ڈکیتی کا

جرم ثابت ہو جانے پر مجرم کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں تو کیا ایسی صورت میں امریکہ میں چوری اور ڈکیتی کی شرح میں اضافہ ہوگا، کمی ہوگی یا کوئی فرق نہیں پڑے گا۔؟ فطری سی بات ہے کہ اس میں کمی واقع ہوگی۔ پھر یہ بھی ہے کہ ایسے سخت قانون کی موجودگی میں وہ لوگ بھی اس جرم سے باز رہیں گے جو مجرمانہ ذہن رکھتے ہوں۔

میں مانتا ہوں کہ آج دنیا میں چوری اور ڈکیتی کی اتنی زیادہ وارداتیں ہو رہی ہیں کہ اگر تمام چوروں کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں تو ایسے لاکھوں لوگ ہوں گے جن کے ہاتھ کٹیں گے۔ تاہم یہاں توجہ طلب نکتہ یہ ہے کہ جس لمحے آپ یہ قانون نافذ کریں گے، اس کے ساتھ ہی چوری اور ڈکیتی کی شرح میں کمی آ جائے گی۔ ڈکیتی اور چوری کا ارادہ کرنیوالا کوئی شخص یہ کام کرنے سے پہلے کئی دفعہ سوچے گا کیونکہ اسے اپنے ہاتھ گنوانے کا خطرہ بھی ہوگا۔ محض سزا کا تصور ہی اکثر ڈاکوؤں اور چوروں کی حوصلہ شکنی کرے گا۔ ایسے میں بہت ہی کم لوگ ہوں گے جو چوری اور ڈکیتی کی ہمت کر پائیں گے۔ لہٰذا صرف چند لوگوں کے ہاتھ کاٹے جانے سے لاکھوں کروڑوں لوگ ڈکیتی اور چوری کے خوف سے بے نیاز ہو کر امن و چین کی زندگی گزار سکیں گے۔

لہٰذا اسلامی شریعت عملی ہے اور اس سے نتائج حاصل ہوتے ہیں۔

مثال: اسلام میں خواتین کی بے حرمتی اور عصمت دری حرام ہے، اسلام میں (عورتوں کے لیے) حجاب کا حکم ہے اور زنا کا جرم ثابت ہو جانے پر زانی کے لیے سخت سے سخت سزا ہے۔

تمام بڑے مذاہب میں عورت کی عصمت دری اور اس سے دست درازی کو ایک گھناؤنے گناہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اسلام کی تعلیمات بھی یہی ہیں تو پھر اسلام اور دیگر مذاہب کی تعلیمات میں کیا فرق ہے؟ یہ فرق اس حقیقت میں ہے کہ اسلام صرف عورت کے احترام کی تلقین ہی پر اکتفا نہیں کرتا، یا دست درازی اور عصمتی دری کو گھناؤ

نا جرم قرار دے کر خاموش نہیں ہو جاتا بلکہ ساتھ ہی ساتھ واضح رہنمائی بھی فراہم کرتا ہے کہ معاشرے کو ان جرائم سے کس طرح پاک کیا جائے۔

اسلام میں حجاب کا نظام ہے۔ قرآن مجید میں پہلے مرد کے لیے حجاب کا تذکرہ ہے اور پھر عورتوں کے حجاب پر بات کی گئی ہے۔ مردوں کیلئے حجاب درج ذیل آیت مبارکہ میں مذکورہ ہے۔!

"قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ○"

(القرآن المجید، پارہ نمبر 18، سورۃ نمبر 24 (النور)، آیت نمبر 30)

"اے نبی! مومن مردوں سے فرما دو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے، بیشک اللہ تعالیٰ باخبر ہے اس سے جو وہ کرتے ہیں۔"

جس لمحے مرد کی نگاہ (نامحرم) عورت پر پڑے اور کوئی غلط سوچ یا بے حیائی کا خیال اس کے ذہن میں آئے تو اسے فوراً اپنی نگاہ نیچی کر لینی چاہیے۔

عورتوں کے لیے حجاب کا تذکرہ درج ذیل آیت مبارکہ میں ہے۔!

"وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ"

(القرآن المجید، پارہ نمبر 18، سورۃ نمبر 24 (النور)، آیت نمبر 31)

"اے نبی! مومن عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں

اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھائیں
بجز اس کے جو خود ظاہر ہو جائے اور اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں
سے آنچل ڈالے رہیں۔''

عورت کے حجاب کی وضاحت یہ ہے کہ اس کا جسم مکمل طور پر ڈھکا ہونا چاہیے۔صرف اس کا چہرہ اور ہاتھ (کلائیوں تک) وہ حصے ہیں جو ظاہر کیے جا سکتے ہیں۔تاہم اگر کوئی خاتون انہیں بھی چھپانا چاہے تو وہ ان جسمانی حصوں پر بھی حجاب کر سکتی ہیں۔البتہ بعض علمائے دین کا اصرار ہے کہ چہرہ بھی ڈھکا ہونا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے لیے حجاب کا حکم کیوں دیا ہے؟ اس کا جواب قرآن مجید نے سورۃ الاحزاب کی درج ذیل آیت مبارکہ میں فراہم کیا ہے۔!

''يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا٥''

(القرآن المجید، سورۃ نمبر 33 (الاحزاب)، آیت نمبر 59)

''اے نبی! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور اہل ایمان کی عورتوں سے
کہہ دو کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلو لٹکا لیا کریں، یہ زیادہ
مناسب طریقہ ہے تاکہ وہ پہچان لی جائیں اور نہ ستائی جائیں
اور اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے۔''

قرآن مجید فرماتا ہے کہ عورتوں کا حجاب کرنا اس لیے ضروری ہے کہ وہ باعزت اور پر وقار حیثیت سے پہچانی جا سکیں اور یہ کہ حجاب انہیں دست درازی سے بھی بچاتا ہے۔

فرض کیجیے کہ دو جڑواں بہنیں ہیں جو یکساں طور پر خوبصورت بھی ہیں۔ایک

روز وہ دونوں ایک ساتھ گھر سے نکلتی ہیں۔ ایک بہن نے اسلامی حجاب کر رکھا ہے یعنی اس کا پورا جسم ڈھکا ہوا ہے۔ اس کے برعکس دوسری بہن نے مغربی طرز کا منی اسکرٹ پہنا ہوا ہے یعنی اس کے جسم کا خاصہ حصہ نمایاں ہے۔ گلی کی نکڑ پر ایک لفنگا بیٹھا ہے جو اس انتظار میں ہے کہ کوئی لڑکی وہاں سے گزرے اور اس کے ساتھ چھیڑ چھاڑ یا دست درازی کرے۔ سوال یہ ہے کہ جب وہ دونوں بہنیں وہاں پہنچیں گی تو وہ لفنگا ان میں سے کس کو چھیڑے گا؟ اسلامی حجاب والی لڑکی کو یا منی اسکرٹ پہننے والی لڑکی کو۔؟ وہ لباس جو جسم کو چھپانے سے زیادہ نمایاں کریں، جنس مخالف کے لیے ایک طرح سے اس امر کی دعوت ہوتے ہیں کہ وہ چھیڑ چھاڑ دست درازی اور عصمت دری کریں۔

قرآن مجید نے بالکل صحیح فرمایا ہے کہ حجاب عورت کو دست درازی سے بچاتا ہے۔

اگر کسی شادی شدہ فرد کے خلاف زنا کا جرم ثابت ہو جائے تو اسلامی شریعت کی رو سے اس کے لئے سزائے موت ہے۔ آج کے دور میں اتنی سخت سزا دینے پر غیر مسلم شاید بری طرح خوفزدہ ہو جائیں۔ بہت سے لوگ اسلام پر بے رحمی اور سفاکی کا الزام لگاتے ہیں۔ میں نے سینکڑوں غیر مسلم مردوں سے ایک عام سا سوال کیا۔ میں نے پوچھا!

"فرض کیجئے کہ خوانخواستہ کوئی آپ کی بیوی، بہن یا ماں کی عصمت دری کرے اور آپ کو اس مجرم کو سزا دینے کیلئے جج مقرر کیا جائے اور زانی کو آپ کے سامنے لایا جائے تو آپ اسے کیا سزا دیں گے۔؟

ان سب نے جواب دیا!

"ہم اسے سزائے موت دیں گے۔"

بعض لوگ تو انتہا پر چلے گئے اور کہنے لگے۔!

"ہم اس پر اتنا تشدد کریں گے کہ وہ مر جائے۔"

اگر آپ کی بیوی یا ماں کی عصمت دری ہو تو آپ اس زانی کو مار ڈالنا چاہتے ہیں لیکن اگر کسی دوسرے کی ماں، بہن یا بیوی کی عزت لوٹی گئی ہو تو سزائے موت وحشیانہ قانون ہوگئی۔؟ یہ دوہرا معیار کیوں ہے۔؟

اب میں ایک بار پھر دُنیا کے سب سے ترقی یافتہ ملک امریکہ کی مثال دوں گا۔ ایف بی آئی کی رپورٹ کے مطابق 1995ء کے دوران امریکہ میں عصمت دری کے ایک لاکھ دوہزار پچپن (100255) واقعات درج ہوئے۔ رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ عصمت دری کی تمام وارداتوں میں سے صرف سولہ (16) فیصد ہی کی رپورٹیں درج کرائی گئیں۔ لہٰذا 1995ء کے دوران امریکہ میں عصمت دری کی وارداتوں کی اصل تعداد جاننے کیلئے ہمیں رپورٹ کی گئی تعداد کو 6.25 سے ضرب دینا ہوگا۔ اس طرح ہمیں چھ لاکھ چالیس ہزار نو سو اڑسٹھ (640968) کی مجموعی تعداد ملتی ہے۔ یعنی 1995ء کے دوران امریکہ میں عصمت دری کی چھ لاکھ چالیس ہزار نو سو اڑسٹھ وارداتیں ہوئی۔ اگر اس تعداد کو سال کے تین سو پینسٹھ (365) دنوں پر تقسیم کیا جائے تو معلوم ہو گا اس سال امریکہ میں ہر روز عصمت دری کی ایک ہزار سات سو چھپن (1756) وارداتیں ہوئیں۔

بعد ازاں ایک اور رپورٹ میں کہا گیا کہ امریکہ میں ہر روز عصمت دری کی ایک ہزار نو سو (1900) وارداتیں ہوتی ہیں۔ امریکہ محکمہ دفاع کے ذیلی ادارے "نیشنل کرائم وکٹمائزیشن سروے بیورو آف جسٹس" کے جاری کردہ اعداد و شمار کے مطابق صرف 1996ء کے دوران امریکہ میں رپورٹ کیے گئے عصمت دری کے واقعات کی تعداد تین لاکھ سات ہزار (307000) تھی۔ علاوہ ازیں رپورٹ کی گئی تو معلوم ہوا کہ یہ تمام وارداتیں بھی اصل وارداتوں کا صرف اکتیس (31) فیصد حصہ تھیں۔ یعنی اصل تعداد جاننے کیلئے ہمیں اس تعداد کو تین ہزار دو سو چھبیس (3226)

سے ضرب دینا پڑے گا۔ حاصل ضرب ملنے پر پتا چلتا ہے کہ 1996ء کے دوران امریکہ میں عصمت دری کی وارداتوں کی اصل تعداد نو لاکھ نوے ہزار تین سو بتیس (9090332) تھی۔ اس سال امریکہ میں روزانہ ایسی دو ہزار سات سو تیرہ (2713) وارداتیں ہوئیں۔

گویا ہر بتیس (32) سیکنڈ بعد امریکہ میں عصمت دری کی ایک واردات ہوئی۔! شاید امریکہ کے زناکار زیادہ دلیر ہو گئے ہیں۔ ایف بی آئی کی 1995ء والی رپورٹ میں مزید یہ بھی کہا گیا تھا کہ صرف دس (10) فیصد زناکار ہی گرفتار کیے جا سکے ہیں۔ ان گرفتار شدگان میں سے بھی پچاس (50) فیصد کو مقدمہ چلائے بغیر رہا کر دیا گیا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ عصمت دری کے صرف 08 فیصد مجرموں کو ہی مقدمات کا سامنا کرنا پڑا۔ دوسرے الفاظ میں یہی بات اس طرح بھی کہہ سکتے ہیں کہ امریکہ میں اگر کوئی شخص ایک سو پچیس (125) مرتبہ عصمت دری کا ارتکاب کرے تو اس بات کا امکان ہے کہ اسے صرف ایک بار ہی اس کی سزا مل پائے گی۔ بہت سے مجرم اسے ایک "اچھا جوا" سمجھتے ہیں۔ یہی رپورٹ مزید بتاتی ہے کہ مقدمات کا سامنا کرنے والے پچاس فیصد افراد کو ایک سال سے بھی کم کے لیے قید کی سزا سنائی گئی حالانکہ امریکہ کے قانون کے تحت عصمت دری کا ارتکاب کرنے والے کی سزا سات سال قید با مشقت ہے۔ یہ مشاہدہ کیا گیا ہے کہ جج صاحبان پہلی مرتبہ عصمت دری کے جرم میں گرفتار کرنے والے کیلئے نرم گوشہ رکھتے ہیں اس لیے انہیں کم سزا دیتے ہیں۔ ذرا سوچیے کہ ایک شخص ایک سو پچیس (125) مرتبہ عصمت دری کا جرم کرتا ہے اور پکڑا جاتا ہے تب بھی اسے پچاس (50) فیصد تک یہ اطمینان ہوتا ہے کہ اسے ایک سال سے بھی کم سزا ملے گی۔!

اب فرض کیجئے کہ امریکہ میں اسلامی شریعت نافذ کر دیجاتی ہے۔ جب بھی

کوئی مرد کسی نامحرم عورت پر نگاہ ڈالتا ہے اور اس کے ذہن میں بے حیائی کی کوئی سوچ آتی ہے تو وہ فوراً اپنی نگاہ نیچی کر لیتا ہے۔ ہر عورت اسلامی احکامات کے مطابق حجاب کرتی ہے، یعنی سارا جسم ڈھانپ کر رکھتی ہے۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی شادی شدہ شخص عصمت دری کا مرتکب ہو تو اسے سزائے موت دی جائے۔ سوال یہ ہے کہ یہ سارے قوانین نافذ ہو جانے کے بعد امریکہ میں عصمت دری کی وارداتوں کی شرح میں اضافہ ہوگا، کمی ہوگی یا پھر وہ ویسی کی ویسی ہی رہے گی۔؟ فطری طور پر اس کا جواب یہی ہوگا کہ ان وارداتوں میں کمی ہوگی اور اسلامی شریعت کے نفاذ سے فوری نتائج حاصل ہوں گے۔

زندگی گزارنے کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ اسلامی تعلیمات پر عمل کیا جائے کیونکہ اسلام صرف الہامی پند و نصائح کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ انسانیت کو درپیش مسائل کے عملی حل بھی فراہم کرتا ہے۔ اسلام انفرادی اور اجتماعی دونوں سطح پر مثبت نتائج دیتا ہے۔ اسلام بہترین ضابطۂ حیات ہے کیونکہ یہ ایک عملی اور آفاقی مذہب ہے جو کسی مخصوص رنگ و نسل یا شہریت کے لوگوں تک محدود نہیں ہے۔

لفظِ کافر

سوال نمبر 43:

مسلمان غیر مسلموں کی توہین کرتے ہیں انہیں ''کافر'' کیوں کہتے ہیں۔؟

جواب:

لفظ ''کافر'' اصل میں عربی لفظ ''کفر'' سے ماخوذ ہے، جس کا مطلب ہے چھپانا، انکار کرنا یا مسترد کرنا۔ اسلامی اصلاح میں ''کافر'' سے مراد ایسا شخص ہے جو اسلام کی حقانیت کو چھپائے (یعنی لوگوں کو نہ بتائے) یا پھر اسلام کی حقانیت سے انکار

کرے۔ ایسا کوئی شخص جو اسلام سے انکار کرتا ہو اردو میں غیر مسلم اور انگریزی میں "Non Muslim" کہلاتا ہے۔

اگر کوئی غیر مسلم خود کو غیر مسلم یا کافر کہلوانا پسند نہیں کرتا جو اصل میں ایک ہی بات ہے تو اس کے احساس توہین کی وجہ اسلام کے بارے میں لاعلمی یا غلط فہمی ہے۔ اسے اسلامی اصطلاحات سمجھنے کیلئے صحیح ذرائع تک رسائی حاصل کرنی چاہیے۔ اس کے بعد نہ صرف اس کا احساس توہین ختم ہو جائے گا بلکہ وہ اسلام کے نقطہ نگاہ کو بھی صحیح طور پر سمجھ جائے گا۔

مرد کو متعدد شادیوں کی اجازت

سوال نمبر 44:

اسلام میں مرد کو ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت کیوں ہے۔؟

جواب:

کثرتِ ازدواج (پولی گیمی) سے مراد شادی کا ایک ایسا نظام ہے جس کے تحت ایک فرد ایک سے زیادہ شریک حیات رکھ سکتا ہو۔ کثرت ازدواج دو طرح کی ہو سکتی ہے۔ اس کی ایک شکل "پولی گائنی" (Polygyny) ہے جس کے تحت ایک مرد ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی کر سکتا ہو جبکہ اس کی دوسری صورت "پولی اینڈری" (Polyandry) ہے جس میں ایک عورت کئی مردوں سے بیک وقت شادی رچا سکتی ہے۔ اسلام میں محدود "پولی گینی" کی اجازت تو ہے لیکن پولی اینڈری کی مکمل ممانعت ہے۔

اب میں اصل سوال کی طرف آتا ہوں یعنی یہ کہ اسلام میں مرد کو ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت کیوں ہے۔؟

اس پوری دُنیا میں صرف اور صرف قرآن مجید ہی وہ واحد مذہبی اور الہامی کتاب ہے، جس میں یہ جملہ موجود ہے۔!

''صرف ایک شادی کرو۔''

دوسری کوئی مذہبی کتاب ایسی نہیں ہے جو مرد کو صرف ایک بیوی رکھنے کا حکم دیتی ہو۔ کسی دوسری مذہبی کتاب میں، چاہے وہ ویدوں میں سے کوئی ہو، رامائن ہو، مہابھارت ہو، گیتا ہو، زبور ہو یا انجیل، کسی میں بھی مرد کے لیے بیویوں کی تعداد پر کوئی پابندی عائد نہیں کی گئی ہے۔ ان تمام کتابوں کے مطابق کوئی مرد ایک وقت میں جتنی عورتوں سے چاہے، شادی کر سکتا ہے۔ یہ تو بہت بعد کی بات ہے جب ہندو پنڈتوں اور عیسائی کلیسا (چرچ) نے بیویوں کی تعداد کو محدود کر کے صرف ایک کر دیا۔

ہندوؤں کی اپنی مذہبی شخصیات خود ان کی اپنے کتابوں کے مطابق ایک وقت میں کئی بیویاں رکھتی تھیں۔ مثلاً: رام کے باپ، یعنی راجہ دسرتھ کی ایک سے زیادہ بیویاں تھیں۔ خود کرشنا کی کئی بیویاں تھیں۔

ابتدائی زمانے میں عیسائی مردوں کو اتنی بیویاں رکھنے کی اجازت تھی کہ جتنی وہ چاہیں کیونکہ انجیل میں بیویوں کی تعداد پر کوئی پابندی عائد نہیں کی گئی ہے۔ یہ تو صرف آج سے چند صدیوں پہلے کا واقعہ ہے کہ جب کلیسا نے بیویوں کی تعداد کو ایک تک محدود کر دیا۔

یہودیوں میں بھی ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت ہے۔ زبور میں بتایا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ اسلام کی تین بیویاں تھیں، جبکہ حضرت سلیمان علیہ السلام (بیک وقت) سینکڑوں بیویوں کے شوہر تھے۔ کثرت ازدواج کا یہ عمل (یہودیوں میں) ربی گرشم بن یہودا (960ء تا 1030ء) تک جاری رہا۔ گرشم نے اس عمل کے خلاف مذہبی حکم نامہ جاری کیا تھا۔ مسلم ممالک میں آباد یہودی جو بالعموم

اسپین اور شمالی افریقہ کے یہودیوں کی اولاد تھے، انہوں نے عشرہ 1950ء کے اختتام تک یہ سلسلہ جاری رکھا یہاں تک کہ اسرائیل کے سب سے بڑے ربی نے ایک مذہبی قانون کے ذریعے ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے پر (یہودیوں کے لیے) عالمگیر پابندی عائد کردی۔

ہندوستان میں 1975ء کی مردم شماری کے مطابق مسلمانوں کی بہ نسبت ہندوؤں میں کثرت ازدواج کی شرح زیادہ تھی۔ 1975ء میں "کمیٹی آف دی اسٹیٹس آف وومن ان اسلام" کی شائع کردہ رپورٹ میں صفحہ نمبر 66-67 پر یہ بتایا گیا ہے کہ 1951ء اور 1961ء کے درمیانی برسوں میں 5.6 فیصد ہندو کثیر الازدواج تھے، جبکہ اسی عرصے میں مسلمانوں کی صرف 4031 فیصد تعداد کی ایک سے زائد بیویاں تھیں۔ ہندوستان قانون کے مطابق صرف مسلمان مردوں ہی کو ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت ہے۔ غیر مسلموں کے لئے کثرت ازدواج غیر قانونی ہونے کے باوجود مسلمانوں کے مقابلے میں ہندوؤں میں کثرت ازدواج کی شرح زیادہ تھی۔ اس سے پہلے ہندو مردوں پر بھی بیویوں کی تعداد کے مقابلے میں کوئی پابندی نہیں تھی۔ 1954ء میں "ہندو میرج ایکٹ" منظور ہونے کے بعد سے ہندوؤں کیلئے ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے پر پابند عائد ہوئی۔ اس وقت بھی ہندوستان قانون کی رو سے کسی ہندو کیلئے ایک سے زیادہ بیویاں رکھنا غیر قانونی ہے لیکن ہندوؤں کی مذہبی کتابوں کے مطابق آج بھی ان پر ایسی کوئی پابند نہیں ہے۔

چلئے! اب ہم یہ تجزیہ کرتے ہیں کہ آخر اسلام میں مرد کو ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت کیوں دی گئی ہے۔؟

جیسا کہ میں نے پہلے بتایا کہ قرآن مجید وہ واحد مذہبی کتاب ہے جو کہتی ہے۔!

''صرف ایک سے شادی کرو۔''

اس نکتے کا سیاق وسباق قرآن مجید کی درج ذیل آیت میں موجود ہے جو سورۃ النساء کی ہے۔!

''وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذٰلِكَ أَدْنٰى أَلَّا تَعُولُوا ۝''

(القرآن المجید، پارہ نمبر 4، سورۃ نمبر 4 (النساء)، آیت نمبر 3)

''اگر تم کو اندیشہ ہو کہ یتیموں کے ساتھ انصاف نہ کر سکو گے تو جو عورتیں تم کو پسند آئیں ان میں سے دو دو تین تین چار چار سے نکاح کر لو لیکن اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ ان کے ساتھ عدل نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی بیوی کرو یا ان عورتوں کو زوجیت میں لاؤ جو تمہارے قبضے میں آتی ہیں، یہ بے انصافی سے بچنے کیلئے زیادہ قریب صواب ہے۔''

قرآن مجید کے نزول سے پہلے کثرت ازدواج کی کوئی انتہائی حد متعین نہیں تھی لہٰذا مردوں کی بیک وقت کئی بیویاں ہوتی تھیں اور یہ تعداد بسا اوقات سینکڑوں تک پہنچ جایا کرتی تھی۔ اسلام نے چار بیویوں کی انتہائی حد مقرر کر دی۔ اسلام کسی مرد کو دو، تین یا چار شادیوں کی اجازت تو دیتا ہے لیکن صرف اور صرف اس شرط کے ساتھ کہ وہ ان سب کے ساتھ انصاف کر سکے۔

اسی سورۃ النساء کی آیت نمبر 129 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔!

''وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ

فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ وَإِنْ تُصْلِحُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا o"

(القرآن الجید، سورة نمبر 4 (النساء)، آیت نمبر 129)

"بیویوں کے درمیان پورا پورا عدل کرنا تمہارے بس میں نہیں تم چاہو بھی تو اس پر قادر نہیں ہو سکتے، لہٰذا (قانون الٰہی کا منشا پورا کرنے کیلئے یہ کافی ہے کہ) ایک بیوی کی طرف اس طرح نہ جھک جاؤ کہ دوسری کو ادھر لٹکتا چھوڑ دو اگر تم اپنا طرز عمل درست رکھو اور اللہ سے ڈرتے رہو تو اللہ چشم پوشی کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔o"

لہٰذا کثرت ازدواج کوئی قانون نہیں بلکہ ایک استثناء اور ایک رعایت ہے۔ بہت سے لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ مسلمانوں کے لئے کثرت ازدواج ایک لازمی چیز ہے۔

وسیع تر تناظر میں اوامر (Do's) اور نواہی (Dont's) کے پانچ زمرے ہیں۔!

(i) فرض...... یعنی لازم

(ii) مستحب...... یعنی ایسا کام جسے کرنے کی ترغیب دی گئی ہو، اسے کرنے کی حوصلہ افزائی کی گئی ہو، لیکن وہ کام فرض نہ ہو۔

(iii) مباح...... جائز یعنی جسے کرنے کی اجازت ہو۔

(iv) مکروہ...... یعنی ایسا کام جسے کرنا اچھا تصور نہ کیا جاتا ہو اور جس کے کرنے کی حوصلہ شکنی کی گئی ہو۔

(v) حرام...... یعنی ایسا کام جس کی اجازت نہ ہو جس کا کرنا بالکل منع ہو۔

کثرت ازدواج مذکور بالا پانچوں زمروں کے درمیانی زمرے یعنی ''مباح'' کے تحت آتا ہے۔ یعنی ایک ایسا کام جس کی اجازت ہے۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ مسلمان جس کی دو، تین یا چار بیویاں ہوں، ایک بیوی رکھنے والے کسی دوسرے مسلمان کے مقابلے میں بہتر ہے۔

قدرتی طور پر عورتیں اور مرد تقریباً یکساں تناسب سے پیدا ہوتے ہیں۔ ایک لڑکی میں (پیدائش کے وقت سے ہی) لڑکوں کی بہ نسبت زیادہ امنیت (Immunity) ہوتی ہے۔ مطلب یہ کہ ایک لڑکی لڑکے کے مقابلے میں جراثیم اور بیماریوں سے زیادہ بہتر انداز میں اپنا دفاع کرسکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ چھوٹی عمر کے بچوں میں لڑکوں کی اموات کا تناسب لڑکیوں سے زیادہ ہوتا ہے۔

اسی طرح جنگوں وغیرہ میں بھی عورتوں سے زیادہ مردوں کی ہلاکتیں ہوتی ہیں۔ بیماریوں اور حادثوں کی وجہ سے بھی مردوں کی اموات عورتوں کے مقابلے میں زیادہ ہوتی ہیں۔ مختصر یہ کہ خواتین کی اوسط عمر مردوں کی اوسط عمر سے زیادہ ہوتی ہے اور کسی بھی موقع پر ہمیں دنیا بھر میں خواتین کی تعداد مردوں سے زیادہ ہی ملتی ہے۔

اپنے کچھ پڑوسی ممالک سمیت ہندوستان کا شکار دنیا کے ان چند ملکوں میں ہوتا ہے جہاں خواتین کی آبادی مردوں کی آبادی سے کم ہے۔ اس کی وجہ ہے کہ ہندوستان میں بیشتر لڑکیوں کو شیر خوارگی ہی کے موقع پر ہلاک کردیا جاتا ہے جبکہ دوسری طرف اس ملک میں ہر سال دس لاکھ سے زائد بچیوں کو اسقاط حمل کے ذریعے، آنکھ کھولنے سے بھی پہلے ہی ہلاک کردیا جاتا ہے...... یعنی جیسے ہی یہ انکشاف ہوتا ہے کہ فلاں حمل کے نتیجے میں لڑکی پیدا ہوگی تو اسقاط حمل کے ذریعے وہ حمل ضائع کروادیا جاتا ہے۔ اگر ہندوستان میں یہ ظالمانہ عمل روک دیا جائے تو یہاں بھی عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہوجائے گی۔

امریکہ میں عورتوں کی تعداد مردوں کے مقابلے میں اٹھہتر (78) لاکھ زیادہ ہے۔ صرف نیویارک ہی میں عورتوں کی آبادی مردوں سے لگ بھگ دس لاکھ زیادہ ہے، جبکہ نیویارک کی مرد آبادی کا بھی ایک تہائی حصہ ہم جنس پرستوں پر مشتمل ہے۔ پورے امریکہ میں مجموعی طور پر ڈھائی کروڑ سے زیادہ ہم جنس پرست مرد (Gays) موجود ہیں۔ یعنی یہ مرد عورتوں سے شادی کرنا نہیں چاہتے۔ برطانیہ میں خواتین کی آبادی مردوں کے مقابلے میں بقدر چالیس لاکھ زیادہ ہے۔ اسی طرح جرمنی میں خواتین کی تعداد مردوں سے پچاس لاکھ زیادہ ہے۔ روس کی طرف دیکھیں تو وہاں خواتین کی آبادی مردوں کی بہ نسبت نوے لاکھ زیادہ ہے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ ساری دنیا میں عورتوں کی مجموعی آبادی مردوں کے مقابلے میں حقیقتاً کتنی زیادہ ہے۔

اگر ہر مرد کو صرف اور صرف ایک بیوی رکھنے کی اجازت ہو تو صرف امریکہ ہی میں تقریباً تین کروڑ خواتین کنواری رہ جائیں گی (کیونکہ وہاں کی مرد آبادی کے ڈھائی کروڑ افراد ہم جنس پرست ہیں) برطانیہ میں چالیس لاکھ، جرمنی میں پچاس لاکھ اور روس میں نوے لاکھ عورتیں شوہر سے محروم رہیں گی۔

فرض کیجئے کہ آپ کی یا میری بہن غیر شادی شدہ ہے اور امریکہ کی شہری ہے۔ اب اس کے سامنے صرف دو ہی راستے ہوں گے یا تو وہ کسی شادی شدہ مرد سے شادی کرے یا پھر غیر شادی شدہ رہ کر "عوامی ملکیت" "پبلک پراپرٹی" بن جائے۔ دوسرا کوئی راستہ نہیں۔ سمجھدار اور عقل مند لوگ اس صورتحال میں پہلے راستے ہی کو ترجیح دیں گے۔

بیشتر عورتیں یہ نہیں چاہیں گی کہ ان کے شوہر کی کوئی دوسری شریک حیات بھی ہو لیکن جب اسلام کا معاملہ سامنے آئے اور مرد کے لئے دوسری شادی کرنا لازمی ہو

جائے تو صاحب ایمان شادی شدہ عورت یہ ذاتی نقصان برداشت کر کے اپنے شوہر کو دوسری شادی کی اجازت دے سکتی ہے تا کہ اپنی مسلمان بہنوں کو ''عوامی ملکیت'' بننے سے ایک عظیم تر نقصان سے بچایا جا سکے۔

عوامی معاشرے میں یہ بات عام ہے کہ مرد ایک شادی کرنے کے باوجود اپنی بیوی کے علاوہ دوسری عورتوں مثلاً ملازماؤں (سیکریٹریوں اور رفقائے کار) اور کئی اور طرح کی عورتوں کے ساتھ زن وشوہر والے تعلقات قائم کر لیتے ہیں۔ یہ ایک ایسی کیفیت ہے جو عورت کی زندگی کو شرمناک اور غیر محفوظ بنا دیتی ہے۔ کیا یہ افسوس کا مقام نہیں ہے کہ وہی معاشرہ مرد کو صرف اور صرف ایک شادی کا پابند بناتا ہے اور دوسری بیوی کو سرے سے قبول ہی نہیں کرتا...... حالانکہ بیوی ہونے کی صورت میں عورتوں کو معاشرے میں باعزت مقام ملتا ہے، ان کا احترام کیا جاتا ہے اور وہ ایک محفوظ زندگی گزار سکتی ہیں۔

لہٰذا وہ عورتیں جنہیں کسی وجہ سے شوہر نہیں مل پاتا وہ صرف دو راستے اختیار کرنے پر مجبور ہوتی ہیں، شادی شدہ مرد سے شادی کر لیں یا پھر ''عوامی مملکت'' بن جائیں۔ اسلام ترجیحی بنیادوں پر عورت کو ایک محترم مقام دینے کیلئے پہلے راستے کی اجازات دیتا ہے، جبکہ دوسرے راستے پر پابندی عائد کرتا ہے۔

اسلام میں محدود پیمانے پر کثرتِ ازدواج کی اجازت کیوں ہے؟ اس کے جواب میں دوسرے کئی دلائل بھی موجود ہیں تاہم اس کا بنیادی مقصد عورت کے تقدس اور احترام کی حفاظت کرنا ہے۔

اسلام......پردہ......حفاظت......تذلیل

سوال نمبر 45:

اسلام عورتوں کو پردے میں رکھ کر ان کی تذلیل کیوں کرتا ہے۔؟

جواب:

لادین میڈیا بطورِ خاص اسلام میں عورتوں کے مقام کو تاک تاک کر اپنی تنقید کا نشانہ بناتا ہے۔ ''حجاب'' یا عورتوں کے اسلامی لباس کو بیشتر لوگ اسلامی قانون کے تحت عورت کی حق تلفی یا تذلیل قرار دیتے ہیں۔ اس سے پہلے کہ ہم اسلام میں عورت کیلئے ''حجاب'' کے پس پشت دلائل کا تجزیہ کریں، بہتر ہوگا کہ آمد اسلام سے قبل دیگر معاشروں میں عورت کے مقام پر ایک نظر ڈال لی جائے۔!

درج ذیل تاریخی مثالوں سے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ آمد اسلام سے پہلے کی تہذیبوں اور معاشروں میں عورت کا مقام اس قدر پست تھا کہ انہیں ایک عام انسان کی حیثیت سے بھی حقوق حاصل نہیں تھے۔!

1: بابل کے قانون میں عورتوں کی نہایت توہین و تذلیل کی گئی تھی اور انہیں تمام حقوق سے محروم رکھا گیا تھا۔ مثال کے طور پر اگر وہاں کوئی مرد کسی عورت کو قتل کر دیتا تو اسے سزا دینے کی بجائے اُس کی بیوی کو سزائے موت دی جاتی تھی۔

2: قدیم زمانے کی تہذیبوں میں یونانی تہذیب کو سب سے عظیم اور بلند پایہ تصور کیا جاتا ہے۔ اسی ''عظیم المرتبت'' نظام کے تحت عورتوں کو ہر طرح کے حقوق سے محروم رکھا گیا تھا اور انہیں نہایت حقارت کے ساتھ دیکھا جاتا تھا۔ یونانی دیومالا میں ''پنڈورا'' کے نام سے ایک ''خیالی عورت'' کا تذکرہ

ملتا ہے، جو اس دنیا میں نوع انسانی کے تمام تر مسائل اور پریشانیوں کی سب سے بڑی وجہ تھی۔ یونانیوں کے نزدیک عورت ''انسانوں سے کم تر'' تھی جبکہ مردوں کے مقابلے میں بھی اس کا مقام کم تر تھا۔ اگرچہ عورت کی عصمت یونانی تہذیب میں قیمتی تصور کی جاتی تھی اور عورتوں کو احترام کے ساتھ رکھا بھی جاتا تھا لیکن بعد ازاں یونانیوں نے اپنی انا اور جنسی ہوس کے ہاتھوں مغلوب ہوکر عورت کو تذلیل و توہین کا خوب نشانہ بنایا۔ یونانی معاشرے کے سارے طبقات میں عصمت فروشی ایک عام سی چیز بن کر رہ گئی۔

3: جب روم کی تہذیب اپنی رفعت وعظمت کے ''عروج'' پر تھی تو وہاں پر مردوں کو یہ بھی آزادی تھی کہ وہ اپنی بیویوں کو قتل کر دیں۔ علاقہ ازیں عصمت فروشی اور برہنگی بھی رومیوں میں بہت عام تھی۔

4: مصریوں کے نزدیک عورت کو برائی سمجھا جاتا تھا اور عورتوں کو شیطان کی نشانی قرار دیا جاتا تھا۔

5: اسلام پھیلنے سے قبل عربوں میں بھی عورتوں کو نہایت حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا اور عموماً جب کسی کے ہاں بیٹی پیدا ہوتی تو اس بچی کو زندہ دفنا دیا کرتے تھے۔

اسلام نے معاشرے میں عورتوں کا مقام بلند کیا اور آج سے چودہ سو پچیس سال سے بھی زیادہ عرصہ پہلے انہیں ان کے جائز حقوق دیئے۔ اسلام، عورتوں سے یہ توقع بھی کرتا ہے کہ وہ اپنے اس مقام کی پاسداری کریں گی۔

لوگ عام طور پر صرف عورتوں کے حوالے سے حجاب کی بات کرتے ہیں۔ تاہم قرآن پاک میں عورتوں کے حجاب سے پہلے مردوں کے لیے حجاب کا تذکرہ آیا

ہے۔ سورۃ النور میں ہے۔!

"قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ○"

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 18، سورۃ نمبر 24 (النور)، آیت نمبر 30)

"اے نبی! مومن مردوں سے کہو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کیلئے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے، جو کچھ وہ کرتے ہیں بیشک اللہ اس سے باخبر ہے۔ ○"

جب کوئی مرد کسی عورت کو دیکھے تو بہت ممکن ہے کہ اس کے ذہن میں بے شرمی یا بے حیائی کی کوئی بات آجائے لہٰذا اسے چاہیے کہ وہ فوراً اپنی نگاہیں نیچی کر لے۔

سورۃ النور کی اگلی آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔!

"وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ"

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 18، سورۃ نمبر 24 (النور)، آیت نمبر 31)

"اور اے نبی! مومن عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھائیں بجز اس کے جو خود ظاہر ہو جائے اور اپنے سینوں پر اپنی

اوڑھنیوں کے آنچل ڈالے رہیں وہ اپنا بناؤ سنگھار ظاہر نہ کریں
مگر ان لوگوں کے سامنے، شوہر، باپ، شوہروں کے باپ،
بیٹے ......"

قرآن مجید وسنت طیبہ کی رو سے حجاب کیلئے چھ بنیادی کسوٹیاں یا شرائط عائد کی گئی ہیں۔!

1: پہلی کسوٹی تو یہ ہے کہ جسم کا کس قدر حصہ چھپانا لازم ہے وہ ڈھکا ہونا چاہیے۔ مردوں اور عورتوں کیلئے یہ مختلف کیفیت ہے۔ مردوں کو حکم ہے کہ وہ اپنی ناف سے لے گھٹنوں تک سارا بدن لازماً ڈھانپ کر رکھیں۔ جبکہ عورتوں کے لیے چہرے، ہاتھ اور پاؤں کے سوا باقی تمام جسم کو ڈھانپنے کا حکم ہے۔ اگر وہ چاہیں تو چہرے اور ہاتھوں کو بھی ڈھانپ سکتی ہیں۔ بعض علماء کا کہنا ہے کہ ہاتھ اور چہرہ بھی ان اعضائے جسمانی میں شامل ہیں جن کا ڈھانپنا عورتوں کے لیے لازم ہے، یعنی خواتین کے حجاب کا حصہ ہے اور یہی قول افضل ہے۔

باقی کی پانچوں شرائط عورتوں اور مردوں کے لیے ایک جیسی ہیں۔!

2: پہنا گیا لباس ڈھیلا ڈھالا ہو یعنی ایسا نہ ہو کہ جس سے جسمانی خدوخال نمایاں ہوتے ہوں۔ مطلب یہ کہ تنگ، کسا ہوا، یا "فٹنگ" والا لباس نہ ہو۔

3: پہنا گیا لباس شفاف نہ ہو یعنی ایسا نہ ہو کہ جس کے آر پار دیکھا جا سکے۔

4: پہنا گیا لباس شوخ و چنچل اور بھڑک دار نہ ہو یعنی لباس ایسا نہ ہو جو جنس مخالف کو راغب کرتا ہو۔

5: پہنا گیا لباس ایسا نہ ہو کہ صنف مخالف کے لباس سے مماثلت رکھتا ہو یعنی

اگر کسی مرد نے لباس پہنا ہے تو وہ مردانہ ہی دکھائی دے، اگر عورت کا لباس ہے تو وہ عورتوں کے لباس جیسا ہو اور وہ مردانہ لباس سے مماثلت نہ رکھتا ہو۔

6: پہنا گیا لباس ایسا ہو کہ جس میں کفار کی مشابہت نہ ہو یعنی ایسا لباس نہ پہنا جائے جس سے کفار کے کسی گروہ کی کوئی شناخت بطور خاص وابستہ ہو یا اس پر کچھ ایسی علامات بنی ہوں جو کفار کے مذاہب کی ترجمان ہوں۔

لباس کی مذکورہ بالا چھ شرائط کے علاوہ، مکمل ''حجاب'' میں عملی اخلاقیات، طرزِ عمل، رویہ اور حجاب کرنے والے فرد کی نیت بھی شامل ہے۔ اگر کوئی فرد صرف لباس کی حد تک حجاب کی شرائط پوری کرتا ہے تو وہ حجاب کے حکم پر محدود انداز ہی میں عمل کر رہا ہوگا۔ لباس کے حجاب کے ساتھ آنکھوں کا حجاب، دل کا حجاب، سوچ کا حجاب، نیت اور عمل کا حجاب بھی یکساں طور پر ضروری ہے۔ اس حجاب میں کسی شخص کا چلنا، بولنا اور طرز عمل وغیرہ تک سب باتیں شامل ہیں۔

عورتوں کیلئے حجاب کیوں ضروری قرار دیا گیا ہے؟ اس کی ایک وجہ سورۂ احزاب کی درج ذیل آیت میں بیان کی گئی ہے۔!

''يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا٥''

(القرآن المجید، سورۃ نمبر 33 (الاحزاب)، آیت نمبر 59)

''اے نبی! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور اہل ایمان کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلو لٹکا لیا کریں یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے، تا کہ وہ پہچان لی جائیں اور نہ ستائی

جائیں اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔''

قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ سے واضح ہے کہ عورتوں کے لئے حجاب اس وجہ سے ضروری قرار دیا گیا ہے تاکہ وہ باوقار حیثیت سے شناخت کی جاسکیں اور دست درازی سے بھی محفوظ رہ سکیں۔

فرض کیجئے جڑواں بہنیں ہیں جو یکساں طور پر خوبصورت بھی ہیں۔ کسی دن وہ ایک ساتھ گھر سے نکلتی ہیں۔ ان میں سے ایک نے مکمل طور پر اسلامی حجاب کیا ہوا ہے، تمام جسم ڈھکا ہوا ہو۔ دوسری جڑواں بہن نے مغربی لباس پہن رکھا ہے، یعنی منی اسکرٹ یا شارٹس پر مبنی لباس جو مغرب میں عام ہے۔ اب فرض کیجئے کہ گلی کے کونے پر کوئی اوباش، لفنگا یا بدمعاش بیٹھا ہے جو آتے جاتے لوگوں کو چھیڑتا ہے، خصوصاً لڑکیوں کو۔ یہ بتائیے کہ وہ پہلے کسے تنگ کرے گا؟ اسلامی حجاب والی لڑکی کو؟ ظاہری سی بات ہے کہ اس کا پہلا ہدف وہی لڑکی ہوگی جو مغربی لباس میں گھر سے نکلی ہے۔ اس نوعیت کے لباس جنس مخالف کے لیے ایک طرح کی بالواسطہ ''دعوت'' ہوتے ہیں کہ وہ چھیڑیں یا دست درازی کریں۔ پس یہ ثابت ہوا کہ قرآن پاک نے یہ بالکل صحیح فرمایا ہے کہ حجاب عورتوں کو دست درازی سے بچاتا ہے۔

اسلامی شریعت کے مطابق اگر کسی شادی شدہ آدمی پر کسی عورت سے زنا کرنے کا جرم ثابت ہو جائے تو اسے سزائے موت دی جائے گی۔ بہت سوں کو اس سزا پر حیرت ہے۔ بعض لوگ تو یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ اسلام ایک بے رحمانہ اور سفاکانہ مذہب ہے! (نعوذ باللہ) میں نے سینکڑوں غیر مسلم مردوں سے ایک ایک سادہ سوال کیا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ فرض کیجئے! خدانخواستہ، آپ کی اپنی بہن، بیٹی، بیوی یا ماں کے ساتھ کوئی مرد زنا کرے اور اس مرد کو سزا دینے کیلئے آپ کے سامنے لایا جائے تو آپ کیا کریں گے۔؟ ان سب کا جواب تھا کہ وہ ایسے آدمی کو مار

ڈالیں گے۔ بعض لوگوں نے تو اس حد تک کہا کہ وہ ایسے آدمی کو اذیتیں دیتے رہیں گے، یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو جائے۔ تب میں نے ان سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص آپ کی بہن، بیٹی، ماں یا بیوی کی عزت لوٹ لے تو آپ اسے قتل کرنے کیلئے تیار ہیں، لیکن اگر یہی سانحہ کسی دوسرے کی بہن، بیٹی، بیوی یا ماں کے ساتھ ہوا ہو تو اس کیلئے سزائے موت تجویز کرنا سفاک اور بے رحمانہ عمل کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ دہرا معیار کیوں ہے۔؟

آزادیِ نسواں کے بارے میں مغرب کا دعویٰ ایک ایسا بہروپ ہے جو عورت کے جسمانی استعمال، روح کی پامالی اور عورت کو تقدس و احترام سے محروم کرنے کیلئے استعمال کیا گیا ہے۔ مغربی معاشرے کا دعویٰ ہے کہ اس نے عورت کا مقام ''بلند'' کیا ہے۔ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے کیونکہ مغرب میں عورت کی تذلیل کی گئی ہے۔ وہاں عورت کو ''آزادی'' کے نام پر داشتہ بنا دیا گیا ہے، اسے مسٹریس (ہر طرح کی ''خدمت'' کرنیوالی خادمہ) اور ''سوسائٹی بٹر فلائی'' بنا کر ہوس پرستوں اور جنسی تجارت کرنیوالوں کے ہاتھ میں کھلونا بنا دیا گیا۔ یہی وہ سب لوگ ہیں جو ''آرٹ'' اور ''کلچر'' جیسے رنگین پردوں میں چھپ کر اپنا کاروبار چمکا رہے ہیں۔

ریاستہائے متحدہ امریکہ (یو ایس اے) کو دنیا کا سب سے ترقی یافتہ ملک سمجھا جاتا ہے۔ تاہم یہی وہ ملک بھی ہے کہ جہاں عصمت دری کے واقعات بھی دنیا میں سب سے زیادہ ہوتے ہیں۔ ایف بی آئی کی رپورٹ کے مطابق، سال 1990ء کے دوران صرف امریکہ میں ہر روز عصمت دری کی اوسطاً 1756 وارداتیں رپورٹ ہوئیں۔ بعد کی ایک اور رپورٹ میں، جس پر سال نہیں لکھا امریکہ میں ہر روز عصمت دری کی اوسطاً 1900 وارداتیں بتائی گئی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ سال 1922ء یا 1933ء کے بارے میں ہو۔ ہو سکتا ہے کہ بعد کے برسوں میں امریکی اور زیادہ

''بہادر'' ہو گئے ہوں۔

اب ذرا تصور کیجئے کہ اگر امریکہ میں اسلامی حجاب کی پابندی کی جاتی ہے۔ اس حجاب کی رو سے اگر ایک مرد کی نظر کسی غیر عورت پر پڑے تو وہ فوراً اپنی نظر جھکا لے۔ ہر عورت پوری طرح سے اسلامی حجاب کر کے گھر سے نکلے، یعنی وہ اپنا پورا جسم ڈھانپ کر نکلے۔ پھر یہ بھی ہو کہ اگر کوئی مرد زنا کا مرتکب پایا جائے تو اسے سخت سزا دی جائے۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا ایسے حالات میں امریکہ میں عصمت دری کی شرح بڑھے گی، یکساں رہے گی یا کم ہوگی۔؟

یہ بالکل فطری سی بات ہے کہ جب اسلامی شریعت کا نفاذ ہوگا تو اس کے مثبت نتائج بھی جلد ہی ملنے لگیں گے۔ اگر اسلامی شریعت دنیا کے کسی بھی حصے میں نافذ ہوگی، خواہ وہ امریکہ ہو یا یورپ تو معاشرے کو سکھ کا سانس ملے گا۔ حجاب عورت کے مقام میں کمی نہیں کرتا بلکہ وہ تو عورت کا مرتبہ بلند کرتا ہے اور اس کی عزت وعصمت کی حفاظت کرتا ہے۔

بنیاد پرست، دہشت گرد

سوال نمبر 46:

بیشتر مسلمان بنیاد پرست اور دہشت گرد کیوں ہیں۔؟

جواب:

یہ وہ سوال ہے جو مسلمانوں سے اکثر و بیشتر براہ راست یا بالواسطہ عالمی اُمور پر گفتگو یا مذاہب پر بحث کے دوران کیا جاتا ہے۔ مسلمانوں کے بارے میں ایسے تصورات ہر طرح کے ذرائع ابلاغ میں مسلسل پیش کیے جاتے ہیں، جبکہ ان کے ساتھ اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں نہایت غلط معلومات بھی منتھی کر دی جاتی

ہیں۔

درحقیقت یہی وہ غلط ملط معلومات اور جھوٹے پروپیگنڈے ہیں جو مسلمانوں کے ساتھ امتیازی سلوک یا ان کے خلاف پر تشدد کارروائیوں کے پس پشت کارفرما ہوتے ہیں۔ اس موقع پر میں امریکی میڈیا میں مسلمانوں کے خلاف زہریلے پروپیگنڈے کی ایک مثال پیش کرنا چاہوں گا۔

اوکلاہوما بم دھماکے کے فوراً بعد امریکی میڈیا نے یہ پروپیگنڈا شروع کر دیا کہ اس حملے کے پیچھے ''مشرق وسطیٰ کی سازش'' ہے۔ کچھ عرصے بعد اس واقعے کا اصل مجرم پکڑا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ امریکہ کی مسلح افواج سے تعلق رکھنے والا ایک فوجی تھا۔

اب ہم بنیاد پرستی اور دہشت گردی جیسے الزامات کا تجزیہ کریں گے۔

بنیاد پرست ایسا کوئی بھی فرد ہوتا ہے جو کسی مخصوص نظریے یا رہنما اصولوں کے مجموعے (ڈاکٹرائین) سے وابستہ رہتے ہوئے، اس کی مطابقت میں عمل کرتا ہے۔ مثلاً کسی شخص کے اچھا ڈاکٹر ہونے کیلئے ضروری ہے کہ وہ طب (میڈیسن) کی بنیادی باتوں سے واقف ہو، ان کا پابند ہو اور ان پر عمل بھی کرتا ہو۔ بہ الفاظ دیگر اسے طب کے میدان کا ''بنیاد پرست'' ہونا چاہیے۔ ایک اچھا ریاضی دان ہونے کیلئے ضروری ہے کہ اس شخص کو ریاضی کی مبادیات کا علم ہو، وہ ان کا پابند ہو اور ان کی مطابقت میں کام کرتا ہو۔ یعنی اسے ریاضی کے میدان کا بنیاد پرست ہونا چاہیے۔ اسی طرح ایک اچھا سائنسدان ہونے کیلئے ضروری ہے کہ آپ کو سائنس کی بنیادی باتوں کا علم ہو۔ آپ ان کے پابند ہوں اور ان کی مطابقت میں عمل بھی کریں۔ یعنی اچھا سائنس دان ہونے کیلئے ضروری ہے کہ سائنس کا ''بنیاد پرست'' بنا جائے۔

تمام اقسام کے بنیادی پرستوں کی تصویر کشی ایک ہی قلم سے نہیں کی جاسکتی۔

یعنی تمام کے تمام بنیاد پرستوں کو یکساں طور پر اچھا یا برا قرار نہیں دیا جا سکتا۔ درجہ بندی کے لئے ضروری ہے کہ اس شعبے یا سرگرمی کو دیکھا جائے کہ جس سے کسی بنیاد پرست کا تعلق ہے۔ مثلاً ایک بنیاد پرست چور یا ڈاکو کسی معاشرے کے لئے ضرر رساں ہے لہٰذا وہ ناپسندیدہ ہوگا۔ اس کے برعکس ایک بنیاد پرست ڈاکٹر یا سرجن کی ذات سے معاشرے کو فائدہ پہنچتا ہے لہٰذا اس معاشرے میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

میں ایک بنیاد پرست مسلمان ہوں، الحمدللہ! اسلام کی مبادیات سے واقف ہوں، ان کی پاسداری کرتا ہوں اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ ایک سچے مسلمان کو اپنے بنیاد پرست ہونے پر شرمانا نہیں چاہیے۔ مجھے اپنے بنیاد پرست مسلمان ہونے پر فخر ہے، میں جانتا ہوں کہ اسلام کی مبادیات ہی انسانیت اور ساری دُنیا کے لئے فائدہ مند ہیں۔ اسلام کی بنیادی باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی ایسی نہیں ہے جو مجموعی طور پر نوع انسان کے مفاد کے خلاف ہو۔ بہت سے لوگ اسلام کے بارے میں غلط فہمیوں کا شکار ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام کی کئی تعلیمات غیر منصفانہ اور غیر معقول ہیں۔ اس کی وجہ اسلام کے بارے میں ان کی ناکافی اور غلط معلومات ہیں۔ اگر اسلامی تعلیمات کا کھلے ذہن سے تنقیدی تجزیہ کیا جائے تو اس حقیقت سے فرار ممکن ہی نہیں رہتا کہ اسلام درحقیقت اجتماعی و انفرادی، دونوں اعتبار سے نوع انسانی کے لیے فائدوں سے بھرپور ہے۔

ویبسٹرز ڈکشنری کے مطابق ''بنیاد پرستی'' (فنڈامنٹل ازم) ایک تحریک تھی جو امریکہ کے پروٹسٹنٹ عیسائیوں نے بیسویں صدی کے ابتدائی برسوں میں شروع کی تھی۔ یہ تحریک (اصل میں) جدیدیت پرستی کا ردعمل تھی، جس میں انجیل کو سچائی کی بنیاد بنایا گیا تھا۔ عیسائی بنیاد پرستی کی اس تحریک میں یہ زور دیا گیا تھا کہ انجیل کے احکامات صرف عقیدے اور اخلاقیات سے وابستہ معاملات ہی میں نہیں، بلکہ

تاریخی ریکارڈ کے ضمن میں بھی بالکل صحیح تسلیم کیے جائیں۔ اس عقیدے پر شدومد سے اصرار کیا جاتا تھا کہ صرف اور صرف انجیل ہی کو خدا کا ''صحیح کلام'' تسلیم کیا جائے تو ثابت ہوا کہ بنیاد پرست کا لفظ پہلے پہل عیسائیوں کے اس گروہ نے استعمال کیا، جس کا عقیدہ تھا کہ انجیل ہی خدا کا وہ واحد کلام ہے جو کسی بھی قسم کی غلطیوں (اور تحریف) سے پاک ہے۔

آکسفورڈ ڈکشنری کے مطابق ''بنیاد پرستی'' سے مراد ''کسی بھی مذہب، خصوصاً اسلام کی بنیادی یا قدیمی تعلیمات (عقائد) پرسختی سے کاربند رہنا ہے۔''

آج اگر کسی شخص کے سامنے ''بنیاد پرست'' کا لفظ استعمال کیا جائے تو وہ فوری طور پر ایسے کسی مسلمان کا تصور ذہن میں لاتا ہے جو دہشت گرد ہو۔

ہر مسلمان کو دہشت گرد ہونا چاہیے۔ دہشت گرد ایسا شخص ہوتا ہے جو خوف و دہشت کی وجہ بنتا ہے۔ جس لمحے کوئی ڈاکو کسی پولیس والے کو دیکھتا ہے تو وہ بھی دہشت زدہ ہو جاتا ہے یعنی پولیس والا کسی ڈاکو کے لیے دہشت گرد ہے۔ اسی طرح ہر مسلمان کو بھی معاشرے کے برے عناصر کے لیے ایک دہشت گرد ہونا چاہیے۔ خواہ وہ چور ہوں، ڈاکو ہوں یا بدکار۔ جب بھی ایسا کوئی برا شخص کسی مسلمان کو دیکھے تو ایسے دہشت زدہ ہو جانا چاہیے۔ یہ سچ ہے کہ لفظ ''دہشت گرد'' سے مراد وہ شخص لیا جاتا ہے جو عام لوگوں میں خوف، ہراس اور دہشت پھیلانے کا باعث ہو۔ لیکن ایک سچے مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ وہ صرف مخصوص لوگوں کے لیے ہی دہشت گرد ہو یعنی ان لوگوں کیلئے جو معاشرے کے برے عناصر ہیں، جبکہ وہ عام لوگوں کے لئے دہشت گرد کی وجہ نہ بنے۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ ایک سچے مسلمان کو عام اور معصوم لوگوں کیلئے امن و آشتی کا ذریعہ ہونا چاہیے۔

برطانوی تسلط سے چھٹکارا حاصل کرنے سے پہلے، آزادی ہند کی جدوجہد

کرنے والے وہ لوگ جو عدمِ تشدد پر متفق نہیں تھے، انہیں برطانوی حکومت نے ''دہشت گرد'' قرار دے دیا۔ انہی لوگوں کو آج ہندوستان میں ''آزادی کے متوالوں'' اور ''وطن پرستوں'' کی حیثیت سے یاد کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے کہ لوگ وہی ہیں، کام بھی ایک ہی ہے، لیکن ان پر دو جداگانہ طبقات کی جانب سے دو مختلف ''لیبل'' لگا دیئے گئے ہیں۔ ایک کے نزدیک وہ دہشت گرد تھے۔ اس کے برعکس، جن لوگوں کا یہ نقطہ نظر تھا کہ برطانیہ کو ہندوستان پر حکومت کرنے کا کوئی حق نہیں، وہ انہیں وطن پرست اور آزادی کے متوالوں جیسے ناموں سے یاد کرتے ہیں۔

لہٰذا یہ ضروری ہے کہ کسی شخص کا فیصلہ سنانے سے پہلے اس کا موقف بھی ایمان داری سے سن لیا جائے۔ فریقین کے دلائل سنے جائیں، صورتحال کا جائزہ لیا جائے، ملزم کے عزائم اور ان کے پس پشت نیت کو بھی سامنے رکھا جائے اور پھر اسی کے مطابق اس شخص کیلئے فیصلہ صادر کیا جائے۔

اسلام کا مطلب ہے امن۔ یہ امن کا مذہب ہے جس کی مبادیات، اس کے پیروکاروں کو یہ تعلیم دیتی ہیں کہ وہ امن قائم کریں اور ساری دنیا میں امن پھیلائیں۔

لہٰذا ہر مسلمان کو بنیاد پرست ہونا چاہیے۔ یعنی اسے امن کے مذہب کی، اسلام کی بنیادی باتوں پر لازماً عمل کرنا چاہیے۔ اسے صرف ان لوگوں کے لیے دہشت گرد ہونا چاہیے جو معاشرے میں امن اور سکون کے دشمن ہیں۔ تاکہ معاشرے میں امن، سکون اور عدل وانصاف قائم کیا اور قائم رکھا جائے۔

مسلمانوں کا جانور ذبح کرنیکا طریقہ بے رحمانہ ہے

سوال نمبر 47:

مسلمان جانوروں کو ذبح کرتے وقت بے رحمانہ طریقہ کیوں اختیار کرتے

ہیں؟ یعنی انہیں اذیت دے کر، آہستہ آہستہ اور تکلیف دہ انداز میں کیوں مارتے ہیں۔؟

جواب:

مسلمانوں کے ذبیحہ پر لوگوں کی بڑی تعداد اعتراض اٹھاتی ہے۔ درج ذیل نکات سے ثابت ہوتا ہے کہ ذبیحہ کا اسلامی طریقہ نہ صرف مبنی بر انسانیت ہے، بلکہ یہ سائنسی اعتبار سے بھی بہترین ہے۔

''ذَكَّيْتُمْ'' کا مادہ لفظ ''زکوٰۃ'' ہے، یعنی پاک کرنا۔ ''تزکیہ'' بھی اسی سے اخذ کیا گیا ہے، جس کے معنی ہیں ''پاکی'' جانور ذبح کرنے کے اسلامی طریقے میں درج ذیل شرائط کا پورا ہونا ضروری ہے۔!

1: جانور کو تیز دھار چیز (چھری وغیرہ) سے اور تیزی سے ذبح کیا جائے تا کہ ذبح ہونے میں جانور کو ہونے والا درد کم سے کم کیا جائے۔

2: ''ذبیحہ'' ایک مخصوص لفظ ہے جس سے مراد حلق، نرخرہ اور گردن میں موجود رگیں کاٹنا ہے، اس طرح سے جانور کو ذبح کرنے کی وجہ سے اس کی ریڑھ کی ہڈی کاٹے بغیر ہی اس کی موت واقع ہو جاتی ہے۔

3: جانور کے سر کو دھڑ سے جدا کرنے سے قبل ضروری ہے کہ اس کا سارا خون پوری طرح سے بہا دیا گیا ہو۔ اس طرح سے خون کی مکمل نکاسی کا مقصد یہ ہے کہ اگر یہ خون جسم کے اندر رہ گیا تو یہ جرثوموں کی نشوونما کے لئے ایک اچھے واسطے کا کام کرے گا۔ ریڑھ کی ہڈی ابھی بالکل نہیں کاٹنی چاہیے کیونکہ اس میں وہ اعصاب ہوتے ہیں جو دل تک جاتے ہیں۔ اگر اس مرحلے پر یہ اعصاب کٹ گئے تو دل کی دھڑکن بھی رک سکتی ہے، جس کی وجہ سے رگو کے اندر خون جم رہ جائے گا۔

4: جرثوموں، بیکٹریا اور زہریلے مرکبات وغیرہ کی افزائش کیلئے خون ایک اچھا واسطہ ہے لہٰذا جانور کو ذبح کرنے کے اسلامی طریقہ میں سارا (یا بیشتر) خون نکال دینا حفظانِ صحت کے اصولوں کے عین مطابق ہے کیونکہ اس خون میں جراثیم، بیکٹریا اور زہریلے مادے ہوتے ہیں۔

5: اسلامی طریقے کے مطابق کی گئی قربانی کا گوشت زیادہ عرصے تک تازہ اور کھانے کے قابل رہتا ہے کیونکہ اس میں دوسرے طریقوں سے کاٹے گئے جانوروں کے گوشت کی بہ نسبت خون کی مقدار بہت ہی کم ہوتی ہے۔

6: گردن کی رگیں تیزی سے کاٹنے کی وجہ سے دماغ تک جانے والے ان اعصاب تک خون کا بہاؤ بھی رک جاتا ہے جو درد کا احساس پیدا کرتے ہیں۔ لہٰذا جانور کو درد کا احساس نہیں ہوتا۔ یاد رہے کہ (دورانِ ذبیحہ) مرتا ہوا کوئی جانور تکلیف کی وجہ سے جھٹکے نہیں لیتا، بلکہ اس میں پھڑکنے، تھرکنے اور کانپنے وغیرہ جیسی کیفیت اس لیے ہوتی ہیں کیونکہ اس کے پٹھوں میں خون کی کمی واقع ہو چکی ہوتی ہے اور ان میں تناؤ بے قابو انداز سے گھٹتا بڑھتا ہے۔

مسلمان......اور عبادتِ کعبہ

سوال نمبر 48:

اگرچہ اسلام میں بتوں کو پوجنے کی سخت ممانعت ہے لیکن مسلمان کعبہ کی عبادت کیوں کرتے ہیں؟ اور اپنی نمازوں کے دوران اس کے سامنے کیوں جھکتے ہیں؟

جواب:

کعبہ ہمارے لیے قبلہ ہے یعنی وہ سمت جس طرف مسلمان نماز کے دوران منہ کرتے ہیں۔ یہ بات توجہ طلب ہے کہ اگرچہ مسلمان نماز کے دوران کعبہ کی طرف رُخ کرتے ہیں مگر وہ کعبہ کی عبادت نہیں کرتے۔ مسلمان صرف اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور اسی کے سامنے جھکتے ہیں۔ سورۃ البقرہ میں ارشاد ہے۔!

"قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهٗ"

(القرآن المجید، پارہ نمبر 2، سورۃ نمبر 2 (البقرۃ)، آیت نمبر 144)

"اے نبی! تحقیق تمہارے چہرے کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا ہم دیکھ رہے ہیں پس ہم عنقریب آپ کو اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جسے تم پسند کرتے ہو، پس پھیر لیجئے اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف اور تم اب جہاں کہیں جاؤ تو اسی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرو۔"

مثلاً: اگر مسلمان نماز پڑھنا چاہیں تو بہت ممکن ہے کہ کچھ لوگ شمال کی طرف منہ کرنا چاہیں، کچھ جنوب کی سمت، کچھ مشرق کی تو کچھ مغرب کی سمت۔ ایک اور سچے رب العالمین کی عبادت کے موقع پر مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق رائے کیلئے انہیں یہ حکم دیا گیا کہ وہ دنیا میں جہاں کہیں بھی ہوں، جب اللہ کی عبادت کریں تو ایک ہی سمت رُخ کر کے عبادت کریں یعنی کعبۃ اللہ کی طرف۔ اگر کچھ مسلمان کعبہ کے مغرب میں رہ رہے ہوں تو انہیں اللہ کی عبادت کے لئے مشرق کی طرف اپنا رخ کرنا ہوگا۔ اسی طرح کعبے کے مشرق میں رہنے والے مسلمانوں کو مغرب کا رخ کرنا ہوگا۔

دُنیا کا اولین نقشہ مسلمانوں نے تیار کیا تھا۔ ان کے تیار کردہ نقشوں میں جنوب اوپر کی طرف اور شمال نیچے کی طرف ہوتا تھا۔ کعبہ اس کے مرکز میں تھا۔ بعد ازاں مغربی نقشہ سازوں نے جب نقشے بنائے تو یہ ترتیب اُلٹ دی یعنی شمال اوپر اور جنوب کو نیچے کر دیا۔ لیکن الحمدللہ! تب بھی کعبۃ اللہ دُنیا کے نقشے کے مرکز ہی میں رہا۔

جب مسلمان مکہ کی مسجد حرام میں جاتے ہیں تو وہ کعبہ کا طواف کرتے یا کعبہ کے گرد چکر لگاتے ہیں۔ ان کا یہ عمل ایک اللہ پر عقیدے اور اسی کی عبادت کی علامت ہے، کیونکہ جس طرح دائرے کا ایک ہی مرکز ہوتا ہے، بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی واحد رب ہے جو عبادت کے لائق ہے۔

الصحیح البخاری، جلد دوم، کتاب الحج، باب نمبر 56 میں مروی حدیث نمبر 675 کے مطابق حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو مخاطب کر کے فرمایا!

”میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے جو کسی کو فائدہ یا نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اگر میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے چھوتے اور چومتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں بھی تجھے کبھی نہ چھوتا اور نہ ہی چومتا۔“

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لوگ کعبۃ اللہ پر کھڑے ہو کر اذان بھی دیا کرتے تھے۔ ان سے پوچھیے جو مسلمانوں پر کعبہ کی پرستش کا الزام لگاتے ہیں کہ بتوں کی پوجا کرنے والا کوئی شخص کیا کبھی اپنے بت کے اوپر کھڑا ہوتا ہے۔؟

حرمتِ لحمِ خنزیر

سوال نمبر 49:

اسلام میں سور کا گوشت کھانے کی ممانعت کیوں ہے۔؟

جواب:

اسلام میں سور کا گوشت کھانے کی ممانعت سے کم وبیش سبھی واقف ہیں۔ درج ذیل نکات میں اس پابندی کی کئی حوالوں سے وضاحت کی گئی ہے۔!

1: قرآن پاک میں کم از کم چار مقامات پر سور کا گوشت کھانے کی ممانعت آئی ہے۔ قرآن پاک کی سورۃ نمبر 2 (البقرۃ) آیت نمبر 173، سورۃ نمبر 5 (المائدہ) آیت نمبر 3، سورۃ نمبر 5 (المائدہ) آیت نمبر 145 اور سورۃ نمبر 16 (النحل)، آیت نمبر 115 میں اس حوالے سے احکامات وارد ہوئے ہیں۔!

"حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ"

(القرآن المجید، پارہ نمبر 6، سورۃ نمبر 5 (المائدہ)، آیت نمبر 3)

"تم پر حرام کیا گیا مردار، خون، سور کا گوشت اور وہ جانور جو خدا کے سوا کسی اور نام پر ذبح کیا گیا ہو، وہ جو گلا گھٹ کر یا چوٹ کھا کر، بلندی سے گر کر یا ٹکر کھا کر مرا ہو یا جسے کسی درندے نے پھاڑا ہو، سوائے اس کے جسے تم نے زندہ پا کر ذبح کر لیا اور وہ جو کسی بت پر ذبح کیا گیا ہو۔"

قرآن پاک کی مذکورہ بالا آیات مسلمانوں کو اس امر کے حوالے سے مطمئن کرنے کے لیے کافی ہیں کہ سور کا گوشت کیوں حرام ہے۔

2: ممکنہ طور پر عیسائی اپنے ہی مذہبی صحیفے کے تو قائل ہوں گے۔ بائبل میں سور

کا گوشت کھانے کی ممانعت ''کتاب احبار'' کے تحت اس طرح آئی ہے۔!

''اور سور کو کیونکہ اس کے پاؤں الگ اور چرے ہوئے ہیں، پر وہ جگالی نہیں کرتا، وہ بھی تمہارے لیے ناپاک ہے، تم ان کا گوشت نہ کھانا اور ان کی لاشوں کو نہ چھونا وہ تمہارے لیے ناپاک ہیں۔''

(پرانا عہدنامہ، احبار، باب نمبر 11، آیت نمبر 7-8)

کچھ ایسے ہی الفاظ کے ساتھ پرانے عہدنامے کی پانچویں کتاب ''استثناء'' میں سور کھانے کی ممانعت آئی ہے۔!

''اور سور تمہارے لئے اس سبب سے ناپاک ہے کہ اس کے پاؤں تو چرے ہوئے ہیں پر وہ جگالی نہیں کرتا، تم نہ تو ان کا گوشت کھانا اور نہ ان کو لاشوں کو ہاتھ لگانا۔''

(استثناء۔ باب: 14۔8)

کچھ ایسی ہی ممانعت پرانے عہدنامہ کی کتاب ''یسعیاہ'' کے باب نمبر 65 اشعار نمبر 2 تا 5 میں بھی آئی ہے۔

3: اب آیئے غیر مسلموں اور خدا کو نہ ماننے والوں کی طرف تو انہیں صرف عقلی دلائل، منطق اور سائنس کے ذریعے ہی قائل کیا جا سکتا ہے۔ سور کا گوشت کھانے سے کم از کم ستر (70) مختلف الاقسام بیماریاں لاحق ہوتی ہیں۔ ایک شخص میں کئی طرح کے پیٹ کے کیڑے ہو سکتے ہیں مثلاً راؤنڈ ورم، پن ورم اور ہک ورم وغیرہ۔ ان میں سے ایک سب سے زیادہ خطرناک ہے جو ٹائینا سولیئم (Taenia Soliam) کہلاتا ہے اور جسے عام زبان میں ٹیپ ورم بھی کہا جاتا ہے۔ یہ بہت لمبا ہوتا ہے اور آنت میں رہتا ہے۔ اس کے انڈے (Ova) خون کی گردش میں شامل ہو کر جسم کے کسی بھی

حصے میں پہنچ سکتے ہیں۔ اگر یہ دماغ تک جا پہنچیں تو یادداشت کو شدید نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اگر یہ دل میں داخل ہو جائیں تو دل کے دورے کی وجہ بن سکتا ہے۔ آنکھ میں جا پہنچنے پر یہ نابینا پن کا باعث بنتا ہے۔ جگر میں گھس بیٹھے تو پورے جگر کا ستیاناس کر ڈالتا ہے۔ غرض یہ کہ اس کی وجہ سے جسم کے کم وبیش تمام اعضاء غارت ہو سکتے ہیں۔ پیٹ میں پایا جانے والا ایک اور خطرناک کیڑا طفیلیہ (Trichura Lichurasis) بھی ہے۔ یہ خصوصاً سور کے پیٹ میں پائے جاتے ہیں۔

ایک عام غلط فہمی یہ ہے کہ اگر سور کا گوشت اچھی طرح سے پکایا جائے تو ان کیڑوں کے انڈے تلف ہو جائیں گے۔ امریکہ میں کی گئی ایک تحقیق سے معلوم ہوا کہ ''ٹرائی کیورا'' سے متاثر چوبیس افراد میں سے بیس ایسے تھے جنہوں نے سور کا گوشت خوب اچھی طرح پکا کر کھایا تھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سور کے گوشت میں موجود انڈے کھانے پکانے کے عمومی درجہ حرارت پر بھی نہیں مرتے۔

سؤر کے گوشت میں ایسے مدے بہت کم ہوتے ہیں جو عضلات (پٹھوں) کی نشوونما میں کام آتے ہیں۔ اس کے برعکس یہ چربی سے بھرپور ہوتا ہے۔ یہ چربی، خون کی نالیوں میں جمع ہوتی رہتی ہے اور آخر کار شدید تناؤ (ہائپر ٹینشن) اور دل کے دورے کی وجہ بن سکتی ہے۔ لہٰذا اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں کہ پچاس فیصد سے زائد امریکیوں کی ہائپر ٹینشن کا مرض لاحق ہے۔

سؤر دنیا کے غلیظ ترین جانوروں میں سے ایک ہے۔ یہ گندگی، غلاظت اور فضلے پر گزارا کرتا ہے۔ میری معلومات کے مطابق یہ بہترین مہتر ہے جسے خدا نے پیدا کیا ہے۔ وہ دیہات جہاں جدید طرز کے طہارت خانے (ٹائلٹ) نہیں ہوتے اور جہاں لوگ کھلے مقامات پر بیٹھ کر اجابت کرتے ہیں وہاں لوگوں کی بیشتر غلاظت یہ

سؤر ہی صاف کرتے ہیں۔

بعض صاحبان یہ کہہ سکتے ہیں کہ آسٹریلیا جیسے جدید ممالک میں سؤروں کی نسل خیزی اور نشو ونما نہایت صاف ستھرے اور صحت افزاء حالات میں کی جاتی ہے۔ اتنے صحت افزاء اور محتاط ماحول کے باوجود جہاں سؤروں کو سؤر باڑوں کے اندر ہی دوسرے جانوروں سے الگ کر کے رکھا جاتا ہے۔ آپ کتنی ہی کوشش کیوں نہ کرلیں کہ انہیں صاف ستھرا رکھیں مگر یہ جانور اپنی فطرت ہی میں غلیظ ہے۔ انہیں اپنی اور اپنے ساتھ کے دوسرے جانوروں کی غلاظت کھانے میں ہی مزا آتا ہے۔

اس تمام روئے زمین پر سؤر سب سے بے شرم جانور ہے۔ یہ وہ واحد جانور ہے جو اپنی شریک (Mate) کے ساتھ مجامعت کے لیے اپنے دوستوں کو دعوت دیتا ہے۔ امریکہ میں بہت سارے لوگ سؤر کا گوشت کھاتے ہیں۔ رقص و سرور کی بیشتر محفلوں کے بعد وہ اپنی بیویاں آپس میں بدل لیتے ہیں۔ یعنی وہ کہتے ہیں ''تم میری بیوی کے ساتھ سو جاؤ میں تمہاری بیوی کے ساتھ سو جاتا ہوں۔'' اگر آپ سؤر کا گوشت کھائیں گے تو آپ بھی سؤر ہی کی طرح برتاؤ کرنے لگیں گے۔

گواہی......مرد اور عورت

سوال نمبر 50:

کیا وجہ ہے کہ اسلام میں دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر قرار دی جاتی ہے۔؟

جواب:

دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہمیشہ قرار نہیں دی جاتی۔ قرآن پاک کی کم از کم تین آیات ایسی ہیں جو گواہوں کا تذکرہ ان کے مرد یا

عورت ہونے کی صراحت کیے بغیر کرتی ہیں۔

جب وراثت کی وصیت کرنے کا معاملہ ہو تو دو منصف (اہل) افراد کی بطور گواہ ضرورت ہوتی ہے۔ قرآن مجید کی سورۃ المائدہ، آیت نمبر 106 میں ارشاد ہوتا ہے۔

”یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا شَھَادَۃُ بَیْنِکُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ حِیْنَ الْوَصِیَّۃِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْکُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَیْرِکُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَاَصَابَتْکُمْ مُّصِیْبَۃُ الْمَوْتِ تَحْبِسُوْنَھُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوۃِ فَیُقْسِمٰنِ بِاللّٰہِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِیْ بِہٖ ثَمَنًا وَّلَوْ کَانَ ذَا قُرْبٰی وَلَا نَکْتُمُ شَھَادَۃَ اللّٰہِ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِیْنَ۝“

(القرآن المجید، سورۃ نمبر 5 (المائدہ)، آیت نمبر 106)

”اے ایمان والو جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجائے اور وہ وصیت کر رہا ہو تو اس کیلئے شہادت کا نصاب یہ ہے کہ تمہاری جماعت میں سے دو صاحب عدل آدمی گواہ بنائے جائیں یا اگر تم سفر کی حالت میں ہو اور وہاں موت کی مصیبت پیش آجائے تو غیر لوگوں ہی میں سے دو گواہ بنائے جائیں۔“

طلاق کے معاملے میں بھی دو ”عادل افراد“ کی بات کی گئی ہے۔!

”فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَھُنَّ فَاَمْسِکُوْھُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْھُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْھِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْکُمْ وَاَقِیْمُوا الشَّھَادَۃَ لِلّٰہِ ذٰلِکُمْ یُوْعَظُ بِہٖ مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ

بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا o‘‘

(القرآن المجید، پارہ نمبر 28، سورۃ نمبر 65 (الطلاق)، آیت نمبر 2)

’’پھر جب وہ اپنی (عدت کی) مدت کے خاتمہ پر پہنچیں تو یا انہیں بھلے طریقے سے (اپنے نکاح میں) روک رکھو یا بھلے طریقے پر ان سے جدا ہو جاؤ اور دو ایسے آدمیوں کو گواہ بنالو جو تم میں سے صاحب عدل ہوں اور (اے گواہ بننے والو!) گواہی ٹھیک اللہ کے لیے ادا کرو۔‘‘

فاحشہ عورتوں کے خلاف الزام کے سلسلے میں چار گواہوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔!

’’وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ o‘‘

(القرآن المجید، پارہ نمبر 18، سورۃ نمبر 24 (النور)، آیت نمبر 4)

’’اور جو لوگ پاکدامن عورتوں پر تہمت لگائیں اور پھر چار گواہ لے کر نہ آئیں ان کو اسی کوڑے مارو اور ان کی شہادت بھی قبول نہ کرو اور وہ خود ہی فاسق ہیں۔o‘‘

یہ سچ نہیں کہ دو گواہ عورتیں ہمیشہ ہی ایک مرد گواہ کے برابر سمجھی جاتی ہیں۔یہ بات صرف چند معاملات کی حد تک صحیح ہے۔قرآن مجید میں ایسی تقریباً پانچ آیات مبارکہ ہیں جن میں گواہوں کا تذکرہ ان کے مرد یا عورت ہونے کی صراحت کیے بغیر آیا ہے۔اس کے برعکس قرآن مجید کی صرف ایک آیت ایسی ہے جو یہ بتاتی ہے کہ دو گواہ عورتیں ایک مرد گواہ کے برابر ہیں۔یہ سورۃ بقرہ کی آیت نمبر 282 ہے۔یہ

قرآن مجید کی طویل ترین آیت بھی ہے جو تجارتی، کاروباری لین دین سے بحث کرتی ہے۔اس آیت مبارکہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے۔!

"اے ایمان والو! جب کسی مقررہ مدت کے کے لیے تم آپس میں قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو، فریقین کے درمیان انصاف کے ساتھ ایک شخص دستاویز تحریر کرے جسے اللہ نے لکھنے پڑھنے کی قابلیت بخشی ہو اسے لکھنے سے انکار نہ کرنا چاہیے، وہ لکھے اور املا وہ شخص کرائے جس پر حق آتا ہے (یعنی قرض لینے والا) اور اسے اپنے رب اللہ سے ڈرنا چاہیے کہ جو معاملہ طے ہوا ہو اس میں کوئی کمی بیشی نہ کرے، لیکن اگر قرض لینے والا خود نادان یا ضعیف ہو یا املا نہ کرا سکتا ہو تو اس کا ولی انصاف کے ساتھ املا کرائے پھر اپنے مردوں میں سے دو آدمیوں کی اس پر گواہی کرالو اور اگر وہ مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں تا کہ ایک بھول جائے تو دوسرے اسے یاد دلادے۔"

(القرآن الکریم، سورۃ نمبر 2 (البقرہ)، آیت نمبر 282)

دھیان رہے کہ قرآن پاک کی یہ آیت صرف اور صرف تجارتی، کاروباری روپے پیسے کے لین دین سے متعلق ہے۔ ایسے معاملات میں یہ مشورہ دیا گیا ہے کہ وہ فریقین آپس میں تحریری معاہدہ کریں اور دو گواہ بھی ساتھ لیں جو دونوں ترجیحاً مرد ہوں۔ اگر آپ کو دو مرد نہ مل سکیں تو پھر ایک مرد کی اور دو عورتوں کی گواہی سے بھی کام چل جائے گا۔

فرض کیجیے کہ ایک شخص کسی بیماری کے علاج کیلئے آپریشن کروانا چاہتا ہے۔ اس علاج کی تصدیق کیلئے وہ چاہے گا کہ دو ماہر سرجنوں سے رائے حاصل کرلے۔

بالفرض اگر اسے دوسرجن نہ ملے تو اس کا دوسرا انتخاب ایک سرجن اور دو عام ڈاکٹروں (جنرل پریکشنرز) کی رائے ہوگی، جو سادہ ایم بی بی ایس ہوں۔

اسی طرح مالیاتی لین دین میں بھی دو مردوں کو ترجیح دی جاتی ہے۔ اسلام مرد مسلمانوں سے توقع رکھتا ہے کہ وہ اپنے اہل خانہ کے کفیل ہوں۔ چونکہ کفالت کیلئے روپیہ پیسہ کمانے کی ذمہ داری مرد کے کاندھوں پر ہے لہٰذا اسے عورتوں کے مقابلے میں مالیاتی لین دین کے معاملات سے بھی بخوبی واقف ہونا چاہیے۔ دوسرے راستے کے طور پر ایک مرد اور دو عورتوں کو بطور گواہ لیا جاسکتا ہے تا کہ اگر ان عورتوں میں سے کوئی ایک غلطی کرے تو دوسرے اسے یاد دلا دے۔ قرآن مجید میں عربی لفظ ''تضل'' استعمال کیا گیا ہے جس کا مطلب ''کنفیوز ہو جانا'' یا ''غلطی کرنا'' کیلئے جاتے ہیں۔ بہت سے لوگوں نے اس کا غلط ترجمہ کرتے ہوئے اسے ''بھول جانا'' بنا دیا ہے۔ لہٰذا مالیاتی لین دین ایسی صرف ایک مثال ہے کہ جس میں دو عورتوں کی گواہی کو ایک مرد گواہی کے برابر قرار دیا گیا ہے۔

تاہم بعض علماء کی رائے میں عورت کا مخصوص اور فطری رویہ کسی قتل کے معاملے میں بھی گواہی پر اثر انداز ہوسکتا ہے۔ ایسے حالات میں کوئی عورت مرد کے مقابلے میں زیادہ خوف زدہ ہوسکتی ہے۔ اپنی اسی جذباتی کیفیت کی وجہ سے وہ ابہام (کنفیوژن) کا شکار ہوسکتی ہے۔ لہٰذا بعض شارحین کے نزدیک قتل کے معاملے میں بھی دو گواہ عورتیں ایک مرد گواہ کے برابر تصور کی جاتی ہیں۔ دیگر تمام معاملات میں ایک عورت کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے مساوی قرار دی جاتی ہے۔

بعض علماء ایسے بھی ہیں جو یہ اصرار کرتے ہیں کہ دو گواہ عورتوں کے ایک گواہ مرد کے برابر ہونے کا اصول تمام معاملات پر اطلاق پذیر ہونا چاہیے۔ اس سے اتفاق نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ قرآن مجید میں سورۃ نور کی آیت نمبر 6 میں واضح طور پر ایک گواہ

عورت کی ایک گواہ مرد کے برابر قرار دیا گیا ہے۔!

"وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ شُهَدَاءُ إِلَّا أَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ ○ وَالْخَامِسَةُ أَنَّ لَعْنَةَ اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ○ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ أَنْ تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِينَ ○ وَالْخَامِسَةَ أَنَّ غَضَبَ اللَّهِ عَلَيْهَا إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ ○"

(القرآن المجید، پارہ نمبر 18، سورۃ نمبر 24 (النور)، آیت نمبر 6-7-8-9)

"اور جو لوگ اپنی بیویوں پر الزام لگائیں اور ان کے پاس خود ان کے اپنے سوا دوسرے کوئی گواہ نہ ہو تو ان میں سے ایک شخص چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر گواہی دے کہ وہ (اپنے الزام میں) سچا ہے اور پانچویں بار کہے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ (اپنے الزام میں) جھوٹا ہو اور عورت سے سزا اس طرح ٹل سکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر شہادت دے کہ یہ شخص (اپنے الزام میں) جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اس بندی پر اللہ کا غضب ٹوٹے اگر وہ (اپنے الزام میں) سچا ہو۔"

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کم از کم 12220 احادیث مبارکہ مروی ہیں۔ جنہیں صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تنہا شہادت ہی کی بنیاد پر مستند تسلیم کیا جاتا ہے۔ یہ اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ ایک عورت کی گواہی بھی قبول کی جاسکتی ہے۔

متعدد علماء و فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رویت ہلال (نیا چاند نظر آنے)

کے سلسلے میں ایک مسلمان عورت کی گواہی بھی کافی ہے۔ ذرا غور فرمائیے کہ ایک عورت کی گواہی بصورتِ رمضان اسلام کے ایک ستون کیلئے کافی قرار دی جارہی ہے یعنی وہ مبارک مہینہ کہ جس میں مسلمان روزہ رکھتے ہیں۔ گویا آمد رمضان جیسے ایک نہایت اہم معاملے میں ایک عورت کی گواہی قبول کی جارہی ہے۔ اسی طرح بعض فقہاء کا کہنا ہے کہ ماہ رمضان کی ابتداء (رمضان کی رویت ہلال) کیلئے ایک گواہ جب کہ اختتام رمضان (شوال، عید الفطر کی رویت ہلال) کیلئے دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔ یہاں بھی ان گواہوں کے مرد یا عورت ہونے کی کوئی شرط نہیں ہے۔

بعض واقعات میں صرف اور صرف عورت ہی کی گواہی درکار ہوتی ہے جب کہ مرد کو بطور گواہ قبول نہیں کیا جاتا۔ مثلاً عورتوں کے مخصوص مسائل میں یا کسی خاتون کی میت کو غسل دینے اور کفنانے وغیرہ میں بھی عورت کا گواہ ہونا ضروری ہے۔

قصہ مختصر یہ کہ مالیاتی لین دین میں عورت اور مرد کی گواہی کے درمیان کے مابین عدم مساوات دینے والا فرق اس وجہ سے نہیں کہ اسلام میں مرد اور عورت کے مابین عدمِ مساوات ہے۔ اس کے برعکس یہ فرق صرف ان کی مختلف فطرتوں کی وجہ سے ہے اور اس وجہ سے بھی کہ اسلام نے معاشرے میں مرد اور عورت کے لیے مختلف ذمہ داریوں کا تعین کیا ہے۔

تفرقہ بازی ...... آخر کیوں ......؟

سوال نمبر 51:

جب سارے مسلمان ایک اور یکساں قرآنِ مجید کی پیروی کرتے ہیں تو پھر مسلمانوں میں اتنے زیادہ فرقے یا مکاتب فکر کیوں ہیں۔؟

جواب:

یہ سچ ہے کہ آج کے مسلمان آپس میں ہی تقسیم ہیں۔ المیہ ہے کہ ان تفرقات کی اسلام میں ہرگز کوئی اجازت نہیں ہے۔ دین اسلام اس بات پر زور دیتا ہے کہ اپنے ماننے والوں میں اتحاد و یگانگت کو برقرار رکھا جائے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔!

''وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰهِ جَمِيۡعًا وَّلَا تَفَرَّقُوۡا''

(القرآن المجید، سورۃ نمبر 3 (آل عمران)، آیت نمبر 103)

''سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔''

وہ کون سی رسی ہے جس کی طرف اس آیت مبارک میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے؟ یقیناً قرآن مجید اور احادیث طیبہ ہی وہ رسی ہیں۔ قرآن پاک ہی اللہ کی وہ رسی ہے جسے سارے مسلمانوں کو مضبوطی سے تھامے رکھنا چاہیے۔ اس آیت مبارکہ میں بھی دُہرا اصرار ہے۔ ایک طرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کی رسی کو ''مضبوطی سے تھامے رکھو۔'' تو دوسری طرف یہ ہدایت بھی ہے ''تفرقے میں نہ پڑو۔''

قرآنِ مجید میں مزید ارشاد ہوتا ہے۔!

''يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَاُولِى الۡاَمۡرِ مِنۡكُمۡ فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِىۡ شَىۡءٍ فَرُدُّوۡهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوۡلِ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ ذٰ لِكَ خَيۡرٌ وَّاَحۡسَنُ تَاۡوِيۡلًا۝''

(القرآن المجید، سورۃ نمبر 4 (النساء)، آیت نمبر 59)

''اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اسکے رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں پھر اگر تمہارے درمیان معاملے میں اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف

پھیر دو اگر تم واقعی اللہ اور روزِ آخر پر ایمان رکھتے ہو، یہی ایک صحیح طریقہ کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر ہے۔ o"

تمام مسلمانوں کو قرآن مجید اور مستند احادیث ہی کی پیروی کرنی چاہیے اور آپس میں تفرقہ ڈالنا نہیں چاہیے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔!

"اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ o"

(القرآن المجید، پارہ نمبر 8، سورۃ نمبر 6 (الانعام)، آیت نمبر 159)

"جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور گروہ گروہ بن گئے یقیناً ان سے تمہارا کچھ واسطہ نہیں ان کا معاملہ تو اللہ کے سپرد ہے اور وہی ان کو بتائے گا کہ انہوں نے کیا کچھ کیا ہے o"

اس آیت مبارکہ میں واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان لوگوں سے الگ رہنے کا حکم دیا ہے جو دین میں تقسیم ڈالتے ہوں اور اسے فرقوں میں بانٹتے ہوں۔ لیکن آج جب کسی مسلمان سے سوال کیا جائے "تم کون ہو؟ تو عموماً کچھ ایسے جوابات ملتے ہیں!

میں سنی ہوں، میں شیعہ ہوں، میں وہابی ہوں وغیرہ۔ بعض لوگ خود کو حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی بھی کہتے ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں "میں دیوبندی ہوں۔"

ایسے مسلمانوں سے کوئی یہ پوچھے کہ ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کون تھے؟ کیا وہ حنفی یا شافعی تھے، کیا وہ مالکی، حنبلی، وہابی، شیعہ یا دیوبندی تھے؟ نہیں! وہ مسلمان تھے دوسرے تمام انبیاء کرام اور رسولوں کی طرح کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے ان سے پہلے مبعوث فرمایا تھا۔

قرآن پاک کی سورۃ نمبر 3 (آل عمران)، آیت نمبر 25 میں واضح کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی مسلمان ہی تھے۔ اسی سورہ مبارکہ کی 67 ویں آیت میں قرآن مجید بتاتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کوئی یہودی یا عیسائی نہیں تھے، بلکہ وہ ''مسلم'' تھے۔

اگر کوئی بھی شخص ایک مسلمان سے سوال کرے کہ وہ کون ہے تو اسے جواباً یہ کہنا چاہیے کہ وہ مسلمان ہے۔ حنفی یا شافعی نہیں۔ سورۃ حم السجدۃ کی تینتیس نمبر آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔!

''وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ''○

(القرآن المجید، سورۃ نمبر 41 (حم السجدہ)، آیت 32)

''اور اس شخص سے اچھی بات اور کس کی ہوگی جس نے اللہ کی طرف بلایا اور نیک عمل کیا اور کہ میں مسلمان ہوں۔○''

ملاحظہ ہو یہاں قرآن مجید فرما رہا ہے ''کہو میں ایک مسلم ہو''۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب غیر مسلم بادشاہوں کو اسلام کی دعوت دینے کیلئے خطوط لکھواتے تھے تو ان خطوط میں سورۃ آل عمران کی چونسٹھ نمبر آیت بھی شامل کرواتے تھے۔ وہ آیت یہ ہے۔!

''قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ ۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ''○

(القرآن المجید، سورۃ نمبر 3 (آل عمران)، آیت نمبر 64)

''اے نبی! کہواے اہل کتاب! آؤ! ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے، یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں، اس کیساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو اپنا رب نہ بنالے، اس دعوت کو قبول کرنے سے اگر وہ منہ موڑیں تو صاف کہہ دو کہ گواہ رہو ہم تو مسلم ہیںo''

ہمیں اسلام کے تمام عظیم علماء کا، بشمول چاروں اماموں کے، لازماً احترام کرنا چاہیے۔ امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام حنبل اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہم، یہ سبھی ہمارے لیے یکساں طور پر واجب الاحترام ہیں۔ یہ سب کے سب عظیم علماء و محققین تھے اور اللہ تعالیٰ انہیں ان کی تحقیق اور دین کی انتھک محنت پر اجرعظیم عطا فرمائے (آمین) اس بات پر کوئی اعتراض نہیں کہ اگر کوئی شخص امام ابوحنیفہ یا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما وغیرہ کی تحقیق اور نقطہ نظر سے متفق ہو۔ لیکن جب یہ سوال کیا جائے ''تم کون ہو؟'' تو جواب صرف اور صرف ''میں مسلمان ہوں'' ہونا چاہیے۔

بعض لوگ (فرقوں کی) دلیل میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث پیش کرتے ہیں جو سنن ابوداؤد کی حدیث نمبر 4879 ہے۔ اس حدیث میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد روایت کیا گیا ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا!

''میری امت تہتر (73) فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی۔''

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں میں تہتر فرقے بننے کی غیبی خبر دی تھی۔ لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرگز یہ نہیں فرمایا کہ مسلمانوں کو فرقوں میں بٹنے کیلئے سرگرم ہو جانا چاہیے۔ قرآن مجید ہمیں

حکم دیتا ہے کہ ہم فرقوں میں تقسیم نہ ہوں۔ وہ لوگ جو قرآن پاک اور مستند احادیث کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوں اور فرقے نہ بنائیں، وہی لوگ صحیح راستے پر ہیں۔

ترمذی شریف میں مروی ایک سو اکہتر نمبر حدیث میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول مبارک کچھ اس طرح ہے۔!

''میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی اور وہ سب کے سب جہنم کی آگ میں جلیں گے سوائے ایک فرقے کے۔''

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا!

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ ناجی کون سا فرقہ ہوگا۔؟''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً فرمایا!

''صرف وہ جو میری اور میرے اصحاب کی اتباع کرے گا۔''

قرآن پاک کی متعدد آیات میں ''اللہ کی اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کرو'' کا حکم دیا گیا ہے۔ لہٰذا ایک سچے مسلمان کو صرف قرآن مجید اور مستند احادیث ہی کی پیروی کرنی چاہیے۔ وہ کسی عالم کے نقطہ نظر سے اتفاق بھی رکھ سکتا ہے، جب تک کہ وہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی تعلیمات سے مطابقت میں رہیں۔ اگر اس عالم کے یہ خیالات اللہ تعالیٰ کے احکامات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف ہوں تو ان میں کوئی وزن نہیں...... چاہے انہیں کتنے ہی بڑے اور جید عالم نے ہی کیوں نہ پیش کیا ہو۔

اگر تمام مسلمان قرآن مجید کا مطالعہ سمجھ کر ہی کر لیں اور مستند احادیث کی اتباع کریں تو انشاء اللہ تعالیٰ! یہ تمام اختلافات حل ہو جائیں گے اور ہم ایک بار پھر صحیح معنوں میں ایک متحدہ امت مسلمہ بن جائیں گے۔

اسلام کی تعلیمات، مسلمانوں کے حقیقی اعمال

سوال نمبر 52:

اگر اسلام دنیا کا بہترین مذہب ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ بہت سے مسلمان بددیانت، بے ایمان اور ناقابلِ بھروسہ ہوتے ہیں اور دھوکہ بازی، رشوت ستانی اور منشیات کی تجارت جیسے گھناؤنے کاموں میں ملوث ہوتے ہیں۔؟

جواب:

بے شک اسلام ہی بہترین مذہب ہے لیکن عالمی ذرائع ابلاغ (میڈیا) مغرب کے ہاتھ میں ہے جو اسلام سے خوفزدہ ہے۔ یہ میڈیا ہی ہے جو اسلام کے خلاف باتیں نشر کرنے اور چھاپنے میں مسلسل مصروف رہتا ہے۔ یہ ذرائع ابلاغ اسلام کے بارے میں غلط معلومات پھیلاتے ہیں، غلط طور پر اسلام کا حوالہ دیتے ہیں یا پھر اسلام کے نقطہ ہائے نظر کو ان کے سیاق و سباق سے الگ کر کے پیش کرتے ہیں۔

جب بھی کہیں کوئی بم پھٹتا ہے، جن لوگوں کو کسی ثبوت کے بغیر سب سے پہلے موردِ الزام ٹھہرایا جاتا ہے وہ مسلمان ہی ہوتے ہیں۔ یہی بات شہ سرخیوں میں بھی آجاتی ہے۔ لیکن اگر بعد میں اس واقعے کا مجرم کوئی غیر مسلم ثابت ہو جائے، تب اس بات کو ایک غیر اہم خبر سمجھ کر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔

اگر کوئی پچاس سالہ مسلمان مرد ایک پندرہ سالہ لڑکی سے اس کی اجازت لے کر شادی کر لے تو یہ اخباروں میں صفحہ اول کی خبر بن جاتی ہے۔ لیکن اگر کوئی پچاس سالہ غیر مسلم شخص چھ سالہ معصوم بچی کی عصمت دری کرتے ہوئے پکڑا جائے تو اسے اندر کے صفحات میں ''مختصر خبروں'' کا حصہ بنا دیا جاتا ہے۔ امریکہ میں ہر روز عصمت دری کے اوسطاً دو ہزار سات سو تیرہ (2713) واقعات ہوتے ہیں لیکن یہ خبروں میں

صرف اس لیے نہیں آتے کیونکہ یہ تو امریکی معاشرے کا چلن بن چکا ہے۔

میں کچھ ایسے مسلمانوں سے واقف ہوں جو بددیانت ہیں، ناقابل بھروسہ ہیں، دھوکہ باز ہیں، لیکن میڈیا کچھ اس انداز سے مسلمانوں کی تصویر کشی کرتا ہے جیسے صرف مسلمان ہی ایسی سرگرمیوں میں ملوث ہیں۔ کالی بھیڑیں ہر معاشرے میں ہوتی ہیں۔ میں ایسے لوگوں کو بھی جانتا ہوں جو خود کو مسلمان بھی کہتے ہیں لیکن علانیہ یا پوشیدہ طور پر شراب نوشی بھی کرتے ہیں۔

مسلمان معاشرے میں ان کالی بھیڑوں کے باوجود اگر مسلمانوں کا بطور مجموعی جائزہ لیا جائے تو وہ دنیا کا بہترین معاشرہ ثابت ہوں گے۔ مثلاً: مسلمان ہی دنیا کی وہ سب سے بڑی جماعت ہیں جو شراب سے پرہیز کرتے ہیں۔ اسی طرح یہ مسلمان ہی ہیں جو دنیا میں مجموعی طور پر سب سے زیادہ عطیات کرتے ہیں۔ دنیا کا کوئی ایک معاشرہ بھی ایسا نہیں جو وقار و شرافت، بردباری، انسانی اقدار اور اخلاقیات کے ضمن میں مسلمانانِ عالم سے بڑھ کر کوئی مثال پیش کر سکے۔

فرض کیجیے کہ آپ نئے ماڈل کی ایک مرسڈیز کار کی خوبیوں خامیوں کیلئے اسے ایک ایسے شخص کو تھما دیتے ہیں جو گاڑی ڈرائیونگ کرنا نہیں جانتا۔ ظاہر ہے کہ وہ شخص یا تو گاڑی سرے سے چلا ہی نہیں پائے گا یا پھر ایکسیڈنٹ کر دے گا۔ سوال یہ ہے کہ کیا ڈرائیور کی نااہلی میں اس گاڑی کا کوئی قصور ہے؟ کیا یہ صحیح ہوگا کہ ایسے کسی حادثے کی صورت میں ہم اس اناڑی ڈرائیور کو الزام دینے کی بجائے یہ کہنے لگیں کہ وہ گاڑی ہی ٹھیک نہیں؟ لہٰذا کسی کار کی اچھائیاں جاننے کیلئے کسی شخص کو چاہیے کہ اس کے ڈرائیور کو نہ دیکھے بلکہ یہ جائزہ لے کہ خود اس کار کے خدوخال اور کارکردگی وغیرہ کیسے ہیں۔ مثلاً: وہ کتنی تیز چل سکتی ہے، وہ اوسطاً کتنا ایندھن صرف کرتی ہے، اس میں حفاظت کے کتنے انتظامات ہیں۔ اگر میں صرف دلیل کے طور پر یہ مان بھی لوں

کہ سارے مسلمان برے ہیں تب بھی ہم اسلام کا اس کے پیروکاروں کی بنیاد پر فیصلہ نہیں کر سکتے۔ اگر آپ واقعی اسلام کا تجزیہ کرنا چاہتے ہیں اور اس کے بارے میں دیانتدارانہ رائے قائم کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو اسلام کے متعلق صرف قرآن مجید اور مستند احادیث ہی کی بنیاد پر کوئی رائے قائم کرنا ہوگی۔ یہی وہ دو ذرائع ہیں جن کی مدد سے اسلام کا صحیح مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

اگر آپ عملاً یہ جاننا چاہتے ہیں کہ کوئی کار کتنی اچھی ہے تو اس کا موزوں ترین طریقہ یہ ہوگا کہ وہ کار کسی بہترین ڈرائیور کو چلانے کیلئے دے دیجئے۔ اسی طرح اسلام کے بہترین پیروکار اور اسلام کی خوبیوں کو جانچنے کا بہترین پیمانہ صرف ایک ہستی ہیں جو اللہ کے آخری نبی اور پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ مسلمانوں کے علاوہ ایسے بہت سے ایماندار اور غیر جانبدار غیر مسلم مورخین بھی ہیں جنہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دنیا کا بہترین انسان تسلیم کیا ہے۔ "تاریخ کی 100 عظیم ترین شخصیات" نامی کتاب کے مصنف "مائیکل ایچ ہارٹ" نے اس کتاب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو انسانی تاریخ کی عظیم ترین شخصیت تسلیم کرتے ہوئے سب سے پہلے نمبر پر درج کیا ہے۔

ہارٹ کی مذکورہ کتاب انگریزی حروف تہجی کی ترتیب میں ہے لیکن مصنف نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کو اس ترتیب سے الگ کر کے سب سے پہلے بیان کیا ہے۔ ساتھ ہی مصنف نے اس کی خصوصی وضاحت کرتے ہوئے لکھا!

> "محمد (ﷺ) کی شخصیت اتنی پر اثر اور عظیم ہے کہ ان کا مرتبہ باقی تمام شخصیات سے بہت بلند ہے۔ اس لیے میں محمد (ﷺ) کا تذکرہ حروف تہجی کی ترتیب کو نظر انداز کر کے سب سے پہلے کر رہا

ہوں۔"

اسی طرح متعدد غیر مسلم مورخین نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خراج تحسین پیش کیا ہے، جن میں "تھامس کارلائل" اور "لامارٹین" وغیرہ کے نام شامل ہیں۔

تو ہمارے لیے عام مسلمان کی زندگی اور اعمال نمونہ نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور آپ کی تعلیمات و اعمال نمونہ ہیں۔ اگر آپ ان کی زندگی و تعلیمات میں کوئی کجی نکال کر دکھا دیں تو پھر پتہ چلے۔!

۞ ۞ ۞

قرآن اور ۱۹ کا ھندسہ

اس بیان میں سائنس، ریاضی اور کمپیوٹر کی شہادتوں سے قرآن کا کلام خداوندی ہونا ثابت کیا گیا ہے اور مزید برآں قرآن کریم کے ساتھ 19 کے ہندسے کے تعلق کو بڑے خوبصورت پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔

القرآن:

تاریخ گواہ ہے کہ جب کبھی پیغمبرانِ دین آئے اورانہوں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام دنیا کو دیا تو لوگوں نے ہمیشہ ان سے اس پیغام کی صداقت کے لیے ثبوت طلب کیا۔ چنانچہ جب ہادی برحق خاتم المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی توحید اوراپنی رسالت کا اعلان کیا تو لوگوں نے اسی طرح کا مطالبہ شروع کردیا جیسا کہ پہلے لوگ کیا کرتے تھے۔ان کے مطالبات کو قرآن مجید نے اس طرح بیان فرمایا ہے۔!

"وَقَالُوا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ"

(القرآن المجید، سورة نمبر 29 (العنکبوت)، آیت نمبر 50)

"اوران (کفار) نے کہا کہ کیوں نہ اتاری گئیں اس (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر نشانیاں اس کے رب کی طرف سے۔؟"

ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ آسمان تک سیڑھی لگائیں اور ہمارے سامنے اس پر چڑھ کر اللہ تعالیٰ کی کتاب لے آئیں تب ہم ایمان لائیں گے۔

اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا!

"قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ o"

(القرآن المجید، سورة نمبر 29 (العنکبوت)، آیت نمبر 50)

''آپ فرما دو کہ نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں بیشک میں تو کھلا ڈر سنانے والا ہوں۔o''

قرآن مجید نے کافروں کے مافوق الفطرت نشانیوں کے مطالبے کے جواب میں فرمایا!

''اَوَلَمْ یَکْفِھِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ یُتْلٰی عَلَیْھِمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَرَحْمَةً وَّذِکْرٰی لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَo''

(القرآن المجید، سورۃ نمبر 29 (العنکبوت)، آیت نمبر 51)

''کیا ان لوگوں کیلئے یہ (نشانی) کافی نہیں کہ ہم نے تم پر کتاب نازل کی جو انہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہے، درحقیقت اس میں رحمت ہے اور نصیحت ہے ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیںo''

کلامِ الٰہی:

قرآن مجید اپنے کلامِ الٰہی ہونے کے متعلق دو دلائل بیان فرماتا ہے۔!

1: حضور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم امی تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے پڑھا نہیں تھا، کہیں کوئی تعلیم حاصل نہیں کی تھی (اس بات کی تصدیق بیشمار غیر مسلم مورخین و معلمین نے بھی کی ہے) اس لیے ایسی عظیم کتاب کی تصنیف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ممکن ہی نہیں۔

چنانچہ قرآن مجید گواہی دیتا ہے۔!

''وَمَا کُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِہٖ مِنْ کِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّہٗ بِیَمِیْنِکَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَo''

(القرآن المجید، سورۃ نمبر 29 (العنکبوت)، آیت نمبر 48)

''اور (اے نبی!) آپ اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے اگر ایسا ہوتا تو باطل پرست شک میں پڑ سکتے تھے۔o''

اگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عالم ہوتے اور پڑھے لکھے ہوتے تو اس شبہے کی کوئی گنجائش ہوتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں اور نصرانیوں کی کتابوں اور افلاطون وارسطور کی تصنیفوں کا مطالعہ کر کر کے خوبصورت ترین زبان میں قرآن کی تصنیف کی ہے لیکن قرآن مجید اور تاریخ نے اس شبہے کے لیے بھی کوئی گنجائش نہیں چھوڑی۔

2: قرآنِ مجید فرقان حمید خود اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ خدا کا کلام ہے۔ وہ کافروں کو چیلنج کرتا ہے کہ تم قرآن مجید جیسی کم از کم ایک سورت ہی لے آؤ۔ اگر ایک سورت نہیں لا سکتے سکتے تو ایک آیت ہی قرآن جیسی لے آؤ۔ لیکن تم اور ساری دنیا کے لوگ مل کر بھی قرآن جیسی ایک آیت نہیں لا سکتے کیونکہ یہ اللہ کا کلام ہے اور مخلوق خالق جیسا کلام نہیں لا سکتی۔ ارشاد ربانی ہے۔!

''وَاِنۡ كُنۡتُمۡ فِىۡ رَيۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰى عَبۡدِنَا فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَةٍ مِّنۡ مِّثۡلِهٖ وَادۡعُوۡا شُهَدَآءَكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ o فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا وَلَنۡ تَفۡعَلُوۡا فَاتَّقُوۡا النَّارَ الَّتِىۡ وَقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ ۖۚ اُعِدَّتۡ لِلۡكٰفِرِيۡنَ o''

(القرآن المجید، پارہ نمبر 1، سورۃ نمبر 2 (البقرۃ)، آیت نمبر 23-24)

''اور اگر (اے کافرو!) تم اس کتاب میں شک کرتے ہو جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کی ہے تو تم بھی اس کی مثل ایک سورت

لے آؤ اور بلا لو اپنے دوستوں کو اللہ کے مقابلے میں اگر تم سچے ہو○ پس اگر تم نہ کر سکے اور ہرگز نہ کر سکو گے تو پھر ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں اور وہ کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔○"

مزید فرمایا!

"قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ والجن علی ان یاتوا بمثل هذا القران لا یاتون بمثله ولو کان بعضهم لبعض ظهیرا○"

(القرآن المجید، پارہ نمبر 15، سورۃ نمبر 17 (بنی اسرائیل)، آیت نمبر 88)

"اے محبوب! فرما دو کہ اگر انسان اور جن اس بات پر مجتمع ہوں کہ اس قرآن کی مثل لے آئیں تو لے آئیں، وہ اس جیسا نہ لاسکیں گے اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہوں○"

مزید برآں قرآن مجید کافروں سے کہتا ہے کہ اس کا مطالعہ کرو اور کسی زاویہ نظر سے دیکھو تمہیں ماننا پڑے گا کہ یہ خدا کا کلام ہے۔

"اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْ فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا○"

(القرآن المجید، سورۃ نمبر 4 (النساء)، آیت نمبر 82)

"کیا یہ لوگ قرآن پر غور نہیں کرتے؟ اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت کچھ اختلاف بیانی پائی جاتی۔○"

کسی انسان کی تصنیف جو تیس سالوں پر پھیلی ہوئی ہو یکساں اور یکرنگ

نہیں رہ سکتی بالخصوص جب کہ مصنف زندگی کے بے شمار مسائل میں گھرا ہوا ہو۔ سیاسی، معاشرتی، معاشی اور دفاعی امور رات دن جس کے پیش نظر ہوں، دشمن کی ریشہ روانیاں جس کے خلاف مسلسل جاری ہوں، ایسے شخص کی تصنیف میں یقیناً کہیں نہ کہیں تضاد ہوگا، الجھاؤ اختلاف اور اونچ نیچ ہوگی اور زبان اور لہجے کا فرق بھی ضرور ہوگا لیکن قرآن مجید سارے کا سارا ایک رنگ و یکساں ہے کہیں کوئی اختلاف نہیں، تضاد نہیں، کوئی جھول نہیں ہے، زبان کی شرینی اور بلاغت شروع سے آخر تک جاری و ساری ہے، اس طرح قرآن مجید فرقان حمید اپنی صداقت کا آپ نشان ہے، برہان قاطع ہے، ایک زندہ لازوال اور قطعی معجزہ ہے۔

۞ ۞ ۞

عصری سائنس کی شہادت

آج دنیا میں تقریباً نوے کروڑ سے زیادہ مسلمان ہیں اور ہر مسلمان کا ایمان ہے کہ قرآن مجید فرقان حمید الہامی کتاب اور ایک ابدی معجزہ ہے۔ مسلمانوں ہی پر کیا منحصر ہے دنیا کے کئی بڑے بڑے غیر مسلم سکالرز بھی اس کے اعجاز کے قائل ہیں۔

پادری ''باسورتھ سمتھ'' کہتا ہے۔!

''بلاشبہ قرآن حکیم اندازِ بیان، فراست اور صداقت کا ایک معجزہ ہے۔''

ایک اور انگریز اے جے بیری لکھتا ہے۔!

''قرآن کی تلاوت میں مجھے نغمے کا سرور اور دل کی دھڑکن سنائی دیتی ہے۔''

لیکن ایک عام تعلیم یافتہ غیر مسلم یا ملحد سائنس دان یہ کہہ سکتا ہے کہ میں عربی زبان سے ناواقف ہوں اس لیے مجھے قرآن مجید کی زبان کی عظمت اور تعلیم کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ جب میں اسے سمجھ ہی نہیں سکتا تو پھر میں یہ کس طرح باور کروں کہ قرآن بذریعہ وحی حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل ہوا ہے اور یہ ایک معجزہ ہے۔؟

ایسے تعلیم یافتہ سائنسدان سے آپ کائنات کی تخلیق کے بارے میں سوال

کریں تو جواب ملے گا کہ اربوں سال پہلے یہ کائنات مادے کی اکائی تھی اور مادے کا ایک ہی بہت بڑا ٹکڑا (MASS) تھی پھر اس عظیم الشان ٹکڑے کے اندر ایک دھماکا ہوا تو مادے کے بڑے بڑے ٹکڑے ٹوٹ کر خلا کی تمام سمتوں میں اڑنے لگے۔ اسی دھماکے کے نتیجے میں ہمارا نظام شمسی اور کہکشاں بھی وجود میں آئے اور تمام سیارے اپنے اپنے مدار پر گھومنے لگے۔

پھر آپ اسی سائنسدان سے پوچھیے کہ آپ کو اس بات کا علم کب ہوا؟ تو وہ جواب دے گا کہ کوئی پچاس سال پہلے ہی اس امر کا انکشاف ہوا ہے۔ اس سے مزید سوال کیجئے کہ کیا ساڑھے چودہ سو سال پہلے ریگستان عرب کے ایک امی کو اس بات کا علم ہو سکتا تھا؟ تو جواب آئے گا کہ ہرگز نہیں! تب آپ اس کو بتایئے کہ عرب کے اسی نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو تیس سال پہلے اس بارے میں قرآن مجید کی یہ آیت پڑھ کر سنائی تھی۔!

"اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا"

(القرآن المجید، پارہ نمبر 17، سورۃ نمبر 21 (الانبیاء)، آیت نمبر 30)

"کیا وہ لوگ جنہوں نے (نبی کی بات ماننے سے) انکار کر دیا ہے غور نہیں کرتے کہ یہ سب آسمان اور زمین باہم ملے ہوئے تھے پھر انہیں جدا کیا۔"

اور یہ آیت بھی قرآن مجید میں ہے جسے اسی نبی امی نے تلاوت کیا تھا۔!

"وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ کُلٌّ فِیْ فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَ ○"

(القرآن المجید، پارہ نمبر 17، سورۃ نمبر 21 (الانبیاء)، آیت نمبر 33)

''اور وہ اللہ ہی ہے جس نے رات اور دن بنائے اور سورج اور
چاند کو پیدا کیا، سب ایک ایک فلک میں تیر رہے ہیں۔o''

قرآن مجید فرقان حمید کی یہ آیات سائنسدانوں اور ماہرین فلکیات کے لیے دعوتِ فکر ہیں۔ کیا وہ نہیں سمجھ سکتے کہ سائنس نے جن واقعات کا انکشاف عہدِ حاضر میں کیا ہے ان واقعات کا انکشاف آج سے چودہ سو سال سے بھی پہلے صحرائے عرب کے ایک نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید کے ذریعے کر دیا تھا اور اس نبی امی نے اسی وقت ان آیات کی تلاوت کر کے ساری دنیا کو اس بات سے آگاہ فرما دیا تھا جس کا انکشاف سائنس نے آج کیا ہے۔

پھر کسی ماہر حیاتیات (BIOLOGIST) سے پوچھئے کہ اس دُنیا میں زندگی سب سے پہلے کس جگہ وجود میں آئی۔؟ جواب ملے گا کہ کروڑوں سال پہلے سمندری مادے میں مادۂ حیات بننا شروع ہوا جس سے ایمیبا (AMOEBA) پیدا ہوا اور اسی ایمیبا سے تمام جاندار پیدا ہوئے یعنی زندگی کا آغاز سمندر یا بالفاظ دیگر پانی سے ہوا۔ استفسار پر ماہرِ حیاتیات یہ بھی بتائے گا کہ اس حقیقت کا علم عہد حاضر میں ہوا ہے۔ اور اگر آپ اسے سے پوچھیں کہ کیا اس بات کا علم صحرائے عرب میں رہنے والے کسی امی کو آج سے چودہ سو تیں پینتیس سال پہلے ہو سکتا تھا تو وہ یقیناً نفی میں جواب دے گا پھر اسے کہیے کہ اس بات کا انکشاف تو اللہ تعالیٰ نے آج سے چودہ سو سال پہلے ہی نبی امی پر کر دیا تھا اور اگر وہ نہ مانے تو پھر اسے قرآن مجید کی یہ آیت سنایئے۔!

''وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ أَفَلَا يُؤْمِنُونَo''

(القرآن المجید، پارہ نمبر 17، سورۃ نمبر 21 (الانبیاء)، آیت نمبر 30)

''اور پانی سے ہم نے ہر زندہ چیز پیدا کی کیا وہ (ہماری اس خلاق
کو) نہیں مانتے۔o''

اسی طرح ماہرین نباتات (BOTONIST)، ماہرین حیوانیات (ZOOLOGIST) اور ماہرین طبعیات (PHYSICISTS) سے سوال کیجئے کہ جاندار اشیاء کی تخلیق کا کیا اصولِ فطرت ہے۔؟ سب یہی جواب دیں گے کہ عصرِ جدید میں ثابت ہوا ہے کہ انسانوں اور حیوانوں کی تخلیق کی طرح نباتات کی تخلیق بھی ازواج سے یعنی مذکر اور مؤنث سے ہوتی ہے۔ لیکن اس حقیقت کا انکشاف ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سینکڑوں سال پہلے کیا تھا جس کا علم خدا نے وحی کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا۔ غور کیجئے اللہ تعالیٰ قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد فرماتا ہے۔!

"سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ
وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَo"

(القرآن المجید، سورۃ نمبر 36 (یٰسٓ)، آیت نمبر 36)

"پاک ہے وہ ذات جس نے جملہ اقسام کے جوڑے پیدا کیے
خواہ وہ زمین کی نباتات میں سے ہوں یا خود ان کی اپنی جنس
(نوعِ انسانی) میں سے ہوں یا ان اشیاء میں سے جن کو یہ
جانتے تک نہیں ہیں۔o"

مندرجہ بالا چند مثالوں سے واضح ہوگیا کہ سائنس اور انسانی دماغ کے ہر ہر انکشاف سے قرآن مجید فرقان حمید کے معجزوں کا ثبوت ملتا جلتا ہے یہی وہ نشانیاں ہیں جن کا ذکر اہلِ نظر کے لیے خدا کی اس ابدی کتاب قرآن مجید میں بار بار آتا ہے۔

"اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَo"

(القرآن المجید، پارہ نمبر 21، سورۃ نمبر 30 (الروم)، آیت نمبر 22)

"یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں سارے جہانوں کے لوگوں
کے لیے۔o"

ریاضی اور کمپیوٹر کی شہادت

کمپیوٹر کہتا ہے کہ......

"626000000000000000000000000"

انسان مل کر بھی قرآن جیسی عظیم کتاب نہیں لکھ سکتے۔

پچھلے بیان کردہ قرآنی معجزات تو بیسویں صدی کے نصف اول کے لوگوں کے لیے تھے لیکن آج جبکہ کمپیوٹر ایجاد ہو چکا ہے اور سائنس اور ریاضی میں انقلاب آگیا ہے ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ کیا کمپیوٹر کے اس عہد کے لیے بھی قرآن مجید میں معجزات موجود ہیں۔؟

''معجزہ'' کے لغوی معنیٰ ہیں ''وہ کام جو انسانی قدرت وبساط سے باہر ہو۔'' مقامِ شکر ہے کہ اس عصر کے سائنسدانوں، ملحدوں اور غیر مسلمانوں پر سائنس ریاضی اور کمپیوٹر کی مدد سے ہم یہ واضح کر سکتے ہیں کہ قرآن مجید آخری اور ابدی معجزہ ہے۔

ریاضی کے اصول ہمیشہ یکساں اور غیر جانبدار ہوتے ہیں اور کمپیوٹر بلا کسی لحاظ کے حقائق بیان کرتا ہے۔ اس دور میں قرآن مجید فرقان حمید کو مکمل طور پر کمپیوٹرائز کیا گیا ہے۔

ریاضی کے نقطہ نظر سے قرآنی معجزے کو سمجھنے کے لیے عربی زبان

کا جاننا ضروری نہیں ہے بس اتنا کافی ہے کہ انسان اس معجزے کو دیکھنے کے لیے آنکھیں رکھتا ہو اور ایک سے انیس تک گنتی جانتا ہو۔

قرآن مجید کی ترتیب نزول وحی کے مطابق ترتیب وار نہیں بلکہ روایاتی ہے۔ حضور نبی کریم رؤف ورحیم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی زندگی میں اسے مرتب فرمایا ہے۔ آیات الٰہی وقت کی ضروریات کے مطابق نازل ہوتی رہی ہیں۔ پہلی وحی غار حرا میں رمضان کی ستائیسویں تاریخ کو آئی جبکہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے سورۃ العلق کی پہلی پانچ آیات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھوائیں۔

قرآن مجید میں یہ ستانوے نمبر سورت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس غیر معمولی واقعے کے بعد پریشان گھر لوٹے اور ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو ساری بات بتائی انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطمینان دلایا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خداتعالیٰ کی وحدانیت، اپنی رسالت اور آخرت پر ایمان لانے کی تبلیغ شروع کی جو کفار مکہ کے لیے قابل قبول نہیں تھیں۔ جواب میں کفارِ مکہ نے پروپگنڈا کیا کہ (نعوذ باللہ) محمد دیوانہ اور مجنون ہے۔ کفار مکہ کے اس پروپیگنڈے کے دور میں سورۃ القلم نازل ہوئی۔ قرآن مجید میں یہ اٹھاسٹھ نمبر سورۃ ہے۔ اس میں اس بات کی تردید کی گئی ہے کہ آپ مجنون ہیں اور ساتھ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ اور عالی مرتبے کا ذکر کیا گیا ہے۔

تیسری وحی سورۃ المزمل کی چند ابتدائی آیات کی شکل میں آئی۔ یہ تہتر نمبر سورۃ ہے اس وحی کی آخری آیت یہ ہے۔

"اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ قَوْلًا ثَقِیْلًاO"

(القرآن المجید، پارہ نمبر 29، سورۃ نمبر 73 (المزمل)، آیت نمبر 5)

"ہم تم پر ایک بھاری کلام نازل کرنے والے ہیں۔O"

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت بدستور جاری رکھی۔ لوگ آہستہ آہستہ اس دعوت کی طرف مائل ہونے لگے اور سمجھنے لگے کہ قرآن مجید کسی مجنون کا کلام نہیں ہوسکتا بلکہ یہ تو رب العالمین کا کلام عالیشان ہے، کیونکہ اتنا فصیح و بلیغ کلام کسی مجنون کا نہیں ہوسکتا۔ جب لوگ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ اور قرآن کی حقانیت کو ماننے لگے تو اس پر کفار مکہ نے یہ کہنا شروع کیا کہ محمد جادوگر ہے اور قرآن محمد کا ہی کلام ہے اللہ کا کلام نہیں ہے۔

اس وقت چوتھی وحی آئی جو کہ قرآن مجید میں چوہتر (74) نمبر سورت ہے یعنی سورۂ مدثر کی ابتدائی تیس آیات نازل ہوئی۔ حضرت جبریئل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سورت کی ابتدائی اُنتیس آیات دے کر تیسویں آیت پر رُک گئے جو ذیل میں درج ہے۔

"عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ۝"

(القرآن المجید، پارہ نمبر 29، سورۃ نمبر 74 (مدثر)، آیت نمبر 30)

"اس پر انیس ہیں۔ ۝"

جو بیسویں اور پچیسویں آیت میں کفار مکہ کے پروپگنڈے کا ذکر کیا گیا ہے جو کہتے تھے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو بیان کرتے ہیں وہ جادو ہے اور یہ کہ قرآن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا ہی کلام ہے......اور چھبیسویں آیت میں کفار مکہ کی اس حرکت پر اللہ تعالیٰ نے اپنے غیظ و غضب کا اظہار کیا اور فرمایا کہ آپ پر ایسے الزامات لگانے والوں کو بہت جلد دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ اٹھائیسویں اور اُنتیسویں آیت میں دوزخ کی کیفیت بیان کی گئی ہے کہ اس میں انسان کا رنگ سیاہ پڑ جاتا ہے......اور اس کے فوراً بعد تیسویں آیت میں فرمایا گیا۔

''عَلَيۡهَا تِسۡعَةَ عَشَرَ ○

(القرآن المجید، پارہ نمبر 29، سورۃ نمبر 74 (مدثر)، آیت نمبر 30)

''اس پر انیس ہیں ○''

جبرئیل علیہ السلام یہاں سورۃ مدثر کی تیسویں آیت رک گئے اور اس کے فوراً بعد سورہ اقراء (جس کی پہلی پانچ آیات نازل ہو چکی تھی) کی باقی چودہ آیات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دے جاتے ہیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کیوں ہوا؟ قرآن مجید کی اس آیت ''اس پر انیس ہیں۔'' کا مطلب کیا ہے اور اس کی ماہیت کیا ہے۔؟

مفسرین نے اس آیت کے مختلف معانی لیے ہیں۔ کسی نے کہا کہ دوزخ کے ذکر کے بعد یہ آیت آئی ہے اس لیے اس کا مطلب وہ انیس فرشتے ہیں جو دوزخ پر مامور ہیں کسی نے کہا کہ یہ اسلام کے انیس اساسی اصول ہیں لیکن ہر ایک نے لکھا کہ حقیقت اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میشت الٰہی نے اس عقدے کا حل، بیسیوں صدی کے کمپیوٹر کے عہد کے لیے چھوڑ رکھا تھا۔ جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے پہلی وحی سوہ اقرا کی پانچ آیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھوائیں۔ چوتھی وحی میں سورۂ مدثر کی تیس آیات دیں اور پھر رک گئے اور پھر اس کے بعد سورۂ اقراء (جس کی پہلی پانچ آیات پہلی وحی میں نازل ہو چکی تھی) کی باقی چودہ آیات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیں۔ اس طرح سورۂ اقراء کی انیس آیات مکمل ہو گئیں یعنی سورۂ مدثر میں عَلَيۡهَا تِسۡعَةَ عَشَرَ ○ ''اس پر انیس ہیں۔ ○'' کہنے کے فوراً بعد انیس آیات کی سورہ اقراء مکمل ہو گئی۔

۞ ۞ ۞

19 کا ہندسہ

ارشاد ربانی ہے۔!

عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ٥

(القرآن المجید، پارہ نمبر 29، سورۃ نمبر 74 (مدثر)، آیت نمبر 30)

''اس پر انیس ہیں۔ ٥''

اس انیس کے ہندسے کی ذرا تفصیل میں جائیں تو حیرت انگیز باتیں سامنے آتی ہیں اور انسانی ذہن تحیرات کی گہرائی میں ڈوب جاتا ہے اور ضمیر بے ساختہ پکار اٹھتا ہے کہ یہ کتاب...... یہ قرآن...... کسی انسان کا کلام نہیں ہے! بلکہ یہ تو اللہ رحمن ورحیم کا ہی کلام مبارک ہے۔

کچھ تفصیلات ملاحظہ کیجئے۔!

1: سورہ اقراء کی پہلی پانچ آیات میں انیس الفاظ ہیں اور ان انیس الفاظ میں چھہتر حروف ہیں جو انیس پر پورے پورے تقسیم ہو جاتے ہیں۔

مثال تقسیم:

19 ÷ 76 = 4

مثال ضرب:

19 × 4 = 76

مثال جمع:

19 + 19 + 19 + 19 = 76

2: قرآن مجید میں ایک سو چودہ سورتیں ہیں۔ یہ ہندسہ بھی پورا پورا انیس پر تقسیم ہو جاتا ہے۔

مثال تقسیم:

19 ÷ 114 = 6

مثال ضرب:

19 × 6 = 114

3: قرآن مجید کی آخری سورت یعنی ایک سو چودہ (114) نمبر سورت سے اُلٹا گننا شروع کیا جائے یعنی ایک سو تیرہ (113)، ایک سو بارہ (112)، ایک سو گیارہ (111) وغیرہ تو ٹھیک انیسوے (19) نمبر پر سورہ اقرء (96 نمبر سورت) آتی ہے۔

4: یہ بات کس قدر اہمیت رکھتی ہے کہ قرآن مجید کا آغاز ہی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥ سے ہوتا ہے، جس میں انیس حروف ہیں۔

اس میں چار الفاظ ہیں:

(1) اسم (2) اللہ (3) الرحمٰن (4) الرحیم

اس آیت کا ہر لفظ جتنی دفعہ قرآن حکیم میں آیا ہے، وہ انیس پر تقسیم ہو جاتا ہے۔ پہلا لفظ "اسم" قرآن مجید میں اُنیس (19) مرتبہ آیا ہے۔

دوسرا لفظ "اللہ" دو ہزار چھے سو اٹھانوے مرتبہ آیا ہے جو انیس پر پورا پورا

تقسیم ہو جاتا ہے۔

مثال تقسیم:

2698 ÷ 19 = 142

مثال ضرب:

19 × 142 = 2698

تیسرا لفظ ''الرحمٰن'' ستاون مرتبہ آیا ہے جو اُنیس پر پورا پورا تقسیم ہو جاتا ہے۔

مثال تقسیم:

57 ÷ 19 = 3

مثال ضرب:

19 × 3 = 57

چوتھا لفظ ''الرحیم'' ہے جو ایک سو چودہ مرتبہ آیا ہے چنانچہ یہ بھی انیس پر پورا پورا تقسیم ہو جاتا ہے۔

مثال تقسیم:

114 ÷ 19 = 6

مثال ضرب:

19 × 6 = 114

گویا چاروں الفاظ کی تعداد انیس پر تقسیم ہو جاتی ہے۔ ایسا ہونا محض اتفاقی بات نہیں ہے۔

5: آیت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥ سورۃ النمل میں دو مرتبہ آئی ہے ایک مرتبہ آغاز میں اور دوسری مرتبہ متن میں...... اس لیے سورہ توبہ کے آغاز میں بسم اللہ

الرحمٰن الرحیمo نہیں ہے ورنہ اس کی تعداد ایک سو پندرہ ہو جاتی اور ایک سو پندرہ کا ہندسہ انیس پر تقسیم نہیں ہو سکتا۔ (قرآن مجید کی تمام سورتوں کی تعداد ایک سو پندرہ ہے اور سوائے سورہ توبہ کے باقی تمام سورتوں کے آغاز میں ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' آئی ہے)۔

6: قرآن مجید کی انتیس سورتوں کی ابتدا حروف تہجی کے مفرد اعداد یعنی حروف مقطعات سے ہوتی ہے۔ عربی زبان کے اٹھائیس حروف میں سے چودہ حروفِ تہجی مختلف جوڑ میں ان سورتوں کے آغاز میں واقع ہوئے ہیں۔ یہ حروفِ تہجی ذیل میں درج ہیں۔

(1) الف	(2) ح	(3) ر
(4) س	(5) ص	(6) ط
(7) ع	(8) ق	(9) ک
(10) ل	(11) م	(12) ن
(13) ھ	(14) ی	

اور ان چودہ حروف میں سے جو چودہ سیٹ حروف مقطعات کے بنتے ہیں وہ یہ ہیں۔

(1) ایک حرف والے:

(i) ص (ii) ق (iii) ن ہیں، یہ تین سیٹ ہوئے۔

(2) دو حرف والے:

(i) طٰہٰ (ii) یٰس (iii) طٰس

(iv) حٰم ہیں...... یہ چار سیٹ ہوئے۔

(3) تین حروف والے:

(i) الٓمٓ (ii) الٓرٰ (iii) طٰسٓمٓ

(iv) عٓسٓقٓ ہیں...... یہ چار سیٹ ہوئے۔

(4) چار حروف والے:

(i) الٓمٓرٰ (ii) الٓمٓصٓ ہیں...... یہ دو سیٹ ہوئے۔

(5) پانچ حروف والے:

(i) کٓھٰیٰعٓصٓ ہیں...... یہ صرف ایک سیٹ ہے۔

مذکورہ خاکے پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ حروف مقطعات جو انتیس سورتوں میں استعمال ہوئے ہیں، یہ چودہ حروف ہیں اور ان کے مجموعہ سیٹ بھی چودہ ہی ہیں۔ اب 14 حروف + 14 سیٹ + 29 سورتیں = 57

یہ حاصل جمع ہندسہ یعنی 57 بھی انیس پر پورا پورا تقسیم ہو جاتا ہے۔

مثال تقسیم:

57 ÷ 19 = 3

مثال ضرب:

19 × 3 = 57

مثال جمع:

19 + 19 + 19 = 57

:7 حروف مقطعات میں ''قٓ'' کو لیجئے۔ یہ حرف ق دو سورتوں کے شروع میں آیا ہے۔ یعنی سورہ قٓ میں اور سورہ شوریٰ میں ''حٰمٓ عٓسٓقٓ'' کی صورت میں موجود ہے۔ ان میں سے ہر سورت میں حرف ق ستاون (57) مرتبہ آیا ہے جو انیس پر تقسیم ہو جاتا ہے۔

مثال تقسیم:

57 ÷ 19 × 3

مثال ضرب:

19 × 3 = 57

خود سورہ ق میں بھی حرف ق ستاون (57) مرتبہ آیا ہے اور حم عسق والی سورت میں بھی حرف ق ستاون (57) دفعہ ہی آیا ہے، حالانکہ آخر الذکر سورت بہت طویل ہے۔

دونوں سورتوں میں حرف ق کا مجموعہ ایک سو چودہ (114) ہوتا ہے اورا قرآن مجید کی جملہ سورتوں کی تعداد بھی ایک سو چودہ (114) ہی ہے۔

یعنی قرآن مجید میں ایک سو چودہ سورتیں ہیں اور حرف ق جو لفظ قرآن کا پہلا حرف ہے اور اس کی نمائندگی کرتا ہے وہ بھی ایک سو چودہ مرتبہ آیا ہے۔

اس طرح یہ کہنا جائز ہوگیا کہ قرآن کی اُلو ہی تشکیل حسابی نظام کے تحت ایک سو چودہ (114) سورتوں پر ہوئی ہے۔

8: قرآن مجید میں زمانہ قدیم کی قوموں کو لفظ قوم ہی سے بیان کیا گیا ہے۔ مثلا قوم نوح قوم ثمود قوم عاد قوم لوظ وغیرہ مگر سورہ ق کی تیرھویں آیت میں قرآن فرماتا ہے۔

وعاد وفرعون اخوان لوط......

(القرآن المجید، پارہ، سورة نمبر (قٓ)، آیت نمبر 13)

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کا ذکر قرآن میں لفظ قوم ہی سے عموما کیا گیا ہے لیکن صرف اس آیت میں لفظ قوم کی بجائے لفظ اخوان خصوصا کیوں استعمال کیا گیا ہے؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر یہاں لفظ قوم استعمال ہوتا تو ایک ق بڑھ جاتا اور

اس سورت میں حرف ق کی تعداد ستاون کی بجائے اٹھاون ہو جاتی جو انیس پر پوری پوری تقسیم نہ ہو سکتی اور اس طرح قرآن کا حسابی نظام درہم برہم ہو جاتا۔

9: سورۃ القلم کے شروع میں حرف ''ن'' آیا ہے۔ اس پوری سورت میں حرف ''ن'' کی تعداد ایک سو تینتیس ہے جو انیس پر پوری پوری تقسیم ہو جاتی ہے۔

مثال تقسیم:

133 ÷ 19 = 7

مثال ضرب:

19 × 7 = 133

10: حرف ص قرآن مجید کی تین سورتوں کے شروع میں آیا ہے۔

سورۃ الاعراف میں ''المص'' کی شکل میں،

سورہ مریم میں ''کھیعص'' کی صورت میں اور

سورہ ص میں حرف ''ص'' کے طور پر۔

ان تینوں سورتوں میں حرف ''ص'' کی تعداد اسو باون ہے جو انیس پر پوری پوری تقسیم ہو جاتی ہے۔

مثال تقسیم:

152 ÷ 19 = 8

مثال ضرب:

19 × 8 = 152

11: سورۃ الاعراف کی انہترویں آیت میں ایک لفظ ''بَصۜطَةً'' آیا ہے۔ عربی میں یہ لفظ س کے ساتھ لکھا جاتا ہے مگر جب یہ آیت نازل ہوئی تو یہ حکم بھی ہوا کہ اس لفظ کو ''ص'' کے ساتھ لکھا جائے اس کی کیا وجہ تھی۔؟

وجہ یہ تھی کہ اگر اس لفظ کو ''س'' کے ساتھ لکھا جاتا تو اس سورت میں ایک ''ص'' کم ہو جاتا اور ''ص'' والی مندرجہ بالا سورتوں میں حرف ''ص'' کی کلی تعداد اسو باون کی بجائے ایک سو اکاون ہو جاتی جو انیس پر پوری پوری تقسیم نہ ہوتی اور قرآنِ حکیم کا حسابی نظام غلط ہو جاتا۔!

12: جن سورتوں کی ابتداء ایک حرف سے زیادہ حرفوں والے حروف مقطعات سے ہوتی ہے ان سورتوں میں ہر حرف علیحدہ علیحدہ جمع کیا جائے تو ان کا مجموعہ انیس پر پورا پورا تقسیم ہو جاتا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ یہ حروف جن جن سورتوں کے شروع میں آئے ہیں ان سورتوں میں ان حروف کی اپنی اپنی تعداد کو یکجا کیا جائے تب بھی مجموعی تعداد انیس پر پوری پوری تقسیم ہو جاتی ہے۔

مثلاً:

(i) سورہ ''طٰہٰ'' میں دو حروف ''ط'' اور ''ہ'' ہیں۔ اس سورت میں حرف ''ط'' اٹھائیس دفعہ اور ''ہ'' تین سو چودہ مرتبہ آیا ہے اور دونوں کا مجموعہ تین سو بتالیس ہے جو انیس پر پورا پورا تقسیم ہو جاتا ہے۔

مثال تقسیم:

342 ÷ 19 = 18

مثال ضرب:

19 × 18 = 342

(ii) سورہ یٰسٓ میں حرف ''ی'' کی تعداد دو سو سینتیس، حرف ''س'' کی تعداد اڑتالیس ہے اور دونوں کا مجموعہ دو سو پچاسی ہے جو انیس پر پورا پورا تقسیم ہو جاتا ہے۔

مثال تقسیم:

285 ÷ 19 = 15

مثال ضرب:

19 × 15 = 285

ایک اور حیرت انگیز حقیقت

قرآن مجید کی انتیس سورتوں کے شروع میں جو حروف مقطعات ہیں اور یہ حروف جتنی بھی دفعہ ان سورتوں میں آئے ہیں ان کا مجموعہ انیس پر تقسیم ہو جاتا ہے۔ تفصیل ذیل میں پیش کی جاتی ہے۔ ملاحظہ کیجئے۔!

1: حروف ''الم'' مندرجہ ذیل سورتوں کے آغاز میں آئے ہیں اور ان حروف کی تعداد جو ان سورتوں میں آئی ہے ساتھ ہی درج ہے۔

سورت	حروف	تعداد
البقرۃ	الٓمٓ	نو ہزار نو سو اکانوے (9991)
ال عمران	الٓمٓ	پانچ ہزار سات سو چودہ (5714)
العنکبوت	الٓمٓ	ایک ہزار چھ سو پچاسی (1685)
الروم	الٓمٓ	ایک ہزار دو سو انسٹھ (1259)
لقمان	الٓمٓ	آٹھ سو تیئس (823)
السجدۃ	الٓمٓ	پانچ سو اسی (580)

الرعد　　المرٓا　　(''ر'' کو نکال کر) ایک ہزار تین سو چونسٹھ (1364)

الاعراف　　المصٓ　　(''ص'' کو حذف کر کے) پانچ ہزار دو سو ساٹھ (5260)

جملہ تعداد: چھبیس ہزار چھ سو چھہتر (26676)

یہ مجموعی تعداد چھبیس ہزار چھ سو چھہتر (26676) بھی اُنیس پر پوری پوری تقسیم ہو جاتی ہے۔

مثال تقسیم:

26676 ÷ 19 = 1404

مثال ضرب:

19 × 1404 = 26676

2: حروف ''الرٓ'' مندرجہ ذیل سورتوں کے آغاز میں آئے ہیں۔ ان سورتوں میں ان حروف کی تعداد کا مجموعہ ذیل میں دیا جاتا ہے اور سورہ رعد میں حرف ''ر'' کے سابق میں حذف شدہ ٹوٹل کا اضافہ کیا جاتا ہے۔

سورۃ	حروف	تعداد
یونس	الرٓ	دو ہزار پانچ سو بائیس (2522)
ہود	الرٓ	دو ہزار پانچ سو چودہ (2514)
یوسف	الرٓ	دو ہزار چار سو پانچ (2405)
ابراہیم	الرٓ	ایک ہزار دو سو چھ (1206)
الحجر	الرٓ	نو سو پچیس (925)
الرعد	المرٓ	(صرف ''ر'' کی تعداد) ایک سو پینتیس (135)

جملہ تعداد: نو ہزار سات سو نو (9709)

یہ مجموعی تعداد نو ہزار سات سو نو (9709) بھی انیس پر پوری پوری تقسیم

ہوجاتی ہے۔

مثال تقسیم:

9709 ÷ 19 = 511

مثال ضرب:

19 × 511 = 9709

3: مندرجہ ذیل سورتوں میں حروف "حٰم" آغاز میں آتے ہیں۔ان کی تعداد بھی ساتھ ہی لکھی گئی ہے۔ملاحظہ کیجئے۔!

سورۃ	حروف	تعداد
المومن	حٰم	چارسوترپن (453)
حٰم السجدۃ	حٰم	تین سوچونتیس (334)
الزخرف	حٰم	تین سوباسٹھ (362)
الدخان	حٰم	ایک سواکسٹھ (161)
الجاثیۃ	حٰم	دوسواکتیس (231)
الاحقاف	حٰم	دوسوچونسٹھ (264)
الشوریٰ	حٰم عسق	(میں سے صرف "ح" اور "م" کی تعداد) تین سواکسٹھ (361)

جملہ تعداد: دوہزارایک سوچھیاسٹھ (2166)

یہ مجموعی تعداددوہزارایک سوچھیاسٹھ (2166) بھی انیس پر پوری پوری تقسیم ہوجاتی ہے۔

مثال تقسیم:

2166 ÷ 19 = 114

مثال ضرب:

19 ÷ 114 = 2166

4: سورۃ الشوریٰ میں پانچ حروف ''حٰم عسٓقٓ'' ہیں۔ان پانچوں حروف ''ح،م، ع،س اور ق'' کی اس سورت میں جملہ تعداد پانچ سوستر(570) ہے جوانیس پر پوری پوری تقسیم ہوجاتی ہے۔
یہ مجموعی تعداد نو ہزار سات سونو(9709) بھی انیس پر پوری پوری تقسیم ہوجاتی ہے۔

مثال تقسیم:

570 ÷ 19 = 30

مثال ضرب:

19 × 30 = 570

5: درج ذیل سورتوں میں حروف ''ط'' اور ''س'' آتے ہیں۔ان کی جملہ تعداد پرغور فرمائیے۔!

سورۃ	حروف	تعداد
النمل	طٰسٓ	ایک سوبیس(120)
الشعراء	طٰسٓمٓ	(میں سے ''م'' کوحذف کرکے)ایک سوچھبیس(126)
القصص	طٰسٓمٓ	(میں سے ''م'' کوحذف کرکے)ایک سوانیس(119)
طٰہٰ	طٰہٰ	(میں سے ''ہ'' کوحذف کرکے د)اٹھائیس(28)
یٰسٓ	یٰسٓ	(میں سے ''ی'' کوحذف کرکے د)اڑتالیس(48)
الشوریٰ	حٰمٓ عسٓقٓ	(میں سے صرف ''س'' کی تعداد)ترپن(53)

جملہ تعداد: چارسو چورانوے(494)

یہ مجموعی تعداد چارسوچورانوے (494) بھی انیس پر پوری پوری تقسیم ہوجاتی ہے۔

مثال تقسیم:

494 ÷ 19 = 26

مثال ضرب:

19 × 26 = 494

6: سورہ ص میں حرف "ص" اٹھائیس مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ سورہ اعراف کا آغاز المص سے ہوتا ہے اور اس سورت میں حرف "ص" اٹھانوے مرتبہ آیا ہے۔ سورہ مریم کا آغاز "کھیعص" سے ہوتا ہے اس سورہ میں حرف "ص" چھبیس مرتبہ آیا ہے۔ ملاحظہ کیجئے۔!

سورۃ	حرف	تعداد
ص	ص	اٹھائیس(28)
اعراف	ص	اٹھانوے(98)
مریم	ص	چھبیس(26)

جملہ تعداد: ایک سوباون(152)

یہ مجموعی تعداد ایک سوباون (152) بھی انیس پر پوری پوری تقسیم ہوجاتی ہے۔

مثال تقسیم:

152 ÷ 19 = 8

مثال ضرب:

19 × 8 = 152

7: سورہ مریم کا آغاز ''کھیعص'' سے ہوتا ہے۔اس سورت میں ان تمام حروف کی تعداد یہ ہے۔

حرف	تعداد
ک	ایک سو سینتیس (137)
ہ	ایک سو اڑسٹھ (168)
ی	تین سو پینتالیس (345)
ع	ایک سو بائیس (122)
ص	چھبیس (26)

جملہ تعداد: سات سو اٹھانوے (798)

یہ مجموعی تعداد سات سو اٹھانوے (798) بھی انیس پر پوری پوری تقسیم ہو جاتی ہے۔

مثال تقسیم:

$$798 \div 19 = 42$$

مثال ضرب:

$$19 \times 42 = 798$$

8: جیسا کہ پہلے بیان ہوا کہ قرآن مجید کی انتیس (29) سورتوں میں حروف مقطعات آتے ہیں۔ حیرت کی انتہا ہوتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ ان تمام سورتوں میں ہر ایک حرف کو علیحدہ علیحدہ جمع کیا جائے تو ہر حرف کی جملہ تعداد انیس پر تقسیم ہو جاتی ہے۔

(1) مثلاً ان حروف مقطعات والی سورتوں میں ''الف'' کی تعداد سترہ ہزار چار سو ننانوے ہے جو انیس پر پوری پوری تقسیم ہو جاتی ہے۔

مثال تقسیم:

17499 ÷ 19 = 921

مثال ضرب:

19 × 921 = 17499

(2) ان حروف مقطعات والی سورتوں میں حرف ''ل'' کی تعداد گیارہ ہزار سات سو اسی ہے جو کہ انیس پر پوری پوری تقسیم ہو جاتی ہے۔

مثال تقسیم:

11780 ÷ 19 = 620

مثال ضرب:

19 × 620 = 11780

(3) ان حروف مقطعات والی سورتوں میں حرف ''م'' کی تعداد آٹھ ہزار چھ سو تیراسی ہے جو کہ انیس پر پوری پوری تقسیم ہو جاتی ہے۔

مثال تقسیم:

8683 ÷ 19 = 457

مثال ضرب:

19 × 457 = 8683

(4) ان حروف مقطعات والی سورتوں میں حرف ''ر'' کی تعداد ایک ہزار دو سو پینتیس ہے جو کہ انیس پر پوری پوری تقسیم ہو جاتی ہے۔

مثال تقسیم:

1235 ÷ 19 = 65

مثال ضرب:

19 × 65 = 1235

(5) ان حروف مقطعات والی سورتوں میں حرف ''ص'' کی تعداد ایک سو باون ہے جو کہ انیس پر پوری پوری تقسیم ہو جاتی ہے۔

مثال تقسیم:

152 ÷ 19 = 8

مثال ضرب:

19 × 8 = 152

(6) ان حروف مقطعات والی سورتوں میں حرف ''ح'' کی تعداد تین سو چار ہے جو کہ انیس پر پوری پوری تقسیم ہو جاتی ہے۔

مثال تقسیم:

304 ÷ 19 = 16

مثال ضرب:

19 × 16 = 304

(7) ان حروف مقطعات والی سورتوں میں حرف ''ق'' کی تعداد ایک سو چودہ ہے جو کہ انیس پر پوری پوری تقسیم ہو جاتی ہے۔

مثال تقسیم:

114 ÷ 19 = 6

مثال ضرب:

19 × 6 = 114

(8) ان حروف مقطعات والی سورتوں میں حرف ''ن'' کی تعداد ایک سو تینتیس

ہے جو کہ انیس پر پوری پوری تقسیم ہو جاتی ہے۔

مثال تقسیم:

133 ÷ 19 = 7

مثال ضرب:

19 × 7 = 133

(9) انیس کا ہندسہ ایک اور نو سے مرکب ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفات ظاہر و باطن سے منسوب ہے۔ ایک کا عدد اللہ تعالیٰ کی وحدت کا آئینہ دار ہے اور نو کا عدد اس کی مخفی صفات کا علمبردار ہے۔ چنانچہ انیس کا عدد جو ایک اور نو کا مجموعہ ہے اللہ تعالیٰ کی صفات ظاہر و باطن کو واضح کرتا ہے۔ حسابی نقطہ نظر سے ایک سے پہلے کوئی ہندسہ نہیں ہے اور نو کے بعد بھی کوئی مفرد ہندسہ نہیں ہے یعنی انیس کا ہندسہ ابتداء و انتہاء کو حاوی ہے اور غالباً اسی لیے قرآن کے حسابی نظام کی اساس اسی ہندسے پر رکھی گئی ہے۔

الحاصل:

اس تمام تفصیل سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ قرآن مجید کا حسابی نظام اتنا پیچیدہ مگر منظم ہے کہ یہ انسانی عقل و دانش کے بس کی بات نہیں ہے۔ اُلوہی بصیرت کو قرآن کے ایک ایک لفظ پر کنٹرول ہے۔ فی الحقیقت یہ ساری حسابی ترتیب حیرت انگیز ہے اور بلاشبہ سارے انسان اور جن مل کر بھی ایسی محیر العقول کتاب تصنیف نہیں کر سکتے۔!

اس دور میں قرآن مجید کو پوری طرح کمپیوٹرائز کیا گیا ہے۔ چنانچہ کمپیوٹر سے سوال کیا گیا کہ اگر انسان قرآن جیسی کتاب کی تصنیف کرنا چاہے تو کتنی مرتبہ کوشش

کرنے سے یہ بات ممکن ہوسکتی ہے۔؟

کمپوٹر نے جواب دیا کہ.........

"626000000000000000000000000"

مرتبہ کوشش کرنی پڑے گی۔!

بالفاظ دیگر یہ ناممکن ہے کہ کوئی انسان یا دنیا کے سارے انسان اور جن مل کر بھی ایسی کتاب تصنیف کر سکیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔!

"قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا o"

(القرآن المجید، پارہ نمبر 15، سورۃ نمبر 17 (بنی اسرائیل)، آیت نمبر 88)

"اے محبوب! فرمادو کہ اگر انسان اور جن اس بات پر مجتمع ہوں کہ اس قرآن کی مثل لے آئیں تو لے آئیں وہ اس جیسا نہ لا سکیں گے اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار رہوں o"

حقیقت پر مبنی دِل لگی کی باتیں

اسلام اور جدید سائنسی تحقیق

مقدمہ

حقیقت پر مبنی مزاح وخوش طبعی کے ذریعے دلوں پر گہرا اثر ہوتا ہے۔ غم، فکر دور ہو جاتے ہیں اور روحِ انسانی وجد میں آ کر ماضی کی تلخیوں کو بھول جاتی ہے۔

موجودہ دور میں دل کی پریشانیاں ہر شخص کے پیچھے لگی ہوئی ہیں۔ ہم اپنے جذبات کسی دوسری جانب موڑ تو سکتے ہیں مگر روک نہیں سکتے۔

رات دن کا مشاہدہ ہے کہ جذبات کی رُو سے ایک انسان ہنستا ہے، دوسرا رونے لگتا ہے اور تیسرا کپڑے پھاڑ کر ویرانوں اور جنگلوں میں گھومنے لگتا ہے۔ یہ جذبات غلط ہوں یا صحیح، یہ ہماری خواہشوں، ولولوں اور تمناؤں کو بیدار کر کے نئی راہوں پر ڈال دیتے ہیں۔

اسی لیے تو کمزور، پست ہمت اور وہمی دل ان برے خیالات، پریشانیوں اور ٹن شنز (Tinshins) سے مغلوب ہو جاتے ہیں۔

آزاد خیال لوگوں نے جوا، شراب نوشی اور دیگر نشہ آور چیزوں کے ذریعے اپنے دل کے اُبال کو بٹھانا چاہا، حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا، بلکہ شراب، نشہ آور چیزوں اور جوے وغیرہ کو صراحتاً حرام قرار دیتا ہے۔ دل کی پریشانیوں کو کم کرنے کا ''...... مجرب نسخہ......'' خوش طبعی اور مزاح بھی ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ دل لگی کی باتیں جسم کے ذریعے دماغ تک پہنچتے ہیں اور اپنی قوت سے لاشعور پر قبضہ جما لیتے ہیں۔ اس طرح ایک ہوشمند اور باعقل انسان بھی اپنے دکھ درد کو بھول جاتا ہے۔

''کھیلنا کودنا، خوش طبعی کرنا اور رونا کسے نہیں آتا......؟''

ہزاروں برس پرانی یہ کہاوت آج بھی حرف بحرف صحیح اور درست ثابت ہو رہی ہے۔

خوش طبعی، ورزش اور کھیل جسم کی غذا ہیں۔ ان کے ذریعے انسان پر کیف و سرور طاری ہو جاتا ہے۔ وہ دنیا کی تلخیوں، شور وغل اور مار دھاڑ کی پریشان کن فضا سے نکل کر ایک پُرسکون ماحول میں داخل ہو جاتا ہے۔

دس بارہ گھنٹے رزق کی تلاش میں دوڑنا، بھاگنا، ترش روئی، سخت کلامی اور ناکامیوں سے انسان کے دل کو ضرور بالضرور ایک عظیم صدمہ پہنچتا ہے، جو خوش طبعی، ورزش اور کھیل کود سے ہی دور کیا جا سکتا ہے۔

قدرت کے کاریگر نے مدہوش نیند کو ہمیں تازہ دم کرنے کے لیے پیدا فرمایا۔ آج گہما گہمی نے اس نیند کی نعمت کو بھی ہم سے چھین لیا ہے۔ ریڈیو اور ٹی وی کے ساز و سارنگی والے گانے اور سینماؤں کی فحش اور برائی میں اَٹی ہوئی فلمیں، ہمارے جذبات بڑھا کر سکون و اطمینان کی جگہ پریشانیوں اور خام خیالوں میں اضافہ کر رہی ہیں۔

اللہ جل جلالہ کے ذکر کے بعد اپنی پریشانیوں کو مٹانے کا بہترین حل خوش طبعی بھی ہے۔

جیسا کہ مشہور سائنسدان، حکیم و فلسفی ''افلاطون'' نے کہا تھا کہ......!

''غم زدہ انسانوں کو خوش طبعی اپنانی چاہیے۔ کیونکہ دل لگی کی

باتوں سے غم دور ہو جاتے ہیں اور پریشانی کے اثرات سے بجھی
ہوئی دل کی روشنی دوبارہ بیدار ہو جاتی ہے۔''

انگریز ممالک میں کئی ایسی انجمنوں کی بنیاد ڈالی گئی جو معاشرے میں اشعار اور خوش طبعی کو عام کرنے کی کوشش میں سرگرمِ عمل ہیں۔ اب تو ہر ترقی یافتہ ملک میں ایسی انجمنوں کا جال بچھا دیا گیا ہے۔

اس انجمن کے کارکن کہتے ہیں......!

''ہم نے مرگی، وہم، صدمے کے اثرات کی مار دھاڑ، کم عقلی، دمہ، جنون، کند ذہنی، نیند میں چلنا، بڑبڑانا، کابوس (سینا گھٹنا)، اختناق الرحم (ہسٹیریا)، فالج، سرسام، اعصابی تھکان، مختلف قسم کے بخار، بڑے چھوٹے جوڑوں کے درد، تیزابیت اور بدہضمی کے مریضوں کو دوائی کے ساتھ ساتھ دل لگی کی باتوں اور اشعار کا مشورہ دے کر بہت جلد تندرست ہوتے دیکھا ہے۔''

یہ حقیقت پر مبنی دل لگی کی باتیں ہمارے اعصاب اور نظامِ جسمانی پر مفید اثرات ڈالتے ہیں۔ اسی لیے ایک مشہور شاعر (جو ایک نامور ڈاکٹر بھی تھا) نے ورزش ، کھیل کود اور خوش طبعی کو دواؤں سے بہتر علاج قرار دیا ہے۔

''ڈاکٹر رابرٹ سیمور برجز'' کا کہنا ہے کہ......!

''میں نے میڈیسن کو ترک کر کے مزاح سے اپنے مریضوں کا علاج کرنا شروع کر دیا ہے۔''

ڈاکٹر ''رابرٹ سیمور برجز'' نے اپنے لیے ایک انوکھا، نرالہ اور اعلیٰ راستہ چنا تھا، جس میں وہ کامیاب ہوا......!

حالیہ ریسرچ نے ثابت کر دیا کہ خوش طبعی ، ورزش اور کھیل کود معالج کے

ذرائع علاج میں سے اہم اور موثر ذریعے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ میڈیسن کھائی جاتی ہے اور ورزش کی جاتی ہے۔

آج کل خوش طبعی کو ایک بہت بڑا موثر طریقۂ علاج قرار دیا گیا ہے اور اس سے بہت ہی ''متنوع امراض'' کے علاج میں مدد لی جاتی ہے۔ یہ امراض جسم کے کسی بھی حصے سے تعلق رکھتے ہوں خوش طبعی ان امراض میں فائدہ مند ہے۔ خوش طبعی سے اعصاب اور دماغ کے امراض سے لے کر دندان سازی تک علاج کیا جاتا ہے۔

خوش طبعی ایسی دوا ہے جو بڑی خاموشی، آہستگی اور سکون کے ساتھ مریض پر اثر ڈالتی ہے، لیکن یہ اثر بڑا ہی دیرپا اور مفید ہوتا ہے۔ خوش طبعی معالجین کا ایک بہت بڑا نفسیاتی حربہ بھی ثابت ہو سکتی ہے۔

بہر حال خوش طبعی سے تھکے ہوئے دماغوں کو آرام، مضمحل اور منتشر اعصاب کو نئی زندگی، طاقت، بیمار جسم کو شفاء اور نفسیاتی مریضوں کو امید اور مسرت دینے میں مدد ملتی ہے۔

نفسیاتی معالجین و ماہرین خوش طبعی کے ذریعے روزمرہ کی پریشانیوں اور الجھنوں میں جکڑے ہوئے جسموں اور دماغوں کو تازگی اور توانائی دے رہے ہیں۔

معالجین مریضوں کو کیمیائی میڈیسن کی بجائے نہایت بے ضرر اور موثر میڈیسن (خوش طبعی) دے رہے ہیں، جس کا اثر مہنگی دواؤں کی طرح ناپائیدار نہیں بلکہ یہ علاج ان کی روح کو نئی فرحت، امید اور قوت دے رہا ہے۔

اس کے علاوہ کھیل کود اور ورزش کے ساتھ علاج طویل الاثر ہے اور دیگر مضر اثرات سے پاک بھی ہے۔ اب یہ ثابت ہو چکا کہ خوش طبعی مریض کے لیے میڈیسن سے زیادہ بہتر و موثر ہے۔

خوش طبعی لوگوں کو امید نو بھی عطا کرتے ہیں اور خطرناک بیماریوں سے شفا

پانے میں مدد بھی دیتے ہیں۔

روزہ مرہ کی عام تھکن، پریشانی، خوف، مایوسی، سرطان اور لیکوریا جیسی خطرناک بیماریوں بلکہ ذہنی اضمحلان تک کا علاج کھیل کود، ورزش اور خوش طبعی کے ذریعے کیا گیا ہے۔

یہ دل نواز خوش طبعی نرم اور گہری موسیقی کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ اثر انگیز ثابت ہوتی ہے اور مریضوں کو تازہ دم کر دیتی ہے۔

جن لوگوں پر کام کا بھار رہتا ہے وہ شام کو تھکے ہارے گھروں کو لوٹتے ہیں۔ اس وقت ان پر خوش طبعی بڑا لطیف اور خوش گوار اثر کر سکتی ہے۔

بہت سے لوگ دفتر اور کاروبار سے گھر لوٹتے ہیں تو وہ اپنے ساتھ پریشانیوں اور خام خیالیوں کے انبار لاتے ہیں۔ ان کے لیے ہلکی، لطیف ورزش، کھیل کود اور خوش طبعی کس قدر اثر انداز اور فرحت بخش ہو سکتی ہے اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ یقیناً یہ شام اور صبح کی ورزش، کھیل کود اور خوش طبعی ان کی روح اور ذہن پر نرم پھوار سے زیادہ لطیف ہوتی ہے۔

حالیہ تحقیق سے پتہ چلا ہے کہ جو مریض، ہسپتالوں میں مزاحیہ اشعار پڑھتے، ان سے لطف اندوز ہوتے ہیں وہ دوسرے مریضوں کے مقابلے میں بہت جلد صحت یاب ہو گئے ہیں۔

امریکہ کی ایک نفسیاتی معالج...... ''جیک لیڈی''......کا کہنا ہے کہ......!

''تیز رفتار صنعتی معاشروں میں ذہنی تھکن، نفسیاتی مسائل اور الجھنیں بہت زیادہ ہوتی ہیں۔ چنانچہ ان کا حل میڈیسن سے ممکن نہیں بلکہ یہ مسائل اور اُلجھنیں دماغ کی خاص کیفیات سے دور کی جاسکتی ہیں۔ دماغ میں وہ کیفیات خوش طبعی ہی سے پیدا ہوتی ہیں۔

ذہنی آسودگی اور اطمینانیت کا احساس، حرص وہوس سے نجات اور روحانی تسکین کا احساس، تنہائی میں رفاقت اور مدد کا احساس، خوف اور پستی سے نجات، جسمانی تھکن اور قلبی فرحت وآرام کا احساس، امراض کے علاج میں امیدِ شفاء، جرائم پیشہ لوگوں اور منشیات کے عادی لوگوں کی اصلاح، صرف اور صرف خوش طبعی ہی سے کی جاسکتی ہے۔''

مغربی ممالک میں کئی جیل خانوں، دماغی امراض کے ہسپتالوں، منشیات کے عادی لوگوں کی اصلاح اور بحالی کے مراکز اور نفسیاتی علاج گاہوں میں خوش طبعی اور مذاق کے ذریعے سے مریضوں کو حقائق تسلیم کرنے اور صحت مند ہونے میں مدد لی گئی ہے۔

خوش طبعی، بے چین، مضطرب، ذہنی کرب کے نکاس اور اظہار کے سب سے زیادہ مؤثر ذریعے ہیں۔ اسی لیے ان کو ''مجرم ضمیر'' کے اعتراف جرم کا ''آلہ'' قرار دیا گیا ہے۔ یہ اگر اصلاحِ ذات نہ بھی کرسکیں تو کم از کم مریض کو ذہنی کرب اور عذاب سے نکال دیتے ہیں۔

ڈاکٹر ''سریوں'' کا کہنا ہے کہ......!

''جن ذہنی مریضوں اور مجرموں کو خوش طبع انسانوں کا ساتھ دیا گیا، وہ ان سے اس قدر متاثر ہوئے کہ انہوں نے لوگوں کو اپنا رازدان بناڈالا اور اپنا ذہنی کرب اُگل دیا۔''

۞ ۞ ۞

مزاح

جیسا کہ پہلے بیان ہوا کہ مزاح اور خوش طبعی کے سائنسی اور طبی بہت زیادہ فوائد ہیں۔ ایسا مزاح جس میں کوئی برائی نہ ہو شریعتاً بالکل جائز بلکہ سنت ہے۔ رسول اللہ ﷺ بھی بعض اوقات خوش طبعی فرمایا کرتے تھے۔ خوش طبعی میں بھی وقار سے گری ہوئی، دوسرے کو دکھ دینے والی یا غلط بات ہرگز نہیں فرمایا کرتے تھے۔ بلکہ دل لگی کے لہجے میں صحیح بات ہی ارشاد فرماتے تھے۔ اسی لیے آپ کا ارشاد عالی شان ہے۔!

”اِنِّی لَاَمْزَحُ وَلَا اَقُوْلُ اِلَّا الْحَقَّ“

”میں مزاح (خوش طبعی) کرتا ہوں مگر اس میں بھی سچ ہی کہتا ہوں۔“

حضرت محدثِ کبیر الشیخ یوسف بن اسماعیل النبہانی رحمہ اللہ تعالیٰ ”وسائل الوصول“ میں تحریر فرماتے ہیں۔!

”آپ ﷺ کے مزاح (خوش طبعی) کی کیفیت یہ تھی کہ آپ ﷺ اپنی ازواج، بچوں اور دوسرے لوگوں کے ساتھ مزاح (خوش طبعی) کے طور پر کوئی بات کرتے تو اس میں جھوٹ کی آمیزش تک نہ فرماتے۔ آپ ﷺ کا مزاح (دل لگی اور خوش طبعی) سچی بات پر مشتمل ہوتا۔ بچوں کے ساتھ اکثر دل لگی فرماتے۔ مزاح

کرتے۔ اس وقت بھی آپ ﷺ کی نظریں نیچی رہتیں۔ آپ بڑے شائستہ انداز میں مزاح فرماتے۔"

علامہ عبدالجواد الدومی مصری اپنی کتاب "اتحاف الربانیہ" کے صفحہ نمبر 286 پر لکھتے ہیں۔!

"قِيلَ سُفْيَانُ بن عُيَيْنَةِ" اَلْمَزَاحُ هُجْنَةٌ؟"فَقَالَ" بَلْ هُوَسُنَّةٌ لٰكِنْ لِمَنْ يُحْسِنُهُ وَيَضَعُهُ مَوَاضِعَهُ"

"سفیان بن عینیہ (رحمہ اللہ تعالیٰ) سے کسی نے کہا کہ کیا مزاح بھی ایک آفت ہے......؟ آپ (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے جواباً فرمایا (نہیں) بلکہ سنت ہے مگر اس شخص کے لیے جو اچھا مذاق کر سکتا ہو اور اس کی ادائیگی کے مواقع جانتا ہو۔"

رسول ﷺ کا مزاح

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا گیا......!
"کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مزاح (خوش طبعی) فرمایا کرتے تھے۔؟"
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواباً فرمایا!
"ہاں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی خوش طبعی فرمایا کرتے تھے۔"
حضرت عبداللہ بن حارث بن جزر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔!
"مَارَأَيْتُ اَحَدًا اَكْثَرَ تَبَسُّمًا مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"
"میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کسی کو مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا۔"
"كَانَ ﷺ اَحْسَنَ النَّاسِ خُلُقًا"
"رسول اللہ ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ خوش اخلاق تھے۔"
حضرت جریر بن عبداللہ ؓ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔!
"مَا حَجَبَنِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مُنْذُ اَسْلَمْتُ وَلَا رَاٰنِىْ اِلَّا ضَحِكَ"

”جس وقت سے میں مسلمان ہوا ہوں، اس وقت سے لے کر آج
تک رسول اللہ ﷺ نے مجھے (اپنی بارگاہ میں حاضر ہونے سے)
منع نہیں فرمایا اور حضور ﷺ ہر بار مجھے دیکھ کر مسکراتے ہیں۔“

اس سے معلوم ہوا کہ...... خوش طبعی ...... رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا۔ اب رسول اللہ ﷺ کی خوش طبعی کے چند واقعات سماعت کیجئے۔!

1: ایک مرتبہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سواری طلب کی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

”میں تجھے اونٹنی کے بچہ پر سوار کروں گا۔!“

اس صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا!

”حضور ﷺ ......! میں اونٹنی کے بچے کو لے کر کیا کروں گا۔؟
مجھے تو سواری کی ضرورت ہے۔ مجھے بڑا اونٹ دلوائیے......!“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

”نہیں......! تجھے اونٹنی کا بچہ ہی دیا جائے گا۔“

وہ صحابی رضی اللہ عنہ بہت پریشان ہوئے۔ لوگ مسکرانے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

”تم سے بات سمجھنے میں کوتاہی ہوئی ہے۔ ارے! ہر اونٹ
چاہے جوان ہو یا چھوٹا اونٹنی ہی کا بچہ ہوتا ہے۔!“

ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی یہ خوش طبعی کوئی خلافِ واقعہ نہ تھی۔ یقیناً ہر اونٹ حقیقتاً اونٹنی ہی کا بچہ ہوتا ہے۔ اس خوش طبعی کے لیے رسول اللہ ﷺ نے ایسا انداز اختیار فرمایا جس سے سب نے لطف اٹھایا۔ یہ ایک لطیف قسم کی خوش طبعی ہے۔

2: رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بہت بوڑھی تھیں۔ایک دن رسول اللہ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض کرنے لگیں!

''حضور ﷺ! دعا فرمایئے! کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل فرمائے۔!''

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا!

''کوئی بھی بڑھیا جنت میں نہیں جائے گی......!''

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ سن کر روتی ہوئیں واپس چلی گئیں۔

رسول اللہ نے فرمایا!

''جاؤ! اس بڑی بی کو یہ خبر دے دو کہ بڑھیا جنت میں بڑھاپے کی حالت میں نہیں جائے گی بلکہ نوجوان دوشیزہ بن کر جائے گی۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔!

''بیشک ہم نے ان عورتوں کو خاص طور پر بنایا۔اس طور پر کہ وہ کنواری ہیں۔''

3: ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک نابینے صحابی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے......!

''یارسول اللہ ﷺ! کیا میری بخشش ہو جائے گی۔؟''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

''بھائی......! کوئی اندھا جنت میں نہ جائے گا۔!!!''

نابینے صحابی رضی اللہ عنہ رونے لگے۔

رسول اللہ ﷺ مسکرائے اور فرمایا!

''بھائی......! کوئی اندھا اندھا ہونے کی حیثیت سے جنت میں داخل نہ ہوگا بلکہ سب کی آنکھیں روشن ہوں گی۔!!!''

یہ دونوں واقعات بھی حقیقت پر مبنی ہیں۔ نہ تو عورتیں بڑھاپے کی حالت میں جنت میں جائیں گی اور نہ ہی اندھا اندھا ہونے کی حالت میں جنت میں جائے گا بلکہ بڑھیا جوان ہو کر اور اندھا انکھیارا ہو کر جنت میں جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ کی کوئی بھی ...... خوش طبعی ...... خلافِ واقعہ نہیں ہوتی تھی۔ اسی طرح یہ بھی ...... فی الحقیقت ...... خلافِ واقعہ نہ تھیں۔

4: ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے خوش طبعی کے طور پر ایک شخص سے پوچھا!

''بتاؤ ...... !تمہارے ماموں کی بہن تمہاری کیا لگی ......؟''

وہ شخص سر جھکا کر سوچنے لگا۔

رسول اللہ ﷺ مسکرائے اور آپ ﷺ نے فرمایا!

''ہوش کر ...... !کیا تجھے اپنی ماں بھول گئی ......؟ وہی تو تیرے ماموں کی بہن ہے۔!''

5: ایک روز رسول اللہ ﷺ چند صحابہ ؓ کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ ایک صاحب کچھ کھجوریں لے کر آئے اور وہ کھجوریں ...... بطورِ تحفہ ...... حضور ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں پیش کر دیں۔

رسول اللہ ﷺ نے سب صحابہ ؓ کو کھجوریں کھانے کا حکم دیا اور خود بھی کھانے میں شریک ہو گئے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ (جو حاضرینِ مجلس میں سب سے چھوٹے تھے) بھی حضور ﷺ کے پاس حاضر تھے۔ رسول اللہ ﷺ ازراہِ خوش طبع کھجوریں کھا کر گٹھلیاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے آگے رکھنے لگے ......

جب صحابہ کرام ؓ نے یہ دیکھا تو وہ بھی کھجوریں کھا کر گٹھلیاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے آگے رکھنے لگے۔ یہاں تک کہ حضرت علی ؓ کے سامنے بہت سی گٹھلیاں جمع ہو گئیں۔

اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے از راہِ خوش طبع فرمایا......!

''علی (رضی اللہ عنہ)......! آپ نے اتنی زیادہ کھجوریں کھائی ہیں؟''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فوراً عرض کیا......!

''میں نے تو صرف کھجوریں کھائی ہیں لیکن آپ تو گٹھلیاں بھی کھا گئے ہیں۔''

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسکرا دیئے۔

6: ایک مرتبہ ایک بھدی شکل کے نوجوان رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں مسلمان ہونے کے لیے حاضر ہوئے۔

رسول اللہ ﷺ اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ میں تشریف فرما تھے۔ بیعت کے بعد اس نوجوان نے عرض کیا......!

''یا رسول اللہ (ﷺ)......! میرے پاس دو بیویاں ہیں جو اس سرخ رنگ والی (حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے زیادہ خوبصورت ہیں۔ (یہ پردہ کے احکام نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے) اگر حضور ﷺ اجازت دیں تو میں ایک کو طلاق دے دیتا ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے نکاح کر لیں؟''

اس صحابی رضی اللہ عنہ کی یہ بات سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا

''بھائی......! یہ تو بتاؤ کہ تم زیادہ خوبصورت ہو یا تمہاری بیویاں زیادہ خوبصورت ہیں۔؟''

اس صحابی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا!

''میں زیادہ خوبصورت ہوں۔!''

اس صحابی رضی اللہ عنہ کے جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دیر تک اس کی اس پیش کش پر مسکراتے رہے۔

7: رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی حضرت نعمان رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کی عادتِ مبارکہ تھی کہ جب بھی شہر میں کوئی نئی چیز آتی تو وہ شے ادھار خرید کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں بطورِ تحفہ پیش کر دیتے۔ جب دُکاندار اس چیز کی قیمت طلب کرتا تو حضرت نعمان رضی اللہ عنہ اس دوکاندار کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتے اور عرض کرتے!

''حضور (ﷺ!) فلاں چیز کی قیمت اس شخص کو عنایت فرما دیجیے!''

رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے!

''تم نے تو وہ چیز مجھے بطورِ تحفہ دی تھی۔''

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ عرض کرتے!

''اللہ کی قسم......! اس کی قیمت میرے پاس نہیں تھی اور میں چاہتا تھا کہ وہ شے سب سے پہلے آپ ﷺ کی خدمت میں تحفہ کے طور پر پیش کروں۔''

رسول اللہ ﷺ مسکرا دیتے اور اس چیز کی قیمت دُکاندار کو ادا فرما دیتے۔

8: رسول اللہ ﷺ اپنے خادمِ خاص حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہت پیار فرمایا کرتے تھے۔ وہ ایسے سعادت مند تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے ارشادات پر کان لگائے رکھتے تھے۔

ایک دن رسول اللہ ﷺ نے خوش طبعی کے طور پر انہیں یوں پکارا......!

''اے دو کانوں والے......!!!''

پھر اکثر ایسا ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ انہیں محبت سے ''......اے دو کانوں والے......!'' کہہ کر پکارتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جملے پر بہت مسکراتے اور سمجھ جاتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوش طبعی فرما رہے ہیں۔

9: رسول اللہ ﷺ کے خادمِ خاص حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ایک چھوٹے بھائی تھے۔ جن کا نام حضرت عمیر رضی اللہ عنہ تھا۔ انہوں نے سرخ رنگ کی ایک چڑیا پال رکھی تھی۔ اتفاق سے وہ چڑیا مر گئی تو حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کو اس کا بہت دکھ ہوا اور آپ رونے لگے۔

رسول اللہ ﷺ کا ادھر سے گزر ہوا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے بچے کو روتے دیکھا تو اسے بہلانے کے لیے فرمایا......!

''اے عمیر کے باپ...... !تمہاری چڑیا نے کیا کِیا......؟''

یہ ایک ایسا پیارا جملہ تھا جسے سن کر حضرت عمیر رضی اللہ عنہ ہنس پڑے اور دوسرے لوگ بھی حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کو خوش کرنے کے لیے یہی جملہ استعمال کرنے لگے۔

10: ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اس کے خاوند کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ میرا خاوند فلاں ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''اچھا...... !وہ شخص جس کی آنکھوں میں سفیدی ہے۔؟''

وہ عورت رضی اللہ عنہا جب گھر واپس آئیں تو اپنے شوہر کو غور سے دیکھنے لگیں خاوند نے پوچھا!

''تمہیں کیا ہو گیا ہے......؟''

اس نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تمہارے خاوند کی آنکھوں میں سفیدی ہے۔

اس صحابیہ رضی اللہ عنہا کے خاوند نے کہا!

''نیک بخت...... ! کیا میری آنکھوں میں سفیدی سیاہی سے زیادہ نہیں۔؟''

Dr. Zakir Naik



القرآن الکریم

قرآن اور جدید سائنس

احکام رسول ﷺ
اور جدید سائنسی تحقیق

چاند اور قرآن

محمد رسول اللہ ﷺ
کی صحت اور عقل و فہم

اسلام پر کیے جانے والے سوالات
اور ان کے تحقیقی جوابات

قرآن اور
۱۹ کا ہندسہ

حقیقت پر مبنی دل کی باتیں

اسلام اور جدید سائنسی تحقیق

طاہر سنز پبلشرز
۴۰-بی، اردو بازار، لاہور
فون: 7234137 فیکس: 7312159
Website: www.tahirsonspublishers.com
E-mail: info@tahirsonspublishers.com